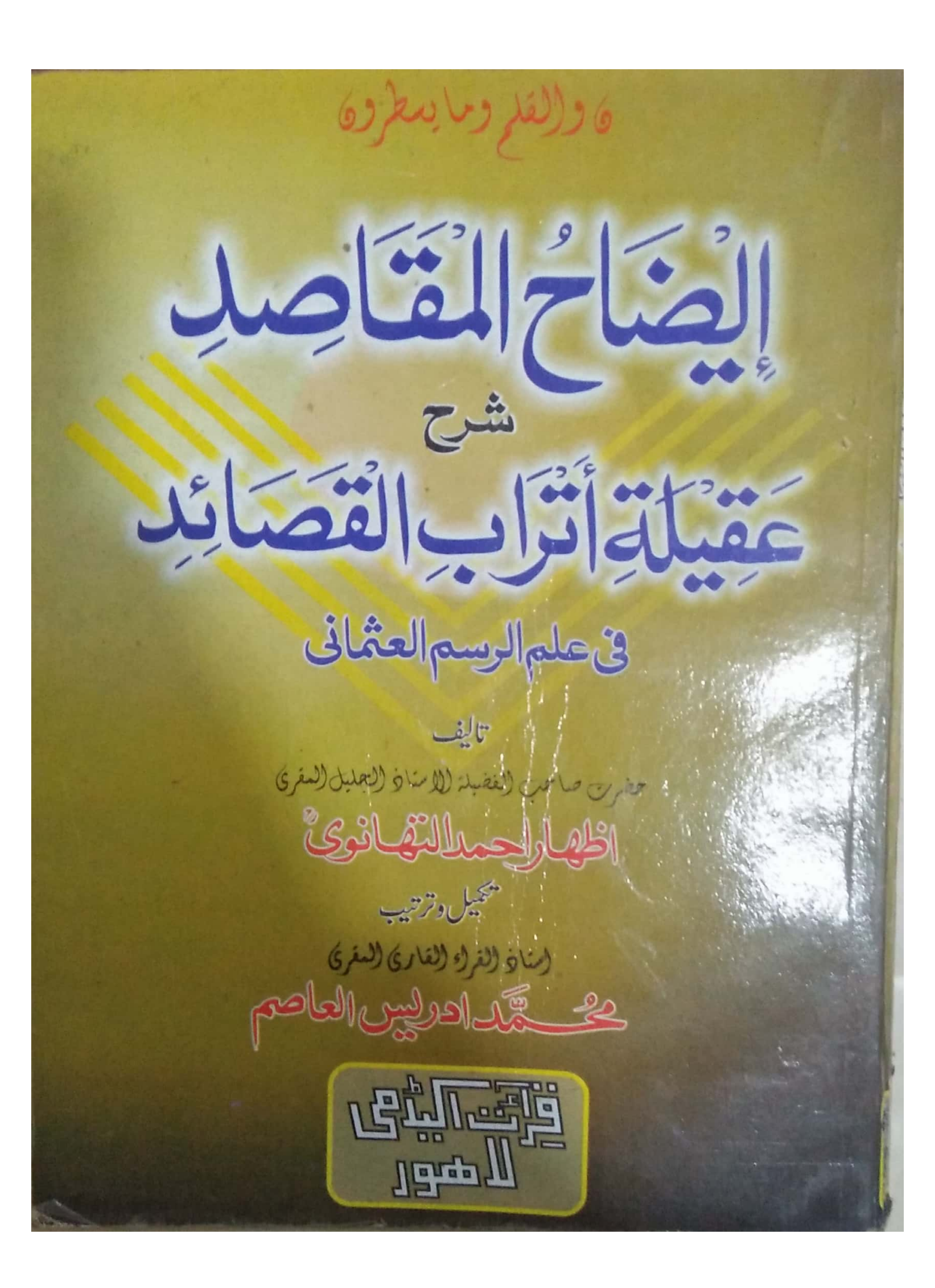

ن والقلم وما يسطرون
إيضاح المقاصد
شرح
عقيلة أتراب القصائد
فى علم الرسم العثمانى
تاليف
حضرت صاحب الفضيلة الاستاذ الجليل المقرى
اظهار احمد التهانوى
تكميل وترتيب
استاذ القراء القارى المقرى
محمد ادريس العاصم
قرأت اكيڈمی
لاهور

وَقَالَ مَالِكٌ الْقُرْآنُ يُكْتَبُ بِالْـ كِتَابِ الْأَوَّلِ لَا مُسْتَحْدَثًا سُطِرَا

عَقِيلَةُ أَتْرَابِ الْقَصَائِدِ

فی علم الرسم العثمانی

تالیف

الامام ابو القاسم بن فیره بن خلف الشاطبی الرعینی الاندلسیؒ م ۵۹۰ھ

مع شرح

إِيضَاحُ الْمَقَاصِدِ

شیخ القراء و المجودین القاری المقری اظہار احمد التھانویؒ م ۱۴۱۲ھ

تکمیل و ترتیب

القاری المقری محمد ادریس العاصم حفظہٗ اللہ تعالی امین

قرأت اکیڈمی

28- الفضل مارکیٹ 17- اُردو بازار- لاہور

فون: 7122423



انتباہ

نام کتاب	ایضاح المقاصد شرح رائیہ
مصنف	قاری اظہار احمد تھانویؒ
طابع وناشر	قرآءت اکیڈمی لاہور
کمپوزنگ و	یونیک گرافکس
سرورق ڈیزائن	الفضل مارکیٹ' اردو بازار' لاہور

عرض ناشر

الحمدللّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی محمد رسول اللّٰہ سید المرسلین و علی الہ وصحبہ اجمعین

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ "ایضاح المقاصد شرح عقیلتہ اتراب القصائد" چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ قبلہ والد صاحب نور اللہ مرقدہ اس کی تالیف کے دوران ہی وفات پا گئے تھے اور دو سو پچیس اشعار کی تشریح و توضیح کر پائے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد مناسب خیال کیا کہ اس شرح کو مکمل کروا لیا جائے۔ کافی غور و خوض کے بعد مجھے برادرم حضرت مولانا قاری محمد ادریس العاصم صاحب ہی ایسے موزوں و علمی شخصیت نظر آئے جو اس شرح کو اسی انداز میں مکمل کر سکتے تھے جیسا کہ طرز اسلوب و طرز بیان حضرت قبلہ والد صاحب رحمہ اللہ نے رکھا تھا۔ الحمدللہ میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا اور برادرم قاری محمد ادریس العاصم صاحب نے بقایا شرح میں نہ صرف اسی طرز بیان کو قائم رکھا بلکہ حضرت قبلہ والد صاحب رحمہ اللہ نے جہاں کچھ مواقع اضافہ وغیرہ کے لیے چھوڑ رکھے تھے انہیں بھی نہایت خوبی سے مکمل کیا۔ میں اس سلسلے میں برادرم قاری صاحب کا جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے اور یقیناً اس کی بہترین جزا تو اللہ وحدہ' لا شریک ہی ان کو اپنے خزائن سے عطا فرمائیں گے۔ انشاء اللہ

نیز پروف ریڈنگ اور دیگر علمی امور کی نگرانی میں جناب قاری نجم الصبیح التھانوی فاضل قراء ات عشرہ کا بہت تعاون رہا میں ان کے لیے بھی صدق دل سے دعاگو ہوں۔ کمپیوٹر کمپوزنگ اور سرورق ڈیزائنگ میں میرے عزیز دوست جناب عامر سہیل صاحب کا دست تعاون شامل رہا۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں سے اسی طرح خدمت قرآن کا کام لیتا رہے۔ آمین

مدیر ادارہ
عزیز احمد تھانوی

ابتدائیہ

الحمدللّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و علی الہ و اصحابہ اجمعین

امابعد! "عقیلۃ اتراب القصائد فی علم الرسم" امام شاطبی رحمہ اللہ کا مقبول و متند اول متن ہے۔

قرآن کی رسم اور تاریخ رسم کو سموئے ہوئے یہ قصیدہ مدارس تجوید و قراء ات میں شامل نصاب ہے۔ امام شاطبی علیہ الرحمہ کے قصائد جو کہ علوم قرآن سے متعلق ہیں وہ جس شہرت کے حامل ہیں محتاج بیان نہیں ہے۔ جس طرح حرز الامانی کی تشریح و توضیح میں بہت سے جید و نامور علماء قرآء ت نے قلم اٹھایا اسی طرح امام مذکور کے قصیدے "عقیلۃ اتراب القصائد" کی بھی بہت سی شروح منظر عام پر آئیں۔

زیر نظر شرح "ایضاح المقاصد" میرے محترم اور مربی شیخ استاذ القراء و المجودین حضرت مولانا قاری المقری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ کی شاندار علمی یادگار ہے۔

حضرت الاستاذ المکرم اس شرح کی تالیف میں مصروف و مشغول تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے رب ذوالجلال کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت استاذ ذی وقار کی وفات حسرت آیات کے بعد شرح مذکور کو مکمل کرنے کی ذمہ داری بھائی عزیر احمد تھانوی نے مجھے سونپی۔

میں یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکوں گا جب شرح مذکور میرے حوالے کی گئی تو مجھے اپنی کم مائیگی کا مکمل طور پر احساس تھا۔

حضرت استاذ ذی وقار کا علوم قرآن، تجوید و قرآء ت، تاریخ، ادب اور لغت عربیہ پر مضبوط گرفت اور اپنا مخصوص شگفتہ طرز بیان یقیناً اہل علم حضرات کو معلوم ہے۔

اس طرز اور نہج کے مطابق نامکمل حصے کو اس انداز میں مکمل کرنا کہ وہ بقایا شرح سے ہم آہنگ نظر آئے ایک بہت ہی مشکل کام تھا۔ حضرت استاذ ذی وقار نے شرح میں جا بجا اضافہ کے لیے مواقع چھوڑے ہوئے تھے۔ اول میں نے شرح کے وہ اشعار جو ترجمہ و تشریح سے رہ گئے تھے مکمل کئے اور بعد ازاں حضرت استاذ ذی وقار کی شرح میں موجود وہ مواقع جو حک و اضافے کے محتاج تھے مکمل کئے۔

شرح مذکور آپ کے سامنے ہے۔ حضرت استاذ ذی وقار نے رسم قرآنی اور تاریخ رسم قرآنی سے متعلق جس قدر معلومات اس شرح میں بیان کی ہیں ان سے اردو ادب اس سے قبل بالکلیہ خالی تھا۔ شرح سے قبل مقدمے میں جو اہم معلومات اور علوم بیان کیے گئے ہیں وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے انفرادیت کے حامل ہیں۔ اس شرح میں رسم کے ساتھ ساتھ قراء ات کا بھی بیان ہے اور جابجا شاطبیہ' درۃ' النشر' البدور الزاہرہ اور رسم کی بہت سی کتب کے حوالے بھی نقل کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ وہ اس شرح کو متن کی مانند اپنے حضور میں قبولیت بخشے اور اسے میرے عظیم استاذ ذی وقار کے لیے آپ کے والدین اور اساتذہ کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ اور یہی دعا اور تمنا راقم اپنے لیے بھی کرتا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔

ذیقعد ۱۴۱۹ھ / مارچ ۱۹۹۹ء

خادم القرآن الکریم

(قاری) محمد ادریس العاصم

نوٹ: شرح میں "ت" سے مراد ترجمہ اور "ف" سے مراد تشریحی فوائد ہیں۔

بعض مقامات پر حضرۃ الاستاذ علیہ الرحمہ نے مختلف اقوال و آراء بیان کرنے کے بعد اپنی رائے بھی بیان فرمائی ہے ان نہایت قیمتی آراء کے ساتھ حضرت کا نام تحریر کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والا فوری طور پر سمجھ لے کہ یہ حضرت شارح رحمہ اللہ کی آراء ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقدیم

خط کی تعریف

اصلی شکل میں تلفظ ہونے والے حروف کی زیادتی کے بغیر اس طرح لکھے جائیں کہ کلمہ کی ابتداء اور اس پر وقف کی رعایت ملحوظ ہو۔؎۱ اسی لیے ہمزہ وصل تو لکھا جاتا ہے مگر تنوین کا نون نہیں لکھا جاتا۔؎۲

رسم الخط قرآنی

قرآنی کلمات کو حذف و زیادت اور وصل و قطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنا جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔؎۳

خط اور رسم الخط میں فرق کرنے کے لیے ان مثالوں میں غور کیجئے۔

الۡعٰلَمِيۡنَ۔ الرَّحۡمٰنِ۔ هٰٓؤُلَآءِ۔ مِنۡ نَّبَاۡیِٔ الۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ یہ چار کلمات ہیں ان کا موجودہ خط تو رسم قرآنی کے موافق ہے کیونکہ ان میں الف لکھا ہوا نہیں ہے، اور هٰٓؤُلَآءِ میں واؤ اور مِنۡ نَّبَاۡیِٔ میں یا لکھی ہوئی ہے۔ اور اگر ان کو اس طرح لکھیں اَلۡعَالَمِيۡنَ۔ الرَّحۡمَان۔ هَاأُلَآءِ۔ مِنۡ نَبَاءِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ تو ان کی کتابت گو تلفظ کے مطابق ہے لیکن رسم عثمانی کے بالکل خلاف ہے۔؎۴

رسم عثمانی کا موضوع

حذف زیادت، ابدال اور فصل و وصل میں مصاحف عثمانی کے رسم کی مطابقت؎۵

غایت

کلمات قرآنی کے اس رسم کی حفاظت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اختیار کیا گیا، اور جس کی بعد والے زمانہ میں صحابہ نے باجماع حفاظت کی۔

؎۱ مقدمہ افضل الدرر ص ۳، اتقان للسیوطی ج ۲ ص ۱۶۶ ؎۲ دلیل الحیران ص ۳۲ ؎۳ الخط العثمانی فی الرسم القرآنی قاری رحیم بخش ص ۲ ؎۴ الخط العثمانی فی الرسم القرآنی ص ۴ ؎۵ دلیل الحیران علی مورد الظمآن ص ۳۲

حکم

اس کا سیکھنا فرض کفایہ ہے[1]

نسبت

دیگر غیر علوم قرآنی سے اس فن کی نسبت اشرف العلوم کی ہے۔

رسم قرآنی کے اتباع پر اجماع ائمہ

علامہ دانی فرماتے ہیں علماء امت میں سے کوئی بھی اس بات کے خلاف نہیں کہ کلمات قرآنی کو طرف کتابت اولی کے موافق لکھا جائے۔[2] اور جمیع علماء ھدی نے اس رسم کی مخالفت کو حرام قرار دیا۔[3]

رسم قرآنی یا رسم عثمانی

رسم قرآنی اور رسم عثمانی ایک مترادف اصطلاح ہے۔ رسم کی نسبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بطور موجد کے نہیں، بلکہ ان کی خلافت کے دور میں ان کی زیر نگرانی، قرآنی مصاحف کے اس رسم خاص پر لکھے جانے کا اہتمام پائے جانے کی وجہ سے ہے۔

"خط" اور "رسم الخط" میں فرق ہے، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اس کو یوں بھی تعبیر کیا جاتا ہے کہ خط سے مراد، رسم قیاسی اور رسم الخط سے مراد، رسم سماعی ہوتا ہے۔ رسم قیاسی وہ طریقہ جو قرآن سے باہر لکھنے لکھانے کا مروج چلا آتا ہے رسم سماعی وہ کہ قیاسی سے ہٹا ہوا کچھ اور طرح سے مرسوم ہو مثلاً لفظ نَبۡلُوۡ کی رسم قیاسی کا تقاضا ہے کہ واؤ کے بعد الف نہ لکھا جائے کیونکہ الف صرف واؤ جمع کے بعد لکھا جاتا ہے مگر رسم قرآنی (بالفاظ دیگر رسم سماعی) کا حکم ہے کہ الف لکھا جائے۔ یعنی نَبۡلُوۡا

یہ محض ایک مثال ہے۔ تفصیل کے لیے آگے پوری کتاب آرہی ہے بتلانا یہ ہے کہ رسم قرآنی کی تمام کتابوں کا موضوع ان تمام الفاظ کی تفصیل بیان کرنا مقصود ہوتی ہے جو رسم قیاسی کے خلاف مرسوم ہوئے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام کلمات قرآنی رسم قیاسی کے خلاف ہیں، صورت حال یہ ہے کہ اکثر کلمات، رسم قیاسی کے موافق مرسوم ہیں، جن کے رسم سے یہ کتابیں کوئی تعرض نہیں کرتیں بیان صرف ان کلمات کا ہوگا جن کا رسم، یا تو قیاسی رسم کے خلاف ہے یا وہ کلمات جو قرآءت میں مختلف فیہ ہیں، اور ان کلمات کی رسم سے بحث اس لیے کی گئی ہے کہ ہر قرآءت صحیحہ کا رسم قرآنی کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

فائدہ: کسی قرآءت کے مقبول ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں (۱) مصحف عثمانی پر منطبق ہونا، خواہ انطباق حقیقی ہو یا

---

[1] مقدمہ افضل الدرر للشیخ المقری عبدالرحمٰن خان ص ۳ [2] المقنع ص ۱۰ [3] مقدمہ افضل الدرر ص ۳

تقدیری (۲) اس قرآءت کا نحوی قواعد کے موافق ہونا (۳) متواتر ہونا[۱]۔

عربی رسم الخط کی تاریخ

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت عرب قوم میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا' پورے جزیرہ عرب میں چند ہستیاں تھیں جو نوشت و خواند سے واقف تھے۔ کچھ لوگ قریش میں سے مکہ میں' چند افراد مدینہ والوں میں سے' جن میں خاصی تعداد یہودی علماء کی تھی جو بعثت نبوی ﷺ سے پیشتر نوشت و خواند سے واقف تھے۔

قریش میں سے حضرت ابوبکر صدیق' عمر بن خطاب' علی ابن ابی طالب' عثمان بن عفان' طلحہ بن عبید اللہ' ابو سفیان بن حرب اور ان کے بیٹے معاویہ' ابان بن سعید' علاء بن حضرمی' اور مدینہ والوں میں سے عمرو بن سعید' ابی بن کعب' زید بن ثابت' منذر بن عمرو رضی اللہ عنہم' نیز وہ یہودی علماء جو مدینہ اور اس کے اطراف و جوانب میں تھے۔

غرض جزیرہ عرب میں نوشت و خواند کا فن نہ ہونے کے برابر تھا۔ اسی لیے قرآن شریف میں قوم کو "امیین" فرمایا گیا۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ۔ (الجمعہ : ۲)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے۔

علماء تاریخ میں مشہور یہ ہے کہ رسم الخط عربی میں قریش کا استاذ حرب بن امیہ بن عبد شمس تھا جو ابو سفیان صحابی کا والد ہے' وہ کثیر الاسفار تاجر تھا' اس نے کتابت کا فن ان بلاد سے سیکھا اور پھر قریش کو سکھایا' مکہ میں خط کا فن اسی کے ہاتھوں پھیلا۔ حرب بن امیہ کے استاذ عبد اللہ بن جدعان' (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا چچا زاد بھائی) اور بشر بن عبد الملک (اکیدر بن عبد الملک والی دومتہ الجندل کا بھائی) تھے۔

حرب ابن امیہ کے بشر بن عبد الملک کے ساتھ تعلقات بہت دوستانہ تھے' اسی تعلق میں اس نے اپنی بیٹی صہباء (ہمشیرہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ) کی شادی اس کے ساتھ کی۔

بشر اور حرب نے مکہ میں کتابت کو خوب رواج دیا اور بہت سے قریش نے کتابت سیکھی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

اولاً خط کا رواج حمیر شہر میں تھا یہ شہر عراق میں لخمی بادشاہوں کا دار السلطنت رہا ہے جس کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ۶۳۳ء میں صلحاً فتح کیا یہ خط حمیری کہلاتا ہے اسی کو خط مسند بھی کہتے ہیں۔

اس خط کی مزید اصلاح ہوئی الفاظ کو علیحدہ علیحدہ لکھا گیا تو اس خط کو خط جزم کہا گیا اسی رسم الخط کا نام خط انباری بھی

---

[۱] دلیل الحیران ص ۳۲۔

ہے۔[1]

علماء تاریخ کہتے ہیں جس رسم خط کا رواج حرب بن امیہ کی تعلیم و تربیت سے ہوا وہ خط انباری حمیری تھا۔ آگے چل کر پھر اسی خط کا نام حجازی ہوا کاتبین میں یہی رسم الخط متد اول تھا اشعار اور رسائل اسی خط میں لکھے جاتے تھے اسلام آیا تو وحی بھی اسی خط میں لکھی گئی اور صحف ابوبکر اور پھر مصاحف عثمانی رضی اللہ عنہم سب اسی میں لکھے گئے۔

اسی رسم کو آگے چل کر مزید ترقی ہوئی، کوفہ میں اس پر مزید تحسین و کمال کی منزلیں طے ہوئیں تو اس کا نام خط کوفی ہوا۔

خط کوفی میں مزید تحسین و ارتقائی شان پیدا ہوئی۔ اور اس ارتقاء میں قطبہ، ضحاک بن عجلان اور اسحاق بن حماد کے نام لیے جاتے ہیں جو اس دور کے ممتاز کاتبوں میں سے تھے۔ یہ ترقی یافتہ طرز تحریر مذکورہ دونوں رسم الخطوں سے ایک قسم کی ترقی یافتہ شکل تھی، اور یہی رسم آج کے موجودہ رسم کی بنیاد ہے، دولت عباسیہ میں محمد بن مقلہ (۸۸۶-۹۴۱ء) کو اس فن کا امام کہا جاتا ہے اس نے اپنی خداداد مہارت و عقلیت سے اس خط کو جو قطبہ نے شروع کیا تھا مزید ترقی دی۔[2]

نقط اور ضبط حرکات و سکون

رسم قرآنی پر متقدین و متاخرین کی درجنوں کتابیں اور اعلی پایہ کی محققانہ تصانیف پائی جاتی ہیں جن کا موضوع کتابت اولی کے اوضاع کی حفاظت ہے، یہ اوضاع اور لکھائی کی صورتیں نہایت تدقیق اور باریک بینی پر مبنی ہیں آگے کتاب میں آپ دیکھیں گے کہ ایک ایک شوشہ پر بحث و تمحیص پائی جاتی ہے۔ مثلاً یُسَیِّرُکُمْ اور یَنْشُرُکُمْ وغیرہ۔

عربی رسم میں نقطے اور اعجام (حرکات سکنات) نہ تھے۔[3]، نہ قبل از اسلام نہ بعد از اسلام۔ عرب سے نکل کر قرآن جب فتوحات اسلام کے ساتھ عجم میں پہنچا اور تلفظ میں دشواریاں پیدا ہوئیں تو نقطے اور حرکات و سکنات وجود میں آئے۔

نقط سے مراد حروف معجمہ اور مہملہ میں امتیازی علامات یعنی نقطے ہیں، اور شکل سے مراد حرکات، سکون، تشدید و مد

---

[1] فرات کے کنارے پر عراق میں اس شہر کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں اس کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ۶۳۴ء میں فتح کیا، بغداد سے پہلے عراق کا دارالسلطنت یہی شہر تھا قاسم الانباری متوفی ۹۱۶ء حدیث و لغت عربیہ کے تبحر عالم اسی شہر کے تھے۔ منجد هو ابوبکر محمد بن القاسم الانباری کان له عنایه باللغه وبعلوم القران توفی سنه ۳۲۸ھ (مناع قطان)

[2] کتابت کے اس تاریخی دور سے متعلق ہم نے باختصار جن کتابوں سے مدد لی حسب ذیل ہیں:
(۱) تاریخ المصحف الشریف، للشیخ الکبیر عبدالفتاح القاضی (۲) مناہل العرفان للشیخ عبدالعظیم زرقانی (۳) کتاب الاعلام، للزرکلی (۴) منجد (الاعلام)

[3] دراسات فی تاریخ العربی القدیم۔ دکتور محمد بیومی مہران ص ۵۴۔

وغیرہ ہیں۔[1] امور خین کا بیان ہے کہ نقط پر سب سے پہلے ابوالاسود دولی[2] نے کام کیا اور بعد میں عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج بن یوسف کے حکم سے نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر نے شکل وضبط پر کام کیا۔ اور چونکہ یحییٰ بن یعمر[3] اور نصر بن عاصم[4] کا کام مزید تحسین کا محتاج تھا تو خلیل بن احمد[5] نے ضبط و شکل (حرکات و سکنات و تشدید) کو مزید واضح صورتوں میں ترقی دی۔ خلیل بن احمد کا یہ کام دور عباسی میں ہوا۔ جب کہ مذکورہ بالا حضرات کا کام دور اموی میں سرانجام پایا۔[6]

رسم قرآنی توقیفی ہے

جس طرح تمام قرآن من جانب اللہ ہے، رؤس الایات، تمام آیات کی ترتیب اور تمام سورتوں کی ترتیب بھی باجماع توقیفی ہے۔ جمہور محققین فرماتے ہیں کہ کلمات قرآنی کی رسمی اوضاع بھی توقیفی ہیں۔ مصاحف عثمانی بعینہ اس رسم پر لکھے گئے جس رسم پر صحف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، اور صحف صدیقی بعینہ اس رسم پر مرسوم ہوئے جس رسم پر آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کے حضور میں کاتبین وحی نے قرآن مجید کو لکھا، اور وہ بعینہ وہ رسم تھا جو لوح محفوظ میں ہے، لہٰذا موجودہ اوضاع رسمی لوح محفوظ کے مطابق ہیں اور توقیفی ہیں۔

لفظ توقیفی اور سماعی ہم معنی ہیں، توقیف، وقف سے ہے بمعنی ٹھہراؤ، یعنی اوضاع رسمی کا موجد کوئی کاتب وحی نہیں ہے یا یہ لفظ وقوف بمعنی شعور و تعلیم سے ہے یعنی یہ تمام رسم امر مشروع ہے شارع علیہ السلام کی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں ہے۔ چنانچہ علامہ شاطبیؒ اسی رائے کے پر جوش علمبردار ہیں فرماتے ہیں۔[7]

وَكُلٌّ مَافِيهِ مَشْهُورٌ بِسُنَّتِهِ
وَلَمْ يُصَبْ مَنْ اَضَافَ الْوَهْمِ وَالْغِيَرَا

---

[1] تاریخ المصحف الشریف لعبد الفتاح القاضی ص ۴۳۔ [2] ظالم بن عمرو ابوالاسود دؤلی، قاضی بصرہ، علم نحو کا پہلا مؤسس، شاگرد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حیات نبویؐ میں مسلمان ہوئے لیکن زیارت نہیں کر سکے یعنی مخضرمین میں سے ہیں، قرآءت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد، بصرہ میں طاعون جارف میں انتقال ہوا۔ وفات ۶۹ھ۔ غایۃ النہایہ فی طبقات القراء ص ۳۴۵ ج ۱۔

[3] یحییٰ بن یعمر ابو سلیمان عدوانی بصری، عظیم شخصیت والے تابعی، قرآآت میں ابن عمر ابن عباس اور ابو الاسود دؤلی رضی اللہ عنہم کے شاگرد، ابو عمرو بصری (قرآءت کے تیسرے امام) کے استاد، امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ "سب سے پہلے مصاحف میں جس نے حرکات لگائیں وہ یحییٰ بن یعمر ہیں۔" وفات ۹۰ھ سے پہلے ہوئی۔ غایۃ النہایہ فی طبقات القراء ص ۳۸۱ ج ۲۔

[4] نصر بن عاصم لیثی، قراء بصرہ میں سے ہیں، ابو الاسد دؤلی اور یحییٰ بن یعمر کے شاگرد، تیسرے قاری ابو عمرو بصری کے استاذ، وفات ۸۹ھ۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۴۰۳۔ طبقات القراء ص ۳۳۶۔

[5] خلیل بن احمد فراہیدی، ازدی، بصری امام النحو و اللغت والعروض، مصنف کتاب العین قرآءت میں شاگرد امام عاصم و ابن کثیر۔ وفات ۱۷۰ھ یا ۱۷۷ھ۔ غایۃ النہایہ ص ۲۷۵ ج ۱۔ [6] تاریخ رسم المصحف، اختصاراً ص ۴۷۔

ترجمہ: قرآن مجید میں جس قدر بھی اوضاع ہیں وہ سب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم و سنت سے شہرت یافتہ ہیں۔ اس شخص نے درست بات نہیں کہی جس نے اس رسم کو وہم و تغیر کی طرف منسوب کیا ہے۔"

جمہور علماء رسم کی سب کی یہی رائے ہے اور اکثر علماء امت اسی رائے کے حامی ہیں۔ [1]

برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری[2] نے اپنی تصنیف روضۃ الطرائف فی رسم المصاحف فی شرح العقیلۃ میں فرمایا۔

رسم المصاحف توقیفی وواجب الاتباع بالاجماع وھو مذھب الائمہ الاربعہ۔

ابن فارس[3] فرماتے ہیں:

الذی نقولہ ان الخط توقیفی لقولہ تعالی: عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ وقال تعالی نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ۔

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ساتھ کتابت کی تعلیم شروع ہوئی۔ جس طرح علوم قرآنی کا انکشاف ہوا، اصول کتابت کا بھی ہوا، ورنہ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ بے جوڑ بات ہوگی اور یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں، قرآنی آیت ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ ۚ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ (النحل: ۴۳-۴۴)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو (اور ان پیغمبروں کو) دلیلیں اور کتابیں دے کر (بھیجا تھا)

بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ کا تعلق، فعل أَرْسَلْنَا سے ہے، فَاسْأَلُوا سے نہیں۔ یعنی ہم نے ہمیشہ مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ یہ ایسی مشہور بات ہے۔ کہ اہل علم سے پوچھ لو۔ کہ ہر پیغمبر کو معجزات اور صحیفوں ہی کے ساتھ بھیجا ہے۔"

معلوم ہوا کہ ہر پیغمبر صحیفوں کے ساتھ آئے اور ظاہر بات ہے کہ ان صحیفوں کی تلاوت علی الامہ ہر پیغمبر ہی نے کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نوشت و خواند تمام پیغمبروں کا عمل رہا ہے، اس میں حضرت ادریس یا حضرت ھود، یا حضرت آدم علیہم السلام ہی کی خصوصیت نہیں لہٰذا علماء روایت کا یہ کہنا کہ

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو مقدمہ افضل الدرر اور الخط العثمانی فی الرسم القرآنی ص ۶ دلیل الحیران ص ۳۳ [2] ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل الجعبری السلفی محقق، حاذق، ثقہ، شاطبیہ اور رائیہ کے شارح اس کے علاوہ مختلف علوم میں کئی تصانیف ہیں۔ ۶۴۰ھ کے لگ بھگ بمقام ربض قلعہ جعبر میں پیدا ہوئے۔ متوفی ۷۳۲ھ۔ غایۃ النہایۃ ج ۱ ص ۲۱۔ [3] مقدمہ افضل الدرر ص ۴ اتقان ص ۱۶۶ ج ۳۔ عبدالباقی ابن فارس بن احمد ابو الحسن حمصی مصری مقری مجود، لمبی عمر کے مالک ہوئے ہیں ۴۵۰ھ کے لگ بھگ انتقال فرمایا۔ غایۃ النہایۃ لابن الجزری ج ۱ ص ۳۵۷۔

القرآن قد کتب بامرہ واملائہ صلی اللہ علیہ وسلم
کہ قرآن مجید آپ کے حکم سے اور املاء کرانے سے مرتب ہوا"
کوئی تعبیر مجازی نہیں' سیدھا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر لفظ آپ کے حکم سے لکھا گیا اور اس کے رسم و انشاء بھی آپ کے فرمان سے ہوئی۔

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کے ذیل میں پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ خاں اپنے فرانسیسی ترجمہ قرآن میں کہتے ہیں۔

"------- اس پہلی وحی کا لب لباب انسانی علم کا ایک ذریعہ ہونے کے سبب قلم کی تعریف کرنا ہے جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا منصب قرآن کریم کو تحریری شکل میں محفوظ رکھنا تھا------"[1]

اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبوت کے بعد کیا آنحضرت ﷺ لکھ پڑھ سکتے تھے۔ بغوی وغیرہ نے فرمایا کہ کتابت میں مہارت نہ تھی لیکن واقفیت تھی۔ بغوی نے اپنی کتاب تہذیب میں اسی کو اختیار کیا ہے فرمایا اِنَّہُ الْاَصَحُّ۔[2]

ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت بیان کی کہ وفات سے پیشتر آنحضرت ﷺ نوشت و خواند سے واقف ہو چکے تھے' امام ابو حنیفہؒ کے شیخ کبیر ابو عمرو شعبی سے یہ روایت نقل کی گئی تو فرمایا کہ روایت صحیح ہے کہ ہم نے اپنے اصحاب کو پایا وہ بھی یہی رائے رکھتے تھے۔[3] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے معراج کی رات جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا۔ صدقہ کا ثواب دس گنا اور قرض دینے کا ثواب اٹھارہ گنا ہے۔

آپ کتابت پر قادر تھے' صحیح بخاری میں اس پر احادیث کی شہادت موجود ہے' صلح حدیبیہ میں ہے۔

ناخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' الکتاب ولیس یحسن الکتاب فکتب ھذا ما قاضی علیہ محمد بن عبد اللہ

(الحدیث)

ابو ذر ھروی' ابو الفتح نیشاپوری' اور مغاربہ میں سے ابو الولید باجی اور سمنانی کی یہی رائے ہے۔ بہر حال یہ بھی اعجاز ہے کہ قبل از بعثت آپ نوشت و خواند نہیں جانتے تھے بعد از بعثت اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے آپ نوشت و خواند سے واقف ہو گئے۔ پوری بحث و تفصیل کے لیے تفسیر روح المعانی ملاحظہ ہو۔[4]

علامہ محمد عبد العظیم زرقانی فرماتے ہیں:[5]

---

[1] ابتدائیہ ص ۱۶۰ [2] روح المعانی ص ۴ ج ۲۱۔ تالیف ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی' متوفی ۱۲۷۰ھ۔ بغوی فراء ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد۔ متوفی ۵۱۰ھ یا ۵۱۶ھ [3] ایضاح ۱۰ ص ۷۹۔ [4] روح المعانی ص ۴ ج ۲۱ آیت وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب الی آخرہ نیز ملاحظہ ہو مدارج النبوت' للشیخ عبد الحق محدث دہلوی ص ۱۳۳ ج ۲۔ [5] مناہل العرفان فی علوم القرآن ص ۳۷۰ ج ۱۔

"...... رسم مصحف میں علماء کی تین آراء ہیں۔

اول یہ کہ توقیفی ہے اس کی مخالفت جائز نہیں۔ جمہور کا یہی مذہب ہے دلیل یہ کہ آنحضرت ﷺ کے بہت سے کاتب وحی تھے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ السلام کے سامنے وہ اس رسم پر قرآن کو لکھتے تھے، یہ عہد مبارک ختم ہوا، اور قرآن اسی رسم پر موجود تھا، کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کاتبین وحی کو لکھتے وقت ہدایات بھی فرماتے تھے، کاتبین وحی میں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ فرمایا۔

الق الدواة حرف القلم وانصب الباء وفرق السين، ولاتعور الميم وحسن الله و مد الرحمن وجود الرحيم وضع قلمك على اذنك اليسرى فانه اذكرلك [1]

دوات کو صحیح کرو، قلم کی نوک پلک صحیح کرو، باء کو نمایاں کرو، سین کے دندانوں کو واضح کرو میم کی آنکھ کو خراب نہ ہونے دو اللہ خوب صورت لکھو، رحمٰن میں مد بناؤ رحیم کو عمدہ کر کے لکھو، قلم کو اپنے بائیں کان پر رکھ لیا کرو اس طریقہ سے تمہیں لکھنے والی بات یاد رہے گی۔

اس کے بعد دور صدیقی آیا اور صحف کو اسی رسم پر لکھا گیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بھی یہی راہ اختیار کی، چنانچہ دور صدیقی کے صحف پیش نظر رہے غرض صحابہ رضی اللہ عنہم نے دور صدیقی و عثمانی میں رسم معہود پر ہی کام کیا۔

پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی اسی رسم پر کام ہوا کسی نے بھی اس رسم میں کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں کی، بلکہ کسی تاریخ میں یہ نہیں پایا جاتا کہ کسی نے اس میں تبدیلی کو سوچا بھی ہو۔ حالانکہ علم الرسم میں بہت سی پیش رفت ہو چکی تھی اور تصنیف و تالیف میں گرم بازاری پیدا ہو چکی تھی مگر رسم عثمانی کو بڑی وقعت و احترام کا درجہ دیا جاتا رہا مصاحف کی کتابت میں قطعاً کوئی آزادانہ روش نہیں چلنے دی گئی۔

دلیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ مصاحف عثمانی کا رسم چند باتوں میں امتیازی شان رکھتا تھا جن کی وجہ سے اس رسم کو تقدیر و امتیاز حاصل تھا اور اس کی پیروی ضروری سمجھی جارہی تھی، وہ بواعث حسب ذیل ہیں۔

(۱) اس رسم پر آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے قائم رہنے کی ہدایت۔

(۲) اجماع صحابہ، جو بارہ ہزار سے زیادہ تعداد میں تھے۔

(۳) دور صحابہ کے بعد تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور میں تمام امت کا اس رسم پر اجماع۔

آپ کو معلوم ہے کہ اتباع رسول واجب ہے ان امور میں جن کا آپ نے امر فرمایا ہو اور ان امور میں بھی جن پر

---

[1] الدیلمی ص ۳۱۴، کنز العمال ج ۱۰، الدر المنثور ص ۱۰ ج ۱۔

لوگوں کو ثابت و قائم رکھا ہو۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: (اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

اور صحابہ کی راہوں سے خصوصاً خلفاء راشدین سے تمام دینی امور میں اصول ہدایت حاصل کرنا واجب ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من يعش منكم نسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى، عضوا عليها بالنواجذ ...

اور دینی راہنمائی کے متفق علیہ اصولوں میں سے اجماع امت خصوصاً دور اول کا اجماع امت، واجب الاتباع ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

علامہ ابو عمرو عثمان دانی بحوالہ سند مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دولت اسلامی میں فرمان جاری کیا کہ مصاحف مرتب ہو چکے ہیں۔ باقی تمام مصاحف جہاں ہوں تلف کیے جائیں[1]، میں نے دیکھا لوگوں میں اطمینان و خوشی کی لہر دوڑی، اور کسی نے بھی اس پر نکتہ چینی نہیں کی۔"

شارح عقیلہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی تمام چھاونیوں میں مصحف روانہ کیے اور حکم دیا کہ دیگر تمام مصاحف جلا دیئے جائیں۔" کسی نے بھی ان مصاحف عثمانی کے رسم کی مخالفت نہیں کی۔

ان خاص مصطلحات پر اجماع کا انعقاد اس بات کی دلیل ہے کہ ان اوضاع خاص سے ہٹ کر کوئی بھی طریقہ رسم اختیار کرنا جائز نہیں۔

---

[1] قرآنی اوراق جو پھٹ جائیں ان کو تلف کرنا جائز ہے۔

رسم عثمانی واجب الاتباع ہونے پر علماء کے اقوال

قرآءت و رسم کے محقق عالم علی بن محمد سخاوی[1] اپنی سند کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا رائے ہے قرآن شریف کو رسم قیاسی پر تحریر کیا جائے؟ فرمایا کہ میرے نزدیک یہ جائز نہیں، قرآن صرف پہلی کتابت پر ہی تحریر ہونا چاہیے۔"

حقیقت یہ ہے کہ امام مالک کی رائے حق ہے کیونکہ انہیں خطوط کو باقی رکھنا ضروری ہے جو قرن اول میں ثابت ہوئے، اس التزام کی برکت سے ہی طبقتہ" بعد طبقتہ اس کی علمی شان قائم رہے گی، اگر اس رسم کو چھوڑا گیا تو آنے والی نسلوں کو اس رسم نبوی علی صاحب الصلوٰۃ والسلام سے ناواقف بنا دینے کی غلطی کا ارتکاب ہو گا۔

ابو عمرو عثمان دانی نے کہا کہ امام مالکؒ کی اس قیمتی رائے کا علماء امت میں سے کوئی مخالف نہیں ہوا ہے، نیز فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے یہ بھی پوچھا گیا کہ قرآن میں پائے جانے والے جو حروف زائد مرسوم ہیں مثلاً اُولُوا میں مرسوم واؤ اول اور واو ثانی کے بعد جو الف ہے کیا ان کو حذف کر دینا صحیح ہے؟ فرمایا، ایسا کرنا صحیح نہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں واؤ الف اور یاء وغیرہ میں مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت حرام ہے۔

المنہج فی فقہ الشافعیہ کے حواشی میں ہے کہ لفظ اَلرِّبٰوا کو واؤ اور الف ہی کے ساتھ رسم عثمانی کے مطابق لکھنا ضروری ہے (یعنی اَلرِّبٰوا) اور اَلرِّبٰی یاء کے ساتھ، یا اَلرِّبَا الف کے ساتھ لکھنا جائز نہیں، کیونکہ رسم سنت متبعہ ہے۔

فقہ حنفیہ کی مستند کتاب المحیط البرہانی میں ہے: مناسب یہ ہے کہ مصحف کو بغیر رسم عثمانی کے نہ لکھا جائے۔

علامہ نظام الدین نیشاپوری کہتے ہیں: ائمہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ قراء، علماء اور اہل کتابت پر واجب ہے کہ مصحف میں رسم عثمانی کی اتباع کریں کیونکہ یہ رسم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ہے جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امین اور آپ کے کاتب وحی تھے۔

علامہ بیہقیؒ، شعب الایمان میں فرماتے ہیں جو شخص قرآن شریف لکھے مناسب ہے کہ اسی ہجاء کی پابندی کرے جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم لکھ چکے ہیں۔ کسی بات میں بھی ان کی مخالفت نہ کرے وہ ہم سے علم میں زیادہ تھے قلب ولسان کے ہم سے زیادہ صادق تھے اور امانت میں عظیم الشان تھے، لہٰذا ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم اپنے متعلق خوش فہمی میں مبتلا ہو کر ان پر استدراک کریں۔[2]

دوسری رائے، کہ یہ رسم اصطلاحی ہے توقیفی نہیں

ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ رسم عثمانی بے شک کتابت اولی پر قائم رہا مگر اس کی تمام اوضاع کاتبین وحی کی اپنی

---

[1] علی بن محمد بن عبدالصمد سخاوی متوفی ۶۴۳ھ علامہ شاطبی کے شاگرد، صاحب التصانیف۔ قراءات، رسم وقف و ابتدا اور تجوید پر تصانیف لکھی ہیں۔ وفیات الاعیان ۳۴۵/۱، جمال القراء انتہائی علمی کتاب ہے۔ [2] مناہل العرفان ص ۳۷۳ ج ۱۔

اختیار کردہ ہیں دور نبوی ﷺ میں مختلف اوقات میں مختلف کاتبین نے وحی کو لکھا جن کی تعداد چالیس سے اوپر ہے۔ اسی رسم پر حضرت عثمان کے دور میں اتباع کی گئی لیکن اس کو توقیفی یا سماعی نہیں کہہ سکتے' اس رائے کے قائل سب سے اول قاضی ابوبکر باقلانی [1] ہیں جو اپنی کتاب الانتصار میں لکھتے ہیں:

کتابت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بھی واجب نہیں' کیونکہ کاتبین قرآن اور خطاط مصاحف پر من جانب اللہ کوئی بھی رسم معین نہیں کیا گیا کہ اسی کی پابندی کی جائے اور دیگر کوئی اور رسم اختیار نہ کی جائے وجوب کے لیے سمع و توقیف کا پایا جانا ضروری ہے جو کتاب و سنت سے نصاً یا مفہوماً ثابت نہیں' بلکہ اجماع امت سے بھی کوئی واجب قرار دینے والی ہدایت نہیں ملتی اور نہ اس پر قیاسات شرعیہ ہی دال ہیں بلکہ غور کیا جائے تو سنت کی روشنی میں رسم کے دیگر آسان طریقوں پر بھی لکھنے کا جواز سمجھ میں آتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ وحی لکھنے کا حکم فرماتے لیکن کوئی معین صورت پر لکھنے کی ہدایت نہیں فرماتے تھے اور نہ کسی طریقہ پر لکھنے سے منع فرماتے تھے۔ اسی لیے مصاحف کے خطوط مختلف ہوئے کوئی کاتب لفظ کو ملفوظ کے مطابق لکھتا تھا اور کوئی زیادتی یا کمی کرتا تھا اسی لیے جائز ہے کہ پہلے خط پر لکھا جائے یا کوفی رسم الخط پر لکھا جائے یعنی جائز ہے کہ جدید اوضاع رسم پر مصحف کو لکھا جائے۔

مصاحف کے خطوط اور بہت سے حروف مختلف الصورت ہیں۔ اور عوام میں یہی طرز تحریر چلتا ہے لہٰذا جو رواج ہو جو آسان و مشہور ہو وہی رسم اختیار کر لینا جائز ہے' ایسا کرنا نہ گناہ اور نہ کوئی بدعت' اس لیے لوگوں پر کوئی پابندی قائم کرنا صحیح نہیں' کیونکہ یہ رسم فن قراءت کی طرح یا کلمات اذان کی طرح معین و محدود نہیں۔"

بعد کے علماء میں ابن خلدون کی بھی یہی رائے ہے۔

لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ رسم کو اصطلاحی قرار دینے والے تمام علماء کا وہی نقطۂ نظر ہے جو باقلانی اور ابن خلدون کا ہے' بلکہ ہمارے خیال میں ابن خلدون تو اس مسئلہ میں قطعاً غیر محقق ہے' علماء کی نظر میں ابن خلدون کی رائے بالکل بے وزن ہے۔

شیخ احمد بن محمد دمیاطی [2] اور ان کے ہم خیال محقق علماء کی رائے ہے کہ رسم عثمانی اصطلاحی ہے' مگر حضرات صحابہ کرام کے اس رسم خاص پر متفق ہو جانے کے باعث امت کے لیے واجب الاتباع ہے' علامہ دمیاطی اپنی محققانہ تصنیف اتحاف فضلاء البشر میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ ثم ان الرسم ینقسم الی قیاسی و هو موافقة الخط

---

[1] قاضی محمد بن الطیب الباقلانی صاحب "اعجاز القرآن" متوفی ۴۰۳ھ۔

[2] احمد بن محمد بن احمد بن محمد عبدالغنی۔ مدینہ منورہ ۱۱۱۷ھ میں وفات ہوئی۔ مصنف اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربع عشر۔ مطبوعہ قاہرہ۔

اللفظ' واصطلاحی وھو مخالفۃ ببدل او زیادۃ اوحذف اوفصل اووصل' للدلالۃ علی ذات الحرف اورفع لبس اونحو ذلک۔"[1] یعنی رسم کی دو قسمیں ہیں قیاسی' خط کا تلفظ کے مطابق ہونا اور اصطلاحی' خط کا تلفظ سے مختلف ہونا' مختلف ہونے کی شکلیں ہیں مثلاً بدل ہونا زیادتی ہونا حذف ہونا فصل یا وصل ہونا' بہرحال ان سب چیزوں میں قرآنی لفظ کی ذات پر دلالت ہی مقصود ہوتی ہے یا کسی التباس کا رفع مقصود ہوتا ہے وغیر ذلک۔"

اس کے بعد علامہ نے ان تمام کی مثالوں سے واضح تشریح کی ہے اور التزام کیا ہے کہ ہر سورت کے آخر میں اس سورت میں پائے جانے والے الفاظ کا باقاعدہ رسم بیان کیا ہے' مطلب واضح ہے کہ اس رسم کی پابندی ضروری ہے مخالفت جائز نہیں۔ روسی عالم جار اللہ صاحب نے بھی عقیلہ کی شرح لکھی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ لامناقشۃ فی الاصطلاح ایک غیر متنازعہ کلیہ ہے' لہٰذا کاتبین وحی کو بھی حق پہنچتا تھا کہ وہ ایک رسم خاص قرآن کے لیے اختیار کریں۔ آخر رسم قیاسی بھی تو اصطلاح ہی ہے کوئی منزل من اللہ تو نہیں۔

نظریہ ابن خلدون کی بے وزنی

علامہ ابراہیم تیونسی فرماتے ہیں مصاحف عثمانی کی رسم کی مخالفت جائز نہیں۔ اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لکھے ہوئے مصاحف کے خط پر طعن کرے' کیونکہ یہ متفق علیہ صحابہ پر طعن ہے کتابت پر طعن کرنا ایسا ہی ہے جیسے قرآءت پر طعن کیا جائے۔ بعض مورخین کی یہ ہٹ دھرمی ہے کہ انہوں نے صحابہ کے رسم پر وہ غلط رائے ظاہر کی جو ان کے عظیم علمی مقام کے لائق نہیں' خبردار آپ ہرگز اس مورخ کی باتوں میں گمراہ نہ ہوں۔[2]

باقلانی کی رائے پر بوجوہ ذیل اعتراض و نقض وارد کیے گئے ہیں۔

اولاً جمہور علماء نے اپنے مذہب کی تائید میں جن دلائل کو پیش کیا ہے باقلانی ان کا رد ہی نہیں کر سکے جب کہ وہ دلائل کچھ سنت کی روشنی میں ہیں' کچھ اجماع صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کے مسلسل عمل کی روشنی میں ہیں۔ جیسا کہ تفصیل گزری۔

ثانیاً' باقلانی نے کہا سنت کی نصوص میں ہمیں کوئی ایسی ہدایت نہیں ملتی جو اس رسم خاص کو واجب کرتی ہو' مگر ان کی اس رائے کی تردید اس طرح واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کاتبین وحی کو اس رسم پر قائم رہنے دیا۔ سنت کی تین قسمیں ہیں (۱) قول رسول۔ (۲) عمل رسول اور (۳) کسی عمل کا آپ کے سامنے ہونا' اور آپ کا اس پر انکار نہ فرمانا۔

سب سے بڑے کاتب وحی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' قرن رسول اللہ' زمانہ صدیقی' اور زمانہ عثمانی تینوں ادوار کے کاتب ہیں۔ کسی بھی تاریخ سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی بھی ان کی رسم پر کسی نے اعتراض کیا ہو۔ اور ہمیں اس

---

[1] اتحاف فضلاء البشر ص ۱۰ دلیل الحیران ص ۳۳۔ [2] دلیل الحیران علی مورد الظمان ص ۳۳۔

روایت کا حوالہ دوبارہ پیش کرنے کی اجازت دیں، جس میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ و السلام حضرت معاویہ کو فرماتے ہیں: الق الداوۃ وحرف القلم۔ الخ یہ روایت دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کاتبین وحی کے لیے رسم کے دستور کے واضع تھے۔

ثالثاً: باقلانی کا یہ قول "اسی وجہ سے مصاحف کے خطوط مختلف ہوئے۔" ناقابل تسلیم ہے، اجماع قائم ہو چکا تھا رسم توقیفی سے رسم مروج کے طور پر لوگ مانوس ہو چکے تھے اور یہی رسم عثمانی ہے، اس باب میں دو رائے نہیں ہو سکتیں۔[1]

مصاحف عثمانی، اور عامۃ المسلمین

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف تیار کرائے، عرضہ اخیرہ کے مطابق متن قرآنی مع رعایت سبعہ قراء ات لکھوائے گئے۔ اس عظیم کارنامہ پر تمام صحابہ کا موقف زبردست تائید و حمایت تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس استدعا پر کہ ان مصاحف کے علاوہ دیگر تمام مصاحف تلف کر دئے جائیں، سب نے لبیک کہی، مصاحف جلائے گئے اور مصاحف عثمانی پر سب نے اجماع کیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اولاً حضرت عثمان سے کچھ اختلاف[2] کیا لیکن کچھ بعد بالآخر وہ بھی امت کی بہتری کے اس نظریے سے متفق ہو گئے۔

ابن ابی داود[3] نے بسند صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لا تقولوا فی عثمان الاخیرا فواللّٰہ مافعل الذی فعل فی المصاحف الاعن ملاء منا۔

ترجمہ: عثمان کے متعلق سوائے خیر کے کوئی بات منہ سے نہ نکالو۔ خدا کی قسم انہوں نے مصاحف میں جو بھی کچھ کیا ہے وہ ہم سب کی بھرپور تائید سے کیا ہے۔

نیز ایک دوسری روایت میں حضرت علی ہی سے مروی ہے، فرمایا، اگر اس وقت عثمان کی جگہ میں والی سلطنت ہوتا تو مصاحف کی تیاری میں میں بھی وہی کرتا جو عثمان نے کیا۔

اسلامی مراکز میں جب مصاحف عثمانی پہنچے تو تمام مسلمانوں نے پر جوش استقبال کیا اور مصاحف کی تقدیس و احترام کا موقف اپنایا۔ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے سمجھا کہ کسی ایک شخص کی رائے سے یہ کام سرانجام نہیں پایا ہے بلکہ بارہ ہزار اصحاب رسول اللہ کے اجماع سے ہوا ہے، جن کی آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ توثیق و مدح فرمائی اور فرمایا۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی عضوا علیھا بالنواجذ۔

---

[1] مناہل العرفان ص ۳۷۵ ج ا۔ [2] یہ اختلاف رسم قرآنی پر نہیں تھا صرف حضرت زید کو کمیٹی کا رئیس بنانے کی وجہ سے تھا اور بعد میں اس کو بھی ختم کر دیا تھا۔ [3] "کتاب المصاحف" تالیف ابوبکر عبداللہ بن ابی داوٗد سلیمان بن الاشعث السجستانی، متوفی ۳۱۶ھ

اور فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اهتدیتم

اور فرمایا

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر۔

یہ ایسا بے نظیر اتفاق پر مبنی موقف تھا جس میں رضا اور قبول کے سوا کچھ نہ تھا۔[1]

تیسرا نظریہ

تیسری رائے جس کی طرف صاحب تبیان اور ان سے پہلے صاحب برہان علامہ زرکشی کا واضح میلان ہے، اور عزبن عبد السلام کے کلام سے بھی یہی کچھ مفہوم ہوتا ہے یہ ہے کہ نہ صرف جائز بلکہ اس دور میں واجب ہے کہ عامتہ الناس کے لیے مصاحف کی کتابت انہیں معروف اوضاع و اصطلاحات پر کی جائے جو ان کے یہاں معروف و متداول ہیں، اور رسم عثمانی پر نہ کی جائے، تاکہ ناواقفوں میں تلاوت غلط تلفظ میں شائع نہ ہو سکے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی رسم عثمانی کی محافظت ان نفیس اور بہترین آثار کے انداز میں برقرار رکھی جائے جو سلف صالحین سے مروی ہیں یہ نہ ہونا چاہیے کہ جاہلین کی خاطر سرمایہ سلف کو بالکل متروک کر دیا جائے، یعنی عارفین اور علماء رسم کی خاطر رسم عثمانی میں بھی مصاحف تیار کیے جائیں۔

صاحب تبیان کہتے ہیں:

ہجا کے جدید طریقوں کے مطابق اہل مشرق (غالباً ماوراء النہر مراد ہے) نے مصاحف لکھے ہیں تاکہ عوام التباس سے محفوظ رہیں۔ لیکن اہل مغرب نے امام مالکؒ کے قول پر رسم عثمانی کی پابندی کی ہے، مروی ہے کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا مروج قیاسی اصولوں پر قرآن لکھا جائے تو فرمایا نہیں، کتابت اولی پر ہی ضروری ہے۔

البرهان میں ہے: میں کہتا ہوں کہ یہ صدر اول میں تھا اس وقت علوم اسلامیہ زندہ و تابندہ تھے، مگر اب یہ مشکلات سے خالی نہیں بلکہ التباس کا خوف ہے۔

اسی لیے شیخ عز الدین بن عبد السلام کہتے ہیں: رسم قدیم پر اب مصاحف کی کتابت ٹھیک نہیں تاکہ قرآن جاہلوں کی غلط ادائیگی کا نشانہ نہ بنے، لیکن یہ ہماری رائے علی الاطلاق نہیں بلکہ ضروری ہے کہ علوم قدماء کو گمشدہ متاع بننے سے بچانے کے لیے رسم قدیم کو بھی علمی انداز میں باقی رکھا جائے اور تمام تر ہمتوں کی توجہ جاہلوں کی رعایت پر مرکوز ہو کر نہ رہ جائے اور زمین حجت الہیہ سے یکسر خالی نہ ہو جائے۔[2]

---

[1] تاریخ المصحف الشریف، عبد الفتاح القاضی ص ۳۵۔ [2] مناہل العرفان ص ۳۷۸ ج ۱۔ تاریخ المصحف الشریف ص ۴۹

آپ نے یہ تمام آراء و اقوال پڑھے مگر جو چیز قلبی اطمینان اور ذہنی آسودگی بخشے وہ صرف پہلی رائے ہے کیونکہ :

(۱) علماء اسلام کی واضح تصریحات ہیں کہ کتابت مصاحف میں صرف رسم عثمانی کا التزام واجب ہے۔

(۲) املاء اور ہجاء کے جدید قواعد آئے دن ہر دور میں تغییر و تنقیح کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ کتاب عزیز کی خدمت و تقدیس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان تمام تغیرات سے قرآن کی رسم میں دور رہیں۔

(۳) رسم عثمانی کی تبدیلی جلد یا بدیر ایک دن اس کی مقتضی ہو گی کہ کلمات قرآنیہ اور جوہر الفاظ ہی کی تبدیلی کر دی جائے، اور اس سے بڑا فتنہ اور شر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ شریعت اسلامیہ کے جن اصولوں پر بنیاد کار ہوتی ہے اس کے اصولوں میں ایک بڑا اصول یہ ہے کہ اٹھنے والے فتنہ کو خواہ وہ کتنا ہی دور ہو، پہلے ہی کچل دیا جائے۔ غور سے دیکھا جائے تو سلف کے اقوال میں یہی موقف کار فرما نظر آتا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے رسم عثمانی ہی کو قرآن کریم کی حفاظت میں ضروری قرار دیا ہے، تاکہ قرآن کریم عبث اور فضولیات سے محفوظ رہے۔

(۴) اس رسم میں نہایت عالی شان فضائل کثیرہ ہیں جن کی طرف دقیق نظر علماء نے راہنمائی کی ہے (جیسا کہ عنقریب آتا ہے)۔

(۵) رسم عثمانی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ التباس و وہم میں ڈالتا ہے، تجربات کی روشنی میں ایک لغو بات ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کو مکاتب و مدارس میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ اس رسم سے اس قدر مانوس ہیں کہ بغیر تنگی و دشواری کے روانی کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔ [۱]

عارف باللہ شیخ عبد العزیز دباغ کی رائے

شیخ احمد بن المبارک اپنی مشہور تالیف الابریز میں کہتے ہیں کہ صاحب الکشف والا سرار عارف باللہ شیخ عبد العزیز دباغ سے ہم نے رسم قرآنی کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: رسم قرآن سر من اسرار اللہ ہے جس میں کمال رفعت کا مشاہدہ ہوتا ہے، علامہ ابن المبارک کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ رسم قرآنی میں بہت سے الفاظ رسم قیاسی کے خلاف پائے جاتے ہیں، الصلاۃ، الزکاۃ، الحیاۃ، مشکاۃ میں بجائے الف واؤ لکھا ہے، سَاُورِیْکُمْ اُولٰٓئِکَ، اُولَآءِ، اُولَاتِ، میں واؤ کا اضافہ ہے۔ بِاَئیِّکُمْ اور بِاَئْیدٍ میں ایک یاء کا اضافہ ہے کیا یہ سب نبی کریم ﷺ کے املاء سے ہے، یا صحابہ نے اپنی رائے سے لکھا۔ جواب دیا کہ:

> یہ سب کچھ نبی کریم ﷺ کے امر سے ہے، صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے سنا اور لکھا، اپنی طرف سے نہ انہوں نے کوئی زیادتی کی اور نہ کمی۔

---

[۱] شیخ عبد الفتاح قاضی، تاریخ المصحف الشریف ص ۵۴۔

میں نے کہا کہ علماء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ان چیزوں کی پابندی کی جائے۔ کیونکہ یہ سب کچھ صحابہ کی اصطلاح ہے' انہوں نے وہی طور طریق اختیار کیے جن پر دور جاہلیت میں قریش تھے۔ اہل جاہلیت قریش نے حیرہ والوں سے کتابت سیکھی اور حیرہ کے باشندے اَلرِّبَا واؤ کے ساتھ بولتے تھے تو اَلرِّبٰوا کو انہوں نے اپنے نطق کے مطابق لکھا مگر قریش اس کو بالالف بولتے تھے مگر ان کا اس کو بالواو لکھنا یہ دراصل حیرہ والوں کی تقلید میں ہوا' حتی کہ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تمام لوگوں پر قرآن کو رسم خاص میں لکھنا واجب ہے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ پہلے اس کی دلیل پیش کرے' کیونکہ کتاب' سنت اور اجماع کسی چیز سے بھی وجوب کی دلیل نہیں لائی جاسکتی۔

شیخ دباغ نے فرمایا: صحابہ یا کسی اور کا رسم قرآنی میں ایک بال برابر بھی کام نہیں' یہ صرف نبی کریم ﷺ کی طرف سے توقیف و تعلیم ہے' دراصل اس رسم خاص میں ایسے اسرار ہیں کہ عقل ان تک نہیں پہنچ سکتی' یہ رسم سر من اسرار اللہ ہے اور صرف قرآن حکیم کے ساتھ مخصوص ہے دیگر کتب سماویہ میں یہ بات نہیں ہوئی۔ معلوم ہے کہ نظم قرآن معجز ہے ایسے ہی اس کا رسم بھی معجز ہے۔ عقل بیچاری عاجز ہے کہ مِائَةٌ میں الف زائد کیوں ہے جب کہ فِئَةٌ میں نہیں ہے' بِأَيِّيكُمْ اور بِأَيْيدٍ میں یاء کیوں زیادہ ہے' سورۂ حج والے سَعَوْا میں الف فاصل لکھا گیا مگر سبا والے سَعَوْ میں نہیں لکھا گیا' عَتَوْا میں ہر جگہ الف مرسوم' مگر فرقان والے عَتَوْ میں نہیں۔ اس طرح جَاءُوْ' بَاءُوْ' تَبَوَّءُوْ' فَاءُوْ میں الف فاصل مرسوم نہیں۔ يَعْفُوَا الَّذِيْ میں الف ہے' نساء والے يَعْفُوْ عَنْهُمْ میں نہیں۔ یوسف اور زخرف میں قُرْءٰنًا میں الف بعد الہمز مرسوم نہیں باقی ہر جگہ مرسوم ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اسرار الہیہ کا خزانہ ہے جو لوگوں پر مخفی ہے کیونکہ یہ اسرار باطنیہ ہیں' توفیق ربانی کے بغیر ان رازوں کا انکشاف نہیں ہو سکتا' درحقیقت یہ رسوم' حروف مقطعات کی طرح ہیں جو سراسر خداوندی اسرار و رموز ہیں عقول بشریہ ان کو پالینے میں عاجز و بے بس ہوگئیں۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ رسم صحابہ کی اصطلاح ہے' یہ ایک واضح طور پر غلط اور باطل کلام ہے' وجہ یہ کہ قرآن زمانہ نبوی ﷺ میں آپ کے سامنے لکھا گیا۔ اب دو ہی صورتیں ہیں اگر یہ صحابہ کی اصطلاح عین اس ہیئت پر لکھی گئی جو منشاء خداوندی تھا' یا اس کے خلاف یہ اصطلاح ظہور میں آئی۔ اگر عین منشاء الٰہی کے مطابق ہے تو اصطلاحی کہنا باطل ہے اور اگر یہ منشاء الٰہی نہیں تھا بلکہ رسم قیاسی تھا اور صحابہ نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر قیاسی صورت پر الفاظ کو لکھا تو دو وجہ سے یہ بات صحیح نہیں۔

(۱) صحابہ کی نسبت' مخالفت الٰہی کی طرف ہوتی ہے' حالانکہ یہ محال ہے۔

(۲) تمام امت صحابہ وغیرہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ قرآن میں ایک حرف کی زیادتی یا کمی جائز نہیں' مابین

الدفتین صرف کلام اللہ تعالیٰ ہے۔ پس اگر آنحضرت ﷺ الرحمان، العالمین میں الف ثابت رکھنا چاہتے تھے اور مِائَۃٌ میں الف کا اضافہ آپ کو منظور نہ تھا۔ اسی طرح لَاَاوْضَعُوْا میں الف کی زیادتی بِاَیْیدٍ میں یاء کی زیادتی آپ کو منظور نہ تھی مگر صحابہ نے اس نبوی منشاء کے خلاف (حالانکہ معاذ اللہ وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے) لکھا، قرآن میں اضافہ یا نقصان کیا انہوں نے اپنے اجماع سے وہ کام کیا جس کا کرنا ان کو ہرگز جائز نہ تھا۔ اس سوچ کے نتیجہ میں مابین الدفتین شک سے خالی نہ رہا، کیونکہ مرضی نبوی کے خلاف جب زیادتی اور کمی پائی گئی تو تمام قرآن ہی مشکوک ہوگیا، اور اگر ایک صحابی نے زیادتی یا کمی کی تو دیگر تمام کاتبین وحی کی کتابت بھی مشکوک ہوگئی کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں اور اس طرح اسلام کے تمام منضبط حلقوں کی زنجیر ٹوٹ پھوٹ گئی۔

اس بحث کے بعد ابن المبارک گویا ہوئے کہ اگر رسم توقیفی ہے جو الفاظ قرآنی کی طرح من جانب اللہ بذریعہ وحی پہنچا ہے تو قرآن کی طرح اس کو بھی بالتواتر ہم تک پہنچنا چاہیے جیسا کہ الفاظ وحی بالتواتر ہم تک پہنچے اور رسم میں کوئی اختلاف و اضطراب نہ پایا جانا چاہیے تھا۔ حالانکہ رسم کی نقل صرف آحاد و افراد کے ذریعہ ہوتی ہے جیسا کہ اس فن کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آحاد کی نقل کی وجہ سے ناقلین میں اضطراب واقع ہوا سوال پیدا ہوتا ہے کہ امت نے وحی کے اس حصہ کو کیوں ضائع کر دیا؟

شیخ دباغ نے کہا کہ امت نے وحی کے کسی بھی حصہ کو ہرگز ضائع نہیں کیا، قرآن بحمد اللہ الفاظاً و رسماً دونوں اعتبار سے محفوظ ہے، بات یہ ہے کہ اہل و معرفت اہل شہود اور اہل مشاہدہ نے الفاظ و رسم کی پوری حفاظت کی، ایک بال بھی ضائع نہیں ہونے دیا ان کی ادراک و معرفت تواتر سے بھی بڑھ کر تھی غیر عارفین نے الفاظ کی حد تک تو تواتر کے ساتھ حفظ کیا اور بعض اوضاع رسم میں اختلاف میں پڑ گئے مگر یہ اختلاف ہرگز بھی قادح نہیں اور نہ یہ ضائع شدہ سرمایہ ہے جس طرح سے کہ جاہلوں کی قرآن سے ناواقفیت اور ان کے ذہنوں میں الفاظ قرآنی کا غیر محفوظ ہونا قرآن کے لیے کچھ بھی مضر نہیں[1]

---

[1] مناہل العرفان ص ۳۷۵ ج ۱۔

رسم قرآنی پر تالیف و تدوین

نثر المرجان کے مصنف کہتے ہیں۔ علماء نے ہر دور میں علم الرسم پر کتب لکھیں مثلاً ابو حاتم، نصیر، ابو بکر بن مہران، ابو عمرو دانی، دانی کے شاگرد ابو داود، شاطبی، حافظ ابو العلاء وغیرہ[1]

علم و احاطہ کی روشنی میں رسم قرآنی پر سب سے پہلی تصنیف:

(۱) **هجاء السنة**: ہے، اس کے مولف غازی بن قیس ابو محمد اندلسی قرطبی ہیں عظیم شخصیت ہیں قرآءت اور رسم دونوں میں امام نافع کے تلمیذ خاص، فقہ میں امام مالک کے نہ صرف تلمیذ بلکہ ان کی موطا کے حافظ و ناشر بھی ہیں۔

اندلس میں ان تمام علمی امانتوں کے نشر و اشاعت میں تدریس و تعلیم کے ذریعہ بہت بڑے استاذ ہوئے اور ہزاروں نے آپ سے استفادہ کیا، علامہ شاطبی کے کلام عقیلہ میں ان کا ذکر آئے گا۔[2] وفات ۱۹۹ھ

(۲) **المقنع فی معرفة مرسوم مصاحف اہل الامصار**

تالیف امام ابو عمرو عثمان بن سعید دانی۔ متوفی ۴۴۴ھ یہ کتاب رسم میں بنیادی کتب میں سے ہے، اس کا پایہ اعتبار حدیث میں صحیح بخاری و مسلم کی طرح ہے، علامہ شاطبی کی عقیلہ کا یہی ماخذ و مصدر ہے۔

صدیوں سے مخطوطہ کی شکل میں تھی، محمد احمد دھمان، فاضل دراسات اسلامیہ دمشق کی تحقیق سے آراستہ ہو کر ۱۳۵۹ھ میں مطبعة الترقی دمشق میں بہت خوب صورت اور واضح شکل میں چھپ چکی ہے۔

علامہ دانی اپنی اس کتاب کے آغاز میں فرماتے ہیں:

"میں اس کتاب میں انشاء اللہ اپنے مشائخ و ائمہ کی وہ روایات ذکر کروں گا جو مصاحف اہل امصار مدینہ مکہ کوفہ بصرہ شام اور ان تمام عراقی مصاحف کے مرسوم سے متعلق ہیں جو قدیم زمانہ میں مختلف فیہ یا متفق علیہ حیثیت میں مجھ تک پہنچی ہیں، اور مصحف امام کی وہ تمام روایات ذکر کروں گا جو صحیح سند سے مجھ کو ملیں۔ نیز ان مصاحف عثمانی کو سامنے رکھ کر جو مصاحف نقل ہوئے اور ان کا رسم مجھ تک نقل ہو کر آیا ہے اس کو بھی پیش کروں گا......"

ناظرین کو تعجب ہو گا کہ صدیوں سے یہ قیمتی کتاب مخطوطات کی لائبریریوں میں مسلم علماء تحقیق کی بے اعتنائی کا شکار رہی۔ مستشرقین میں سے ایک فرانسیسی مستشرق بارون سلفسٹر متوفی ۱۸۳۸ء وہ پہلا شخص ہے جس نے اس کتاب کے ایک بڑے حصہ کا پہلے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا اور پھر پوری کتاب کا ترجمہ ۱۸۱۰ء میں شائع کیا۔

اس کے بعد جرمنی مستشرقین کی ایک انجمن نے اس کے عربی متن کو پروفیسر آٹو برتزل کی رہنمائی میں ۱۹۳۲ء میں شائع کیا۔

---

[1] نثر المرجان ج ۱ ص ۱۷ [2] غایة النہایہ فی طبقات القراء ج ۲ ص ۲۔

پھر جیسا کہ ہم نے لکھا ۱۳۵۹ھ میں ڈاکٹر محمد احمد دھمان نے تین قدیم مخطوطات کو سامنے رکھ کر مزید پیش رفت کے ساتھ اس کو شائع کیا۔

دانی کے اجل تلامذہ میں سے فقیہ مغربی ابو داود سلیمان بن نجاح متوفی ۴۹۶ھ اس کتاب کے راوی ہیں، جن کا ذکر کتاب کے شروع میں موجود ہے انہوں نے ۴۴۱ھ میں علامہ دانی سے پڑھا ہے رسم میں ان کی تصنیف کا ذکر آتا ہے۔

علامہ خراز صاحب مورد الظمآن فرماتے ہیں۔

اَجَلُّهَا فَاعْلَمْ كِتَابُ الْمُقْنِعِ
فَقَدْ اَتٰى فِيْهِ بِنَصٍّ مُقْنِعِ

یعنی رسم قرآنی پر محقق علماء نے شاندار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مگر ان تمام کتب میں مفید ترین اور عظیم کتاب مقنع ہے جو اسم بامسمی واقعی مقنع ہے کیونکہ رسم کے تمام اہم اصولوں پر کفایت بخشنے والی کتاب ہے۔ صاحب دلیل الحیران فرماتے ہیں کہ ناظم جس مقنع کی طرف اشارہ کر رہے ہیں یہ المقنع الکبیر ہے، رسم قرآنی کی تحقیق پر ماہر علماء نے ہمیشہ اس کتاب کو بنیاد کار ٹھہرایا۔ تاہم ایک کتاب رسم پر المقنع الصغیر بھی علامہ دانی ہی کی تصنیف ہے جو تقریباً اس سے نصف ہے۔

علامہ دانی

حافظ ابو عمرو عثمان بن سعید اموی (ولاء کی نسبت سے اموی کہلاتے ہیں) ابن الصیرفی کے لقب سے مشہور ہوئے پھر علامہ دانی کہلائے، قرطبہ میں پیدا ہوئے پھر دانیہ منتقل ہونے پر دانی کہلائے۔ بہت دین دار، متورع کثیر البرکت، مستجاب الدعوات اور مالکی المذہب تھے۔ ابو الحسن قابسی اور ابن زمنین سے اور دیگر بہت سے مشائخ سے استفادہ کیا۔ اندلس وغیرہ میں ایک خلق کثیر نے ان سے استفادہ کیا جن میں ابو داؤد اور شیخ مغامی مشہور ہیں۔

مشہور تھا کہ قاری اندلس ابو عمرو دانی، فقیہ اندلس ابو الولید باجی۔ اور محدث اندلس ابو عمرو بن عبد البر ہیں۔ شیخ لبیب نے فرمایا کہ میں نے دانی کی ایک سو بیس تالیفات کا مطالعہ کیا ہے جن میں سے گیارہ رسم پر ہیں اور کتاب المقنع ان میں سے سب سے کم حجم کی ہے۔ نیز شیخ موصوف کہتے ہیں کہ میں نے ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ دانی کی تالیفات کی تعداد ایک سو تیس سے اوپر ہے جو علوم قرآن، رسم، ضبط اور تفسیر وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

ابو القاسم خلف بن عبد الملک بن بشکوال کہتے ہیں دانی علوم قرآنی میں امام تھے روایت تفسیر معانی، طرق، اعراب وغیرہ تمام گوشوں پر وسیع النظر تھے ان موضوعات پر ان کی بہترین تالیفات ہیں۔ ان کو حدیث، طرق حدیث اور اسماء رجال میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ اعلیٰ درجہ کے خطاط تھے، ضبط، حفظ ذکاوت اور تفنن میں ان کی نظیر نہ تھی۔ کچھ اور

معاصرین نے فرمایا دانی اپنے دور میں حفظ و تحقیق میں بے مثال تھے دانی کا قول تھا کہ میں نے جب بھی کوئی اچھی چیز دیکھی اس کو لکھا' جب بھی لکھا تو وہ چیز مجھے یاد ہو گئی اور جب بھی کوئی چیز مجھے یاد ہو گئی وہ مجھے کبھی نہیں بھولی۔

علامہ دانی سے جب کوئی آثار اور نصوص علماء سے متعلق مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کو تمام متعلقہ اسانید کے ساتھ بیان کرتے اور بغیر سند کوئی بات نہیں کہتے تھے۔

علامہ کی پیدائش ۳۷۱ھ ہے' دانیہ میں نصف شوال ۴۴۴ھ میں بعد نماز عصر انتقال ہوا دانیہ کی تمام آبادی جنازہ پر حاضر ہو گئی۔ گھر اور قبر کا معمولی فاصلہ ہونے کے باوجود کثرت ہجوم کے باعث رات تک کئی گھنٹے میں جنازہ قبر تک پہنچ سکا۔ سلطان وقت ابن مجاہد نے جنازہ کی مشایعت کی خلق کی کثرت کو دیکھ کر بار بار سلطان کے منہ سے لَا طَاعَۃَ اِلَّا طَاعَۃَ اللّٰہ کے الفاظ سنے گئے لوگوں نے اس رات تیس قرآن ختم کئے قبر پر دو ماہ تک لوگوں نے راتیں گزاریں۔ (دلیل الحیران ص ۲۱-۲۲)

(۳) کتاب النقط والشکل

مصاحف میں نقط اور حرکات کی تشکیل میں جو مابعد کے ادوار میں کام ہوا' اس کے بہترین تاریخی اور تحقیقی جائزہ کو علامہ دانی نے اس رسالہ میں پیش کیا ہے۔

یہ تحقیقی کتاب بھی المقنع کے آخر میں مطبوع ہے۔

(۴) المحکم فی نقط المصاحف

یہ رسالہ بھی حضرت دانی کی تالیف ہے' مطبوع ہے عزت حسن کی تحقیق کے ساتھ وزارت ثقافت و ارشاد قومی دمشق نے شائع کیا ہے۔[۱]

(۵) النقط

یہ بھی علامہ دانی کی تصانیف میں سے ہے۔

مخطوط ہے' نمبر ۲۷ دار الکتب منصورہ۔ مصر[۲]

(۶) کتاب المصاحف

تصنیف عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث ابوبکر سجستانی بغدادی مشہور امام ہیں۔ کتاب المصاحف ان کی مایہ ناز تصنیف شمار ہوتی ہے۔ حضرت امام ابوداؤد صاحب سنن کے صاجزادے ہیں' مشہور مصنف ابن مجاہد ان کے شاگرد ہیں۔ پیدائش ۲۳۰ھ وفات ۳۱۶ھ[۳] اس کتاب پر ڈاکٹر آتر جفری (Arthur Jeffery) نے تصحیح و تحقیق کا کام کیا اور اس کو مطبعہ رحمانیہ قاہرہ نے ۱۹۵۵ء میں شائع کیا ہے۔

---

[۱] الجمع الصوتی الاول للقرآن۔ دکتور لبیب سعید ص ۴۱۳۔ [۲] ایضاً [۳] غایۃ النہایۃ ج ۱ ص ۴۲۰

(۷) التنزیل

فی ھجاء المصاحف (مخطوط بالمکتبہ الظاہریہ، دمشق)

تالیف سلیمان بن ابی القاسم ابن النجاح ابو داود دانی، متوفی ۴۹۶ھ علامہ ابو عمرو عثمان دانی کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔ مقنع کے شروع میں انکا ذکر موجود ہے التنزیل رسم پر ایک معتبر و مستند کتاب مانی جاتی ہے(۱) مقنع اور عقیلہ سے زیادہ، رسم کے مسائل پر مشتمل ہے۔(۲) ابو الولید باجی اور ابن عبد البر بھی آپکے شیوخ میں سے ہیں اور تقریباً چھبیس کتابوں کے مصنف ہیں۔(۳)

(۸) المنصف

تالیف شیخ ابو الحسن علی بن محمد مرادی اندلسی بلنسی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مغامی کے تلامیذ میں سے ہیں جو کہ ابو داؤد دانی مذکور کے معاصرین میں سے ہیں۔

(۹) مورد الظمان

تالیف علامہ محمد بن محمد شریشی الفاسی المشہور خراز علی التعیین سنہ وفات معلوم نہیں، لیکن یہ ضرور ہے کہ ساتویں صدی کے آخر اور آٹھویں صدی کے شروع میں حیات تھے۔

قرأت نافع میں امام تھے فن رسم و ضبط میں علماء عصر میں سب سے بڑے شیخ وقت تھے۔ فاس شہر میں ہی رہے اور وہیں وفات پائی۔

مورد الظمان بڑی فصیح و بلیغ عربی میں مختصر مگر بڑی جامع نظم ہے۔ علماء ازھر شریف قاہرہ میں بے حد مقبول ہے اور طلباء کو اس متن کا زبانی یاد کرنا ضروری ہے۔

اس رسالہ پر مختصر اور طویل دونوں قسم کی شروح لکھی گئی ہیں، جن کا ذکر انشاء اللہ آگے آتا ہے۔

(۱۰) عمدہ البیان

یہ بھی مولف مورد الظمان کی رسم پر ایک عمدہ نظم ہے، فرماتے ہیں:

سمیتہ، بعمدۃ البیان　　　فی رسم ما قد خُطَّ فی القرآن

شیخ نے اپنی ان دونوں کتابوں میں مقنع، عقیلہ اور منصف تین کتابوں کو مرجع و مصدر بنایا ہے۔ طرز بیان عمدہ اور ماہرانہ ہے۔

(۱۱) الاعلان بتکملہ مورد الظمان

مصنف، امام ابن عاشر ہیں، پورا نام عبد الواحد بن احمد بن علی بن عاشر انصاری، نسباً" اندلسی ہیں قراء ات، توجیہات

---

۱ دلیل الحیران شرح مورد الظمان ص ۵ ۲ ایضاً ص ۲۳ ۳ تفصیل کے لئے دیکھو الاعلام، للزرکلی ج ۳ ص ۲۰۰۔

رسم وضبط وغیرہ علوم میں امام مانے گئے ہیں متوفی ۱۰۴۰ھ یہ رسالہ مختصر ہے پچاس سے کم اشعار ہیں۔ اس میں ان تمام کلمات کو یک جا کر دیا گیا ہے جن میں حذف و زیادت کا اختلاف ہے مثلاً سَارِعُوْا اور وَسَارِعُوْا وغیرہ اس مختصر نظم سے ان تمام کلمات کا جمع کر لینا ایک طالب علم کے لیے انتہائی آسان بنا دیا گیا ہے۔ جن میں حذف و زیادت کی وجہ سے مستقل دو رسم کی ضرورت ہے۔

ایسے کلمات پچاس سے اوپر شمار کرائے گئے ہیں۔ ابو جعفر طبری اور ان کے ہم عقیدہ لوگوں کے رد میں ایسے رسمی کلمات کا بیان ایک مضبوط دلیل ہے کہ رسم عثمانی میں قراء ات کا اختلاف ملحوظ رکھا گیا ہے۔

طبری نے کہا کہ حضرت عثمان نے قرآتوں کو ختم کر کے صرف ایک قرآءت پر امت کو جمع کر دیا تھا۔ مذکورہ رسمی کلمات کے اختلاف کی روشنی میں طبری کا واضح رد موجود ہے۔

یہ بات شیخ عبد الفتاح قاضیؒ نے تاریخ رسم المصحف میں طبری کی تردید میں بطور دلیل بیان کی ہے۔

یہ مختصر رسالہ مورد الظمان کے آخر میں شامل کتاب ہے، نظم میں انداز بیان خوب صورت اور واضح ہے۔

(۱۲) عقیلۃ اتراب القصائد فی اسنی المقاصد (قصیدۂ رائیہ)

تالیف امام ابو القاسم بن فیرہ بن خلف بن احمد الشاطبی الرعینی الاندلسی، کی رسم عثمانی پر ایک مستند اور مضبوط و منظوم کتاب ہے، علامہ دانی کی کتاب مقنع اس نظم کا مصدر و مرجع ہے۔ پوری کتاب دو سو اٹھانوے اشعار پر محیط ہے عقیلہ کے اکثر بلکہ تقریباً رسم کے تمام مسائل مقنع سے ماخوذ ہیں البتہ "احرف قلیلہ" زائد علی الاصل ہیں، صاحب مورد الظمان علامہ خراز کہتے ہیں

والشاطبی جاء فی العقیلہ
بہ وزاد احرفا قلیلہ

اس شعر کی شرح میں صاحب دلیل الحیران، ابراہیم بن احمد مارغنی فرماتے ہیں یہ صرف چھ کلمات ہیں۔[1]

علامہ شاطبیؒ

علامہ شاطبی امام الفن مقری ابو محمد قاسم بن فیرہ بن ابی القاسم خلف بن احمد رعینی ضریر مسلمہ سیادت کے مالک ہیں، قراء ات سبعہ میں حرز الامانی ووجہ التھانی (قصیدہ لامیہ) ان کی مشہور تالیف ہے جس کی تقریباً پچاس شروح لکھی گئیں۔ قرآءت و تفسیر میں عالم کتاب اللہ تھے۔ حدیث رسول ﷺ میں وقت کے نمایاں شیخ الحدیث تھے۔ صحیح بخاری، مسلم اور موطا امام مالک کے حافظ تھے، طلباء، حدیث کی ان کتابوں کے متون کی آپ کے حفظ کی روشنی میں تصحیح کرتے تھے۔ علم نحو و لغت میں منفرد روزگار تھے علم الرؤیا میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ قراء ات و روایات میں ابو عبد اللہ محمد بن علی

---

[1] دلیل الحیران ص ۲۲۔

بن ابی العاص نفزی (بالزای المعجمہ) اور علی ابو الحسن علی بن ہذیل اندلسی کی خدمت میں مہارت بہم پہنچائی۔ حدیث ابو عبد اللہ بن سعادہ اور ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحیم وغیرہ سے پڑھی۔

مصر میں بے شمار مخلوق نے آپ سے کسب فیض کیا۔ فضول باتوں سے سخت اجتناب کرتے تھے۔ سوائے ضرورت کے کوئی بھی بیکار بات کرنے کی اجازت نہ تھی پڑھانے کے وقت طہارت اور خوش لباسی معمول تھا۔

ولادت ۵۳۸ھ میں ہوئی۔ مصر میں ۵۷۲ھ میں وارد ہوئے حافظہ کی قوت بے مثل تھی، کہتے ہیں کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علوم کے حافظ تھے۔ مصر میں بعد صلاۃ العصر ۲۲ جمادی الآخرہ ۵۹۰ھ میں وفات ہوئی قاضی فاضل کے قبرستان میں، قرافہ صغری میں آپ کی آرام گاہ اور اس وقت تک زیارت گاہ ہے۔

فِیرہ (بکسر فاوسکون یا وتشدید الراء المضمومہ) اندلس کی عجمی لغت ہے جس کے معنی ہیں لوہا۔ رعینی قبائل مغرب سے ایک قبیلہ کی طرف نسبت، شاطبہ اندلس میں ایک بڑے شہر کا نام۔ وطن سے نکلتے وقت ایک جماعت علماء ہمراہ تھی۔[1]

علامہ جزری فرماتے ہیں[2] علامہ شاطبی علماء کبار اور مشتہرین فی الاقطار میں سے ہیں انہوں نے اپنے وطن میں فن قرآءت میں پختگی حاصل کی ان کے پہلے استاذ ابو عبد اللہ محمد بن ابی العاص نفزی ہیں۔ پھر انہوں نے وطن سے قریب شہر بلنسیہ کا سفر کیا، اور شیخ ابن ھذیل کو تیسیر کے مطابق قرآءات سنائیں، کیوں کہ وہ تیسیر حفظ کر چکے تھے نیز شیخ ابن ہذیل سے حدیث میں بھی سماع کیا۔

آپ کے تیسرے استاد ابو عبد اللہ محمد بن ابی یوسف بن سعادہ ہیں۔ چوتھے شیخ ابو محمد عاشر بن محمد بن عاشر ہیں پانچویں ابو محمد عبد اللہ بن ابی جعفر مرسی، چھٹے ابو العباس بن طراز میل ساتویں ابو الحسن علیم بن ہانی عمری آٹھویں ابو عبد اللہ محمد بن حمید ہیں جن سے کتاب سیبویہ، کامل للمبرد اور ادب الکاتب لابن قتیبہ وغیرہ کتب پڑھیں۔ نویں استاذ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحیم دسویں ابو الحسن بن نعمہ (مصنف کتاب رَیِّ الظّمآن فی تفسیر القرآن) گیارہویں ابو القاسم حبیش۔

اس کے بعد حج کے لیے سفر کیا اور بارہویں شیخ ابو طاہر سلفی وغیرہ سے اسکندریہ میں سماع کیا۔

علامہ شاطبی قاہرہ تشریف لائے قاضی فاضل نے انتہائی اکرام کیا، المدرستہ الفاضلیتہ درسگاہ بڑے پیمانہ پر قائم کی گئی تھی علامہ شاطبی اس کے شیخ مقرر ہوئے، علامہ شاطبی نے قصیدہ لامیہ اور رائیہ دونوں اسی زمانے میں تصنیف کیے۔ اطراف و جوانب سے بے شمار مخلوق نے حاضر ہو کر آپ سے استفادہ کیا، ملک صالح ناصر صلاح الدین یوسف ایوبی نے ۵۸۹ھ میں بیت المقدس فتح کیا تو شاطبی نے بیت المقدس حاضر ہو کر نوافل ادا فرمائیں اگلے سال مصر میں وفات پائی۔

---

[1] دلیل الحیران ص ۲۳۔ [2] غایتہ النہایتہ ج ۲ ص ۲۱۔

شاطبی ایک امام عظیم ذکاوت میں اعجوبہ' کثیر الفنون' آیہ من آیات اللہ' قرآء ات میں منتہی' حافظ حدیث' لغت عربیہ میں امام- ادب میں رئیس تھے' زہد' ولایت' عبادت' انقطاع و کشف میں بڑا مقام رکھتے تھے- شافعی المذہب تھے اور سنت پر مواضبت فرماتے تھے-

جزری فرماتے ہیں شاطبی کے یہ دو قصیدے شاہکار ہیں خصوصاً قصیدہ لامیہ بلاغت کی جان ہے اس کے مقابلے سے بلغاء عاجز ہیں- شاطبی کے ان قصیدوں نے بڑی شہرت پائی- مقبولیت میں مجھے کسی اور کتاب کا علم نہیں جو ان کا مقابلہ کر سکے میں سمجھتا ہوں بلاد اسلام میں کوئی شہران سے خالی نہیں' بلکہ کسی طالب علم کا گھران سے خالی نہیں ہو سکتا-

ان نسخوں کی رغبت و شوق کا یہ عالم ہے کہ سخاوی کے شاگرد جعجع کے قلم کے لکھے ہوئے یہ دونوں نسخے ایک جلد میں میرے پاس موجود تھے- مجھے اس جلد کے برابر چاندی قبول کرنے کی پیشکش ہوئی لیکن یہ سودا میں نے قبول نہیں کیا-

ہمارے زمانے کے عجیب اتفاقات میں سے یہ بات موجود ہے کہ علامہ شاطبی اور ہمارے زمانہ کے درمیان دو سو سال ہونے کے باوجود ایسے شیوخ موجود ہیں کہ تلاوت و قراء ت میں ان کے اور شاطبی کے درمیان صرف دو[1] آدمیوں کا واسطہ ہے- کسی بھی دور میں ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ قراء ات سبعہ کے فن میں اتنے طویل زمانے میں اس قدر قلیل واسطہ پایا گیا ہو- اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ لوگوں نے اس برکت کو حاصل کرنے میں شدید اہتمام کیے ہیں- مشہور تلامذہ علامہ شاطبی کے شاگردوں میں ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الصمد سخاوی- ابو عبد اللہ محمد بن عمرو قرطبی- سدید عیسیٰ بن مکی' مرتضیٰ بن جماعہ- کمال علی بن شجاع ضریر داماد شاطبی' زین بن عمر کروی- ابو القاسم بن سعید شافعی' عیسی بن اسماعیل مقدسی' امام النحو ابو عمرو عثمان بن عمر بن الحاجب اور آپ کے صاحبزادے الجمال ابو عبد اللہ محمد بن القاسم وغیرہ مشہور اصحاب و فضلاء ہیں-

تصانیف

(۱) حِرْزُ الأَمَانِي وَوَجْهُ التَّهَانِيْ (الشاطبیہ) قراء ات سبعہ میں (۲) عَقِيْلَةُ أَتْرَابِ الْقَصَائِدِ فِيْ أَسْنَى الْمَقَاصِدِ' علم رسم میں (۳) نَاظِمَةُ الزُّهْرِ- علم الفواصل میں (۴) قصیدۃٌ دالیۃ- پانسو اشعار پر مشتمل' تمہید' ابن عبد البر کی تلخیص

عقیلہ کی شروح

۱\۱۳ الوسیلة الی کشف العقیلة (مخطوط- دار الکتب المصریہ)

عقیلہ کی یہ سب سے پہلی شرح ہے جو حضرت شاطبی کے معتمد اور مشہور شاگرد علی بن محمد علم الدین ابو الحسن سخاوی نے لکھی شیخ سخاوی مفسر مقری' نحوی لغوی شافعی المذہب دمشق کے مشائخ قراء ات کے شیخ تھے- مصر کی بستی سخا میں ۵۵۸ھ میں پیدا ہوئے- بہت سے شیوخ سے علم قراءت نحو' ادب اور علم اللغت میں کمال حاصل کیا علم القرء ات میں علامہ شاطبی کی خدمت میں ید طولی حاصل کیا- علامہ جزری فرماتے ہیں[2] علم و افادہ کے سوا ان کا اور کوئی شغل نہیں تھا-

---

[1] بقول جزری قاضی بدر الدین بن جماعہ کے اصحاب میں یہ نادرۂ روزگار سند موجود تھی (غایۃ النہایۃ ج ۲ ص ۲۲) [2] غایۃ النہایۃ ج ۱ ص ۵۶۹-

اکتالیس سال سے زیادہ جامع دمشق میں یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے مزار کے قریب' پھراس کے بعد تربت ام صالح کے درسگاہ میں پڑھایا تربت ام صالح ایک درس گاہ تھی جس میں شرط تھی کہ صرف وہی شیخ پڑھائے جو علاقہ کا سب سے بڑا اعلم بالقراء ت ہو' آپ سے بے شمار طلباء نے استفادہ کیا آپ کا ہر درس طلباء سے پر ہجوم ہو تا تھا- علامہ شیخ ابو شامہ صاحب ابراز المعانی آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں- سخاوی نے شاطبیہ کی شرح فتح الوصید لکھی جو پہلی شرح ہے- ایک اور مشہور تالیف' جمال القراء و کمال الاقراء ہے جو کئی موضوعات پر مشتمل اعلی پایہ کی کتاب ہے نیز کتاب المفضل فی شرح المفصل چار جلدوں میں- کتاب التفسیر جو کہف تک لکھی جاسکی' بڑے لطائف و دقائق پر مشتمل ہے ایک کتاب منیر الدیاجی فی تفسیر الاحاجی ہے نیز کتاب القصائد السبعۃ فی مدح سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم بھی تصنیف فرمائی جس کی شرح ابو شامہ نے کی ہے-

ایک کتاب' کتاب المفاخرہ بین دمشق والقاہرہ ہے- اور ھدایۃ المرتاب فی المتشابھات- نظم سخاویہ کے نام سے مشہور ہے اور مطبوع ہے-

جزری فرماتے ہیں میں نے شیوخ کی ایک جماعت سے سنا کہ بعض جنات نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے- فاتح بیت المقدس صلاح الدین ایوبی سے شہر مکہ سے باہر ملاقات کی اور قصیدہ مدحیہ پیش کیا' جس پر ان کے فضل و قابلیت کی بے حد داد دی گئی- شیخ نے ۶۴۳ھ میں وفات پائی یہ شرح الوسیلہ' غیر مطبوع ہے- شرح افضل الدرر کے مصنف' حضرت قاری عبد الرحمن بن بشیر خان نے اپنی شرح میں اس کے قلمی نسخے سے استفادہ کیا ہے-

علامہ سخاوی نے مصحف دمشقی اور مصحف امام کا مطالعہ کیا ہے

۱۴/۲ خمیلۃ ارباب المراصد فی شرح عقیلۃ اتراب القصائد

مخطوط[1] ابدار الکتب المصریہ رقم (۲۴۹- قراء ات)

تالیف برھان الدین ابراہیم بن عمر جعبری' سلفی اولاً شاطبیہ کی شرح کنز المعانی کے نام سے تحریر فرمائی- رسم میں ایک اور کتاب روضۃ الطرائف فی رسم المصاحف بھی ہے- نیز کتاب عقود الجمان مشہور ہیں وفات رمضان ۷۳۲ھ میں ہوئی-[2]

علامہ جزری کے دو استاد ابوبکر بن جندی' اور شیخ ابو المعالی بن اللبان نے قراأت عشرہ' جعبری سے پڑھیں-[3]

روضۃ الطرائف میں علامہ جعبری فرماتے ہیں-[4]

رسم عثمانی توقیفی ہے اور باجماع واجب الاتباع ہے' فرمایا رسم المصحف توقیفی' وھو مذھب الائمۃ الاربعۃ-"

---

[1] رسم المصاحف غانم قدوری ص ۷۸۲- [2] الدرر الکامنۃ ج ۱ ص ۵۰ [3] غایۃ النہایۃ ج ۱ ص ۲۱ [4] حاشیہ تذکرہ قاریان ہند ج ۱ ص ۹ تالیف قاری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ بی- اے-

۱۵\۳ تلخيص الفوائد وتقريب المتباعد في شرح عقيلة اتراب القصائد

تالیف ابو البقاء علی بن عثمان بن محمد بن القاصح۔

عقیلہ کی اس شرح کے مصنف ابن القاصح کی کنیت سے پہچانے جاتے ہیں' شاطبیہ کی شرح' سراج القاری ان کی بہت معروف و مطبوع شرح ہے۔ یہ شرح اولاً مخطوط تھی شیخ عبد الفتاح القاضی کے مراجعہ و تعلیق سے مزین ہو کر ۱۳۶۸ھ میں قاہرہ میں چھپی۔

ابن القاصح نے یہ شرح ۷۹۱ھ میں لکھی۔[۱] جب کہ سراج القاری ۷۵۹ھ[۲] میں لکھ چکے تھے۔ شرح شاطبیہ کے بر خلاف شرح رائیہ کا انداز بہت اختصار پر مبنی ہے' جیسا کہ خود مصنف کو اس کا اعتراف ہے اور اس بات کو شروع شرح میں ذکر کیا ہے۔ ابن القاصح علامہ جزری کے تقریباً ہم عصر ہیں نویں صدی کے آغاز ۸۰۱ھ میں وفات ہوئی۔[۳]

۱۶/۴ الهِبَاتُ السَّنِيَّةُ العلية على ابيات الشاطبية

رائیہ کی یہ شرح نور الدین علی بن سلطان محمد قاری ہروی کی ہے۔[۴]

موصوف علماء احناف میں سے ذکی و ذہین مولف ہیں۔ مشکوۃ کی شرح مرقات پانچ جلد' شرح فقہ اکبر۔ شرح حصن حصین۔ شرح مقدمہ جزریہ' یعنی المنح الفکریہ' شرح شاطبیہ اور شرح الشفاء للقاضی عیاض' شرح فقہ اکبر للامام ابی حنیفہ وغیرہ آپ کی مشہور و متداول تصانیف ہیں آپ اصل میں افغانستان کے شہر ہرات کے ایک گاؤں قارہ کے رہنے والے ہیں اسی لیے قاری ہروی کہلاتے ہیں۔ زندگی کا بڑا حصہ مکہ مکرمہ میں گزرا اور وہیں ۱۰۴۰ھ میں وفات ہوئی۔ علماء احناف میں مستند مقبول' محقق اور وسیع النظر علماء میں سے ہیں' نقد و نظر میں بے لاگ ہیں۔ جس کتاب کو بھی تحقیق و تشریح کے لیے چن لیا ہے اس کو کمال تحقیق سے ایک مستقل فنی حیثیت کی شان دے دی ہے۔

الهبات السنیہ عمدہ شرح ہے' ابتدا اس طرح ہے الحمد لله الذی اوجد الخلق من العدم' الی آخره

نسخہ مخطوطہ بخط عبد اللہ بن ابراہیم' جس کی تسوید سے وہ ۱۰۷۹ھ میں فارغ ہوئے۔ دارالکتب المخطوطہ[۵] قاہرہ رقم ۲۳-۱۰۵

ورق۔ سطریں ۲۳

---

(۱) تلخیص الفوائد ص ۱۰۵ (۲) سراج القاری ص ۴۱۳ (۳) الجمع الصوتی للقرآن۔ قسم المصادر و المراجع ص ۴۰۰ (۴) مزید تفصیل کے لئے الاعلام للزرکلی ج ۵ ص ۱۶۶ (۵) دارالکتب الوثائق القومیۃ قاہرہ۔ الجمع الصوتی دکتور لبیب سعید ص ۴۲۲۔

دوسرا نسخہ:

۲۰۲ ورق سطریں ۱۷- رقم ۲۴۸ اللہ تعالیٰ طباعت سے آراستہ فرمائے-

۱۷/۵ شرح عقیلة اتراب القصائد

تالیف شیخ موسیٰ جار اللہ روستوفدونی ۱۸۷۵ء- ۱۹۴۹ء میں ریاست قازان (روس) سے ہندوستان آئے ہیں- یہ شرح ہندوستان ہی میں لکھی- وہ جدید و قدیم علوم کے فاضل اور راسخ العقیدہ عالم تھے- لیکن بایں ہمہ بعض مسائل میں مغربی افکار و نظریات سے بے حد متاثر تھے-[1] موصوف نے یہ شرح کل دس روز میں لکھی ہے- مختصر' جامع اور عمدہ شرح ہے-[2]

۱۸/۶ دُرَرُ العقیلة فی شرح العقیلة المعروف افضل الدرر

تالیف شیخ القراء مولانا عبد الرحمٰن بن بشیر خان المکی الالہ بادی' نہایت عمدہ' سلیس اور سہل و فصیح عربی میں عقیلہ کی مشکلات کو حل کیا گیا ہے- حضرت قاری صاحب تجوید' قرآء ت اور رسم پر وسیع نظر رکھتے تھے' مطالعہ وسیع تھا حافظہ عمدہ تھا- ان کے کتب خانے میں فن کی نایاب کتب موجود تھیں-[1] عوام خواص میں آپ کی شہرت دور دور تک پہنچی- ہندوستان کے صف اول کے اساتذہ' تجوید و قرآء ت' حضرت شیخ ہی کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ ہیں- لکھنؤ مدرسہ فرقانیہ کی صدر المدرسی کے زمانہ میں ۱۳۴۹ھ میں انتقال فرمایا-[3]

شروع کتاب میں مقدمہ نہایت عمدہ معلومات کا خزانہ ہے جس میں رسم کی تعریف' رسم کی کتابیں' کتاب عقیلہ کی اصطلاح و ضوابط وغیرہ پر مفید روشنی ملتی ہے-

۷\۱۹ الدرة الصقیلة فی شرح العقیلة- مخطوط بمکتبہ الازہر ۱۰۵۲ھ

تالیف ابوبکر بن ابی محمد عبد اللہ' اللبیب

۲۰/۸ اسهل الموارد فی شرح عقیلة اتراب القصائد

تالیف القاری الشیخ فتح محمد بن محمد اسماعیل پانی پتی- اردو میں رائیہ کی عمدہ شرح ہے' مصنف پرانے ماہر اساتذہ میں سے ہوئے ہیں' ضبط و حفظ میں قرآء ت و رسم پر عمدہ اور پاکیزہ نظر رکھتے تھے' ان کے تلامذہ و مستفیدین کا خاصا وسیع حلقہ

---

(۱) "روس میں مسلمان قومیں" آباد شاہ پوری ص ۶۵ طبع اسلامک پبلی کیشنز لاہور (۲) اسہل الموارد شرح رائیہ ص ۲ (۳) چنانچہ کتاب الوسیلہ للسخاوی کا مخطوطہ آپ کے پاس موجود تھا افضل الدرر میں بکثرت اس کے حوالے موجود ہیں- (۴) تذکرہ قاریان ہند اور فیضان رحمت تفصیل کے لئے فوائد مکیہ کا مقدمہ ملاحظہ ہو- افضل الدرر اور فوائد مکیہ مطبوعہ قرآء ت اکیڈمی اردو بازار لاہور-

ہے۔ شاطبیہ پر بھی ایک بسیط شرح "عنایات رحمانی" تحریر فرمائی۔[1] زیر نظر شرح میں زیادہ تر افضل الدرر سے استفادہ کیا ہے اور اصول و فرش میں قلم کی نگارشات میں محتاط رہے ہیں۔ مسائل کی توضیح میں اچھی کتاب ہے۔ مرحوم نے حال ہی میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔

۲۱/۹ المعانی الجلیہ۔ شرح رائیہ

تالیف قاری عبد اللہ تھانوی الہ بادی مرحوم۔ قاری صاحب ؒ، جناب قاری ضیاء الدین صاحب کے اعلیٰ شاگردوں میں ہوئے ہیں۔ اور قاری ضیاء الدین صاحب الہ بادی، حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی الہ بادی کے ہونہار شاگرد ہوئے ہیں جن کی فنی مسائل پر اچھی نظر تھی۔

شرح نہایت مختصر بلکہ کہنا چاہیے کہ کتاب کا مطلب خیز ترجمہ ہے، نایاب ہے کتابوں کے پرانے ذخائر میں تلاش بسیار کے بعد دیکھنے میں آجاتی ہے مرحوم نے ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ الہ باد میں وفات پائی۔ اس شرح کے علاوہ اور بھی کتب و شروح لکھی ہیں جو تقریباً سب نایاب ہیں۔

ہمارے علم کے مطابق یہ ایک سرسری جائزہ ہے جس میں قصیدہ رائیہ کی شروح کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ آگے علم الرسم کی مزید کتابوں کا تذکرہ ملاحظہ ہو۔

(۲۲) الشرح الکبیر المسمی بالشافی

علامہ دانی کی مقنع کی شرح۔ تالیف موفق الدین ابن قدامہ۔ پورا نام اس طرح ہے ابو العباس احمد ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی عمر بن قدامہ مقدسی۔ ولادت ۶۰۵ وفات ۶۸۲ھ۔ مطبوع ہے۔[2]

(۲۳) لطائف البیان فی رسم القرآن۔ شرح مورد الظمان للخراز

تالیف ابو زیتحار احمد محمد، المدرس بمعہد القراءات بالازہر الشریف مطبوع، مطبعہ ازہر قاہرہ۔ مصنف نے باختصار شرح دلیل الحیران کا تتبع کیا ہے، لیکن اکثر جگہ باختصار مفید اضافے بھی کیے ہیں۔

(۲۴) الکواکبُ الدُّرِیَّہ فی مایتعلق بالمصاحف العثمانیہ

تالیف محمد بن علی بن خلف الحسینی الحداد المالکی الازہری۔ ت ۱۳۵۷ھ اپنے دور کے مستند شیوخ میں سے ہیں۔ رسم پر انہیں کا ایک اور رسالہ ارشاد الحیران الی معرفۃ مایجب اتباعہ فی رسم القرآن بھی ہے جو علیحدہ مطبوع نہیں بلکہ ان کے شیخ حسن بن خلف الحسینی (ت ۱۳۴۲ھ) کی تصنیف الرحیق المختوم کے ذیل میں مطبوع ہے۔ اَلرَّحِیقُ الْمَخْتُوم شرح ہے رسم کی کتاب منظوم "اَللُّؤْلُؤُ الْمَنْظُوم" کی، جو علامہ شیخ متولی کا عمدہ قصیدہ ہے۔

---

(۱) اسہل الموارد اور عنایات رحمانی مطبوعہ قراءت اکیڈمی لاہور (۲) الجمع الصوتی للقرآن ص ۴۰۰

علامہ حسن بن خلف الحسینی، شیخ متولی کے جانشین اور مسند علم قراء ت کے استاذ کبیر ہوئے ہیں' یہ حداد صاحب' حسینی صاحب کے بھیجتے بھی ہیں اور شاگرد بھی ان کو حسینی' حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔[1]

(۲۵) تاریخ رسم المصحف

تالیف حنفی ناصف ۱۲۷۳ھ-۱۳۳۸ھ - ۱۹۳۳ء میں رسالہ المقتطف[1] میں چھپی یہ رسالہ قاہرہ کا ماہانہ مجلّہ ہے۔

(۲۶) دلیل الحیران علی مورد الظمان

یہ مورد الظمان کی نہایت عمدہ شرح ہے' مصنف ہیں ابراہیم بن احمد مارغنی تیونسی۔

مصنف فرماتے ہیں مورد الظمان کی بہت اساتذہ و محققین نے شرح کی ہے۔ میں نے علامہ عبد الواحد بن عاشر کی کتاب "شرح الرسم" سے اس شرح میں استفادہ کیا ہے۔ اور ضبط کے قواعد میں عالم ماہر محمد تیونسی سے مدد لی ہے۔

یہ شرح بڑی عمدہ صورت میں ۱۳۲۶ھ میں پہلی مرتبہ چھپی[2]' اور اس کے بعد کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ یہ شرح کتاب اور فن دونوں کی تشریح میں محققانہ انداز رکھتی ہے نیز شارح نے شیخ عبد الواحد بن عاشر اندلسی کی کتاب "الاعلان بتکمیل مورد الظمان" پر بھی تشریحی کام کیا ہے جس کا نام "تنبیهُ الْخُلَّان" ہے جس میں نافع کے علاوہ دیگر قراء کی قراء ات پر رسم سے بحث کی ہے' یہ بھی عمدہ شرح ہے۔

علامہ مارغنی کی کنیت ابو اسحاق ہے' تیونس میں مذہب مالکی کے مفتی' اور جامع اعظم "الزیتونہ۔" میں شیخ القراء تھے۔ مذکورہ کتب کے علاوہ اور بھی کئی کتابوں کے مصنف ہوئے ہیں۔ وفات ۱۳۴۹ھ میں ہوئی۔[3]

(۲۷) سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین

تالیف علی بن محمد ضباع شیخ القراء بالدیار المصریہ نے تجوید و قرآء ت' رسم عثمانی ضبط مصحف اور عد الای وغیرہ پر بے نظیر کتب تحریر فرمائی' علماء و شیوخ میں بے حد احترام کے مالک اور مسلمہ شخصیت کے مالک ہوئے ہیں۔ ستائیس کتب آپ کی تصانیف ہیں اور تمام مقبول و متداول ہیں۔ سمیر الطالبین بھی ایک عمدہ کتاب ہے جو موجودہ دور کے طلباء و اساتذہ کے لیے نہایت قیمتی کتاب ہے۔ طبع ہو چکی ہے علامہ ضباع کا انتقال ۱۳۷۶ھ میں ہوا۔[4]

(۲۸) اللؤلؤ المنظوم فی بیان جملہ من المرسوم

تالیف شیخ الکل محمد متولی۔ متوفی ۱۳۱۳ھ علامہ متولی خاتمہ المحققین کہلاتے ہیں قریباً چالیس کتابوں کے مصنف ہوئے اللؤلؤ المنظوم' مطبوع' نہایت تحقیقی کتاب ہے۔[5]

---

(۱) ملحق الاعلام فی آخر ہدایۃ القاری ص ۶۴۷ و ۷۴۱ عبد الفتاح العجمی الرصفی۔ (۲) الجمع الصوتی للقرآن ص ۴۱۱ (۳) دلیل الحیران ص ۳۵۹ (۴) ہدایۃ القاری حصہ ملحق الاعلام ص ۶۳۰ (۵) مزید تفصیل کے لئے ہدایۃ القاری ملحق الاعلام دیکھئے ص ۶۸۹ (۶) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہدایۃ القاری حصۃ الاعلام ص ۷۰۸۔

(۲۹) نَثْرُ الْمَرْجَان فی رسم نظم القرآن (مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۳۲ھ)

تالیف علامہ محمد غوث بن ناصرالدین محمد بن نظام الدین احمد النائطی الارکانی الشافعی۔ پیدائش ۱۱۶۶ھ وفات ۱۲۳۸ھ قراء ات رسم کے غوامض اور پھیلے ہوئے وسیع حوالوں پر مشتمل یہ کتاب سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے انداز محققانہ ہے۔

شیخ محمد غوث نے کتب متداولہ استاذ عالی مقام امین الدین صدیقی الوری سے پڑھیں ملا۔ بحرالعلوم لکھنوی جو ہندوستان میں زبردست عالم و شیخ العلوم ہوئے ہیں، شیخ محمد غوث کی ذہین شخصیت کو علوم سے آشنا کرنے میں زبردست مدد گار ثابت ہوئے۔ ۱۲۱۳ھ میں ریاست حیدر آباد دکن سے وابستہ ہوئے اور امیرالامراء کے منصب جلیل پر فائز ہوئے بعد میں رئیس الوزراء ہو گئے اور نواب غالب جنگ کے خطاب سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ ۱۸۰۱ء سے ۱۸۰۸ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ نثرالمرجان اسی زمانہ میں تصنیف کی۔ یہ کتاب علوم قراء ت و رسم پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے یہ کتاب نایاب ہے۔ اور اب تو اس کتاب کے قدر دان بھی اساتذہ قراء ت کی چند تشنہ علوم ہستیاں ہی ہو سکتی ہیں، غیر قاری علماء اس سے کیا استفادہ کر سکتے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد سقوط حیدر آباد دکن سے ایسی دقیع و ضخیم کتب کی طباعت کا سلسلہ برصغیر ہندو پاکستان سے ختم ہو گیا۔ کیونکہ ایسی کتب سے خاطر خواہ استفادہ کرنے والے ہی معدودے چند ہیں۔ کون چھاپے اور کون خریدے؟

موصوف کی کچھ اور قیمتی تصانیف کا بھی حوالہ ملتا ہے۔

(۱) علوم قرآن میں — نثرالمرجان
(۲) میراث میں — الفوائد الصبغیہ فی شرح الفوائد السراجیہ
(۳) ایضاً — نور الفوائد و بحر الفوائد
(۴) جہاد میں — سواطع الانوار و زواجر الارشاد
(۵) نحو میں — تعلیقات علی شرح قطر الندی
(۶) ادب میں — النجم الوقاد شرح قصیدہ بانت سعاد
(۷) لغت میں — الحواشی علی القاموس

یہ تمام کتابیں عربی میں ہیں ان کے علاوہ فارسی میں کچھ کتابیں تصنیف کی ہیں۔[۱]

(۳۰) اتحاف فضلاء البشر فی القراء ات الاربعة عشر

تالیف احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عبد الغنی الدمیاطی الشافعی الشہیر بناء۔

عالم کبیر قراء ات، فقہ اور حدیث میں ماہر۔ قاہرہ میں شیخ سلطان بن احمد المزاحی اور نور شبراملسی سے قراءات پڑھیں۔

---

(۱) نزہتہ الخواطر تذکرہ علماء ہند و پاکستان۔

نورا جہوری شمس شوبری، شہاب قلیوبی اور شمس بابلی وغیرہ سے فقہ و حدیث میں مہارت حاصل کی۔
اتحاف فضلاء البشر کے مطالعہ سے مولف کے وسیع العلم ہونے کا اور اس فن میں اعلی مہارتوں کا پتہ چلتا ہے۔
مصنف نے محرم ۱۱۱۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، بقیع میں دفن ہوئے۔ کتاب متد اول و مطبوع ہے۔[۱]

(۳۱) مناهل العرفان في علوم القرآن (دو جلد)

تالیف محمد عبد العظیم زرقانی۔

علوم قرآن کے ضمن میں قراءات و رسم پر عمدہ بحثوں پر مشتمل ہے۔ مولف کتاب محقق ہے۔ سلف صالحین کے عقیدہ کو جدید طرز فہم کے دلائل سے پیش کرتا ہے۔ کتاب مطبع حلبی قاہرہ میں ۱۳۶۱ھ میں چھپی، ہمارے پیش نظر تیسرا ایڈیشن مطبوعہ ۱۳۷۲ھ ہے۔

(۳۲) البُرهَان فِي عُلُوم القرآن (پانچ جلد)

تالیف بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر الزرکشی۔ کبار علماء میں سے ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں مصر میں نہایت اعلی شان کے مستند ماہر فن علماء میں سے ہوئے۔ اساتذہ میں رئیس الشافعیہ الاسنوی۔ ابن کثیر العمادی المحدث والمفسر۔ سراج الدین بلقینی، اور حافظ مغلطائی اور شہاب اذرعی اور دیگر مصنف و محقق ہیں وفات ۷۹۴ھ۔

پسندیدہ سرشت و اخلاق کے مالک، متواضع، زاہد و قانع تھے، گھر کے دار المطالعہ کے سوا کہیں نہ جاتے تھے البتہ کتب فروشوں کے بازار سے دلچسپی تھی تمام تمام دن ان کی دوکانوں میں کتابوں کا مطالعہ کرتے اور نوٹس لیتے تھے۔ کئی اہم اور قیمتی کتابوں کے مصنف ہیں مثلاً

(۱) الاجابة للايراد ما استدركته عائشة على الصحابة۔ رضوان اللہ علیہم

(۲) البحر المحيط في اصول الفقه

(۳) فتح العزيز على كتاب الوجيز في تخريج احاديث الرافعي الكبير

(۴) تشنيف المسامع بجمع الجوامع في الاصول۔ وغیرہ[۲]

البرہان علوم قرآنی پر ایک بیش بہا خزانہ ہے مصنف کی وسعت معلومات پر عقل حیران رہ جاتی ہے، وقف کی بحث ایک بحر ذخار ہے جو انتہائی قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔[۳]

رسم الخط پر اس قدر وسیع و عظیم معلومات پیش کی گئی ہیں کہ مطالعہ کرنے والے کی سوچ دنگ رہ جاتی ہے اور مولف

---

(۱) الاعلام للزرکلی ج ۱ ص ۲۹ معجم المولفین عمر رضا کحالہ ج ۲ ص ۱۷ (۲) ہدایۃ القاری حصہ الاعلام ص ۷۲۲ (۳) دیکھو برہان ج اول ص ۳۲۳ سے صفحہ ۳۷۶ تک۔

کے ذہن ثاقب کو داد دیئے بغیر نہیں رہتی۔ بظاہر خلاف قیاس رسم پر عظیم اور قیمتی نکات بیان کئے گئے ہیں۔ عقل حیران رہ جاتی ہے۔[1]

فرماتے ہیں: خط کی تین قسمیں ہیں۔ ایک خط وہ کہ اس میں سلف کی اقتدا کی جاتی ہے یہی رسم المصحف ہے۔ دوسرا وہ خط جو وزن عروضی کے مطابق ہوتا ہے جو لفظ وزن میں آئے اس کو لکھتے ہیں جو نہ آئے نہیں لکھتے اس لیے تنوین لکھتے ہیں اور ہمزہ وصل کو حذف کرتے ہیں اس کو خط عروضی کہتے ہیں۔ تیسرا وہ رسم الخط جو عام تحریروں میں ہم اختیار کرتے ہیں یہ نحویین کا مقرر کردہ ہے جس کو خط قیاسی کہتے ہیں۔

مصحف میں جو کلمات خلاف عادت مرسوم ہیں اس کی چند صورتیں ہیں بعض مرتبہ ملفوظ پر اضافہ ہوتا ہے، بعض جگہ ملفوظ سے کم حروف مرسوم ہوتے ہیں اور اکثر تو ملفوظ کے مطابق ہی مرسوم ہوتے ہیں۔ اس طرز تحریر میں پوشیدہ حکمتیں ہیں۔ عالی شان اسرار ہیں، ان اسرار و حکم پر ایک عمدہ کتاب ابو العباس مراکشی المشہور ابن البناء[2] کی تصنیف عنوان الدلیل فی مرسوم خط التنزیل ہے۔ جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ خط مصحف کا اختلاف، معانی کے اختلاف پر مبنی ہے۔[3]

(۳۳) رسم المصحف العثمانی

تالیف، دکتور عبد الفتاح اسماعیل شلبی۔ استاذ جامعہ ام القری۔ مکہ مکرمہ مطبوعہ دار الشروق۔ جدہ ۱۹۸۲ء خاص طور پر مستشرقین کے رد میں اچھی کتاب ہے۔

(۳۴) فتوی فی شان الرسم القرآنی

لَجنۃُ الفتوی۔ جامعہ ازہر۔ مجلّہ ازہر صفر ۱۳۶۸ھ۔ یہ فتویٰ جامعہ ازہر سے ۱۹۳۷ء میں صادر ہوا جس میں مضبوط دلائل سے رسم عثمانی کی اتباع کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

(۳۵) إیقاظُ الأعلام لوجوب اتباع رسم المصحف الامام

تالیف محمد بن حبیب اللہ شنقیطی مطبوعہ قاہرہ ۱۳۴۵ھ

(۳۶) تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ

تالیف محمد طاہر بن عبد القادر کردی۔ مطبوع جدہ ۱۳۶۵ھ مصنف کتاب، رسم کا ماہر نہیں، ایک خطاط ہے جس کو رسم قرآنی میں بہت سے الفاظ کا خلاف قیاس مرسوم ہونا محسوس ہوا ہے، اور بعد میں اس نے اپنی حیرانی کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا۔ جن علماء سے اس نے رجوع کیا وہ بھی اتفاق سے رسم عثمانی کے ماہر نہ ہونے کی وجہ سے اس کو تسلی فراہم نہ کر سکے۔ کاش مولف نے باقاعدہ اس فن کو پڑھا ہوتا تو ایک اچھی علمی اور بصیرت افروز کتاب مرتب کرتا، کیونکہ تالیف و تحریر کا سلیقہ خوب رکھتا ہے۔

---

(۱) برہان ج ۱ ص ۳۷۶ سے ص ۴۳۴ تک (۲) المتوفی ۷۲۱ھ کشف الظنون (۳) البرہان للزرکشی ج ۱ ص ۳۸۰۔

(۳۷)الاتقان في علوم القرآن (دو جلد)

تالیف علامہ جلال الدین سیوطی- قاہرہ میں پیدا ہوئے- نشو و نما یتیمی کی حالت میں ہوئی- عمر کے آٹھ سال پورے ہونے سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا- تفسیر حدیث' قراء ات رسم' فقہ نحو معانی' بدیع بیان' لغت تمام علوم میں ماہر فن شمار ہوتے ہیں- شام حجاز یمن ہند اور مغرب کی درس گاہوں میں حاضر ہو کر علمی اضافے کئے-

اس قدر کثیر التالیف ہیں کہ علماء معاصرین و متاخرین بے حد حیران ہیں- ہر فن میں تصانیف ہیں جن کی مجموعی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے- ضمناً اتقان میں قراء ت وقف اور رسم پر سیر حاصل بحثیں ہیں اور مفید معلومات پر مشتمل ہیں-[۱]

وفات ۱۵۰۵ء \ ۹۱۱ھ

(۳۸)تسہیل البیان في رسم نظم القرآن

تالیف قاری محمد نظر نقوی امروہوی استاذ القراء ات و التجوید مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ رسم کی اس کتاب میں مولف نے مقنع اور عقیلہ کے اکثر مسائل کو لغت عربیہ میں نثراً بیان کیا ہے- دوسرے کالم میں ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی ہے- شروع کتاب میں ایک مقدمہ پر از مفید معلومات لکھا ہے- جس میں قراء ت اور رسم سے متعلق کچھ بحثیں ہیں اور اقوال و آراء ہیں- جن کے مدلل بیان کرنے کی زحمت نہیں کی گئی- دیگر یہ کہ تواتر قراء ت یا حدیث انزل القرآن علی سبعہ احرف کی تشریح کا ایک رسم کی کتاب سے کیا تعلق؟ کتاب ۱۳۵۶ھ کی تصنیف ہے-

(۳۹)الخط العثمانی فی الرسم القرآنی

تالیف مولانا قاری رحیم بخش رحمہ اللہ' استاذ مدرسہ خیر المدارس- ملتان- بیان کردہ مسائل کو خلاصہ کے انداز میں لکھ کر مبتدئین کو قواعد رسم سے آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے' اور مصنف صاحب اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئے ہیں-

شروع میں رسم سے متعلق بحثوں میں نہایت مفید نکات لکھے گئے ہیں' جن سے فن کی بڑی بڑی کتابیں بھی خالی ہیں-

مطبوعہ ادارہ نشرو اشاعت اسلامیات- حسین آگاہی ملتان

(۴۰)رسالہ کاتبان وحی

تالیف مولانا محمد طاہر رحیمی- مدرسہ قاسم العلوم ملتان مصنف کی محنت و کاوش قابل تحسین ہے یہ تصنیف اردو لٹریچر میں ایک قابل قدر اضافہ ہے- مصنف نے تاریخ اور اسماء الرجال کی کتب سے تلاش و جستجو کے بعد ان چھپن صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے احوال و سوانح پیش کئے ہیں جو بارگاہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نہ کسی شکل میں خدمت کتابت سے وابستہ رہے ہیں-

---

(۱) منجد معجم الاعلام الشرق و الغرب ص ۲۸۰- الاعلام للزرکلی ج ۴ ص ۷۱-

کاغذ، کتابت عمدہ اور انداز بیان تحقیقی و جاذب نظر ہوتا تو کتاب کی افادیت میں بہت اضافہ ہو جاتا۔

ایک مستشرق نے جو بلاشیر [1] کے نام سے جانا جاتا ہے، کاتبین وحی پر کتاب لکھی ہے، وہ چالیس کاتبین کا استقراء کر سکا ہے۔ ایک اور مستشرق کازانوفا نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے اس کی تلاش کا دائرہ طبقات ابن سعد، طبری، نووی اور السیرۃ الحلبیہ وغیرہ ہیں۔

(۴۱) تحفہ نذریہ

تالیف مولانا شیخ عبد الرحمٰن محدث پانی پتی۔

فارسی زبان میں تجوید کی کتاب ہے۔ رسم قرآنی کی اہمیت پر فرمایا ہے کہ خط عثمانی کی رعایت واجب ہے، اس کے خلاف قرآن کی کتابت گناہ ہے، اس رسم کی مخالفت کرنے والے مستحق عذاب ہوں گے اور ایک غلط کام کے مرتکب ہوں گے۔

نیز فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تھی تو آپ کاتب کو طلب فرماتے اور اس کی کتابت کا حکم فرماتے اور حکم فرماتے کہ اس حرف کو اس طرح لکھو اور اس کو، اس طرح لکھو اور یہ سب جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے ہوتا تھا۔ [2]

(۴۲) خزانۃ الرسوم

تالیف شیخ خواجہ محمد بن ملا عبد الرحیم۔

اپنی اس کتاب میں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتابت کو انسانی صنعتوں میں عظیم المنفعت قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا۔

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

علماء کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ علماء اور قراء پر واجب ہے کہ رسم مصحف کا علم حاصل کریں، اس کی اتباع کریں اور اس سے ہرگز تجاوز نہ کریں کیونکہ یہ رسم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امین تھے، کسی کو اس کی مخالفت جائز نہیں۔ کیونکہ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مطابق اور آپ کے امر و املاء سے لکھا ہے۔ چنانچہ کسائی وغیرہ سے منقول ہے کہ خط مصحف میں عجائب و غرائب ہیں جس کے سامنے عقلاء کی عقول حیران ہیں اہل بلاغت کے شہسواروں کے افکار عاجز ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح الفاظ قرآن معجز ہیں اسی طرح رسم قرآن خارج عن طاقۃ البشر ہے۔ [3]

---

(۱) COR.P. 12 Blaseher (۲) مقدمہ افضل الدرر ص ۳۔ (۳) مقدمہ افضل الدرر ص ۴

(۴۳) تاریخ القرآن

تالیف علامہ مفتی شیخ عبد اللطیف رحمانی

اپنی اس کتاب میں بحوالہ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ طبقات القراء میں ہے کہ کلام اللہ کو آنحضرت ﷺ نے بغیر کسی زیادتی کمی کے پہنچایا، اور اس کا کاتبین وحی پر املاء کرایا ہے، اس طرح آپ کی رسالت کی ذمہ داری تکمیل پذیر ہوتی ہے۔ (۱)

(۴۴) عنوان الدليل في مرسوم خط التنزيل

تالیف ابو العباس مراکشی۔ الشہیر ابن البناء (المتوفی ۷۲۱ھ) رسم قیاسی سے ہٹ کر جن کلمات کا رسم پایا جاتا ہے ان کی کتابت پر پوشیدہ اسرار و حکم بیان کئے گئے ہیں اور یہ بات کہی گئی ہے کہ کلمات کی رسم کا یہ اختلاف خاص معانی و اشارات پر مبنی ہے۔ (۲)

(۴۵) ارشاد القراء والكاتبين

تالیف ابو عید رضوان المخللاتی۔ رسم و ضبط دونوں پر عمدہ کتاب ہے

(۴۶) رسم المصاحف- دراسةٌ لغويةٌ تاريخيةٌ (رسالۃ ماجستیر)

تالیف غانم قدوری الحمد۔ مدرس فی کلیہ الشریعہ جامعۃ بغداد۔ مشتمل بر ۸۲۲ صفحات۔

(۴۷) كتاب البديع في الهجاء (مخطوط دار الکتب المصریہ)

تالیف ابو عبد اللہ محمد بن یوسف۔ مولود ۳۷۹ھ متوفی ۴۴۲ھ

(۴۸) مختصر مارَسِمَ في المصحف الكريم (مخطوط دار الکتب المصریہ)

تالیف ابو طاہر عقیلی متوفی ۶۲۳ھ

(۴۹) کتاب الابریز۔ مطبوع ۱۳۰۶ھ

تالیف احمد بن المبارک، ملفوظات ہیں جو وقت کے بہت بڑے ولی صاحب الکشف سید عبد العزیز الدباغ کی رسم عثمانی سے متعلق تشریحات و نکات پر مبنی ہیں اور علمی شان رکھتے ہیں۔

(۵۰) تا (۵۵) رسم کی کچھ انتہائی قدیم کتب

الفہرست لابن ندیم کے مصنف علامہ ابو اسحق الندیم م ۳۸۵ھ اپنی کتاب میں بہت سی رسم کی کتب کے نام درج کر رہا ہے جو رسم کی اولین کتب شمار کی جاسکتی ہیں۔

(۵۰) کتاب اختلاف المصاحف الشام و الحجاز و العراق از امام ابن عامر الشامی یحصبیؒ

(۵۱) اختلاف مصاحف اہل المدینۃ و اہل الکوفۃ واہل البصرۃ از امام کسائیؒ

---

(۱) مقدمہ افضل الدرر ص ۵ (۲) البرہان للزرکشی ج ۱ ص ۳۸۰۔

(۵۲) کتاب المصاحف از ابوبکر محمد بن حسن بن مقسم بن یعقوب" م ۳۶۲ھ

(۵۳) اختلاف اہل الکوفۃ و البصرۃ و الشام فی المصاحف از امام فراء النحوی"

(۵۴) کتاب المصاحف و جمیع القراء ات از مدائنی" -

(۵۵) کتاب اختلاف المصاحف از محمد بن عبدالرحمٰن الاصفہانی" -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1 اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَوْصُوْلاً کَمَا اَمَرَا
مُبَارَکًا طَیِّبًا یَسْتَنْزِلُ الدِّرَرَا

ت: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ جیسا کہ اس نے حکم فرمایا ہے۔ اس حال میں کہ یہ تعریفیں مقبول ہیں مبارک ہیں طیب ہیں دودھ والی نعمتوں کے نزول کا باعث ہوتی ہیں۔"

ف: اَلْحَمْدُ میں لام تعریف بمعنی تمام۔ مَوْصُوْلاً" مُبَارَکًا' طَیِّبًا تینوں اَلْحَمْدُ سے حال ہیں۔ کَمَا اَمَرَا اس میں اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

یَسْتَنْزِلُ الدِّرَرَا۔ یعنی اللہ کی حمد و شکر باعث خیر و برکات ہوتی ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ قَوْلِہِ الدِّرَرُ دِرَّۃٌ کی جمع دودھ کی کثرت۔ یا بمعنی بارش

2 ذُوالْفَضْلِ وَالْمَنِّ وَالْاِحْسَانِ خَالِقُنَا
رَبُّ الْعِبَادِ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ قَهَرَا

ت: وہ فضل و انعام و احسان والا ہمارا خالق ہے بندوں کا رب وہ اللہ ہی ہے جو ہر چیز پر غالب ہوا ہے۔

3 حَیٌّ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ وَالْکَلَامُ لَهٗ
فَرْدٌ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ مَا اَرَادَ جَرٰی

ت: اللہ تعالیٰ حَیّ' عَلِیْم قدیر ہے اور کلام بھی اس کی صفت ہے' واحد ہے سمیع بصیر ہے' جو کچھ وہ ارادہ فرمائے وہی ہو جاتا ہے۔"

ف: سلف صالحین کی ایک بہت بڑی جماعت نے اللہ تعالیٰ کی صفات اَزَلِیَّہ کے عقیدہ پر اہل السنۃ و الجماعت کی بنیاد رکھی ہے۔ ان صفات ازلیہ کو ناظم نے بیان فرمایا یعنی حیات' علم' قدرت' کلام' توحید' سمع' بصر اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔

یہ صفات قائم بالذات ہیں۔ لا عین ولا غیر۔

نیز سلف (ابو الحسن اشعریؒ وغیرہ) نے فرمایا' علم باری واحد ہے' جو جمیع معلومات پر محیط ہے خواہ از قبیل مستحیل ہو یا!

قبیل جائز، واجب ہو، موجود ہو یا معدوم- اسی طرح اس کی قدرت تمام ممکن الوجود ممکنات پر محیط ہے- اور اس کا ارادہ ایک ہے جو تمام ان اشیاء سے متعلق ہے جو اختصاص کو قبول کر سکیں-

اس کا کلام ایک ہے امر، نہی، خبر، استخبار وعدہ، وعید سب کو شامل ہے فرق صرف اعتباری اور تعبیراتی ہے، نفس کلام میں کوئی تعدد نہیں- عبارتیں، اور الفاظ منزلہ علی لسان الملائکۃ الی انبیاء علیہم السلام کلام ازلی پر دلالات ہیں، نفس کلام ازلی نہیں اور دلالات مخلوق اور حادث ہیں جب کہ مدلول قدیم ازلی ہے- اسی طرح فرق، قرآءت اور مقروء، میں تلاوت اور متلو میں، ذکر اور مذکور میں فرق کی طرح ہے یعنی ذکر حادث اور مذکور قدیم ہے-

معتزلہ کا اس پر اتفاق ہے کہ کلام باری تعالیٰ حادث اور مخلوق ہے- کیونکہ کلام حروف و صوت کا نام ہے حرف و صوت کے مماثل مصاحف میں جو کچھ ہے وہ اسی حرف و صوت حادث کی حکایت ہے- اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ ارادہ، سمع بصر قائم بذاتہ معانی نہیں ہوتے-

کتاب عقیلہ، کتاب عقائد نہیں، لیکن ناظمؒ قرآن کے کلام اللہ ازلی ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تنبیہہ کر رہے ہیں کہ سلف کا عقیدہ صحیحہ یہ ہے اور اشارہ ہے کہ رسم و نقوش، جو دال علی الکلام ہیں یہ دال علی الکلام الذاتی ہیں جو ازلی ہے تو رسم و نقوش بھی لوح محفوظ کے مطابق ہیں اور شان ازلیت کے حامل ہیں-

4 اَحْمَدُہٗ وَھُوَ اَھْلُ الْحَمْدِ مُعْتَمِدًا
عَلَیْہِ مُعْتَصِمًابِہٖ وَمُنْتَصِرًا

ت: میں اس کی حمد کرتا ہوں دراں حالیکہ وہی حمد کا اہل ہے، اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اسی کو سہارا پکڑتے ہوئے اور فتوحات حاصل کرتے ہوئے-

5 ثُمَّ الصَّلَاۃُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اَشْیَاعِہٖ اَبَدًا تَنْدٰی نَدًا عَطِرًا

ت: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ رحمتیں ہوں محمد (ﷺ) پر اور آپ کے متبعین پر، جو عطر والی بارش کی طرح برسا کریں-"

ف: اَلصَّلَاۃُ، اللہ تعالیٰ کے کلام میں بمعنی رحمت کاملہ ہے اور انسانوں کے کلام میں بمعنی دعا- عبد الرحمن اَعْشٰی کوفی (قتلہ الحجاج ۲۰۲ھ) کی بیٹی نے جب اپنے باپ کے لیے دعا کی ع

یَارَبِّ جَنِّبْ اَبِی الْاَنْصَابَ وَالْوَجَعَا

ترجمہ: اے رب میرے والد کو مصیبتوں اور دکھوں سے محفوظ رکھنا-"

تو اعشی نے کہا:

عَلَيْكِ مِثْلُ الَّذِيْ صَلَّيْتِ فَاغْتَمِضِيْ
نَوْمًا فَإِنَّ لِجَنْبِ الْمَرْءِ مُضْطَجَعًا

ترجمہ: جس طرح نے تو نے مجھے دعا دی، تو بھی اس کی مستحق ہو، نیند کے لیے اب تو آنکھیں بند کر لے، کیونکہ کروٹ پر لیٹنے میں انسان کے لیے آرام ہے۔"

6 وَبَعْدُ فَالْمُسْتَعَانُ اللّٰهُ فِيْ سَبَبٍ
يَهْدِيْ إِلٰى سَنَنِ الْمَرْسُوْمِ مُخْتَصَرًا

ت: اور حمد و صلاۃ کے بعد، پس اللہ تعالیٰ ہی ہے جس سے مدد کی درخواست کی جاتی ہے اس علمی سبب میں جو راہنمائی کرتی ہے رسم کے اصول کی طرف مختصر طریقہ سے۔"

ف: سَبَبٌ ہر وہ طریقہ جس سے کسی مقصود کو حاصل کرنے میں مدد لی جائے اسباب اس کی جمع ہے قال اللہ تعالی وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ○

اَلسَّنَنِ طریقہ نہج۔ جہت۔ اِسْتَقَامَ فلانٌ على سَنَنٍ وَاحِدٍ یعنی علی طریقۃٍ واحدۃٍ مَرَّ السَّهْمُ عَلٰى سَنَنِهٖ ای فی طریقہ۔ سِنَنٌ، سُنَنٌ، سُنُنٌ۔ سب طرح صحیح ہے۔[1]

7 عِلْقٌ عَلَائِقُهُ أَوْلَى الْعَلَائِقِ إِذْ
خَيْرُ الْقُرُوْنِ أَقَامُوْا أَصْلَهُ وَزَرَا

ت: یہ رسم ایک اعلیٰ چیز ہے کہ جس کی وابستگی تمام مشاغل سے بہتر ہے۔ کیونکہ اس کے اصول کو خیر القرون نے ایک مرجع کے طور پر قائم کیا ہے۔"

ف: عِلْقٌ نفیس اور عمدہ چیز۔ اَعْلَاق جمع۔ عَلَائِق (پہلا لفظ) مفرد ہے بمعنی تعلق، وابستگی۔ عَلَائِق (دوسرا) عِلَاقَة کی جمع ہے ذہنی اور قلبی وابستگی والے مشاغل مثلاً تجارت، تعلیم، اختراع و ایجاد وغیرہ۔

خیر القرون۔ حدیث میں ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ (متفق علیہ)

مراد آنحضرت ﷺ، خلفاء راشدین اور ان کے ہم عصر صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہ۔

حدیث کے لفظ قرنی میں بعض شراح نے بہت لطیف اشارہ دیا ہے کہ اس لفظ سے خلافت راشدہ بالترتیب ثابت ہوتی ہے۔ قاف سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ راء سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نون سے مراد حضرت عثمان

---

(۱) والسنن بتثلیث السین وفتح النون وبضم السین والنون بمعنی الطریق (دلیل الحیران ص ۷)

رضی اللہ عنہ اور یاء سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہیں۔
وَالْقَرْنُ اَہْلُ کُلِّ زَمَانٍ۔ وَزَرٌ۔ مَلْجَاء۔ مرکز پناہ گاہ۔
یعنی رسم کے تمام مسائل کسی کی ایجاد نہیں بلکہ اس کی بنیادیں بہت گہری ہیں، تمام اصول و فروع اولاً آنحضرت ﷺ کے روبرو کتابت قرآن کے ضمن میں، پھر خلافت صدیقی میں اور پھر خلافت عثمانی میں قائم و منضبط ہوئے، تمام صحابہ نے اجماع فرمایا۔ اور تابعین نے اس رسم کو رواج دیا اور تمام مصاحف اسی رسم میں لکھے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بعد والے ادوار میں تا قیامت تمام مسلمان اسی رسم قرآنی کا اتباع کریں۔

8 وَكُلُّ مَافِيهِ مَشْهُورٌ بِسُنَّتِهِ
وَلَمْ يُصِبْ مَنْ اَضَافَ الْوَهْمَ وَالْغِيَرَا

ت: اور تمام وہ اصول جو اس رسم میں ہیں وہ آنحضرت ﷺ کی سنت ہونے کے ساتھ مشہور ہیں۔ جس نے اس رسم کو وہم و تغیر کی طرف منسوب کیا ہے اس نے کوئی درست بات نہیں کہی۔"

ف: یعنی رسم کا پورا فن اپنی روایت و نقل کے ساتھ مشہور ہے اور سنت کی طرح ماثور ہے لہٰذا امت میں اجماعی ہے اور شہرت اور کثرت ناقلین و حافظین کے ہوتے ہوئے یہ بات کس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ کہہ دیا جائے کہ نقل میں وہم و تبدیلی آئی ہے۔

شعر سے دو باتیں مفہوم ہیں ایک یہ کہ موجودہ رسم ان بہت سی قرآءتوں کو ظاہر نہیں کرتا جو کہ دیگر مصاحف (مثلاً صحف عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، عائشہ و علی رضی اللہ عنہم وغیرہ) میں تھیں[1] لہٰذا ان کے اعتبار سے تغیر پائی جاتی ہے۔

دوسری یہ کہ بہت سے کلمات مکتوب فی المصاحف العثمانی میں قیاسی رسم کے برخلاف لکھے ہوئے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ صحابہ کتابت کے اصولوں سے پوری طرح واقف نہ تھے لہٰذا وہم کا شکار ہوئے۔ چنانچہ ابن خلدون جو ناظم کے زمانہ کے اعتبار سے گو مابعد میں ہوا ہے[2] لیکن اس کی رائے کسی نہ کسی درجے میں زمانہ ناظم میں بھی موجود تھی۔

ناظمؒ نے ان دونوں کو رد کیا ہے۔ جن قرآءتوں کے مشتمل نہ ہونے کو کہا جاتا ہے، وہ شاذہ ہیں جن کا بہ نیت تلاوت پڑھنا یا پڑھانا جائز نہیں، ان کی حیثیت اخبار احاد سے زیادہ نہیں اور باجماع صحابہ منسوخ ہو گئیں اور نہ وہ عرضہ اخیرہ کے مطابق ہیں۔ دوسری بات کا رد واضح ہے کہ یہ تمام رسم بوجہ ناواقفیت کتابت کے نہیں بلکہ منزل من السماء ہے، آنحضرت

---

(۱) ہمارا کلام مختصر ہے اس میں وہ شیعہ بھی داخل ہیں جو کہتے ہیں قرآن مکمل نہیں اور موجودہ دور کے وہ مستشرقین بھی داخل ہیں جو قراءات شاذہ کی کتابیں پڑھ کر شور مچا رہے ہیں کہ متن قرآنی صحیح مرتب نہیں ہوا تفصیل کے لئے ڈاکٹر عبدالفتاح اسماعیل شلبی کی "رسم المصحف العثمانی" ملاحظہ ہو۔ (۲) علامہ شاطبی م ۵۹۰ھ مطابق ۱۱۹۴ء ابن خلدون م ۸۰۸ھ مطابق ۱۴۰۶ء

ﷺ اور جبرئیل امین اور ان سے اوپر اللہ تعالیٰ اس رسم سے راضی تھے۔ زمانہ وحی کا تھا' اگر رسم غلط ہوتی تو من جانب اللہ' اس رسم کو کبھی جاری نہ رہنے دیا جاتا' یہی عصمت انبیاء ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام فن منقول ہے۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ○ (حم السجدہ: ۴۲)

ترجمہ: اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔

بہرحال یہ بات ناقابل تردید ہے کہ ناظم علیہ الرحمتہ کا عقیدہ یہ ہے کہ رسم قرآن "توقیفی' اور سماعی۔" ہے اور سنت ہے یعنی منسوب الی النبوۃ ہے (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) سنت کی تین قسمیں ہیں۔ قولی' فعلی تقریری۔ لہٰذا یا سنت قولی ہے کہ ہر لفظ کی کتابت' ہیئت کتابت کے ساتھ آپ نے کرائی ہے اور کم از کم سنت تقریری ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

9 وَمَنْ رَوٰى سَتُقِيْمُ الْعُرْبُ اَلْسُنُهَا
لَحْنًابِهٖ قَوْلَ عُثْمَانٍ فَمَا شُهِرَا

ت: جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ سَتُقِيْمُ الْعُرْبُ اَلْسُنُهَا لَحْنًابِهٖ (عربوں کی زبانیں اس لَحْن کو ضرور ٹھیک ٹھاک کرلیں گی جو اس رسم میں ہے) مگر سند سے یہ قول مشہور نہیں ہے۔"

ف: یعنی جب مصاحف عثمانی تیار ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے لائے گئے تو فرمایا۔ تم نے اچھے عمدہ طریقہ پر کام کو انجام پہنچایا ہے' اور اس رسم میں جو غلطیاں ہیں مجھے ان کے متعلق یقین ہے کہ اہل عرب کی زبانیں ان میں مبتلا نہ ہوں گی بلکہ صحیح رہیں گی۔

اس روایت کے پیش نظر' حضرت ناظم کے قول بالا پر اعتراض ہوتا ہے کہ "رسم تمام تر محفوظ اور سنت کی روشنی میں ثابت ہے۔"

شاطبی اس کا پہلا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے غیر مشہور ہے اور منکر[1] کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ سند میں اضطراب ہے چنانچہ اس کے راوی ابن یعمر اور عکرمہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں کیونکہ لقاء ہی نہیں ہے۔

دوسرے عقلاً یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے کتاب اللہ میں ان غلطیوں کو دیکھا تو کیوں باقی رہنے دیا۔ ان کو کیا مجبوری تھی وہ اس بورڈ کے ارکان کو (جو مصاحف کی تیاری کے واسطے بنا تھا) حکم دیتے کہ تمام مصاحف میں

---

(۱) اصول حدیث میں منکر ایک اصطلاح ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں اگر ضعیف راوی دوسرے ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو ضعیف کی روایت کو منکر اور اس کے بالمقابل ثقہ کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔

ان اغلاط کی اصلاح کرو۔ کیونکہ معاملہ کتاب اللہ کا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی دیانت داری اور ذمہ داری کا بھی معاملہ تھا کہ قیامت تک کے مسلمانوں کو وہ جس شاہراہ پر چلا رہے ہیں اس میں اغلاط کیوں باقی رہنے دی جائیں۔

مصاحف کی تعداد اور لکھنے والے حضرات کا ذکر آگے آتا ہے۔

10 لَوْ صَحَّ لَاحْتَمَلَ الْإِيمَاءَ فِيْ صُوَرٍ
فِيْهِ كَلَحْنِ حَدِيْثٍ يَنْثُرِ الدُّرَرَا

ت: بالفرض اگر یہ قول صحیح بھی ہو تو احتمال ہے کہ لفظ لحن کے معنی رسم میں کچھ صورتوں کی طرف اشارہ کے ہوں۔ چنانچہ لحن حدیث وہ کلام ہوتا ہے۔ جو گویا موتی بکھیرے۔"

ف: یہ دوسرا جواب ہے کہ اگر اس روایت کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا ضروری ہے کہ لفظ لحن کے معنی غلطی کے ہی لیے جائیں؟ حالانکہ اس لفظ کے معنی اشارہ کے بھی ہوتے ہیں اشاراتی گفتگو کو لحن الحدیث کہا جاتا ہے۔

موسیٰ جار اللہ نے عقیلہ کی شرح میں شاطبی پر اعتراض کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ قول عثمان رضی اللہ عنہ میں لحن کے معنی اشارہ کے لینا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے سَتُقِيْمُ آ رہا ہے جس کے معنی ہیں "درست کریں گی۔" لحن بمعنی اشارہ کو درست کرنے کے مفہوم سے کوئی مناسبت نہیں۔ لحن بمعنی غلطی کے ساتھ ہی اس کا مفہوم درست رہتا ہے۔

ہمارے خیال میں شاطبی پر اعتراض بے جا ہے، لحن بمعنی غلطی ہو تو اس کے مناسب سَتُقِيْمُ کا مفہوم درست کرنا ہی لیا جائے گا۔ لیکن لحن بمعنی اشارہ ہو تو سَتُقِيْمُ کے معنی قائم رکھنے کے کیے جائیں گے۔ مطلب بہت عمدہ اور واضح یہ ہے کہ دور عثمانی کے تیار شدہ مصاحف، قراء ات سبعہ متواترہ پر مشتمل تھے۔ آگے کتاب میں صدہا الفاظ آئیں گے۔ کہ ان کے رسم میں شمول قراء ات کی رعایت کی گئی ہے ان الفاظ کی رسم میں شمول قراء ات کا بطور خاص اہتمام ہے، ہوا یہ ہے کہ ایک قراء ات پر وہ رسم حقیقۃً منطبق ہے تو دوسری پر اشارۃً اور تقدیراً مشتمل ہے۔

مثلاً وَمَا يُخٰدِعُوْنَ۔ وَإِذْ وٰعَدْنَا۔ خَطِيْئٰتُهُ فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ۔ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ۔ دِفٰعُ اللّٰهِ۔ فَرِهٰنٌ۔ طٰئِرًا۔ عَقَدَتْ اَيْمٰنُكُمْ ۔ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ مَسَّهُمْ طٰئِفٌ۔ اَنْ يَعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ، وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ۔ نَفْسًا زَكِيَّةً۔ لَتَخَذْتَ۔ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ۔ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ۔ فِيْهَا سِرٰجًا ۔ وَلَا تُصَعِّرْ۔ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ ۔ بِقٰدِرٍ عَلٰى ۔ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ۔ خِتٰمُهُ مِسْكٌ، عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ۔ وغیرہ۔

مذکورہ تمام کلمات میں حذف الفات شمول قراء ات کے لیے ہے۔ جن کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "مجھے امید ہے کہ عرب کی زبانیں ان اشارات کو قائم رکھیں گی۔"

قول عثمانی کی یہ تشریح ان لوگوں کے رد میں بھی واضح ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختلاف

قراء ات کو ختم کرتے ہوئے ایک ہی قراء ات پر تمام امت کو جمع کر دیا تھا۔

11 وَقِيلَ مَعْنَاهُ فِي اَشْيَاءَ لَوْقُرِئَتْ
بِظَاهِرِ الْخَطِّ لَا تَخْفٰى عَلَى الْكُبَرَا

ت: اور کہا گیا ہے کہ قول عثمانی کے معنی ان چیزوں (لفظوں) کے بارے میں ہیں کہ اگر ان کو ظاہر رسم الخط کے مطابق پڑھا جائے تو (غلط ہو گا اور) بڑے لوگوں پر وہ چیزیں مخفی نہ رہیں گی۔"

12 لَاْ اَوْضَعُوْا وَجَزٰؤُا الظّٰلِمِيْنَ لَاْ اَذْ
بَحَنَّهٗ وَبِاَيْىدٍ ۔ فَافْهَمِ الْخَبَرَا

ت: جیسے وَلَا اَوْضَعُوْا اور جَزٰؤُا الظّٰلِمِيْنَ اور لَا اَذْبَحَنَّهٗ اور بِاَيْىدٍ پس اس روایت کے معنی کو سمجھ لو۔"

ف: یعنی قول عثمانی کی ایک تشریح یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ لحن کو غلطی ہی کے معنی میں لیا جائے مگر اس قول کا مفہوم و مقصد اس طرح متعین کیا جائے کہ رسم قرآنی میں بعض کلمات کا رسم بالکل خلاف معہود پایا جاتا ہے' اور اگر ان کلمات کو رسم کے مطابق پڑھا جائے تو یقیناً غلط ہو مگر رسم کا معاملہ توقیفی ہے' من جانب اللہ ہے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے خاص رسم پر ان کو لکھا گیا' وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔ (آل عمران: ۷) (ترجمہ) حالانکہ مراد اصلی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔

اس قسم کے کلمات کے رسم کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب ہوا۔ مجھے امید ہے کہ اہل عرب (ماہرین) کی زبانیں اس خلاف ظاہر رسم کو درست ہی رکھیں گی' اور مرسوم کے مطابق غلط تلفظ نہیں کریں گی۔"

ایسے الفاظ مثلاً وَلَاْ اَوْضَعُوْا[1] جس میں لام الف کے بعد مزید الف لکھا ہے کیونکہ لام تاکید مراد ہے لا نافیہ مراد نہیں ہے۔

اسی طرح سورۃ الحشر آیت ۱۷' جَزٰؤُا الظّٰلِمِيْنَ کا رسم قرآنی اس طرح تھا۔ کہ لفظ جزا کا الف مرسوم نہ تھا' الف کے بعد والا ہمزہ متطرفہ بشکل واؤ مرسوم تھا اور اس واؤ کے بعد الف فاصل لکھا گیا' جو قیاسی رسم میں فعل جمع کی واؤ کے بعد لکھا جاتا ہے۔

حالانکہ قیاسی رسم کا تقاضا یہ تھا کہ ہمزہ نہ لکھا جاتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہمزہ متطرفہ بعد الالف نہیں لکھا جاتا' اور اگر

---

(۱) قال الداني: وفي براءة كتبوا في بعض المصاحف (ولا وضعوا) بغير الف' وفي بعضها (ولا اوضعوا) بالالف۔ (المقنع ص ۹۴)

بشکل واؤ لکھا ہی گیا تھا تو الف فاصل لکھا جانا مزید محل تعجب، کیونکہ نہ یہ فعل ہے اور نہ واؤ جمع، مگر رسم قرآنی زمانہ نبوی ﷺ سے یونہی چلا آیا تھا لہذا کاتبین مصاحف نے باقی رکھا۔

ایسے ہی سورہ النمل آیت ۲۱، لَاَاْذْبَحَنَّهٗ میں بعینہ وہی صورت رسم ہے جو اوپر وَلَاَاْوْضَعُوْا میں گذری۔

سورۃ الذاریات آیت ۴۷، وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ میں رسم ماضی کو باقی رکھتے ہوئے کاتبین مصاحف نے بِاَيْىدٍ کو یا کے دو شوشوں کے ساتھ لکھا بظاہر قیاس چاہتا ہے ایک یاء لکھی جائے یعنی بِاَيْدٍ

یہ اور اسی قسم کے متعدد کلمات ہیں مثلاً اُولٰٓئِكَ، اُولِيْ، اُولَاتِ، سَاُورِيْكُمْ میں واؤ، اِبْتَلُوا میں واؤ مع الالف، لَنْ نَّدْعُوَا، لِيَبْلُوَا میں واؤ کے بعد الف فاصل، مِائَةً، مِائَتَيْنِ میں الف کی زیادتی مِنْ تِلْقَآئِ، الْمُرْسَلِيْنَ میں یاء کی زیادتی۔ ایسے ہی مَلَائِهٖ، اَفَائِنْ وغیرہ ہیں مزید تفصیل انشاء اللہ آگے کتاب میں آتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس قسم کے رسم میں بظاہر لحن پایا جاتا ہے کیونکہ رسم کے مطابق تلفظ جائز نہیں، مگر رسم توقیفی چیز ہے عقل کو اس میں دخل نہیں، اہل عرب کی زبانیں انشاء اللہ تلفظ میں مبتلا نہ ہوں گی بلکہ تعلیم وتعلم کے سلسلہ کو قائم رکھتے ہوئے صحیح تلفظ کو قائم رکھا جائے گا۔

موسیٰ جار اللہ چونکہ رسم قرآن کو توقیفی نہیں بلکہ اصطلاحی مانتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ جواب نہایت عمدہ ہے کیونکہ مصاحف کے کاتبین (صحابہ) کو حق ہے کہ جو اصطلاحیں چاہیں مقرر کرلیں، اور چونکہ یہ رسم اصطلاح کی بناء پر ہے اس لیے اس کو غلط نہیں کہہ سکتے۔

آج کل مستشرقین میں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اس منسوب روایت کو بڑی اہمیت دی جارہی ہے کیونکہ اس سے قرآن کے جمع اور رسم پر ایک قسم کے اعتراض کا پہلو مل گیا یہ ان کے لیے فطری چیز ہے کہ تلاش میں رہتے ہیں قرآن پر طعن کرنے کا کوئی موقعہ ملے۔

اس قسم کی جو بھی روایات ہوں ان کے متعلق سیوطی کہتے ہیں:

وھذہ الاثار مشکلہ جدا بلکہ مناسب تھا کہ سیوطی کہتے۔ مُنْكَرَةٌ جداً۔ سیوطی نے اس روایت پر حسب ذیل تنقید کی ہے۔

(۱) صحابہ کے متعلق کیسے سمجھا جاسکتا ہے کہ ان کے کلام میں لحن تھا حالانکہ وہ فصاحت کے اعلیٰ معیار پر تھے۔

(۲) اس قرآن کے متعلق یہ کیسے کہا جاسکتا ہے جب کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے حفظ کیا اور مہارت پیدا کی۔

(۳) کیسے سمجھ لیا جائے کہ ان سب نے غلط کتابت پر اتفاق کیا۔

(۴) کیسے سمجھا جاسکتا ہے کہ نہ ان کو ان اغلاط پر تنبہ ہوا اور نہ انہوں نے رجوع کیا۔

(۵) کیسے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان اغلاط کی اصلاح سے منع کرتے ہیں۔
(۶) یہ کیونکر گمان کرلیا جائے کہ آنے والے ادوار میں یہ غلطیاں مستمر رہیں۔ لہٰذا یہ تمام امور عقلاً شرعاً" عادۃ " محال ہیں۔
(۷) اس روایت کی سند ضعیف، مضطرب اور منقطع ہے۔
شیخ ابن الانباری نے بھی اس قسم کے اقوال کو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔ بے حقیقت ٹھہراتے ہوئے کہا لا تقوم بها حجة، لانها منقطعة غير متصلة۔
اسی طرح دیگر علماء نے بھی یہی بات کہی مثلاً قلقشندی علامہ آلوسی محمد عبد العظیم زرقانی۔ حاصل یہ کہ بہتر یہ ہے کہ اس قسم کی روایات کو قطعاً" ناقابل روایت ٹھہرایا جائے۔

13 وَاعْلَمْ بِأَنَّ كِتَابَ اللّٰهِ خُصَّ بِمَا
تَاهَ الْبَرِيَّةُ عَنْ اِتْيَانِهِ ظُهَرَا

ت: اور یہ بات جان لو کہ اللہ کی کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ تمام مخلوق اس کے پیش کرنے سے قاصر ہے اگرچہ لوگ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔"

لغت

تَاهَ قاصر ہے عاجز ہے۔ ظُهَرٌ جمع ظَهِيْرٌ بمعنی ناصر و مددگار، اور الْبَرِيَّةُ (بمعنی مخلوق) سے حال ہے۔
ف: اشارہ کر رہے ہیں قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (الاسراء: ۸۸)
ترجمہ: کہہ دو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔
اور فرمایا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (البقرۃ: ۲۳)
ترجمہ: اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔
اور فرمایا قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (یونس: ۳۸) وغیرہ
ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو تم بھی اسی طرح کی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکو بلا بھی لو۔

معلوم ہوا کہ قرآن معجز ہے۔ وجہ اعجاز کیا ہے؟ اس کو آگے علماء کے اقوال کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے صحیح موقف کی نشان دہی کرتے ہیں۔

خُصَّ قرآن کے منجملہ مخصوص اوصاف میں سے رسم الخط بھی ہے جو صرف قرآن کے ساتھ خاص ہے فرمانا چاہتے ہیں کہ وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ اعجاز رسم قرآنی بھی ہے۔

14 مَنْ قَالَ صُرِفَتُهُمْ مَعْ حَثِّ نُصْرَتِهِمْ
وَفْرُ الدَّوَاعِيْ فَلَمْ يَسْتَنْصِرِ النُّصَرَا

ت: (اعجاز کی تشریح میں) جس نے یہ کہا کہ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے مقابلہ قرآن سے دوسری طرف پھیرا ہوا تھا' باوجودیکہ ان کی اس مقابلہ میں آنے کے لیے بہت سے اسباب باہمی نصرت کو برانگیختہ کر رہے تھے۔ (یہ نظریہ بالکل غلط ہے) اس قائل نے علمی مدد کرنے والے علماء سے مدد ہی نہیں لی ہے۔"

ف: ابو اسحاق نظام معتزلی کے نظریہ کی طرف اشارہ ہے اعجاز قرآنی کے سلسلے میں اس کا کہنا ہے کہ قرآن ایک عام فصیح و بلیغ طرز پر ضرور ہے مگر نہ ایسا کہ بلغاء عرب اس کی نظیر لانے میں عاجز ہوں' وہ ایسا کلام کہہ سکتے تھے' مگر نہیں کہہ سکے' اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرف سے پھیرے ہی رکھا۔

وہ دلیل میں قرآن کی یہ آیت پڑھتا ہے کہ

صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (التوبہ: ۱۲۷) گویا اگر اللہ تعالیٰ بلغاء عرب کو قرآن کا مقابلہ کرنے سے نہ پھیرتا تو وہ ضرور اس جیسا کلام پیش کر سکتے تھے۔

وجوہ اعجاز پر کلام کرنے والے علماء کے یہاں اس دلیل کو "دلیل صرفہ۔" کہا جاتا ہے۔

شاطبی اس نظریہ کو غلط کہتے ہیں۔

کہ اسلام کی زبان قرآن نے عرب کے بلغاء کو چیلنج کیا کہ اس کی مثال میں کوئی عرب ایک دو نہیں تمام بلغاء عرب مل کر ایک سورت لائیں' مگر وہ قاصر رہے' جنگیں ہوئی' بہادران عرب مارے گئے' ان کے گھروں میں صف ماتم بچھی' تمام کچھ بربادیوں سے پہلے ان کی مادری زبان لغت کی مہارت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ بلغاء کی اجتماعی تنظیم کو قرآن کے مقابلے میں لے آتے تاکہ نزاع آگے بڑھے ہی نہیں اور وحی کی زبان کا عربی بلاغت سے مقابلہ کر کے قصہ ختم کر دیا جائے۔ مَعْ حَثِّ نُصْرَتِهِمْ وَفْرُ الدَّوَاعِيْ کا یہی مطلب ہے۔

آگے اس قائل کو جاہل ٹھہراتے ہیں کہ اس شخص نے فصاحت قرآنی جاننے میں بلند پایہ علماء سے کچھ سیکھا پڑھا نہیں' ورنہ یہ بات منہ پر نہ لاتا۔

ابو اسحاق ابراہیم بن سیار نظام کی زندگی بصرہ میں گزری' اکابرین معتزلہ سے ہے تاریخ فکر اسلامی میں اس کو عظیم مقام حاصل ہے۔ جاحظ اس کا شاگرد ہے۔ فرقہ نظامیہ اسی کی طرف منسوب ہے نظام نے بغداد میں معتصم باللہ کی خلافت میں ۲۲۳ھ \ ۸۳۵ء میں وفات پائی۔

مع ھذا' جاحظ اعجاز قرآن کا زبردست حامی ہے اور دلیل صرفہ کا قائل نہیں ہے۔

15 كَمْ مِنْ بَدَائِعِ لَمْ تُوجَدْ بَلاَغَتُهَا
إِلاَّ لَدَيْهِ وَكَمْ طُولَ الزَّمَانِ تُرَى

ت: کتنے ہی بدائع ہیں کہ ان کی بلاغت سوائے قرآن مجید کے کہیں بھی نہیں پائی جاتی' اور کس قدر طویل زمانہ سے وہ بلاغت دیکھی جا رہی ہے (یعنی بلاغت کی دنیا میں نئے مزید اضافے مسلسل دریافت ہوتے چلے آتے ہیں)

ف: حاصل یہ کہ "قول بالصرفۃ" قول فاسد ہے خود قرآن اس کی تردید میں فرماتا ہے۔

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ (الاسراء: ۸۸)

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے مقابلہ کی قدرت سلب نہیں ہوئی تھی۔ شاطبی فرماتے ہیں کہ صدیاں گزر گئیں قرآن کی عبارت' فصاحت و بلاغت کا شاہکار مانی گئی ہے لوگوں نے یہ کہنے کے سواء چارہ نہ دیکھا کہ قرآن کی بلاغت اس قدر مضبوط اور معیاری ہے کہ سوائے قرآن کے اور کہیں دیکھنے میں آتی ہی نہیں۔

سورۃ الکوثر والا واقعہ اس کی بلاغت پر دال ہے۔ دور جاہلیت میں دستور تھا کہ حج کے موقع پر شعراء عرب اپنے اپنے کلام لکھ کر کعبہ کی دیواروں پر لٹکا دیتے تھے حج کے لیے آئے ہوئے دور دراز کے علاقوں سے فصیح و بلیغ شاعر آتے اور ان کو پڑھتے جو کلام پسند آتا اس پر حرف صاد ثبت کرتے اور جو پسند نہ آتا اس پر تنقید لکھتے۔ نزول قرآن کے دور میں ایک مرتبہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم سورۃ الکوثر لکھ کر کعبہ کی دیوار پر لٹکا دو چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسے ہی کیا۔ ایک بہت بڑے شاعر نے جب سورۃ الکوثر کو پڑھا تو اس نے سورۃ کے آگے لکھ دیا "مَا هَٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ" یہ انسان کا قول نہیں بلکہ مالک الملک کا قول ہے۔

خالد بن عقبہ نے جب قرآن کریم کو اول مرتبہ دیکھا تو ششدر رہ گیا اور بے اختیار زبان پر یہ اشعار جاری ہو گئے۔

وَاللّٰهِ اِنَّ لَهُ لَحَلَاوَةً — بخدا اس میں عجیب شیرینی ہے
وَاِنَّ عَلَيْهِ لَطَرَاوَةً — اس میں عجیب تروتازگی ہے

وَاِنَّ اَسْفَلَہٗ لَمُغْرِقٌ	اس کی جڑیں سیراب ہیں
وَاِنَّ لَاَعْلَاہُ لَمُثْمِرٌ	اور اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں
وَمَا یَقُوْلُ ھٰذَا بَشَرٌ	بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا

پس صرفہ والی بات بالکل قابل رد ہے۔ "قال القاضی ابوبکر۔ صرفہ کی بات اس لیے باطل ہے کہ اگر معارضہ فی حد ذاتہ ممکن تھا مگر قدرت نے ان کو اس سے روکے رکھا تو پھر کلام تو معجزہ ہوا بلکہ قدرت کا روکنا معجز ہوا اسی طرح کلام اللہ کو دیگر انسانوں کے کلام پر کوئی برتری نہ ہوئی حالانکہ باجماع یہ بات باطل ہے۔

بدائع بدیعہ کی جمع ہے اور اس کی بہت سی اقسام ہیں، مجاز، استعارہ کنایۃ، ارداف، تمثیل، تشبیہ، ایجاز اشارہ وغیرہ یہ سب قرآن کریم میں مستعمل ہیں۔ تفصیل کے لیے علم معانی، اور علامہ سیوطیؒ کی الاتقان دیکھی جا سکتی ہے۔

لَدَیْہِ ای لدی القران

16 وَمَنْ یَقُلْ بِعُلُوْمِ الْغَیْبِ مُعْجِزَۃً
فَلَمْ تَرٰی عَیْنُہٗ عَیْنًا وَلَا اَثَرًا

ت: اور جو یہ کہتا ہے کہ قرآن اپنے علوم غیبیہ کی وجہ سے معجز ہے تو اس کی آنکھ نے نہ کوئی انسان کامل دیکھا ہے اور نہ کسی عالم کا نقش قدم۔

ف: پہلا لفظ عَیْن بمعنی آنکھ اور دوسرا بمعنی انسان کامل۔ مطلب یہ کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کا اعجاز اخبار عن الغیوب میں ہے۔ شاطبی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا مذہب بھی باطل ہے۔

نوٹ:

حالت جزمی میں فَلَمْ تَرٰی کا الف حذف نہیں ہوا جیسے شاعر نے کہا ہے ؎
اَلَمْ یَاْتِیْکَ وَالْاَنْبَاءُ تَنْمٰی

یعنی ایک قول یہ ہے کہ کلام اللہ کا اعجاز اخبار عن الغیب کے اعتبار سے ہے مثلاً فرمایا قُلْ لِلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَھُمْ اَوْیُسْلِمُوْنَ ترجمہ: جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہہ دو کہ تم جلد ایک سخت جنگجو قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لئے بلائے جاؤ گے ان سے تم (یا تو) جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے۔ بدر کے موقع پر کفار کے متعلق فرمایا سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (القمر: ۴۵) ترجمہ: عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ اور فرمایا لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّءْیَا (الفتح: ۲۷) ترجمہ: بے شک اللہ نے اپنے پیغمبر کو سچا (اور) صحیح خواب دکھایا۔ اور فرمایا وَعَدَ اللّٰہُ

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ (النور: ۵۵) ترجمہ: جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا۔ اور فرمایا الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ (الروم: ۱-۲) ترجمہ: الم (اہل) روم مغلوب ہو گئے۔

ایسے ہی وہ آیات جو قصص الاولین پر مشتمل ہیں کہ شاہدانہ انداز میں واقعات بیان کئے گئے چنانچہ تِلۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهَاۤ اِلَيۡكَ مَا كُنۡتَ تَعۡلَمُهَاۤ اَنۡتَ وَلَا قَوۡمُكَ مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا (ہود: ۴۹) ترجمہ: یہ (حالات) منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اور اس سے پہلے نہ تم ہی ان کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم (ہی ان سے واقف تھی)

اسی طرح "اخبار عن الضمائر والمستترات" مثلاً فرمایا اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا (آل عمران: ۱۲۲) ترجمہ: اس وقت تم میں سے دو جماعتوں نے جی چھوڑ دینا چاہا۔ اور وَاِذَا جَآءُوۡكَ حَيَّوۡكَ بِمَا لَمۡ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُوۡلُوۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ لَوۡلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوۡلُ (المجادلۃ: ۸) ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا پھر جس (کام) سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے اور یہ تو گناہ اور ظلم اور رسول (اللہ) کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے اللہ نے تم کو دعا نہیں دی اس سے تمہیں دعا دیتے ہیں اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو) جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا۔ نیز فرمایا وَاِذۡ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحۡدَى الطَّآئِفَتَيۡنِ اَنَّهَا لَـكُمۡ وَتَوَدُّوۡنَ اَنَّ غَيۡرَ ذَاتِ الشَّوۡكَةِ تَكُوۡنُ لَـكُمۡ (الانفال: ۷) ترجمہ: اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ تم سے وعدہ کرتا تا (ابو سفیان اور ابو جہل کے) دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارا (مسخر) ہو جائے گا۔ اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے (شان و شوکت (یعنی بے ہتھیار) ہے وہ تمہارے ہاتھ آجائے۔ یا یہود کے متعلق پیش گوئی فرمائی گئی کہ وہ موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے۔

مگر اس نظریہ پر یہ اعتراض بجا طور پر وارد ہوتا ہے کہ وہ آیات جن میں یہ اعجاز نہیں وہ غیر معجز ہوں، حالانکہ قرآن نے ہر سورت کو معجز فرمایا ہے فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ

17 اِنَّ الۡغُيُوۡبَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ جَارِيَةٌ
مَدَى الزَّمَانِ عَلٰى سُبُلٍ جَلَتۡ سُوَرَا

ت: کیونکہ غیبی واقعات تو اللہ کے حکم سے زمانہ کی انتہا تک جاری رہیں گے۔ مگر یہ غیوب قرآن میں صرف ان راہوں پر ہیں جو چند ہی سورتوں کو (اس بلاغت میں) ممتاز و روشن کرتے ہیں۔

ف: یعنی قرآن کا چیلنج عام ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں کوئی اس جیسی سورت لا کر دکھاؤ اور مذکورہ دلیل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس سورت جیسی کوئی سورت لا کر دکھاؤ جس میں غیب کی کوئی خبر دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی ہر صورت نہیں ہے، چند محدود سورتیں ہیں۔

18 وَمَنْ يَّقُلْ بِكَلَامِ اللّٰهِ طَالَبَهُمْ
لَمْ يَحْلُ فِي الْعِلْمِ وِرْدًا لَا وَلَا صَدَرَا

ت: اور جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے ”کلام اللہ“ کا مطالبہ کیا ہے یہ شخص بھی علم میں نہ وارد ہوا ہے اور نہ ہی واپس لوٹا ہے۔

ف: یعنی لوگ کلام قرآنی کی نظیر لانے سے اس لیے عاجز ہوئے کہ ان سے مطالبہ یہ ہوا تھا کہ ”کلام اللہ“ لاؤ اور ظاہر ہے کہ وہ جب بھی کلام لاتے تو وہ کلام بشر ہوتا۔

علاوہ اس جواب کے جو آئندہ شعر میں حضرت شاطبی فرمارہے ہیں اس بات میں ایک نقص عقلاً یہ بھی ہے کہ کلام اللہ کو کلام اللہ تسلیم نہ کرنے اور اس کو کلام محمد ﷺ کہنے والوں سے یہ مطالبہ ہے کہ پھر تم بھی ایسا کلام لا کر دکھاؤ۔

پھر اس اعجاز کو اس پہلو سے بیان کرنا کہ وہ کلام لانے سے اس لیے عاجز ہوئے کہ انھوں نے کہا کہ ہم جو بھی کہیں گے وہ ہمارا کلام ہوگا وہ اللہ کا کلام کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ بات کس قدر غلط ہو گئی جس میں رابطہ ہی اول کلام سے ٹوٹ گیا ہے بات تو چلی ہی یہیں سے تھی کہ وہ اس کو کلام اللہ مانتے ہی نہ تھے۔

19 مَالَا يُطَاقُ فَفِيْ تَعْيِيْنِ كُلْفَتِهٖ
وَجَائِزٍ وَ وُقُوْعٍ عُضْلَةُ الْبُصَرَا

ت: جو چیز طاقت میں ہی نہ ہو اس کی تکلیف کو معین کرنے میں اور اس کو جائز جاننے میں اور اس کا وقوع ماننے میں اہل بصیرت کے لیے بڑی مشکل ہے۔

ف: یعنی یہ برہان بھی غلط ہے کیونکہ کلام اللہ قدیم ہے۔ کلام قدیم کو انسان حادث کہاں سے لائے؟ اس طرح تو یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو ایسے کام کا مکلف بنانا چاہتا ہے جو اس کے بس سے باہر ہے، لہٰذا نہ یہ ممکن ہے اور نہ ہی اس کا وقوع ہو سکتا ہے۔

چنانچہ قاضی ابوبکر اشعری باقلانیؒ (متوفی ۴۰۶ھ) نے کہا ہے کہ ”ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ ایسا کلام لاؤ جو ”عین کلام قدیم ہو۔“ اشعری کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کیونکہ یہ ایک ایسا مطالبہ ہوگا کہ جس کی کسی

میں طاقت ہی نہیں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا

میں تو یہ سمجھا ہوں کہ شاطبیؒ نے اعجاز قرآنی پر یہ رطب و یابس قسم کے اقوال نقل فرما کر یہ اشارہ دینا چاہا ہے کہ قرآن کے ہر کسی پہلو پر اس قسم کی غیر معیاری گفتگو کرنے والے ہر دور میں رہے ہیں۔ لہٰذا جس نے بھی رسم عثمانی میں تغیر اور وہم صحابہ (نعوذ باللہ) کا اثر قرار دیا ہے تو اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ گفتگو سے ہمیں متاثر نہیں ہونا چاہیے خواہ اس کا کہنے والا کوئی بڑا آدمی ہی ہو۔ (اظہار احمد)

قَوْلہ عُضْلَۃٌ مشکل و محال کے معنی میں ہے۔ بُصَرَا' بَصِیْرٌ' کی جمع ہے مراد اس سے علماء ہیں۔ مَا لَا یُطَاقُ میں مَا موصولہ مبتدا ہے۔ لَا یُطَاقُ صلہ ہے۔ فِیْ تَعْیِیْنِ کُلْفَتِہٖ اس کی خبر ہے اور وَجَائِزٌ اس کی خبر ثانی ہے۔ وَقُوْعِ عُضْلَۃُ الْبُصَرَا مبتداء ہے اس کی خبر محذوف ہے اور وہ یلزم ھذا القول ہے۔

20 لِلّٰہِ دَرُّ الَّذِیْ تَالِیْفُ مُعْجِزِہٖ
وَالْاِنْتِصَارِ لَہٗ قَدْ اَوْضَحَ الْغُرَرَا

ت: اللہ ہی کے لیے اس شخص کی خوبی ہے کہ جس کی تالیف اعجاز القرآن پر ہے اور جس کی تصنیف انتصار القرآن ہے حقیقت یہ ہے کہ اس شخص نے قرآن میں بڑی روشن چیزوں کو واضح کیا ہے۔

ف: ناظمؒ نے اولاً یہ فرمایا کہ رسم قرآنی آنحضرت ﷺ کے امر اور املاء سے ثابت ہے اور وہ بتعلیم سیدنا جبرئیل علیہ السلام ہے لہٰذا یہ رسم توقیفی ہے' نہ کہ جہالت کاتبین اور توہم' لہٰذا اس رسم میں کسی قسم کی تبدیلی جائز نہیں اور اس کے بعد یہ فرمایا کہ کتاب اللہ معجز ہے اور جس طرح کلام اللہ' کلام لفظی ہونے میں معجز ہے اسی طرح اس کا رسم بھی مرسوم' ملفوظ کے موافق ہے وہ محکم ہے اور جہاں موافق نہ ہو وہ متشابہ ہے اور ٹھیک اسی تقسیم کے مطابق کلام لفظی بھی کہیں محکم ہے اور کہیں متشابہ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ فِیْہِ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ (آل عمران: ۷) (ترجمہ) جس کی بعض آیات محکم[1] ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔

اس شعر میں ناظمؒ کا اشارہ شیخ قاضی ابوبکر محمد باقلانی (متوفی ۴۰۶ھ) کی تصنیف اعجاز القرآن کی طرف ہے۔ نیز اعجاز قرآن کے موضوع پر عبد القاہر جرجانی (متوفی ۴۷۱ھ) کی تصنیف دلائل الاعجاز بھی مشہور ہے۔ جرجانی نے پہلے واسطی کی

---

[1] محکمات وہ آیات ہیں جن کے ایک معنی ہیں اور صاف اور کھلے ہوئے ہیں اور متشابہات وہ آیات ہیں جن میں کئی معنوں کا احتمال ہو اور مطلب کے کئی پہلو ہوں حقیقت میں مراد تو ایک ہی معنی ہوتے ہیں مگر الفاظ اور ان کی ترکیب کچھ ایسی واقع ہوتی ہے کہ دوسرے معنوں کا بھی احتمال ہو جاتا ہے اور ایسی آیات کے معنی اپنی رائے سے نہیں کرنے چاہئے کیونکہ آیات کے معنی اپنی رائے سے کرنے پر وعید شدید آئی ہے اور لوگ اس سے گمراہ ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ متشابہات وہ آیات ہیں جن کے معنی معلوم نہیں ہو سکتے جیسے حروف مقطعات جو بعض سورتوں کے شروع میں آتے ہیں جیسے الٓمٓ اور حٰمٓ وغیرہ۔

کتاب اعجاز القرآن کی دو شرحیں لکھیں ان میں بڑی شرح کا نام المعتضد تھا اس کے بعد مستقل کتاب دلائل الاعجاز لکھی۔ نیز ایک رسالہ اسرار البلاغہ اور دوسرا المدخل فی دلائل الاعجاز بھی لکھا جو دلائل الاعجاز کے آخر میں منسلک ہے۔
اسرار البلاغہ جرجانی کی آخری تصنیف ہے جو صرف معانی و بیان میں ہے۔
بہر حال اس شعر کی توضیح میں ناظمؒ نے قاضی ابوبکر باقلانی کی مشہور اور پائیدار تصنیف اعجاز القرآن کی طرف اشارہ کیا ہے اور انتصار یا تو ان کی دوسری تصنیف کی طرف اشارہ ہے یا پھر یہ لفظ لغوی معنی میں ہے اور اس سے ان تصانیف کی طرف اشارہ ہے جو عبد القاہر جرجانی نے مختلف ناموں سے تصنیف فرمائی ہیں۔
دراصل عبد القاہر جرجانی بھی باقلانی ہی کے خوشہ چیں ہیں۔ باقلانی ہی نے پہلی مرتبہ دلیل "صرفہ" وغیرہ کی سخت تردید کی ہے۔ ہمارے زمانہ میں باقلانی کی تصنیف اعجاز القرآن' علامہ سیوطیؒ کی الاتقان کے حاشیہ میں مطبوع ملتی ہے۔
اس موضوع پر سب سے پہلے جاحظ نے قلم اٹھایا ہے لیکن عظیم کارنامہ ابوبکر باقلانی ہی کے حصہ میں آیا' چنانچہ باقلانی اعجاز القرآن کے شروع میں فرماتے ہیں:

"وقد صنف الجاحظ فی نظم القرآن کتابا لم یزد فیه علی ما قاله المتکلمون قبله ولم یکشف عما یلتبس فی اکثر هذا المعنی۔"

ترجمہ: قرآنی نظم کے موضوع پر جاحظ نے ایک کتاب لکھی، مگر اس میں وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکے کہ جو ان سے پہلے اسی موضوع پر متکلمین نے کہا تھا اور اس موضوع پر بہت سی چیزوں میں جو اشتباہات پائے جاتے تھے' وہ ان کو دور نہیں کر سکے۔

مزید

اعجاز قرآنی پر بڑے بڑے مشائخ نے تصانیف پیش کی ہیں۔
(۱) قاضی ابوبکر باقلانی، جن کے متعلق ابن العربی نے کہا ولم یصنف مثله (۲) بیان اعجاز القرآن' احمد بن ابراہیم الخطابی مطبوع دارالمعارف مصر (۳) النکب فی اعجاز القرآن' رمانی (۴) رسالة الشافیه لعبد القاهر جرجانی (۵) البرہان لابی المعالی عزیزی المعروف .شیذلہ متوفی ۴۹۴ھ ذکرہ صاحب کشف الظنون (۶) البرہان فی علوم القرآن لبدر الدین الزرکشی ج ۲ (۷) تفسیر کبیر مفاتیح الغیب لفخر الدین رازی (۸) المفتاح لابی یعقوب محمد بن علی سکاکی (۹) الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی (۱۰) البصائر ابوحیان توحیدی (۱۱) منهاج البلغاء ابو الحسن حازم بن محمد قرطاجنی۔

الغُرَرُ، غُرَّۃٌ کی جمع ہے بمعنی روشن۔

21 وَلَمْ يَذَلْ حِفْظُهٗ بَيْنَ الصَّحَابَةِ فِيْ
عُلَا حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُبْتَدِرَا

ت: قرآن مجید کو حفظ کرنے کا رواج صحابہ میں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے عالی شان دور میں ہی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قائم ہو چکا تھا۔

ف: اَلْعُلَا، عُلْيَاءُ کی جمع ہے، جو اَعْلٰی کا مونث ہے۔ مُبْتَدِرًا ابتدار سے ہے جس کے معنی سبقت کرنا، بڑھ چڑھ کر کسی کام میں ذوق و شوق سے حصہ لینا۔ بصیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طرح صحیح ہے، اسم فاعل ہے تو حِفْظٌ کی طرف نسبت مجازاً ہے یعنی حفظ، صحابہ میں بڑھ چڑھ کر آگے بڑھنے والا تھا، مطلب یہ کہ حضرات صحابہ حفظ کو بڑھ چڑھ کر اختیار کر رہے تھے۔ اور اگر صیغہ اسم مفعول ہے تو پھر نسبت مبنی بر حقیقت ہو گی یعنی حفظ کی طرف سبقت کی جا رہی تھی۔

ناظم نے اس شعر میں ان لوگوں کی تردید کی ہے جو ملحدانہ انداز میں کہتے ہیں کہ حفظ قرآن کا رواج صحابہ میں قلیل تھا، اس میں عمومیت بعد میں پیدا ہوئی۔ حالانکہ یہ عقلاً غلط ہے، وجہ یہ ہے کہ قرآن تھوڑا تھوڑا اترتا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بآسانی اس کو نزول کے ساتھ ساتھ ہی یاد کرتے چلے جا رہے تھے۔

وہ صحابہ کرام اور صحابیات جو قرآن مجید کے حافظ ہوئے۔ (۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر فاروق (۳) حضرت عثمان غنی (۴) حضرت علی (۵) حضرت ابی بن کعب (۶) حضرت زید بن ثابت (۷) حضرت ابو موسیٰ اشعری (۸) حضرت ابو درداء (۹) حضرت سالم مولی ابو درداء (۱۰) حضرت ابو خزیمہ انصاری (۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس (۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر (۱۳) حضرت عبداللہ بن زبیر (۱۴) حضرت سعید بن العاص (۱۵) حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام (۱۶) حضرت عبداللہ بن مسعود (۱۷) حضرت معاذ بن جبل (۱۸) حضرت ابو زید انصاری (۱۹) حضرت سعد بن عبادہ (۲۰) حضرت سعد بن عبید (۲۱) حضرت ابو ہریرہ (۲۲) حضرت واثلہ بن اسقع (۲۳) حضرت فضالہ بن عبید (۲۴) حضرت معاویہ بن ابی سفیان (۲۵) حضرت عبداللہ بن السائب (۲۶) حضرت عائشہ صدیقہ (۲۷) حضرت حفصہ (۲۸) حضرت ام سلمہ (۲۹) حضرت ام ورقہ بن نوفل (۳۰) حضرت حذیفہ بن الیمان (۳۱) حضرت عمرو بن العاص (۳۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (۳۳) حضرت سعد بن ابی وقاص (۳۴) حضرت طلحہ (۳۵) حضرت مجمع بن جاریہ (۳۶) حضرت انس بن مالک (۳۷) حضرت عیاش مخزومی (۳۸) حضرت عبداللہ بن عیاش مخزومی (۳۹) حضرت ابان بن سعید (۴۰) حضرت ارقم بن ابی ارقم (۴۱) حضرت ثابت بن قیس بن شماس (۴۲) حضرت شرجیل بن حسنہ (۴۳) حضرت عبداللہ بن سلام (۴۴) حضرت علاء بن الحضرمی (۴۵) حضرت حنظلہ بن الربیع (۴۶) حضرت حویطب بن عبدالعزی (۴۷) حضرت خالد بن العاص (۴۸) حضرت زبیر بن العوام (۴۹) حضرت عبداللہ

بن ارقم (۵۰) حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (۵۱) حضرت محمد بن مسلمہ انصاری (۵۲) حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ (۵۳) حضرت خالد بن ولید (۵۴) حضرت مغیرہ بن شعبہ (۵۵) حضرت یزید بن ابی سفیان (۵۶) حضرت خزیمہ بن ثابت (۵۷) حضرت جابر بن عبداللہ (۵۸) حضرت رافع بن خدیج (۵۹) حضرت سمرہ بن جندب (۶۰) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی (۶۱) حضرت نعمان بن بشیر (۶۲) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (۶۳) حضرت عبادہ بن صامت (۶۴) حضرت عبد اللہ بن سعید رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔

نوٹ: ان میں سے بعض حضرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اور بعض نے بعد میں قرآن حفظ کیا تھا۔ یہ لاکھوں اصحاب کی تعداد میں سے وہ اسماء ہیں جن کی تصریح کتب سیر و تواریخ میں ملتی ہے۔

22 وَكُلَّ عَامٍ عَلَىٰ جِبْرِيلَ يَعْرِضُهُ
وَقِيلَ اٰخِرَ عَامٍ عَرْضَتَيْنِ قَرَا

ت: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال خود بھی حضرت جبریل پر قرآن کو پیش کرتے تھے (یعنی سناتے تھے) اور کہا گیا ہے کہ آخری سال آپ نے دو مرتبہ پڑھا۔

ف: بخاری، مسلم اور نسائی کی روایت ہے:

كان جبريل يلقاه كل ليلة من رمضان حتى ينسلخ، يعرض عليه النبي صلى الله عليه وسلم القرآن۔

ترجمہ: جبرئیل علیہ السلام رمضان میں ہر رات حاضر ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن سناتے۔

اور ایک دوسری روایت جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، بخاری میں اس طرح ہے:

كان يعرض على النبي صلى الله عليه وسلم القرآن كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذي قبض فيه۔

ترجمہ: حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر سال قرآن پیش کرتے تھے اور جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا جبرئیلؑ نے دو مرتبہ قرآن پیش کیا۔

مذکورہ روایتوں میں سے پہلی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا اور دوسری میں حضرت جبرائیلؑ کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ گویا ہمارے زمانہ کے متعارف دور کی طرح تھا۔ عرف و اصطلاح میں اسی دور کو "عَرْضَۂ اَخِیرہ۔" کہتے ہیں۔ اور یہ دور کرنا سنت ہے لہٰذا قراء اور حفاظ کو چاہیے کہ اس سنت پر عمل کریں اس سے انشاء اللہ منزل پختہ ہو گی اور اگر

سارے سال یہ عمل جاری رہے تو سبحان اللہ ورنہ رمضان المبارک میں تو اس پر لازماً عمل کرنا چاہیے۔

23 اِنَّ الْیَمَامَۃَ اَھْوَاھَا مُسَیْلَمَۃُ الْ
کَذَّابُ فِیْ زَمَنِ الصِّدِّیْقِ اِذْخَسِرَا

ت: یمامہ کو مسیلمہ کذاب نے برباد کیا زمانہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ وہ خود بھی (جنگ میں) ناکام ہو گیا۔

ف: اس شعر سے اوپر اشعار میں حضرت ناظم نے قرآن کی جمع و تدوین کا وہ دور بیان کیا، جو دور نزول تھا اور یہ بتایا کہ گو وحی شدہ قرآن لکھا گیا، مگر مدار حفظ و تلاوت پر تھا اور قرآن کی حفاظت کا بڑا سامان حفظ ہی کا رواج تھا اور اب اس شعر میں جمع ثانی کو بیان کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دور صدیقی میں مسیلمہ کذاب سے مسلمانوں کی سخت جنگ ہوئی، خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے جنگی قائد تھے۔

شہر یمامہ جو نجد میں ہے، مسیلمہ کی ریشہ دوانیوں کا صدر مقام تھا اس کا قبیلہ بنوحنیفہ اس کی پشت پناہی میں پوری طرح اس کے ساتھ سرگرم تھا اور اس کی جھوٹی نبوت کو تسلیم کر چکا تھا۔ حضرت ناظم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ یمامہ والوں کو مسیلمہ نے ہر لحاظ سے بربادی سے ہم کنار کیا، پہلے انہیں مرتد کیا اور پھر اس نے ان کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں جھونک دیا جنگ شدید ہوئی اور بارہ سو مسلمان شہید ہوئے، مگر قبیلہ بنوحنیفہ اور خود اس کا یہ جھوٹا نبی ہمیشہ کے لیے بالکل تباہ ہو گئے۔ اس جنگ میں جو مسلمان شہید ہوئے ان میں اکثر وہ حضرات تھے جو قرآن کے حفاظ و قراء تھے اسی وجہ سے قرآن کریم کو جمع کیا گیا اس کو آئندہ آنے والے اشعار میں تفصیل کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں۔

مختصر تعارف خلیفتہ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ

آپ کا نام عبد اللہؓ بن ابو قحافہؓ ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے عبد اللہ بن ابو قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ، مرہ پر آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نسب مل جاتا ہے۔ باعتبار مراتب آباء دونوں ایک ہی درجہ میں ہے کیونکہ دونوں میں مرہ تک چھ چھ پشتوں کا فاصلہ ہے۔

آپؓ کی والدہ کا نام سلمیٰؓ بنت صخر بن کعب ہے یہ ابو قحافہ کی چچا زاد تھیں اور ام الخیر کے لقب سے مشہور تھیں۔ آپ کے والد ابو قحافہؓ کا نام عثمان ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو زمانہ جاہلیت میں عبد الکعبہ کہا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد اللہ رکھا۔ آپ کا نام عتیق بھی تھا مگر سیوطی اپنی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کا نام عتیق نہیں تھا بلکہ یہ آپ کا لقب تھا اس لیے کہ حدیث کے موافق نار دوزخ سے عتیق یا آزاد تھے۔

تمام امت محمدیؐ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کا لقب صدیق ہے کیونکہ آپ نے بے خوف اور بلا تامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر موقع پر تصدیق فرمائی۔

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال دو مہینے چھوٹے تھے۔ مکۃ المکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ تجارت آپ کا پیشہ تھا۔ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلیفۃ المسلمین بنے آپ کی مدت خلافت دو سال اور چار ماہ ہے وفات ۱۳ھ میں ہوئی اور آنحضرت کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

24 وَبَعْدَ بَأْسٍ شَدِيْدٍ حَانَ مَصْرَعُهٗ
وَكَانَ بَأْسًا عَلَى الْقُرَّآءِ مُسْتَعِرًا

ت: اور شدید جنگ کے بعد مسیلمہ کی ہلاکت کا وقت آن پہنچا اور یہ جنگ قاریوں کے اوپر بھڑکتی ہوئی آگ کی مانند تھی۔

ف: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسیلمہ کے نبوت کے دعوی کاذبہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فوج مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمائی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپہ سالار افواج تھے یہ جنگ کئی روز تک ہوئی اور بہت سخت خونریزی ہوئی مسیلمہ کے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا جب کہ مسلمانوں کا لشکر تیرہ ہزار پر مشتمل تھا مسیلمہ کے سترہ ہزار آدمی اس جنگ میں واصل جہنم ہوئے اور مسلمانوں میں سے بارہ سو افراد شہید ہوئے جن میں سے سات سو قراء و حفاظ تھے بالآخر مسلمانوں کو فتح مبین ہوئی، اور مشرکین کو شکست فاش ہوئی مسیلمہ کو حضرت وحشیؓ نے قتل کیا۔

مسیلمہ شقی القلب اور انتہائی ظالم تھا۔ اس نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت کا پیغام دے کر اور اپنا سفیر بنا کر حضرت خبیب بن زید مازنی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسیلمہ کذاب کے پاس روانہ کیا۔ مسیلمہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا وہ اللہ کے سچے رسول اور نبی برحق ہیں۔ مسیلمہ نے دوبارہ سوال کیا کہ میرے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں بہرا ہوں تمہاری بات میرے کانوں میں نہیں پہنچتی، مسیلمہ کذاب نے خفا ہو کر جلادوں کو حکم دیا کہ اس کا ایک ایک جوڑ کاٹتے جاؤ اور ہر ایک جوڑ کے کٹنے پر میری رسالت کا اقرار کراؤ اگر میری رسالت کی گواہی دے دے تو چھوڑ دو اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دے تو بوٹی بوٹی کر دو۔ چنانچہ جلاد حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوڑ علیحدہ کرتے اور یہ سوال دہراتے جواباً حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے رہے۔ آخر ان کے

جسم مبارک کے تین سو ساٹھ ٹکڑے کر دئے گئے لیکن حضرت خبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی پر آخر دم تک استقلال و استقامت کے ساتھ قائم رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حَانَ من الحين بمعنى الوقت- قوله مَصْرَعُهٗ یعنی بچھڑنا، کَانَ کا اسم مضمر ہے، قوله مُسْتَعِرًا مِنَ السعير یعنی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح۔

25 نَادٰى اَبَابَكْرِنِ الْفَارُوْقُ خِفْتُ عَلَى الْ
قُرَّاءِ فَادْرِكِ الْقُرْآنَ مُسْتَطِرًا

ت: حضرت فاروق نے حضرت ابوبکر کو پکار کر پر زور درخواست کی کہ مجھے قاریوں کی جان کا اندیشہ ہے لہٰذا قرآن کو لکھوا کر سنبھال لیجیے۔

ف: جنگ یمامہ میں قراء اور حفاظ کے اس قدر بڑی تعداد کے شہید ہونے پر حضرت عمر فاروق نے خلیفتہ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق سے درخواست کی کہ قرآن کو لکھ لیا جائے۔ چنانچہ کافی غور کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے ہوگئی کہ قرآن کی حفاظت کے لیے اس کو لکھوایا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لیے، دور نبوی کے سب سے بڑے کاتب وحی حضرت زید بن ثابت کی راہنمائی میں کئی ماہر صحابہ کا ایک بورڈ تشکیل دیا گیا جو کہ ایک مصحف میں قرآن کو جمع کرے۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت زید بن ثابت انصاری کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ وہ عرضہ اخیرہ کے مشاہد تھے۔ اور اسی عرضہ کے موافق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سنایا تھا یعنی مکمل قرآن کریم مع سبعتہ احرف کے بھی حافظ تھے یہ شان امتیازی اور جزوی فضیلت وہ تھی کہ اس میں وہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ممتاز تھے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ اسی لیے ناظم اگلے شعروں میں حضرت زید بن ثابت کا وصف امتیازی بیان فرماتے ہیں حالانکہ عمر میں ان سے بڑے صحابہ موجود تھے۔

مختصر تعارف خلیفتہ المسلمین حضرت عمر فاروق

آپ کا نام عمر بن الخطاب ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن زراح بن عدی بن کعب، کعب پر آکر آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

آپ کی کنیت ابو حفص تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا تھا۔ آپ ہجرت نبوی سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے لڑکپن میں اونٹوں کے چرانے کا شغل تھا جوان ہونے کے بعد عرب کے دستور کے موافق نسب دانی، سپہ گری، شہسواری اور پہلوانی کی تربیت حاصل کی۔ تجارت کا پیشہ آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ تمام غزوات میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ۱۳ھ میں آپ خلیفۃ المسلمین بنے اور دس سال چھ ماہ خلافت کی مسند پر متمکن رہنے کے بعد ۲۴ھ میں نماز فجر کی امامت کرتے ہوئے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ابو اللولو کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت صہیب رومی ؓ نے پڑھائی۔

26 فَأَجْمَعُوا جَمْعَهُ فِي الصُّحْفِ وَاعْتَمَدُوا
زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ الْعَدْلَ الرِّضٰى نَظَرَا

ت: چنانچہ سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ قرآن کو صحفیوں میں جمع کیا جائے اور اس کام کے لیے سب نے حضرت زید بن ثابت ؓ پر اعتماد کیا، جو بڑے منصف مزاج، اور نظر و فکر کے اعتبار سے بڑے پسندیدہ آدمی تھے۔

ف: یعنی حضرت ابوبکر ؓ، عمر ؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس بات پر اتفاق کیا کہ قرآن کو صحیفوں میں جمع کیا جائے اور اس کام کے لیے سب کی نگاہ انتخاب حضرت زید بن ثابت ؓ پر پڑی کیونکہ وہ بڑے ہی اخلاق حمیدہ اور اوصاف جلیلہ کے مالک تھے۔

مصحف اور صحیفہ یہ الفاظ جب مفسرین کے یہاں استعمال کیے جاتے ہیں تو ان کا ایک اصطلاحی مفہوم معتبر ہوتا ہے۔ لفظ مصحف کی جمع مصاحف ہے اور صحیفہ کی جمع صحف اور صحائف آتی ہے۔ مصحف وہ کتاب یا مجموعہ ہے جس میں متعدد رسائل اور اوراق (صحیفے) جمع ہوں جیسے کہ قرآن کریم کے لیے ارشاد فرمایا گیا فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ اور ارشاد ہے إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُوْلٰى ○ صُحُفِ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى ○ مفسرین کی اصطلاح میں لفظ مصحف کا اطلاق قرآن کریم کے واسطے مخصوص ہے۔

قرآن کو مصحف کہنے کی وجہ تسمیہ

جب قرآن اوراق میں مدون ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے صحابہ کرام ؓ سے رائے طلب کی کہ اس کا نام تجویز کیا جائے مختلف تجاویز کے بعد بالآخر اس کا نام مصحف رکھا گیا چنانچہ علامہ جلال الدین السیوطی ؒ نے ابن اشتہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے رائے طلب کی کہ اس کا نام تجویز کیا جائے کسی نے "السفر" تجویز کیا آپ ؓ نے فرمایا یہ نام تو یہود رکھتے ہیں۔ بالآخر "مصحف" نام رکھنے پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب اللہ کو مجتمع کر کے اس کا نام مصحف رکھا۔

وقولہ نَظَرَا

نظروں میں وہ پسندیدہ تھے، یہ تمیز ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور الرِّضٰی ممیز ہے۔

مختصر حالات حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو سعید اور ابو خارجہ اور نام زید بن ثابت ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے کہ زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوزان الخزرجی النجاری۔ آپ قرآن حکیم کے معلم اور علم فرائض کے ماہر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی تھے۔ آپ کے والد ہجرت سے قبل اوس اور خزرج کے درمیان ہونے والی لڑائی جنگ بعاث میں قتل ہو گئے تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم المدینہ المنورہ تشریف لائے تو حضرت زید تیرہ سال کے تھے آپ بڑے ذہین اور شریف الطبع تھے۔ اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہود سے فن خط و کتابت اور سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا جس میں انہوں نے بہت جلد مہارت حاصل کر لی۔ آپ نے بدر و احد کے علاوہ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سریر آرائے مسند خلافت ہوئے تو انہوں نے جمع قرآنی کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہی مامور کیا چنانچہ آپ نے انتھک محنت سے قرآن کو پہلی مرتبہ کتابی صورت میں جمع فرما دیا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بھی آپ کے حفظ، دین داری اور امانت اور حسن کتابت پر اعتماد کیا گیا اور مصحف صدیقی کی جو متعدد نقول تیار ہوئیں اس عظیم کام پر بھی آپ ہی کو مقرر فرمایا گیا۔

آپ سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ جیسے ممتاز صحابہ و تابعین کی جماعت نے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ جب کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، آپ کے صاحبزادے خارجہ، مروان بن حکم، عبید بن سباق، عطاء بن یسار، بشیر بن سعید، طاؤس، عروہ اور دیگر کثیر مخلوق نے علم حدیث حاصل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے دور خلافت میں حج کے لیے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ میں آپ کو اپنا نائب مقرر فرماتے تھے۔ آپ نے ۴۵ھ میں وفات پائی۔

27 فَقَامَ فِيهِ بِعَوْنِ اللّٰهِ يَجْمَعُهُ
بِالنُّصْحِ وَالْجِدِّ وَالْحَزْمِ الَّذِىْ بَهَرَا

ت: پس اس کام میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سرگرمی سے لگ گئے یہ کام انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر کیا، وہ قرآن کو بڑی خیر خواہی، کوشش اور ایسی ہوشیاری سے جمع کر رہے تھے کہ یہ ہوشیاری ہر شان پر غالب تھی۔

ف: جمع کی صورت یہ تھی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہم جو اس کے اہل تھے قرآن کریم جمع کرنے کے لیے مستعد ہوئے۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور عرضہ اخیرہ کے مشاہد تھے۔ اور

اسی عرضہ اخیرہ کے موافق آپ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سنایا تھا اور باوجود سارے قرآن مجید مع سبعۃ احرف کے حافظ ہونے کے احتیاط اور اہتمام صحت کا یہ عالم تھا کہ تمام صحابہ کرام کو حکم تھا کہ جو کچھ جس کے پاس قرآن لکھا ہوا موجود ہو وہ لا کر پیش کرے اور کم از کم دو دو گواہ بھی پیش ہوں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا گیا ہے۔ جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قرآن کریم کو لکھا بعینہ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لکھوایا۔

28 مِنْ كُلِّ اَوْجُهِهٖ حَتّٰى اسْتَتَمَّ لَهٗ
بِالْاَحْرُفِ السَّبْعَةِ الْعُلْيَا كَمَا اشْتَهَرَا

ت: ان کا یہ جمع کرنا قرآن کی تمام وجوہ قراءات کے ساتھ تھا حتی کہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا اور ساتوں معروف ادائی طریقوں کے ساتھ تکمیل پذیر ہوا۔ چنانچہ تاریخی لحاظ سے یہ بات نہایت مشہور ہے۔

ف: حضرت ناظم رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ دور صدیقی کے اس قرآنی "جمع ثانی" میں لکھنے والوں کے سامنے یہ امر پوری طرح ملحوظ تھا کہ نہ صرف قرآن کی تمام آیات اور سورتیں لکھ لی جائیں بلکہ اس طرح لکھی جائیں کہ وہ رسم الخط "عرضہ اخیرہ" کے مطابق ہو اور وجوہ قراءات پر مشتمل اور منطبق ہو اور اسی لیے رسم کو نقطوں، حرکات و جزم اور شد سے خالی رکھا گیا۔

اس مسئلہ کی مزید تشریح آئندہ ان شعروں کے ذیل میں دیکھی جائے جن کو قرآن کے اس "جمع ثالث" کے ذیل میں ہم لکھیں گے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثالث کے دور میں ہوا۔ اَلْاَحْرُفُ السَّبْعَةِ کی تشریح بھی ہم انشاء اللہ وہیں کریں گے اشارہ ہے اس حدیث مشہور کی طرف جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

ترجمہ: یہ قرآن سات حروف پر اتارا گیا ہے پس جس میں تمہیں آسانی ہو پڑھ لو

اَلْعُلْيَا ای اَلْعَالِيَةِ الْمَشْهُوْرَة

29 فَاَمْسَكَ الصُّحُفَ الصِّدِّيْقُ ثُمَّ اِلَى
الْفَارُوْقِ اَسْلَمَهَا لَمَّا قَضَى الْعُمُرَا

ت: پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان صحیفوں کو سنبھال کر اپنے پاس رکھا اور جب انہوں نے اپنی زندگی کا وقت پورا کیا تو یہ صحف حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے۔

ف: یعنی قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کر لینے کے بعد ان صحیفوں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاس

رکھا اور جب وہ رحلت فرما گئے تو ان صحیفوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت عمر فاروق کی شہادت کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس یہ صحیفے رکھے گئے جس کا تذکرہ آئندہ شعر میں کر رہے ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات ۱۷۔ جمادی الاخرہ ۱۳ھ بوقت مغرب و عشاء ہے عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ شہادت یکم محرم الحرم ۲۴ھ ہے آپکی عمر مبارک بھی تریسٹھ برس ہوئی۔

30 وَعِنْدَ حَفْصَةَ كَانَتْ بَعْدُ فَاخْتَلَفَ الْ
قُرَّاءُ فَاعْتَزَلُوْا فِيْ اَحْرُفٍ زُمَرَا

ت: اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یہ صحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے پھر جب قرآن پڑھنے والوں میں اختلاف پیدا ہوا، تو وہ کچھ حرفوں میں جماعتوں کی شکل میں الگ الگ ہو گئے۔

ف: قرآن مرسوم شکل میں ان کے سامنے نہ تھا بطور روایت بالمعنی صحیح اور منزل کلمات کی جگہ ان کے مرادف اور ہم معنی کلمات پڑھنے لگے مثلاً کسی نے كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ کو كَالصُّوْفِ الْمَنْفُوْشِ پڑھا اور کسی نے فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کی جگہ فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ پڑھا

یہ واقعہ دارالخلافہ مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل دور محاذ جنگ پر موجود ان فوجیوں میں پیش آیا جو تابعین تھے اور ماہرین قرآن میں سے نہیں، بلکہ قرآن کے نو آموز تعلیم یافتہ حضرات تھے۔ جو کوفہ یا بصرہ کی مشہور چھاونیوں میں تربیت کے زمانہ میں قرآن سیکھ کر چلے آئے تھے۔ گویا وہ کہتے تھے کہ ہماری قرآءت تمہاری قرآءت سے زیادہ صحیح ہے اور جواباً دوسری جماعت بھی یہی کہتی تھی۔ زُمَرًا، زُمْرَةٌ کی جمع ہے۔ جماعت، گروہ یا پارٹی۔

مختصر حالات ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام حفصہ رضی اللہ عنہا تھا، والد کا نام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب اور والدہ کا نام زینب رضی اللہ عنہا بنت مظعون تھا آپ نبوت سے پانچ سال قبل جب قریش تعمیر کعبہ میں مصروف تھے پیدا ہوئیں۔ آپ کے اسلام لانے کا ذکر صراحتاً مذکور نہیں لیکن اغلب امکان ہے کہ جب حضرت عمر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو آپ بھی مسلمان ہو گئیں۔ آپ کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے ہوا اور دونوں میاں بیوی نے المدینہ المنورہ کی ہجرت کی۔ غزوہ بدر میں حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کو مہلک زخم آئے اور آپ نے المدینہ المنورہ پہنچ کر وفات پائی۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے عقد فرمالیا۔ یہ نکاح ۳ھ میں ہوا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بڑی عبادت گزار، قیام اللیل اور صائم النہار تھیں۔ تعلیم و تفہیم کا بہت شوق تھا۔ لکھنا پڑھنا بھی جانتی تھیں۔ آپ سے ساٹھ احادیث منقول ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حمزہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ،

عبد الرحمٰن بن حارث مردوں میں اور صفیہ بنت ابی عبیدہ اور ام مبشر انصاریہ جیسی خواتین حلقہ تلمذ میں داخل ہیں- ابن اثیر کے مطابق آپ کا سن وفات ۴۱ھ بزمانہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہے اور ابن سعد کے مطابق شعبان ۴۵ھ میں وفات پائی اکثر ارباب سیر ثانی الذکر سال کو ہی صحیح قرار دیتے ہیں- جنت البقیع میں مدفون ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا-

31 وَكَانَ فِيْ بَعْضِ مَغْزَاهُمْ مُشَاهِدَهُمْ
حُذَيْفَةٌ فَرَاٰ فِيْ خُلْفِهِمْ عِبَرَا

ت: بعض جنگوں (یعنی جنگ آرمینیہ) میں حضرت حذیفہ صحابی نے فوجیوں کا جو یہ حال دیکھا تو ان کے اس اختلاف میں ان کو بڑی عبرتیں نظر آئیں-

ف: یعنی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سپاہیوں میں قرآنی کلمات میں یہ بحث و اختلاف دیکھے تو انہیں بڑا افسوس ہوا' ان کو خیال ہوا کہ قرآن میں اختلاف ہونا ٹھیک نہیں' الفاظ منزل من السماء جو عرضہ اخیرہ کے مطابق لکھے جا چکے ہیں ان کی نقول' فوجی مراکز میں ہونی چاہئیں تاکہ بوقت اختلاف ان کی طرف رجوع کیا جا سکے اور اس قسم کے اختلافات پیدا نہ ہو جائیں جیسا کہ یہود و نصاری نے توراۃ و انجیل میں کیے-

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصف امتیازی یہ تھا کہ صاحب سر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی راز دار نبوت تھے- عجب نہیں کہ آنے والے وقت میں خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس قسم کے آنے والے دور کی پیشین گوئی کرتے ہوئے' حفاظت قرآنی کا بندوبست کرنے کو ارشاد فرمایا ہو-

قولہ عِبَرًا جمع عِبْرَةٌ معنی اختلاف میں عبرتیں دیکھیں-

مختصر حالات حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام حذیفہ تھا- والد کا نام حسل یا جسیل تھا جب کہ یمان آپ کے والد کا لقب تھا حضرت حذیفہ کی کنیت ابو عبد اللہ العبسی تھی- آپ کے والد غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے- صحیح مسلم میں روایت ہے آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے گزشتہ اور آئندہ (قیامت تک) ہونے والے واقعات بیان فرمائے ہیں اسی بنا پر آپ کو صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ پوچھا کہ کیا میرے عمال میں کوئی منافق ہے حضرت حذیفہ نے جواب دیا ہاں ایک ہے تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فراست ایمانی سے اس کا پتہ لگا کر اسے معزول کر دیا-

حضرت عمر فاروق کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو حضرت حذیفہ کی پیروی کرتے اگر وہ نماز جنازہ میں شریک ہوتے تو حضرت عمر بھی شریک ہوتے بصورت دیگر آپ بھی نماز نہ پڑھتے-

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنہ کے حالات بہت پوچھا کرتے تاکہ اس سے بچیں- غزوہ احزاب کی شب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک سریہ کے ساتھ بھیجا تھا تاکہ کفار کی خبر لے کر آئیں- حضرت حذیفہ معرکہ نہاوند میں شریک تھے جب حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سردار لشکر شہید ہوئے تو انہوں نے ہی جھنڈا لیا تھا- فتح جزیرہ میں بھی شریک تھے نصیبین کی سکونت اختیار کی اور وہیں نکاح کر لیا تھا-

آپ سے مروی احادیث کی تعداد ایک سو سے اوپر ہے- آپ سے روایت کرنے والوں میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ، ابو وائل رضی اللہ عنہ، زید بن وھب رضی اللہ عنہ وغیرہم شامل ہیں-

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شھادت کے چالیس دن کے بعد ۳۶ھ میں ہوئی-

32 فَجَاءَ عُثْمَانَ مَذْعُورًا فَقَالَ لَهُ
أَخَافُ أَنْ يَّخْلِطُوْا فَأَدْرِكِ الْبَشَرَا

ت: وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور ان سے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں عامۃ المسلمین قرآنی، اور غیر قرآنی الفاظ میں خلط ملط نہ کر دیں، لہٰذا لوگوں کو سنبھالو-

ف: یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں قرآن کریم کی قرآءت کا اختلاف دیکھا تو از حد پریشان ہو گئے کہ ابھی وہ لوگ حیات ہیں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تعلیم حاصل کی- ان کی موجودگی میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں تو جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ نہیں ہوں گے تو پھر کیا ہو گا اسی پریشانی کے عالم میں گھبرائے ہوئے حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالث کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ کی موجودگی میں یہ اختلاف ہو گیا تو بعد میں کیا ہو گا-

حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ نے معاملہ کی نزاکت کو محسوس کیا اور صحابہ کرام کے مشورہ سے جمع قرآن کے سلسلہ میں اقدامات فرمائے اس کو آئندہ شعر میں بیان فرما رہے ہیں-

مختصر حالات خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عثمان ہے- والد کا نام عفان اور والدہ کا نام بیضا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اروی کی صاحبزادی تھیں- سلسلہ نسب اس طرح ہے عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی، عبد مناف پر آکر آپ کا سلسلہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے-

آپ ابتداء اسلام ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے- آپ نے اول جبشہ کی

جانب ہجرت فرمائی اور بعد ازاں المدینہ المنورہ کی ہجرت اختیار کی۔

غزوہ بدر میں اپنی زوجہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی علالت کی باعث شرکت نہ فرما سکے مگر نبی کریم نے آپ کو حصہ عنایت فرمایا۔ بعد کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا سفیر بنا کر قریش مکہ کی جانب روانہ کیا تھا۔ آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں اس لیے کہ آپ کے نکاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما یکے بعد دیگرے جمع ہوئی ہیں۔

یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور ۱۸ ذی الحج ۳۵ھ کو شہادت پائی۔ عمر مبارک بیاسی سال ہوئی اور مدت خلافت بارہ سال ہے۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

مرویات کی تعداد ایک سو چھیالیس ہے۔ آپ سے حضرت مغیرہ بن ابی شہاب مخزومیؒ، حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمیؒ، حضرت زر بن حبیشؒ اور حضرت ابو الاسود الدؤلیؒ جیسے اکابرین نے قرآن عرضاً پڑھا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

33 فَاسْتَحْضَرَ الصُّحُفَ الْأُوْلَى الَّتِيْ جُمِعَتْ
وَخَصَّ زَيْدًا وَمِنْ قُرَيْشِهٖ نَفَرَا

ت: چنانچہ حضرت عثمانؓ نے وہ سابقہ لکھے ہوئے صحف منگوائے جن کو (دور صدیقی میں) فراہم کیا جا چکا تھا اور حضرت زید بن ثابتؓ کو اور قریش میں سے کچھ حضرات کو اس کام پر مامور کیا۔

ف: یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کر کے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس موجود مصحف صدیقی طلب فرمایا اور اس کی نقول تیار کرنے کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام پر مقرر کیا۔ حضرت زید بن ثابت کے اوصاف اور مناقب اس سے قبل ناظم علیہ الرحمہ اپنے شعر میں بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ہم علامہ دانی کی کتاب "المقنع" سے اقتباس نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کمیٹی کا رئیس کیوں مقرر کیا جب کہ دیگر کبار صحابہ مثلاً حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی موجود تھے۔ اس کا جواب علامہ دانی یہ دیتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ ایسی خصوصیات کے مالک تھے جو اور کسی صحابی میں موجود نہ تھیں۔ مثلاً وہ کاتب الوحی تھے، انہوں نے پورا قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمع کیا اور ان کی قرآءۃ بالکل عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی (یعنی آپ نے عرضہ اخیرہ کی سماعت بھی فرمائی تھی) جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے فرمایا یہ وہ اوصاف تھے جن کی بنا پر آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمیٹی کا رئیس مقرر کیا اور یہ تمام اوصاف بیک وقت

وحی اور غیر وحی کے کاتب تھے (حاشیہ)

کسی اور صحابی میں موجود نہ تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی عظمت و شان اپنی جگہ مسلم ہے اور اس سے کسی کو انحراف نہیں ان کی عظمت و شان کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي (ترمذی)

ترجمہ: اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

مگر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن وجوہ کی بنا پر فضیلت دی گئی اس کو ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ پر ہی محمول کیا جائے گا۔ ناظم علامؒ کے شعر میں ان قریشی صحابہ کرام کے ناموں کا ذکر نہیں جن کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتابت قرآن کے کام میں معاونت کے لیے حضرت زید بن ثابت کے ہمراہ مقرر کیا تھا۔ مگر بخاری کی روایت کے مطابق وہ تین قریشی صحابہ کرام یہ تھے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ، اور حضرت عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بعض مواقع پر حضرت ابی بن کعبؓ کا نام بھی بیان کیا جاتا ہے جو محل نظر ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اصحاب سیر کے مطابق دور فاروقیؓ میں ۱۹ھ یا ۲۰ھ ہے۔

صاحب اسھل الموارد نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی جگہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا نام تحریر فرمایا ہے یہ مولف سے سہو ہوا ہے۔

ابن ابی داؤد کے نزدیک قریش اور انصار کے بارہ آدمیوں نے قرآن کریم کو جمع کیا اور حضرت عثمان نے ان کو یہ ہدایت فرمائی کہ اگر تمہارے درمیان کسی کلمہ کی لغت کی کتابت میں اختلاف پیدا ہو جائے تو تم نے وہ کلمہ لغت قریش پر لکھنا ہے۔ اور ان اراکین کا اختلاف صرف سورۃ البقرہ کے کلمہ "التابوت" پر ہوا کہ اس کی تاء ثانی کو کس طرح لکھا جائے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے تھی کہ اس کو تامدورہ سے لکھا جائے اور باقی حضرات کا خیال تھا کہ نہیں اسے تاء مطولہ سے لکھا جائے۔ آخر یہ مسئلہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ کے فرمان کے مطابق اسے لغت قریش کے مطابق تاء مطولہ سے تحریر کیا گیا۔ یاد رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کاتبین وحی میں شامل ہیں جس کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔

34

عَلٰى لِسَانِ قُرَيْشٍ فَاكْتُبُوهُ كَمَا
عَلَى الرَّسُولِ بِهٖ اَنْزَالُهٗ انْتَشَرَا

ت: الفاظ کو لسان قریش کے مطابق ہی لکھو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نازل کیا جانا قریش کی زبان میں ہی، مشہور ہے۔

ف: لسان قریش کے مطابق لکھے جانے کی وضاحت ہم پچھلے شعر میں ابن ابی داؤد کی روایت سے کر چکے ہیں۔ یہاں ہم ایک شبہ اور اس کا جواب نقل کرنا چاہیں گے۔ اس شعر کے مطابق قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لغت قریش کے مطابق نازل فرمایا اور حدیث میں منقول ہے کہ قرآن سات لغات پر نازل کیا گیا۔ حافظ ابو یعلی کی مسند میں منقول ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برسر منبر فرمایا "جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی کہ قرآن سات لغتوں پر نازل ہوا میں اسے قسم دیتا ہوں کہ کھڑا ہو کر اس بات کی شہادت دے یہ سن کر مسجد میں بے شمار صحابہ شہادت دینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم لوگوں کے ساتھ میں بھی اس بات کی شہادت دیتا ہوں۔

غرض لغت قریش پر قرآن کا لکھا جانا اور سات لغات پر قرآن کا نازل ہونا باہم متصادم ہے۔ اس کا جواب مختلف طرق سے دیا گیا۔

(۱) قرآن کریم حقیقت میں تمام کا تمام لغت قریش پر ہی نازل کیا گیا ہے اور قبیلہ قریش کے لوگ نزول قرآن سے قبل عرب کے تمام قبائل میں گھومتے پھرتے تھے اور ہر جگہ سے اور ہر قبیلے سے الفاظ بھی اکٹھے کرتے تھے یہ کام عرب کے میلوں ٹھیلوں، بازاروں اور منڈیوں اور حج و عمرہ کے موسموں میں ہوتا۔ ان الفاظوں کو وہ خوب پھیلاتے اور ان کلمات میں وہ خوب اصلاح کرتے پھر یہ کلمات و الفاظ تمام قبائل میں مشہور ہو جاتے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے واسطے لغت قریش کو اس کی شہرت اور اس کی فصاحت کی بنا پر نزول کے لیے منتخب فرمایا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود قریشی اور ہاشمی تھے اس وجہ سے بھی لغت قریش پر قرآن کا نزول ہوا۔ بعد ازاں امت کی آسانی کی خاطر سات لغات پر پڑھنے کی اجازت دی گئی۔ اس اجازت کو اہمیت کی خاطر نزول کے ساتھ تعبیر کیا گیا لہٰذا کوئی تعارض نہ رہا۔

(۲) حضرت عثمان کا یہ قول کہ قرآن کریم کو لغت قریش پر نازل کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر حصہ قرآن کا لغت قریش پر نازل ہوا پورا قرآن نہیں بلکہ کچھ حصہ دوسری لغات پر بھی نازل ہوا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرب کے تمام مشہور قبائل کی لغت پر قرآن نازل ہوا۔ چنانچہ اس کا ثبوت بھی ملتا ہے روایت حفص ہی کو دیکھئے تو اس میں لغت قریش کے علاوہ دیگر لغات موجود ہیں۔ چنانچہ لفظ مَجۡرٖهَا کا امالہ لغت قریش نہیں بلکہ عام اہل نجد کا لغت ہے۔ ایسے ہی فُعُلٌ کے وزن پر عین کا ضمہ حجازی اور سکون تمیمی لغت ہے۔ اور حضرت عثمان نے ان مشہور اور فصیح لغات کو تو برقرار رکھا اور ان غیر فصیح لغات کو منسوخ کر دیا جو قریش کے یہاں معتبر نہیں تھے۔

(۳) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ابتداً ہو سکتا ہے کہ قرآن لغت قریش پر نازل کیا گیا ہو اور پھر دوسری لغات پر پڑھنے کی اجازت دے دی گئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اولاً لغت قریش پر اول نزول ہوا ہو جو کہ سبعہ لغات میں سے ایک ہے پھر

بعد میں سات لغات پر نازل کیا گیا ہو اور پھر قراءۃ کی آسانی کے لیے سات لغات پر پڑھنے کی اجازت دے دی گئی ہو۔
وہ سات لغات جن پر پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے وہ یہ ہیں۔
قریش، ہذیل، ثقیف، ہوازن، کنانہ، تمیم، اور یمن۔

جمع و تدوین قرآن کریم

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں اجمالاً جمع و تدوین قرآنی کو بیان کریں۔ اس کتاب الٰہی کے کمالات کا احاطہ کرنا انتہائی دشوار کام ہے۔ ہر پہلو نہایت خوش رنگ اور بوقلمونی سے بھرپور ہے غرض یہ کتاب ہر لحاظ سے معجزہ ہے۔ مثلاً اس کی محفوظیت عن التغیر ایک ایسا اعجاز ہے جو کسی الہامی کتاب کو نصیب نہیں ہوا۔ توراۃ، انجیل اور زبور کا جو حال اس کے پیرو کاروں نے کیا ہے تاریخ اس پر نوحہ خواں ہے خود اس مذہب کو ماننے والے اقراری ہیں۔ سر ولیم میور کا اقتباس قرآن کے متعلق پڑھئے وہ کس قدر مجبور ہو کر اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس قرآن کی طرح بارہ صدیوں سے ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔ پھر حسب ذیل پہلوؤں کو دیکھئے۔

(۱) اسلوب بیان (۲) پیشینگوئیوں کی صداقت (۳) عبارت اور معنی کا ربط (۴) الفاظ مختصر مگر وسعت معنی سے بھرپور (۵) تسخیر اذہان (۶) بے مثل طرز کلام (۷) مضامین کی بلندی اور پاکیزگی (۸) حیات آفریں تعلیم (۹) دین و سیاست کا حسین امتزاج (۱۰) فصاحت و بلاغت کا مینار عظمت

ایک شبہ اور اس کا رد

وحی کی حقیقت پر جو پرستاران عقل نے اعتراض کیا وہ یہ کہ یہ ایک مدعی نبوت کی اپنی اندرونی قلبی آواز ہوتی ہے۔ مگر اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام صرف تخیلاتی مضامین ہی پیش نہیں کرتے یا اپنے مرکزی خیالات یا پیشن گوئیاں ہی بیان نہیں کرتے۔ قرآن حکیم صاف اور واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام اتارنے والی کوئی بیرونی ہستی ہے نہ کہ دل کی پیدا کردہ آواز۔ پھر کلام الٰہی تاریخ امم ماضیہ اس صحت کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ انسانی تحریر کردہ کتب تو غلط ہو سکتی ہیں مگر بیان قرآن میں ذرا بھی سہو و خطا کا رنگ نظر نہیں آیا۔

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف: ۲)

ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں آپ کے سمجھنے کے لیے نازل کیا۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْآنَ (یوسف: ۳)

ترجمہ: ہم آپ کے پاس بہت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں اس واسطے کہ ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن بھیجا ہے اور آپ اس سے پہلے یقیناً ان کو نہیں جانتے تھے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ تاریخ اقوام اسی قلب پیغمبر کی آواز ہے جو امی کے طور پر مشہور ہے اور دنیا کی کتب سے بالکل ناواقف۔ اور پھر قرآن کے احکام پر نظر ڈالئے کیا ایک مدعی نبوت خود اپنے آپ کو کہہ رہا ہے يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ۔ (تحریم) پس اگر ایسا خیال نبی کے متعلق قائم کر لیا جائے تو پھر (نعوذ باللہ) اس کے دیوانہ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ یا

يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ (سورہ تحریم)

اور دوسری جگہ فرمایا عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى أَنْ جَآءَهُ الْأَعْمٰى (سورہ عبس)

قرآن حکیم کی تحریری حفاظت

اتقان میں علامہ جلال الدین السیوطیؒ مستدرک حاکم کے حوالے سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ قرآن تحریری صورت میں تین مرتبہ جمع ہوا۔

(۱) عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

(۲) عہد صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں

(۳) عہد عثمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی کی جمع و تدوین بخاری وغیرہم میں حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات سے ثابت ہے جب کہ جمع عثمانی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے منقول ہے۔ ان تینوں ادوار کی جمع کی نوعیت میں فرق تھا۔

عہد نبوی میں جمع قرآنی کا مقصد قرآن کے کسی بھی حصہ کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنا تھا۔ اس لیے قرآن کو مختلف اشیاء پر تحریر کیا گیا جس میں پتھر کی باریک اور چوڑی سفید تراشیدہ سلوں پر، کھجور کی چوڑائی والے جڑ کے نزدیکی حصوں پر اونٹ یا بکری کے شانہ کی ہڈیوں پر، اونٹ کے کجاوہ کی لکڑیوں پر اور چمڑے کے ٹکڑوں پر۔ اس لیے یہ جمع یکجائی شکل میں نہ تھی۔

تبلیغ اسلام دو شنبہ ربیع الاول ۴ نبوی سے شروع ہوئی اور اس وقت تک پانچ چھوٹی چھوٹی آیات نازل ہو چکی تھیں۔ پنج شنبہ کو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے اور انہوں نے سب سے پہلے بسم اللہ لکھی۔ یہی کتابت قرآنی کا آغاز سمجھنا چاہیے اور آخری وحی ۱۱ھ ۳ ربیع الاول کو نازل ہوئی جسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

تحریر کیا۔

ابتدائے نبوت میں قرآن کی کتابت کے لیے کاتب دستیاب نہ ہوتے تھے مگر آہستہ آہستہ بہت سے صحابہ کرامؓ نے فن کتابت کو سیکھا یہاں ہم مشہور کاتبین قرآن کے نام تحریر کرتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) حضرت عمر بن الخطابؓ (۳) حضرت عثمان غنیؓ (۴) حضرت علی بن ابی طالبؓ (۵) حضرت زید بن ثابتؓ (۶) حضرت خالد بن سعیدؓ (۷) حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرحؓ (۸) حضرت حنظلہ بن ربیعؓ (۹) حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ (۱۰) حضرت زبیر بن العوامؓ (۱۱) حضرت خالد بن ولیدؓ (۱۲) حضرت ابی بن کعبؓ (۱۳) حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ (۱۴) حضرت محمد بن مسلمہؓ (۱۵) حضرت عبد اللہؓ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول (۱۶) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ (۱۷) حضرت جہمؓ ابن الصلت (۱۸) حضرت معیقیبؓ بن ابی فاطمہ (۱۹) حضرت شرجیل بن حسنہؓ (۲۰) حضرت عبد اللہ بن ارقم الزہریؓ (۲۱) حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ (۲۲) حضرت حذیفہ بن الیمانؓ (۲۳) حضرت عبد اللہ بن حیرؓ (۲۴) حضرت عامر بن فہیرہ (۲۵) حضرت ابان بن سعیدؓ وغیرہم

جمع صدیقی

اس جمع کے محرک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ بخاری میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ میں ستر حفاظ اور قراء قرآن شہید ہو چکے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا۔ جب میں گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استعر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان یستحر القتل با القراء فی المواطن ذهب کثیر من القرآن فقلت کیف تفعل شیاء لم یفعله رسول الله فقال عمر هذا والله خیر فلم یزل یرا جعلنی شرح الله صدری لذلک

یعنی عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا کہ یمامہ کی جنگ کی تیزی میں قراء قرآن شہید ہو گئے اگر اور جنگوں میں بھی قراء کی شہادت کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو قرآن کے بعض حصوں کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے لہٰذا آپ (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) حکم دیں کہ قرآن کو تحریری صورت میں جمع کیا جائے میں نے ان سے کہا کہ ہم ایسا کام کیوں کریں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم اس میں خیر ہے آپ کا اصرار جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کام کے لیے کھول دیا۔

پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ قرآن عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحریری صورت میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا لیکن ایک کتابی اور اجتماعی شکل میں نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبہ اجتماعی اور کتابی صورت میں جمع کرنے کا تھا۔ اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایسا کیسے کر سکتے ہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا اس سے مراد مجموعی کتابی شکل و صورت کی تدوین تھی جس کی عہد نبوت میں تکمیل کی صورت ہونی ممکن نہ تھی لیکن عہد صدیقی میں ایسے احوال اور حادثات رونما ہوئے کہ ایسا کرنا ناگزیر ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اس کے مصالح آشکار ہو گئے اور اسی لیے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ عہد نبوی میں قرآن کو کتابی صورت میں مدون نہ کرنے کے اسباب حسب ذیل تھے۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں وہ اسباب پیدا نہیں ہوئے تھے جو عہد صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پیدا ہوئے اور جس کی وجہ سے کتابی صورت میں قرآن کو قلمبند کیا جانا ضروری ٹھہرا۔

(۲) عہد نبوی میں تحریر کی وہ سہولتیں فراہم نہیں تھیں جو عہد صدیقی میں فراہم ہوئیں مثلاً کاغذ و دیگر ادوات کتابت۔

(۳) عہد نبوی میں نسخ تلاوت کا احتمال تھا جس کی وجہ سے کتابی صورت میں ہونے کی بناء پر تغیر و تبدل کا شکار ہوتا جو موزوں نہ تھا۔

(۴) قرآن کی ترتیب نزولی واقعات کے مطابق تھی اور آیات و سور کی ترتیب ربط مضامین کے اعتبار سے تھی۔ اگر عہد نبوی میں قرآن کتابی صورت میں مرتب کیا جاتا تو جدید نازل شدہ آیات کو ان کے مناسب آیات و سور کے ساتھ ملا دینے میں دشواری ہوتی۔

ان وجوہات کی بنا پر عہد نبوت میں قرآن کو کتابی صورت میں جمع نہیں کیا گیا۔ لیکن عہد صدیقی میں حالات بالکل بدل گئے۔ قراء اور حفاظ قرآن کی شہادت نے قرآن کو کتابی صورت میں جمع کرنے کی ضرورت پیدا کی نیز کاغذ اور ادوات کتابت کی سہولت مہیا ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وحی کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور قرآن کا نزول مکمل ہو چکا تھا لہٰذا قرآن کو کتابی صورت دینے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی۔

موطاء امام مالکؒ میں حضرت سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ

جَمَعَ اَبُوْبَکْرٍ الْقُرْآنَ فِی الْقَرَاطِیْسِ

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کو کاغذ پر لکھ کر جمع کیا۔ مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے حَتّٰی جُمِعَ عَلٰی عَهْدِ اَبِیْ بَکْرٍ فِی الْوَرَقِ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن کاغذ پر لکھ کر جمع کیا گیا۔ (اتقان ج ۱، ص ۵۹)

دستور جمع صدیقی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع قرآن میں بڑی احتیاط برتی اور ایسے انتظامات فرمائے کہ قرآن کے "جمع بین الدفتین" میں کسی قسم کا سہو اور فروگذاشت کا احتمال باقی نہیں رہا- آپ نے جمع قرآن میں صرف محفوظ یا مکتوب یا مسموع ہونے پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ یہ اصول پیش نظر رکھا کہ ان آیات کو قلمبند کیا جائے جو صحابہ کو حفظ ہوں یا کسی چیز پر تحریر شدہ ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی گئی ہوں-

آپ نے جمع قرآن کے لئے درج ذیل دو قواعد پر سختی سے عمل فرمایا:

(۱) ان لکھی ہوئی آیات کو جمع کیا جائے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے لکھوائی ہوں اور دو عادل گواہوں کے ذریعے اس طرح لکھوانے کا ثبوت بھی مہیا ہو جائے - ابو داؤد میں عروہ سے روایت ہے-

اَنَّ اَبَا بَکْرٍ قَالَ لِعُمَرَ وَزَیْدٍ اُقْعُدَا عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَمَنْ جَآءَ کُمَا بِشَاهِدَیْنِ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰهِ فَاکْتُبَاهُ-

(۲) یہ کہ وہ آیات مکتوب ہونے کے علاوہ کثیر تعداد میں صحابہ کے سینوں میں محفوظ بھی ہوں- (مناہل العرفان جلد ۱، ص ۲۴۵)

اسی طرح ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

وَمَا کَانُوْا یَکْتُبُوْنَ فِی الصُّحُفِ وَالْاَلْوَاحِ وَالْعَصَبِ وَکَانَ لَایُقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰی یَشْهَدَ شَاهِدَانِ

یعنی صحابہ قرآن کو لکھتے تھے صحفیوں، تختیوں اور شاخہائے خرما پر سے لیکن اس کو دو گواہوں کی گواہی کے بعد قبول کیا جاتا تھا-

جمع عثمانی

اسلام کا دائرہ جب وسیع ہو گیا تو جن مسلمانوں نے قرآنی آیات کو جس صحابی استاد سے جس طرز تلفظ اور قرآءت سے سیکھا تھا- ان میں اور دیگر مسلمانوں میں جنہوں نے کسی دوسرے صحابی استاد سے قرآءت کی تعلیم حاصل کی تھی اختلاف پیدا ہونے لگا- چنانچہ بخاری میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فتح آرمینیہ اور آذربائی جان سے واپس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تھے یہ قول مذکور ہے جو اختلاف قرآءت کے فتنے پر دال ہے- آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

اَدْرِکْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ تَخْتَلِفُوْا اِخْتِلَافَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی

یعنی امیر المومنین اس امت کو سنبھالئے قبل اس کے کہ ان میں یہود و نصاری کی مانند اختلاف رونما ہو جائے-

یہاں تک کہ خود مدینہ میں معلمین و متعلمین میں اختلاف قرآءت کا فتنہ پیدا ہونے لگا جس پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ جب تم میں یہ اختلاف ہے تو دور کے شہروالوں میں اس سے زیادہ اختلاف کا اندیشہ ہے آپ نے فرمایا۔

اَنْتُمْ عِنْدِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فَمَنْ نَاٰی مِنَ الْاَمْصَارِ اَشَدُّ اِخْتِلَافًا (مناہل العرفان ج ۱ ' ص ۲۴۹ بحوالہ اتقان ص ۵۹)

تب آپ نے یہ مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے پیش کیا اور صحابہ کرام کے اجماع پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قرآن حکیم کا وہ نسخہ منگوایا جو عہد صدیقی میں لکھا گیا تھا اور اس نسخے کے متعدد نقول تیار کروائے تاکہ انہیں مشہور شہروں میں بھیج دیا جائے اور بعد ازاں اس کے مطابق ہی قرآن کی تعلیم و تعلم جاری ہو۔ اور اس کے علاوہ دیگر نسخہ قرآنی کو تلف کر دیا جائے اس لیے اس مجموعہ عثمانی کا نام امام رکھا گیا کہ وہ تمام نسخہ ہائے قرآن کے لیے پیشوا ہے۔

اجماع صحابہ سے ان مصاحف عثمانیہ کی کتابت کے لیے جو مجلس مقرر کی گئی اس میں چار ارکان تھے۔ انصار میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور قریش میں سے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ' حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

دستور جمع عثمانی

جمع عثمانی میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھا گیا۔

(۱) مصحف میں وہ چیز درج ہو جس کے قرآن ہونے کا قطعی یقین ہو۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرضہ اخیرہ میں موجود ہو۔

(۳) لسان قریش پر مصاحف کی کتابت کی جائے۔

امام سیوطیؒ نے ان مصاحف کی تعداد سات تک نقل کی ہے جو سات شہروں سے متعلق ہیں المدینہ المنورہ' مکہ المکرمہ' شام' یمن' بحرین' بصرہ اور کوفہ اور ایک نسخہ حضرت عثمان نے اپنے لئے تیار کروایا جس میں آپ خود تلاوت فرمایا کرتے تھے ان مصاحف سے پھر مقامی لوگوں نے بے شمار نقول تیار کر لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم جاری فرمایا کہ دیگر تمام نسخے جو کہ مصاحف عثمانیہ سے اختلاف والے ہیں ان کو تلف کر دیا جائے۔

حارث محاسبی سے اتقان میں منقول ہے کہ مشہور یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع القرآن ہیں لیکن جامع القرآن فی الحقیقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے قرآن حکیم کو کتابی صورت میں جمع فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصحف صدیقی کی مختلف نقول تیار کروائیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور خلافت میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ اس وقت امیر ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو حضرت عثمان نے اقدام کیا۔ (اتقان ج ۱، ص ۴۰)

ایک شبہ اور اس کا جواب

ایک وہم یہ کیا جاتا ہے کہ اس مجموعہ عثمانی میں پورا قرآن جمع نہیں ہوا بلکہ بعض آیات چھوٹ گئیں ہیں۔ جس کے ذیل میں ایک گروہ امامیہ اس بات پر مصر ہے کہ جو وحی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصاحف میں مکمل نہیں اور پھر آیات میں تبدیلی بھی کر دی گئی ہے جیسا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ دراصل کُنْتُمْ خَیْرَ اَئِمَّةٍ تھا۔ فرقہ امامیہ کی ایک بہت مستند کتاب "احتجاج طبرسی" ہے اس میں لکھا ہے "ان القرآن الذی نزل به جبرائیل علی محمد کان سبع عشر الف آیة" ایک دوسری جگہ تحریر ہے "واللہ مافیہ حرف واحد ممانزل علی محمد الخ" ان شواہد کے ہوتے ہوئے کیسے مانا جائے کہ قرآن مجید کو جو آخری شکل دی گئی ہے وہ درست تھی، بظاہر یہ وہم بڑا وزنی معلوم ہوتا ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ ہر مذہب کی ہر کتاب قابل اعتماد نہیں ہوتی۔ امامیہ فرقے کا ایک بہت بڑا مجتہد (محمد بن علی بابویہ صاحب تفسیر قمی) لکھتا ہے "اعتقادنا ان القرآن الذی انزل علی نبیه هو مابین الدفتین وما فی ایدی الناس لیس باکثر من ذالک ومن نسب الینا انا نقول انه اکثر من ذلک فهو کاذب"

یعنی ہمارا اعتقاد ہے کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل فرمایا تھا وہی ہے جو دو جلدوں کے درمیان ہے اور جو لوگوں کے ہاتھوں میں مستعمل ہے جو ہماری طرف یہ بات منسوب کرے کہ ہم زیادتی کے قائل ہیں تو وہ جھوٹے ہیں۔

نیز یہ کہ شیعہ علماء نے بہت سی تفاسیر لکھی ہے جو اسی قرآن کریم کی ہیں جس پر اجماع امت ہے۔ موجودہ دور میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحریر کردہ قرآن حکیم کے منسوب نسخے ایا صوفیہ قسطنطنیہ میں اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تحریر کردہ قرآن مشہد میں موجود ہیں نیز ایک نسخہ جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تحریر کردہ ہے وہ قاہرہ میں موجود ہے یہ سب قرآن کریم کے نسخے مصحف عثمانی کے مطابق ہیں اور ان میں کوئی فرق یا اختلاف نہیں۔ قرآن کریم کا ایک قلمی نسخہ مرالہ ضلع گجرات میں مشہور شاعر احمد یار مرحوم کے گھر میں تھا جو حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جس کے اختتام پر یہ عبارت درج تھی "تحریر علی بن ابی طالب سنة اربعین فی مسجد النبوی"

نیز اس میں شبہ اور اعتراض کا یہ بھی جواب ہے کہ تمام شیعہ حضرات یہی قرآن تلاوت کرتے ہیں اور اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مصحف عثمانی اجماع امت سے شائع ہوا اور اس میں کمی بیشی کا تصور غلط اور محض وہم ہے اور جو لوگ قرآن پاک میں کمی بیشی کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ اپنے ایمان کے بارے میں تحقیقات کر لیں۔

35 فَجَرَّدُوهُ كَمَا يَهْوٰى كِتَابَتَهُ
مَافِيهِ شَكْلٌ وَّلاَ نَقْطٌ فَيَحْتَجِرَا

ت: چنانچہ ان لکھنے والے حضرات نے قرآن کو حرکات اور نقطوں سے خالی لکھا، جیساکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی لکھائی کی یہی خواہش رکھتے تھے نہ اس میں کوئی حرکت تھی اور نہ نقطے- کیونکہ قرآء توں (کے انطباق) سے وہ نقطے اور حرکات رکاوٹ بن جاتے-

ف: اہل عرب اپنی مادری زبان عربی ہونے کی وجہ سے اس بات کے محتاج نہ تھے کہ قرآن کریم پر اعراب لگائے جائیں اور بغیر اعراب وہ پڑھ نہ سکیں- اسی وجہ سے وہ مصاحف جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے کتابت کئے گئے ان میں اعراب کا التزام نہیں کیا گیا- نیز جیسا کہ ناظم علام ایک اور وجہ بھی بیان فرمارہے ہیں کہ قرآء توں کے انطباق کے واسطے بھی ان مصاحف کو نقاط و حرکات سے مبراء رکھا گیا تھا-

لیکن کثرت فتوحات کی بدولت جب اسلام دور دراز علاقوں اور عجم میں پہنچا تو یہ نو مسلم عجمی تلاوت قرآن میں اعراب (زیر زبر، پیش) کی غلطیاں کرنے لگے- اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ صورت بڑھتے بڑھتے قرآن کریم کی تلاوت میں اغلاط اور اختلاف کو نہ پیدا کردے تب والی عراق زیاد بن ابی سفیان نے حضرت ابو الاسود الدوئلی کو پیغام بھیجا کہ اعراب وضع کریں تاکہ اس کے مطابق لوگ سہولت سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں- تب ابو الاسود نے اس کے لیے علامات مقرر کیں اور انہوں نے فتح کے لیے حرف کے اوپر ایک نقطہ تجویز کیا اور کسرہ کے لیے حرف کے نیچے ایک نقطہ اور ضمہ کے لیے حرف کے آگے کی جانب ایک نقطہ تجویز کیا اور تنوین کے واسطے دو نقطے تجویز کیے- علامہ جلال الدین السیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اعراب کی یہ علامات ابو الاسودؒ نے خلیفہ عبد الملک بن مروان کے حکم سے کی تھیں-

اعراب قرآن، قرآن کریم کی تلاوت اور معانی و مضامین کے فہم کے لیے ایک اہم ترین بنیاد تھی اللہ رب العزت نے امت کے برگزیدہ افراد کو خدمت قرآن کی توفیق کے ساتھ اس کی بھی توفیق عطا فرمائی کہ وہ اس امر عظیم کی طرف متوجہ ہوئے-

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں ایک اعرابی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آیا اور کہا "کوئی شخص ہے جو مجھے قرآن پڑھا دے؟" ایک شخص نے اس کو سورۃ براءۃ پڑھائی تو اس آیت اِنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ رَسُوْلُهٗ میں لفظ رَسُوْلُهٗ کو جر (یعنی زیر) کے ساتھ پڑھایا یعنی وَرَسُوْلِهٖ اس تغیر سے معنی قطعاً فاسد ہو گئے- کیونکہ ایسی صورت میں ترجمہ یہ کیا جائے گا- "بے شک اللہ بیزار و بری ہے مشرکین سے اور (العیاذ باللہ) اپنے رسول سے- "اس اعرابی نے جب اس طرح تلفظ کرتے سنا تو کہنے لگا جب اللہ اپنے رسول سے بری ہے تو میں بھی بری ہوں اور حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سمجھایا کہ قرآن میں یہ بات اس طرح نہیں بلکہ دراصل یہ آیت اس طرح ہے اِنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُہٗ کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں بری ہیں مشرکین سے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ سوائے عالم لغت عربیہ کے کوئی شخص بھی کسی کو قرآن شریف نہ پڑھائے اور حضرت ابو الاسود الدؤلی کو علم نحو وضع کرنے کا حکم دیا۔ قرآن کریم کو اعراب سے مزین کرنا خود منشاء نبوت کے مطابق ہے سلفی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا "اَعْرِبُوا الْقُرْآنَ یَدُلُّكُمْ عَلٰی تَأْوِیْلِہٖ" کہ قرآن کریم پر اعراب لگاؤ کیونکہ اعراب، قرآن کریم کے معانی اور مراد کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے فرمایا کرتے تھے کہ اعراب سے ہم کو اس کے حروف کی حفاظت زیادہ محبوب ہے۔

ابن خلکان بیان کرتے ہیں کہ ابو الاسود نے جب ایک شخص کو اِنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُہٗ غلط پڑھتے ہوئے سنا کہ وہ بجائے وَرَسُوْلُہٗ کے وَرَسُوْلِہٖ پڑھ رہا ہے جس سے فساد معنی ظاہر ہیں۔ تو یہ واقعہ ابو الاسود کو بہت گراں گزرا اور انہوں نے اس وقت عزم کیا کہ قرآن کریم پر اعراب لگائیں جائیں۔ چنانچہ ابو الاسود نے دس اشخاص کو منتخب کر کے آیات قرآنیہ پر اعراب لگانے کا کام شروع کروایا۔ ابتدائی مرحلہ میں اعراب کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ آیات قرآنیہ کی کتابت جس رنگ سے ہوئی ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے رنگ سے حروف پر نقطے لگائے گئے۔ فتح کے لیے حرف پر ایک نقطہ، ضمہ کے لیے حرف کے کنارہ پر ایک نقطہ اور کسرہ کے لیے حرف کے نیچے اور تنوین کے لیے دو نقطے مقرر کئے۔ اس شکل میں قرآن کریم از اول تا آخر مُشَكَّلْ اور مُعَرَّبْ کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ تک یہ اصطلاح اسی طرح مروج رہی بعد میں علم نحو کے مشہور امام ابو عبد الرحمٰن الخلیلؒ کے زمانہ میں اس فن کو مزید ترقی ہوئی امام خلیلؒ نے فتحہ کے لیے حرف کے اوپر والے نقطہ کو ایک لمبی لکیر کی شکل دے دی اور اسی طرح کسرہ والے نقطہ کو حرف کے نیچے لمبی لکیر کی شکل دے دی اور ضمہ کے لیے چھوٹے سے واؤ کی صورت تجویز کر دی اور پھر اسی کے مطابق اعراب لکھے جانے لگے اور اعراب کی وہ سابقہ علامات معدوم ہو گئیں۔

قرآن کریم کے اجزاء و رکوع اور اعشار کی تقسیم:

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ مصحف قرآن پر اعراب اور نقطوں کی تعیین عبد الملک بن مروان کے حکم سے ہوئی اور اس کام کے لیے حجاج بن یوسف مقام واسط میں یکسو اور فارغ ہو کر بیٹھا اور اس عظیم مقصد کے لیے جدوجہد کی۔ اعراب و نقاط کی مہم کے ساتھ حجاج نے قرآن کریم کے اجزاء کا تجزیہ اور تیس پاروں کی تقسیم کی۔ تاریخی روایات نقول سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاج ہی کے زمانہ میں اعشار اور رکوع مقرر کئے گئے۔

عبد الملک بن مروان نے اس خدمت کے لیے حضرت حسن بصریؒ اور یحییٰ بن یعمرؒ کو بھی مقرر کیا۔ زبیدی نے کتاب الطبقات میں بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے مصحف پر نقطے ابو الاسود الدؤلی نے قائم کیے۔ یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ ابتداء قرن میں مصحف قرآن نقاط اور اعراب سے خالی تھا۔ سب سے اول علماء امت نے ب ت ث پر نقطے قائم کیے، جمہور علماء نے جب اس چیز کو دیکھا تو سب کی بالاتفاق یہی رائے ہوئی کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ فرمایا یہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے پھر ختم آیات پر بھی علامت کے طور پر نقطے لگائے گئے جس کو بعد میں گول دائرہ کی صورت میں اختیار کر لیا گیا۔ بہرحال اس طرح امت نے کتاب الٰہی کی حفاظت اور اس کی خدمت کا اہتمام کیا کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے روئے زمین کے مسلمانوں نے مصاحف قرآنیہ کے لیے اسی طرز کو پسند کیا اور مشرق و مغرب کے تمام بلاد میں مصاحف قرآن اسی طرح اجزاء و اعشار کی رعایت کے ساتھ طبع ہونے لگے۔

حق تعالیٰ شانہ نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ میں کتاب الٰہی کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ بحمداللہ پورا ہو کر رہا اور انشاء اللہ قرآن کریم اسی طرح قیامت تک محفوظ رہے گا۔ اس کے کسی زبر، زیر یا نقطے اور شوشہ میں بھی تغیر و تبدل پر کوئی قادر نہ ہو سکے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔

هَوِیَ، يَهْوٰی باب سَمِعَ سے خواہش کرنا۔ شَكْلٌ بمعنی حرکت فَيَحْتَجِرَا (تثنیہ مذکر) فاء کے بعد ان مقدر ہے جس کی وجہ سے نون تثنیہ حذف ہوا ضمیر تثنیہ شَكْلٌ اور نَقْطٌ کی طرف راجع ہے۔ اِحْتِجَار رکاوٹ ہونا۔

36 وَسَارَ فِیْ نُسَخٍ مِنْهَا مَعَ الْمَدَنِیْ
كُوْفٍ وَ شَامٍ وَّ بَصْرٍ تَمْلَاءُ الْبَصَرَا

ت: اور یہ مصحف عثمانی کئی نسخوں میں تیار ہو کر (دیگر اسلامی شہروں کی طرف) روانہ ہوا ان نسخوں میں سے مصحف مدنی سمیت، مصاحف کوفی، شامی اور بصری بھی تھے جو آنکھوں کے لیے بڑے رونق افروز تھے۔

ف: ناظم علام جمع و تدوین کے بیان سے فارغ ہو کر اب ان اشعار میں مصاحف اور جن شہروں کو وہ روانہ کیے گئے ان کا تذکرہ اور ان مصاحف کی تعداد بیان فرما رہے ہیں۔

بعض ناواقف حضرات میں یہ تاثر بھی پھیلا ہوا ہے کہ یہ مصاحف عثمانیہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود تیار کیے۔ اس بارے میں صاحب دلیل الحیران تحریر فرماتے ہیں:

ولم يكتب سيدنا عثمان واحدا منها وانما امر بكتابتها، وكانت كلها مكتوبة على الكاغد الا المصحف الذى كان عنده بالمدينة فانه على رق الغزال (دلیل الحیران علی مورد

الظمان لابراہیم بن احمد المارغنی التونسی ص ۱۵)

یعنی حضرت عثمان نے ایک بھی (مصحف) ان میں سے نہیں لکھا بلکہ ان کے لکھنے کا حکم دیا تھا اور یہ تمام مصاحف کاغذ پر لکھے گئے تھے مگر وہ مصحف جو مدینہ منورہ میں ان کے (یعنی حضرت عثمان کا ذاتی مصحف جس کو مصحف امام بھی کہتے ہیں) پاس تھا وہ ہرن کی پتلی کھال پر لکھا ہوا تھا۔

37 وَقِيلَ مَكَّةَ وَالْبَحْرَيْنِ مَعْ يَمَنٍ
ضَاعَتْ بِهَا نُسَخٌ فِي نَشْرِهَا قُطْرًا

ت: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یمن سمیت، مکہ اور بحرین بھی ان مصاحف عثمانی کے نسخے روانہ ہوئے، مہکا دیا ان شہروں میں ان نسخوں نے اپنی خوشبو میں اطراف و بلاد کو۔

ف: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مصاحف جو لکھوائے مجموعی تعداد میں پانچ کی تعداد تک تو متفق علیہ ہیں اور ان پر مزید تین کا اضافہ مختلف فیہ ہے۔

ابو علی نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ آپ مصحف مدنی کو سامنے رکھ کر پڑھائیں۔ حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کو مصحف مکی پیش نظر رکھ کر تعلیم کا حکم دیا۔ حضرت مغیرہ بن شہابؒ کو مصحف شامی کے ساتھ دمشق روانہ فرمایا۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی کو مصحف کوفی کا معلم مقرر فرمایا۔ عامر بن عبد قیسؒ کو مصحف بصری کے ہمراہ بصرہ روانہ فرمایا۔ ایک مصحف یمن اور ایک بحرین بھی روانہ کیا گیا نہیں معلوم کہ کن حضرات کے ہمراہ یہ مصاحف روانہ ہوئے، یہی وجہ ہے کہ ائمہ عشرہ پانچ ہی شہروں (مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ اور دمشق) میں محدود ہیں۔

علامہ جزریؒ (م ۸۳۳ھ) نشر میں فرماتے ہیں کہ مصاحف کی تعداد آٹھ تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتظام و نگرانی میں لکھوا کر بلاد محروسہ کے ان مرکزی شہروں میں روانہ کیے۔

(۱) المدینہ المنورہ (۲) المکہ المکرمہ (۳) بصرہ (۴) کوفہ (۵) دمشق (۶) بحرین (۷) یمن (۸) مصحف الامام یعنی جو مصحف، سیدنا حضرت عثمان نے اپنے لیے مخصوص فرمایا۔

ابن عاشر (م ۷۶۵ھ) نے فرمایا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ تعداد میں چھ ہیں مکی، شامی، بصری، کوفی، مدنی اور مصحف الامام، مصنف زاد القراء کی رائے میں بھی یہی درست ہے۔ علامہ جلال الدین السیوطی اور حافظ ابن حجر کی رائے میں پانچ ہیں لیکن غالباً ان دونوں بزرگوں نے مصحف الامام کے علاوہ کا شمار بتلایا ہے لہٰذا اختلاف لفظی ہے۔ ایک قول کے مطابق مصر بھی ایک مصحف روانہ کیا گیا مگر یہ قول نہایت ضعیف ہے۔

مصاحف عثمانی کی تیاری علامہ جزری ؒ کی نشر کے مطابق ۳۰ھ کے لگ بھگ ہوئی لیکن حافظ ابن حجرؒ ۲۵ھ کو زیادہ صحیح قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

وغفل بعض من ادركناه فزعم انه كان فی حدود ستة ثلاثين ولم يذكر مستندا

یعنی بعض حضرات نے غفلت میں یہ زعم کیا ہے کہ یہ تحریر و رسم ۳۰ھ کی حدود میں ہوئی یہ مستند نہیں ہے۔

علامہ محمد طاہر بن عبد القادر کردی فرماتے ہیں کہ تحقیق سے زیادہ قریب یہی ہے کہ ۳۰ھ ہی کو صحیح مانا جائے کیونکہ آرمینیہ اور آذر بائی جان کی لڑائی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ۲۶ھ میں شروع ہوئی اس جنگ میں شریک حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان ؓ کے پاس تشریف لائے اور قرآن میں لوگوں کے شدید اختلاف کا ذکر کیا، جس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنہ کا تدارک کرتے ہوئے یہ مصاحف لکھوائے مصاحف کی تحریر میں دو تین سال کا لگ جانا کوئی بعید نہیں، لہٰذا ۲۵ھ کو جمع مصاحف کا زمانہ قرار دینا کسی طرح صحیح نہیں موجودہ دور میں یہ مصاحف کہاں ہیں قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم اس کو یہاں بیان کرتے ہیں۔

مصحف مدنی:

مصاحف عثمانیہ کا جو نسخہ المدینۃ المنورہ میں رکھا گیا وہ زمانہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے پاس رہا آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحویل میں آیا پھر خلافت کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوا وہاں سے اندلس پہنچا، وہاں سے مراکش کے دار السلطنت فاس میں پہنچا (تاریخ ادریسی تذکرۃ المصاحف) پھر کسی طرح مدینہ منورہ پہنچا۔ جنگ عظیم اول میں فخری پاشا گورنر مدینہ اس کو دیگر تبرکات کے ہمراہ قسطنطنیہ لے گیا وہاں کے عجائب گھر میں اب تک موجود ہے۔

مصحف مکی:

مکی نسخہ ۶۵۷ھ تک مکہ معظمہ رہا۔ محمد بن جبیر اندلسی (م ۶۱۴ھ) نے ۵۷۹ھ میں مکہ میں اس کی زیارت کی تھی۔ مولانا شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں انہوں نے سیاحت کی یہ نسخہ جامع دمشق میں موجود تھا آپ کی سیاحت کا زمانہ غالباً انیسویں صدی کے اخیر کا ہے۔ کشاف المہدی ص ۱۵۷ میں ہے کہ سلطان عبد الحمید خاں جو ۱۸۷۶ء میں تخت نشین ہوئے اور تقریباً تیس برس تک انہوں نے حکومت کی ان کے عہد حکومت میں ۱۳۱۰ھ میں مسجد جامع دمشق کو آگ لگ گئی اس میں یہ مصحف بھی جل گیا۔

مصحف شامی:

احمد مقری مورخ نے ۷۵۳ھ میں اس کی زیارت کی تھی یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس، پھر سلاطین موحدین، پھر سلاطین بنی مرین کے قبضہ میں آیا اور جامع قرطبہ میں رہا، اہل قرطبہ نے سلطان عبد المومن کو دیا عبد المومن کے حکم سے

خلف بن عبد الملک المعروف ابن بشکوال (م ۵۷۸ھ) نے دارالسلطنت مراکش (فاس) کو منتقل کر دیا یہ منتقلی گیارہ شوال ۵۵۲ھ کو ہوئی۔ ۶۴۵ھ میں خلیفہ معتضد علی بن مامون کے پاس رہا اسی سال خلیفہ مذکور نے تلمسان پر فوج کشی کی اور مارا گیا اسی فوج کشی میں یہ مصحف گم ہو گیا لیکن پھر تلمسان کے شاہی خزانہ میں پہنچا وہاں سے ایک تاجر خرید کر فاس (مراکش) لایا وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف بصری:

یہ نسخہ کتب خانہ خدیو جو مصر میں ہے موجود ہے اس کو سلطان صلاح الدین الایوبی کے ایک وزیر نے ۵۷۵ھ میں تیس ہزار اشرفی میں خریدا تھا۔

مصحف یمنی:

کتب خانہ جامع ازہر مصر میں موجود ہے۔

مصحف بحرین:

فرانس کے عجائب گھر میں موجود ہے۔

مصحف کوفی:

قسطنطنیہ کے عجائب گھر میں موجود ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین مصاحف اور بھی ملتے ہیں جن میں مصحف عثمانی اول جامع سیدنا حسین ؓ قاہرہ میں ہے، مصحف عثمانی دوم جامعہ ملیہ دہلی میں موجود تھا اگر تقسیم ہندوستان کے ہنگامہ میں تلف نہ ہوا ہو تو موجود ہو گا۔ مصحف عثمانی سوم جو کہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے اس پر لکھا ہوا ہے "کتبہ عثمان بن عفان" یہ نسخہ اس سے قبل شاہان مغلیہ کے پاس تھا اکبر کی مہر اس پر ہے ۱۸۴۵ء میں یہ نسخہ میجر راونس کو ملا اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دے دیا اب انڈیا آفس لائبریری میں ہے اس کے ایک سو اکیاسی صفحات ہیں فی صفحہ سولہ سطریں ہیں۔

مصحف امام:

یہ وہ قرآن حکیم ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذاتی مصحف تھا شہادت کے وقت آپ اسی کی تلاوت فرما رہے تھے۔ شہادت کے بعد یہ آپ کے صاحبزادے خالد بن عثمان کے پاس رہا۔ بعد ازاں حضرت امام مالک رحمتہ اللہ کے پاس پہنچا۔ ابو عبید قاسم بن سلام ؒ نے بھی اس کی زیارت کی ہے۔ ابن بطوطہ (م ۷۷۹ھ) نے بھی اس کو دیکھنے کا دعوی کیا ہے اس نے یہ مصحف بصرہ میں ملاحظہ فرمایا یاد رہے کہ ابن بطوطہ نے مصحف شامی کی بھی دمشق میں زیارت کی ہے۔ علامہ جزری ؒ (م ۸۳۳ھ) اپنی تالیف نشر میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے قاہرہ کے مدرسہ فاضلیہ کے کتب خانہ میں اس کی زیارت کی ہے۔ امیر تیمور (م ۸۰۷ھ) بعد ازاں اسے اپنے ہمراہ سمرقند لے گیا بعد میں اس مصحف کو جامع عبید اللہ الاحمر

میں منتقل کیا گیا پھر ترکستان کے حاکم نے اس کو پیٹرز برگ روس میں منتقل کر دیا۔ ۱۹۰۴ء میں ادارہ سانسور پیٹروگراڈ نے اس کے پچاس نسخوں کے شائع کرنے کی اجازت دی جس میں سے پچیس نسخے اسلامی ممالک کو ھدیہ کئے گئے اور باقی پچیس پانچ پانچ سو روبل طلائی پر فروخت کئے گئے۔

۱۹۱۷ء میں انقلاب روس کے بعد یہ مصحف ادارہ نظارت دینی کو منتقل کیا گیا ۱۹۲۳ء میں اسے دوبارہ سمرقند منتقل کیا گیا۔ اس وقت یہ قرآن ادارہ شرق شناسی ازبکستان تاشقند میں موجود ہے اس کی ایک فوٹو کاپی پنجاب پبلک لائبریری میں قرآن مرکز میں بھی موجود ہے۔

38 وَقَالَ مَالِكٌ الْقُرْآنُ يُكْتَبُ بِالْ
كِتَابِ الْأَوَّلِ لَا مُسْتَحْدِثًا سُطِرَا

ت: اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید اس اولین رسم پر ہی لکھا جائے کسی نئی شکل پر نہ لکھا جائے۔

ف: حضرت امام مالکؒ کا یہ قول بطور سند اول کے درج ہے' ورنہ سب ہی آئمہ اور علماء امت نے یہی فرمایا ہے گویا یہ امت مسلمہ کا اجماعی حکم ہے۔ چنانچہ عمدۃ البیان میں شفاء قاضی عیاض رحمہ اللہ کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ رسم قرآن کو تبدیل کرنا کفر ہے۔

وکیف لا یجب الا قتداء	لما اتی نصا به الشفاء
الی عیاض انه من غیرا	حرفا من القرآن عمدا کفرا
زیادۃ اونقصا اوان ابدلا	شیا من الرسم الذی تاصلا

ترجمہ: کسی طرح اقتداء نہیں ہے اس کی جو شفاء میں نص ذکر کی ہے قاضی عیاضؒ نے کہ جس نے عمداً قرآن سے کوئی حرف تبدیل کیا اس نے کفر کیا ہے زیادہ کیا یا کم کیا یا رسم سے کسی حرف کو بدلا جو کہ اصل ہے اس نے بھی کفر کیا اس کا کفر ہونا ظاہر ہے کہ جو کام خیر القرون میں صحابہ نے کیا اور پھر صحابہ کا اجماع بھی اس پر ہے اس کا تبدیل کرنا کفر سے کم نہیں لہٰذا یہ رسم توقیفی ہے جس میں تغیر و تبدل ہرگز جائز نہیں۔

وقد نقل الجعبری وغیرہ اجماع الائمۃ الاربعۃ علی وجوب اتباع مرسوم المصحف العثمانی (دلیل الحیران شرح مورد الظمان) یعنی علامہ جعبری وغیرہم نے رسم المصحف العثمانی پر آئمہ اربعہ سے اس کے وجوب پر اجماع نقل کیا ہے یعنی اس رسم کے خلاف لکھنا جائز نہیں۔

ابو الفرج حمد بن علی بن نصر الهمذانی فی کتابه کنز المقرئین انه قال من قرا بخلاف مافی الدفتین وان کانت القراءۃ عن صحابی اوتابعی فهو بذلک ضال مبتدع یستتاب فان تاب والاعلی السلطان ان یردہ الی المجمع علیه (غایۃ النهایۃ للجزری ص

۴۰۹ ج ۱)

مختصر حالات حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ، نام مالک اور لقب امام دارالہجرت ہے سلسلہ نسب یہ ہے ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث الاصبحی المدنی۔ آپ مدینہ کے رہنے والے، بلند پایہ حافظ حدیث اور امت مسلمہ کے نامور فقیہ ہیں آپ کا خاندان مشہور صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عثمان بن عبید اللہ تیمی کا حلیف تھا۔ آپ نے نافع، مقبری، نعیم، مجمع، زہری، عامر بن عبد اللہ بن زبیر، ابن المنکدر ر عبد اللہ بن دینار اور دیگر بہت سے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا۔ آپ سے استفادہ کرنے اور علم حدیث سیکھنے والوں کی تعداد شمار سے باہر ہے چند قابل ذکر نام درج ذیل ہیں۔

عبد اللہ بن مبارک، یحییٰ قطان، ابن مہدی، ابن وہب، ابن القاسم، قعنبی، عبد اللہ بن یوسف، سعید بن منصور، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، یحییٰ بن بکیر، قتیبہ، ابو مصعب زبیری اور سب سے آخری شاگرد حذافہ سہمی ہیں۔ امام محمد اور امام شافعی بھی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں جب علماء کا ذکر آتا ہے تو امام مالک ان میں ستاروں کی طرح نمایاں ہوتے ہیں۔ امام شافعیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ زمین پر کوئی کتاب موطا امام مالک سے درست نہیں ہے۔ اشہب کہتے ہیں میں نے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ کو امام مالکؒ کے سامنے اس طرح باادب بیٹھے دیکھا جیسے لڑکا اپنے والد کے سامنے بیٹھتا ہے اس سے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ کے حسن ادب اور تواضع کا پتہ چلتا ہے حالانکہ امام ابو حنیفہ، امام مالک سے عمر میں تیرہ سال بڑے تھے۔

قتیبہ کہتے ہیں امام مالکؒ جب گھر سے پڑھانے کے لیے نکلتے تو خوب سرمہ، کنگھی خوشبو لگا کر اور زیب و زینت اور عمدہ قسم کا خوشنما لباس پہن کر تشریف لاتے اور مسند درس پر رونق افروز ہوتے۔

آپ نے چھیاسی برس عمر پائی۔ آپ صحیح قول کے مطابق ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ امام ابو عبد اللہ محمد الذہبی)

39 وَقَالَ مُصْحَفُ عُثْمَانٍ تَغَيَّبَ لَمْ
نَجِدْ لَهُ بَيْنَ أَشْيَاخِ الْهُدٰى خَبَرَا

ت: نیز امام مالکؒ نے یہ بھی فرمایا کہ مصحف عثمانؓ اس وقت غائب ہو چکا ہے شیوخ ہدایت میں ہم اس کی کوئی خبر نہیں پاتے ہیں۔

ف: اب یہاں سے ناظم علام نے مصحف امام کے متعلق بحث شروع کی ہے اور وہ اس سلسلے میں امام مالک کا ایک قول

بیان فرما رہے ہیں- ابن القاصح اپنی شرح رائیہ کے صفحہ ۱۷ پر فرماتے ہیں-

"علامہ ابن قتیبہ فرماتے ہیں- یہ وہی مصحف عثمان ہے جو حضرت عثمان کی شہادت کے وقت ان کی گود میں تھا- ان کی شہادت کے بعد ان کے صاحبزادہ خالد بن عثمانؓ کے پاس رہا پھر ان کی اولاد میں بطور وراثت منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس کے حاملین رحمت خدا کی طرف منتقل ہو گئے-

ابو شامہ اپنی شرح شاطبیہ ابراز المعانی کے صفحہ ۲۴۳ پر فرماتے ہیں-

وهذه رواية ضعيفة والصحيح ان مصحف الامام عند مالك كان موجودا-"

یعنی یہ روایت ضعیف ہے درست بات یہ ہے کہ حضرت عثمان کا مصحف امام مالک کے پاس موجود تھا- (جس کا ذکر آگے آئے گا)

اس قول کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت امام مالک کا یہ فرمان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی اپنی رائے ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے زمانہ میں یہ مصحف کسی ایسے شخص کے پاس ہو جس نے اس مصحف کو چھپا رکھا ہو نہ تو وہ کسی کو دکھاتا ہو نہ کسی نے اس مصحف کو دیکھا ہو اس وجہ سے امام مالک نے یہ فرمایا ہو کہ کسی نے اسے نہیں دیکھا- اس قول کے کمزور ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کو ابو عبید قاسم بن سلام نے دیکھا ہے جیسا کہ اگلے شعر میں علامہ بیان فرما رہے ہیں- اور جیسا کہ ہم اس سے قبل مصاحف کی تاریخ میں بیان بھی کر آئے ہیں کہ یہ مصحف الحمد للہ محفوظ ہے-

جیسا کہ پہلے تصریح کی جا چکی ہے کہ یہ حضرت عثمان کا اپنا ذاتی نسخہ تھا- جس کو مصحف الامام کہا جاتا ہے اور اہل مدینہ کا مصحف الگ تھا جس کو مصحف المدینہ یا المدنی کہا جاتا ہے-

40 أَبُوعُبَيدٍ أُولُوا بَعْضِ الْخَزَائِنِ لِيَ
فَاسْتَخْرَجُوهُ فَأَبْصَرْتُ الدِّمَا أَثَرَا

ت: ابو عبید قاسم بن سلام (جو اسی مصحف امام کے رسم کے بہت بڑے راوی ہیں) فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے جو بڑے نوادر جمع کیے ہوئے تھے میری خاطر اس مصحف کو نکلوایا' میں نے اس مصحف پر خون کے نشانات دیکھے-

ف: اس سے قبل آنے والے شعر میں امام مالک کا ایک قول نقل فرمایا ہے اور اس شعر میں حضرت ابو عبید قاسم بن سلامؒ کا قول نقل فرما رہے ہیں ابو عبید قاسم بن سلام تو بہت پرانے ہیں' ان کا یہ دیکھنا اور اس سے رسم پر بہت کچھ مواد روایت فرمانا ہرگز محل تعجب نہیں- علامہ محمد بن محمد بن محمد الجزریؒ جو نویں صدی کے مشائخ میں سے ہیں نشر میں دعوی فرماتے ہیں کہ قاہرہ کے مدرسہ فاضلیہ کے کتب خانہ میں ہم نے بھی اس مصحف کی زیارت کی ہے' اور ابو عبید کی تمام روایات کو اس پر منطبق کیا ہے اور صحیح پایا ہے-

مختصر حالات امام ابو عبید قاسم بن سلام بغدادی رحمہ اللہ

آپ کی ولادت ۱۵۴ھ میں ہوئی آپ سمندر جیسا علم رکھنے والے فقیہ اور مجتہد تھے۔ لغت کے امام اور بہت سی کتب کے مصنف تھے' اسماعیل بن جعفر' شریک قاضی' ہیشم' ابن عینیہ عباد بن عوام اور ان کے طبقہ سے حدیث کا سماع کیا ان کے بعد ہشام بن عمار اور ان جیسے دوسرے نچلے طبقے کے لوگوں سے بھی روایت کرتے ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں دارمی' ابوبکر بن ابی الدنیا' علی بن عبد العزیز' حارث بن ابی اسامہ اور محمد بن یحییٰ مروزی شامل ہیں آپ ہرات میں پیدا ہوئے' آپ کے والد رومی تھے۔

امام اسحاق بن راہویہ ؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ صادق کو دوست رکھتا ہے ابو عبید مجھ سے زیادہ عالم اور زیادہ فقیہ ہیں نیز یہ بھی فرمایا کہ ہم ابو عبید کے محتاج ہیں لیکن ابو عبید کو ہماری حاجت نہیں' امام احمد ؒ فرماتے ہیں ابو عبید استاذ ہیں اور ان کی خیر و برکت میں ہر روز اضافہ ہو رہا ہے۔ امام یحییٰ بن معین ؒ سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تعجب ہے ابو عبید جیسے شخص کے بارہ میں لوگوں سے پوچھا جاتا ہے۔ ابو داؤد ؒ کہتے ہیں آپ ثقہ اور مامون ہیں۔ امام ذہبی ؒ فرماتے ہیں جو شخص ابو عبید کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اسے علم اور حفظ میں ان کے مقام کا اچھی طرح اندازہ ہو جائے گا۔ وہ حدیث کے حافظ اور اس کی علل کے جاننے والے تھے۔ علم لغت کے ماہر اور علم تجوید کے امام تھے اس فن میں انہوں نے ایک تصنیف بھی چھوڑی ہے۔ عرصہ دراز تک سرحدی علاقہ میں قاضی رہے۔ آپ نے ۲۲۴ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی تصانیف میں کتاب الاموال اور کتاب الناسخ و المنسوخ شامل ہیں (تذکرۃ الحفاظ للامام الذہبی ؒ) کتاب الاموال اسلامی مالیات کے موضوع پر ہے سیاسیات کے مالی شعبہ پر سب سے قدیم تصنیف ہے علامہ محترم کی کتاب امثال کا لاطینی ترجمہ پروفیسر برٹوگوئٹہ کی توجہ سے ۱۸۳۶ء میں شائع ہوا۔

41 وَرَدَّهُ وَلَدُ النَّحَّاسِ مُعْتَمِدًا
مَاقَبْلَهُ وَأَبَاهُ مُنْصِفُ نَظَرًا

ت: ابو جعفر بن النحاس نے ابو عبید کے قول کا رد کیا' اور اس کی تردید میں انہوں نے اعتماد کیا ہے اس سے اوپر والے قول امام مالک پر' مگر ان لوگوں نے جو کہ نظر و فکر کے اعتبار سے انصاف پسند ہوئے ہیں۔ ابو جعفر کے اس قول کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔

ف: نظر و فکر کی رو سے انصاف کرنے والے علماء نے ابو جعفر بن النحاس کے اس قول کا رد کیا ہے اور انہوں نے ابو جعفر بن النحاس کے قول کے جواب میں فرمایا ہے کہ امام مالک رحمتہ اللہ کے قول کو دلیل بنا کر ابو جعفر بن النحاس ؒ کا ابو عبید قاسم بن سلام ؒ کے قول کو رد کر دینا صحیح نہیں کیونکہ امام مالک رحمتہ اللہ نے یہی تو فرمایا ہے کہ ہمیں اس مصحف

کا علم نہیں ہو سکا نہ یہ کہ وہ ضائع ہو گیا ہے پھر اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ اب وہ مصحف کسی کو مل ہی نہیں سکتا چنانچہ آئندہ شعر میں اسی دلیل کو بیان فرماتے ہیں۔

مختصر حالات حضرت ابو جعفر بن النحاس رحمہ اللہ

آپ کا نام احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی ہے' ابن النحاس سے مشہور ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر تھی۔ مصر کے رہنے والے تھے اور وہاں کے مشہور اہل علم میں سے تھے۔ بغداد جا کر الاخفش الاصغر' المبرد' نفطویہ اور الزجاج جیسے اکابر سے علوم حاصل کیے۔ خصوصاً نحو' صرف اور ادب میں خوب مہارت پیدا کی۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد وطن واپس آکر بہت سی کتب تحریر فرمائیں۔

جن میں درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

اعراب القرآن' معانی القرآن' والکافی فی العربیہ' کتاب القطع والائتاف' المقنع فی اختلاف البصریین والکوفیین' شرح المعلقات' شرح المفضلیات' شرح ابیات الکتاب' الاشتقاق' ادب الکتاب وغیرہم۔

۳۳۸ھ میں مصر میں شہید کیے گئے۔ وفات کا واقعہ عجیب ہے کہ آپ دریاء نیل کے کنارہ پر بیٹھ کر بال کاٹ رہے تھے۔ کسی جاہل نے دیکھ لیا اور گمان کیا کہ شائد آپ دریا پر جادو کر رہے ہیں تا کہ نیل کا پانی خشک ہو جائے اس نے انہیں دریا میں پھینک دیا اور نیل ان کو بہا کر لے گیا۔ پھر ان کی کوئی خبر نہیں ملی۔ رحمہ اللہ علیہ رحمہ" واسعۃ

42 اِذْلَمْ يَقُلْ مَالِكٌ لَاحَتْ مَهَالِكُهُ
مَالَا يَفُوتُ فَيُرْجٰى طَالَ اَوْقَصُرَا

ت: اس لیے کہ امام مالک" نے یہ تو نہیں فرمایا کہ اس مصحف کی ہلاکت کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں جو چیز فوت نہ ہوئی ہو اس کے ملنے کی توقع کی جا سکتی ہے' خواہ وہ توقع طویل ہو یا مختصر۔

ف: جیسا کہ اس سے قبل شعر ۳۹ کے تشریحی فوائد میں ہم تحریر کر چکے ہیں کہ وہ مقولہ ان کا اس وقت کا ہو گا جب امام مالک علیہ الرحمہ کو مصحف کے متعلق معلوم نہیں ہو گا۔ اہل تذکرہ نے لکھا ہے کہ یہ مصحف خود امام مالک رحمہ اللہ کے کتب خانہ میں تھا' دونوں روایتوں میں تطبیق ہم نے شعر ۳۹ کے تشریحی فوائد میں کی بھی ہے۔

بہرحال حافظ الحدیث علامہ ابو شامہ شرح شاطبیہ میں ہشام کے لیے اِبْرَاہَامْ بالالف کی روایت کے ذیل میں ابو بکر بن مہران کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

قال ابوبکر بن مهران روی عن مالك بن انس انه قیل له ان اهل دمشق یقرء ون ابراهام وانهم یدعون قراءة عثمان رضی الله عنه' فقال مالك ها مصحف عثمان

عندی ثم دعا بہ فاذا فیہ کما قرا اھل دمشق"

(ابراز المعانی ص ۲۴۳)

ترجمہ: ابوبکر بن مہران فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہیں یہ کہا گیا کہ اہل دمشق "ابراہام" پڑھتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کی قراءۃ ہے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ یہ میرے پاس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مصحف ہے پس انہوں نے اس کو منگوایا اور اس میں اہل دمشق کی قرآءت تھی جس طرح وہ پڑھتے تھے۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امام مالک رحمتہ اللہ کا یہ قول کہ اب کوئی علم نہیں کہ وہ مصحف کہاں ہے اس وقت کا ہے جب آپ کو اس مصحف کا علم نہیں تھا اور بعد ازاں آپ نے یہ مصحف حاصل کر لیا تھا۔

لَاحَتْ بمعنی ظہرت، فَيُرْجٰی، جس کی امید رکھی جائے۔

43 وَبَيْنَ نَافِعِهِمْ فِىْ رَسْمِهِمْ وَاَبِىْ
عُبَيْدٍنِ الْخُلْفُ فِىْ بَعْضِ الَّذِىْ اَثَرَا

ت: اور ائمہ رسم میں سے نافع اور ابو عبید کے درمیان بعض ان چیزوں میں جو یہ دونوں نقل کرتے ہیں کچھ اختلاف ہے۔

ف: ان کے اختلاف کی تشریح اگلے شعر کے تشریحی فوائد میں بیان ہوگی۔

اس سے قبل ہم امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمتہ اللہ کے مختصر حالات زندگی بیان کر چکے ہیں یہاں ہم امام نافع مدنی رحمہ اللہ کے مختصر حالات تحریر کرتے ہیں۔

مختصر حالات حضرت امام نافع مدنی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا اسم مبارک نافع اور کنیت ابو عبد الرحمٰن، ابو الحسن اور ابو رویم ہے۔ آپ کے والد کا نام عبد الرحمٰن اور دادا کا نام ابو نعیم ہے آپ جعونہ بن شعوب لیثی کے آزاد کردہ غلام تھے اور وہ سید الشہدا حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب کے حلیف تھے۔ اصل کے اعتبار سے آپ اصفہانی ہیں۔ آپ کا رنگ سیاہ تھا۔ قرآءت کی وجوہ اور عربیت کے آپ عالم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر مضبوطی کے ساتھ عامل تھے۔ نیز دار الہجرہ مدینہ طیبہ کے امام تھے۔ امام ابو جعفرؒ کے بعد آپ کی امامت پر اجماع تھا۔ آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ صحابہؓ میں سے حضرت طفیل اور حضرت ابن ابی انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کی ہے۔ اس لیے آپ تابعی ہیں۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نافع کی قرآءت سنت اور پسندیدہ ہے۔ اسحاق مسیبیؒ نے عرض کیا کہ آپ کا چہرہ کیسا اچھا ہے اور اعضاء کی بناوٹ کس قدر

خوبصورت ہے۔ فرمایا ایسا کیوں نہ ہو تا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے خواب میں مصافحہ فرمایا ہے آپ نے ستر تابعین سے قرآن پڑھا۔ انہی میں سے امام ابو جعفر یزید بن قعقاع مدنیؒ بھی ہیں۔ جو قرآءت کے آٹھویں امام اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ نافع خود کہتے ہیں کہ جب میں ابو جعفر یزیدؒ سے پڑھتا تھا اس وقت میری عمر نو سال تھی۔ دوسرے شیخ شیبہ بن نصاح اور تیسرے عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج ہیں۔ ان تینوں نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ سے پڑھا اور ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا۔ اور آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اور انہوں نے رب جلیل سے یا لوح محفوظ سے حاصل کیا۔

آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ قرآن شریف پڑھتے تھے یا بات کرتے تھے تو منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی کسی نے دریافت کیا اے ابو عبد الرحمٰن جب آپ پڑھانے اور پڑھنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو کیا خوشبو لگا کر بیٹھتے ہیں؟ فرمایا! نہ تو میں خوشبو لگاتا ہوں اور نہ خوشبو کے نزدیک ہی جاتا ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میرے منہ میں (یعنی منہ سے منہ ملا کر) قرآن شریف پڑھ رہے تھے بس اس وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے۔

آپ نے مدینہ طیبہ میں ۱۶۷ھ میں تقریباً" ننانوے سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

44 وَلَا تَعَارُضَ مَعْ حُسْنِ الظُّنُوْنِ فَطِبْ صَدْرًا رَّحِيْبًا بِمَا عَنْ كُلِّهِمْ صَدَرَا

ت: لیکن یہ کوئی تعارض نہیں۔ پس جو کچھ ان سے پہنچا ہے تو اس تمام مجموعہ کے بارے میں عمدہ آدمی ہو کشادہ سینہ کرتے ہوئے حسن ظن کے ساتھ۔

ف: امام نافع مدنیؒ رسم کی روایت مصحف مدنی سے نقل کرتے ہیں، اور امام ابو عبیدؒ مصحف امام سے، کہیں کہیں ان کی روایتوں میں خُلف ہو گا۔ بات یہ ہے کہ اہل رسم علماء میں سے کسی نے بھی تمام مصاحف کے مطالعہ کے بعد رسم نقل نہیں کیا ہے، بلکہ جس کو جو مصحف ملا اس نے اسی میں سے نقل کر دیا لہٰذا اکثر تو یہ روایتیں متفق ہی ہوتی ہیں اور کہیں کہیں مختلف۔

ناظم کا اصول

جس جگہ رسم کی نسبت نافع، ابو عبید، نصیر وغیرہ کسی امام کی طرف کرتے ہیں وہاں مقصد کلمۂ قرآنی کا مطلق رسم بتانا مقصود ہے کسی اختلاف رسمی پر اشارہ مقصود نہیں ہوتا اور اس امام رسم کا نام محض بطور مروی عنہ لینا مقصود ہوتا ہے، لہٰذا اس مقام پر سبھی ائمہ رسم کو اس سے متفق سمجھنا چاہئے۔ البتہ جس جگہ رسم کو کسی مصحف کی طرف نسبت کرتے ہیں

وہاں مطلب یہ ہوتا ہے کہ دیگر مصاحف میں رسم دوسری طرح ہے مثلاً وَبِالزُّبُرِ الشَّامِیْ میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ باء جارہ مصحف شامی میں مرسوم ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ غیر مصحف شامی میں باء نہیں ہے وَالزُّبُرِ ہے۔ مگر یہ اصول بھی اکثری ہے کلی نہیں، چنانچہ مِصْرًا اور مِیکٰلَ کے کلمات میں اس اِصول کی مزید تشریح آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

45 وَهَاكَ نَظْمُ الَّذِیْ فِیْ مُقْنِعٍ عَنْ اَبِیْ
عَمْرٍو وَفِیْهِ زِیَادَاتٌ فَطِبْ عُمُرَا

ت: اور تو ان مسائل کی نظم حاصل کر جو ابو عمرو کی کتاب مقنع میں ہیں، اور اس نظم میں کچھ اضافے بھی ہیں۔ تو اپنی عمر میں خوش باش ہو۔

ف: رسم عثمانی پر "المقنع" عظیم کتاب ہے۔ ناظم جس کتاب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں یہ المقنع الکبیر ہے۔ مابعد کے علماء نے مسائل رسم میں اس پر بہت اعتماد کیا ہے۔ علامہ دانی ہی کی رسم پر ایک کتاب المقنع الصغیر بھی ہے، جو پہلی کتاب سے گویا نصف ہے۔

یہ دونوں کتابیں حافظ ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن عمر اموی (مولائے بنوامیہ) کی تصنیف ہیں، بہت زبردست عالم ہیں مستجاب الدعوات ہیں مالکی المذہب ہیں۔ علامہ دانی کا سنہ وفات ۴۴۴ھ ہے صاحب مورد الظمان فرماتے ہیں:

وَالشَّاطِبِیْ جَاءَ فِیْ الْعَقِیْلَةِ
بِهٖ وَزَادَ اَحْرُفًا قَلِیْلَةِ

یعنی امام شاطبی نے مقنع کے تمام مسائل نظم کئے ہیں ان کی نظم کا نام عقیلة اتراب القصائد فی اسنی المقاصد ہے اور نظم میں کچھ کلمات قلیلہ کا اضافہ بھی ہے جو کل چھ ہیں۔

علامہ شاطبی پیدائش ۵۳۸ھ، مصر میں تشریف آوری ۵۷۲ھ، مصر میں وفات ۵۹۰ھ

رسم کی اقسام

قال بعضهم: مرسوم المصاحف اصطلاح من الصحابة، وقال الاخرون انه من املاء النبی صلی الله علیه وسلم علی سیدنا زید بن ثابت من تلقین جبرئیل علیه السلام۔ (دلیل الحیران ص ۳۳)

اقول: وبناء علی القول الاول یقال للرسم العثمانی "الرسم الاصطلاحی۔" وبناء علی القول الثانی یقال "الرسم التوقیفی۔" (اظہار احمد)

ترجمہ: بعض علماء کا خیال ہے کہ جو مصاحف لکھے گئے ہیں اس میں "رسم" صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصطلاح ہے۔ اور دوسرے علماء حضرات کا خیال ہے کہ یہ رسم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے فرمان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو املاء کروایا تھا۔

میں یہ کہتا ہوں کہ پہلے قول کی بنا پر اس الرسم العثمانی کو "الرسم الاصطلاحی" کہا جاتا ہے اور دوسرے قول کی بنا پر اسے "الرسم التوقیفی" کہا جاتا ہے۔

رسم کی دو قسمیں ہیں (۱) قیاسی (۲) توقیفی، رسم توقیفی کو رسم اصطلاحی بھی کہتے ہیں۔

رسم قیاسی یہ ہے کہ کسی لفظ کے وہ تمام حروف ہجاء لکھے جائیں جن کو آدمی یہ فرض کرتے ہوئے تکلم کرتا ہے کہ وہ اس کی ابتداء کرتا ہے اور اس کے آخر میں وقف کرتا ہے لہٰذا شروع میں ہمزہ وصل لکھا گیا اور آخر سے تنوین کی صورت حذف ہوئی۔

رسم توقیفی یہ ہے کہ وہ ایک علم ہے جس میں یہ بات جانی جاتی ہے کہ کہاں کہاں مصاحف عثمانی کا رسم، رسم قیاسی کے خلاف ہے۔

لفظ "رسم" سین مہملہ کے ساتھ خط مصاحف ہی کے ساتھ خاص ہے اگرچہ اس کے مرادف اور لفظ بھی ہیں مثلاً خط۔ کتابت۔ زبر۔ سطر۔ رقم۔ رشم، شین معجمہ کے ساتھ وغیرہ۔

رسم توقیفی کا موضوع:

حروف المصاحف العثمانیۃ من حیث الحذف والزیادۃ والابدال والفصل والوصل وغیرہا۔

رسم توقیفی کی غرض تمییز:

ماوافق رسم المصاحف من القراءات فیقبل وما خلفہ منہا فیرد۔

"واعلم ان اکثر رسم المصاحف موافق لقواعد الرسم القیاسی وقد خرجت منہا اشیاء منہا ماعرف حکمہ ومنہا ماغاب عنا علمہ۔ ولم یکن ذلک من الصحابۃ کیف اتفق بل لا مر عندھم قد تحقق۔ واعظم فوائد ذلک کماذکرہ بعض العلماء انہ حجاب منع اھل الکتاب ان یقرء وہ علی وجھہ دون موقف" (دلیل الحیران ص ۳۲)

اس موضوع کی مزید تفصیل مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مختصر حالات علامہ ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ

حافظ ابو عمرو عثمان بن سعید اموی (ولا کی نسبت سے اموی کہلاتے ہیں) ابن الصیرفی کے لقب سے مشہور ہوئے پھر

علامہ دانی کہلائے، قرطبہ میں پیدا ہوئے، پھر دانیہ منتقل ہونے پر دانی کہلائے۔ بہت دین دار، متورع کثیر البرکت، مستجاب الدعوات اور مالکی المذہب تھے۔ ابو الحسن قابسیؒ اور ابن زمنینؒ سے اور دیگر بہت سے مشائخ سے استفادہ کیا۔ اندلس وغیرہ میں ایک خلق کثیر نے ان سے استفادہ کیا جن میں ابو داوٗد اور شیخ مغامی مشہور ہیں۔

مشہور تھا کہ قاری اندلس ابو عمرو دانی، فقیہ اندلس ابو الولید باجی اور محدث اندلس ابو عمرو بن عبد البر ہیں۔ شیخ لبیب نے فرمایا کہ میں نے علامہ دانی کی ایک سو بیس تالیفات کا مطالعہ کیا ہے جن میں سے گیارہ رسم پر ہیں۔ اور کتاب المقنع اس میں سب سے کم حجم کی ہے۔ نیز شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ علامہ دانی کی تالیفات کی تعداد ایک سو تیس سے اوپر ہے۔ جو علوم قرآن، رسم، ضبط اور تفسیر وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

ابو القاسم خلف بن عبد الملک بن بشکوال کہتے ہیں علامہ دانی علوم قرآنی میں امام تھے، روایت، تفسیر، معانی طرق اعراب، وغیرہ تمام گوشوں پر وسیع النظر تھے ان موضوعات پر ان کی بہترین تالیفات ہیں۔ ان کو حدیث، طرق حدیث اور اسماء رجال میں بڑی مہارت حاصل تھی۔

اعلی درجہ کے خطاط تھے۔ ضبط، حفظ ذکاوت اور تفنن میں ان کی نظیر نہ تھی کچھ اور معاصرین نے فرمایا علامہ دانی اپنے دور میں حفظ و تحقیق میں بے مثال تھے علامہ دانی کا قول تھا میں نے جب بھی کوئی اچھی چیز دیکھی اس کو لکھا، جب بھی لکھا تو وہ چیز مجھے یاد ہو گئی اور جب بھی کوئی چیز مجھے یاد ہو گئی وہ مجھے کبھی نہیں بھولی۔

علامہ دانی سے جب کوئی آثار اور نصوص علماء سے متعلق مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کو تمام متعلقہ اسانید کے ساتھ بیان کرتے اور بغیر سند کوئی بات نہیں کہتے تھے۔

علامہ کی پیدائش ۳۷۱ھ ہے، دانیہ میں نصف شوال ۴۴۴ھ میں بعد نماز عصر انتقال ہوا۔ دانیہ کی تمام آبادی جنازہ پر حاضر ہو گئی۔ گھر اور قبر کا معمولی فاصلہ ہونے کے باوجود کثرت ہجوم کے باعث رات تک کئی گھنٹے میں جنازہ قبر تک پہنچ سکا۔ سلطان وقت ابن مجاہد نے جنازہ کی مشایعت کی، خلق کی کثرت کو دیکھ کر بار بار سلطان کے منہ سے لا طاعۃ الا طاعۃ اللہ کے الفاظ سنے گئے۔ لوگوں نے اس رات تیس قرآن ختم کیے، قبر پر دو ماہ تک لوگوں نے راتیں گزاریں۔ (دلیل الحیران ص ۲۱ و ۲۲)

الفُرش

بَابُ الْاِثْبَاتِ وَالْحَذْفِ وَغَيْرِهِمَا مُرَتَّبًا عَلَى السُّوَرِ

پہلا باب اثبات اور حذف وغیرہ کے بیان میں جو سورتوں کی ترتیب سے ہے

مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ اِلٰى سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ

سورۃ البقرۃ سے سورۃ الاعراف تک

ہر فن کی اپنی اصطلاح ہوتی ہے کتب قرآءت میں پہلے اصول' پھر فُرش بیان ہوتے ہیں۔ کتب رسم میں پہلے فُرش پھر اصول بیان ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ فن سماعی اور توقیفی ہے۔ اصول متفرق اور منتشر کلمات کے رسم کو دیکھ کر غور کرنے کے بعد وضع کیے گئے ہیں۔ اسی فطری ترتیب کو کتب رسم میں ترتیب بیانی میں بھی قائم کیا گیا۔

ناظم نے فُرش میں قرآن کے چار حصے کیے ہیں۔ اول سورہ البقرہ سے سورۃ الاعراف تک' دوسرا سورۃ الاعراف سے سورۃ مریم علیہ السلام تک' تیسرا سورۃ مریم علیہ السلام سے سورۃ ص تک اور چوتھا سورۃ ص سے آخر قرآن تک۔

اثبات' حذف وَغَيْرِهِمَا' وغیرہما سے ابدال حرف مراد ہے جیسے لفظ صِرَاطَ کی صاد کی رسم کا بیان۔

مناسب یہ تھا کہ مِنْ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ فرمایا جاتا لیکن ایک لطیف نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ فاتحہ ام القرآن ہے۔ تمام قرآن کا افتتاحی دروازہ ہے۔ صرف الاعراف تک کی سورتوں کے لیے نہیں۔

اسم کا ہمزہ

اسم کا ہمزہ وصلیہ ہے' رسم میں یہ ہمزہ مرسوم ہوتا ہے مگر رسماً حذف بھی ثابت ہے جس کے لیے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ مجرور بالباء الجارہ ہو دوسرے یہ کے مضاف الی اللہ ہو۔ دونوں شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہو گی تو ہمزہ مرسوم ہو گا۔ چنانچہ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ ہر جگہ محذوف ہے۔ اسی طرح بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا (ہود) اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل) میں محذوف ہے۔

اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ' مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ' اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ اور بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ میں محذوف الرسم نہیں ہے۔

رَحْمٰنْ۔ اَللّٰه : لفظ رَحْمٰنْ کا الف تمام قرآن میں باجماع محذوف الرسم ہے۔ اسی طرح لفظ اَللّٰه یا اَللّٰهُمَّ کا الف باجماع ہر جگہ محذوف ہے۔ یہ حذف اختصاراً ہے۔ تلفظ میں یہ الفاظ کثیر الدور و کثیر الاستعمال تھے۔ رسم' تلفظ کا تابع ہوتا

ہے تو تحریر میں کثیر التحریر ہوا۔ لہٰذا اختصاراً حذف ہوا۔

تنبیہہ:

حذف اکثر حروف علت کا ہی ہوتا ہے۔

اَلْعٰلَمِیْنَ : عٰلَمِیْنَ، صٰدِقِیْنَ، ذُرِّیّٰتٍ، اٰیٰتٌ، مُسْلِمٰتٍ، بَیِّنٰتٍ، کثیر الدور جمع مذکر و مونث سالم میں الف کا حذف قیاسی ہے۔ جیسا کہ اصول میں معلوم ہو گا۔

حذف:

اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) حذف اشارہ (۲) حذف اختصار (۳) حذف اقتصار

(۱) حذف اشارہ:

یہ ہے کہ اس میں شمول قرآء ت مقصود ہو جیسے وَاِذْ وٰعَدْنَا میں وٰعَدْنَا مرسوم ہے' تاکہ قرآء ت ابو عمرو بصری کی طرف اشارہ ہو جائے۔

تنبیہہ:

ضروری نہیں کہ جس قرآء ت کی طرف اشارہ مقصود ہو' وہ متواتر ہی ہو۔ شاذہ بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں شذوذ بعد دور صحابہ ہوا۔ تواتر نہ رہنے کی وجہ سے مثلاً سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ کو سٰمِرًا بحذف الف لکھا ہے اس میں قرآء ۃ شاذہ سُمَّرًا کی طرف اشارہ ہے۔

(۲) حذف اختصار:

وہ حذف جو کسی ایک لفظ کے ساتھ مخصوص نہ ہو بلکہ نظائر عموماً اس حذف کے ساتھ ہی ہوں مثلاً جمع سالم کے الف کا حذف چنانچہ ناقلین رسم نے ان سے ایک مستقل رسمی اصول کا استنباط کیا ہے۔

(۳) حذف اقتصار:

ایک یا چند کلموں میں حذف ملتا ہو نہ کہ جمیع نظائر میں' جیسے اَلْمِيْعٰدُ (انفال) اور اَلْكُفّٰرُ (رعد) میں۔ (دلیل الحیران علی مورد الظمآن ص ۳۵)

حذف و اثبات:

حذف و اثبات دونوں کے لیے کچھ مُرَجِّحٰات ہیں۔ مثلاً اثبات کا ایک مرجح یہ ہے کہ وہ اصل ہے اور حذف کو ترجیح ہو گی جس وقت وہ قرآء ت کی طرف مشیر ہو۔ بشرطیکہ اس کے خلاف اثبات پر نص نہ ہو۔

کبھی دونوں مُرَجِّحٰات (اثبات و حذف) متزاحم ہو جاتے ہیں مثلاً ایک پر نص وارد ہو' دوسرے کے لیے حمل

علی النظائر یا حمل علی المجاور ترجیح کی وجہ ہو۔
نافع کی نقل بھی اثبات یا حذف کی ترجیح میں ایک سبب قوی شمار ہوتا ہے اسی طرح مصحف مدنی کا رسم اسباب ترجیح میں سے ہوتا ہے۔
کبھی اسباب ترجیح میں سے بعد کے مشائخ نقل مثلاً علامہ دانی، شاطبی، جزری وغیرہم کی نقول باعث ہو جاتی ہیں۔ وغیرہ (دلیل الحیران علی مورد الظمان ص ۳۵)

46/1 بِالصَّادِ كُلُّ صِرَاطٍ وَالصِّرَاطِ وَقُلْ
بِالْحَذْفِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ مُقْتَصِرَا

ت: ہر جگہ صِرَاطٍ اور اَلصِّرَاطِ صاد کے ساتھ مرسوم ہے اور کہہ تو کہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، مرسوم بحذف الف ہے دراں حالیکہ یہ حذف اقتصار والا ہے۔
ف: لفظ صِرَاطٍ قرآن کریم میں پینتالیس جگہ آیا ہے اور یہ قرآن میں تمام جگہ صاد کے ساتھ ہی مرسوم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ اصل لغت میں سِرَاطٍ سین کے ساتھ ہے۔ لفظ میں طا کی مجاورت کی وجہ سے سین، صاد سے بدلا، اور گویا یہی تلفظ اہل زبان کے لیے مثل اصل لغت کے ہو گیا، قنبل کی روایت میں بالسین پڑھا گیا تو یہ قرآءت رسم کے خلاف نہ کہی جائے گی کیونکہ سین اصل ہے۔ ظاہری رسم سے ہٹ کر رجوع الی اصل اللغت، متعدد مواقع میں ثابت ہے۔ مثلاً کَاَیِّنْ پر وقف علی الیاء۔ حَاشَ پر وقف بالالف حَاشَا وغیرہ وغیرہ۔
خُلْف کی وجہ سے اشمام بالزای کے انطباق کے سلسلہ میں یہ بات ہر جگہ یاد رکھنی چاہئے کہ صاد مشمہ بالزای حرف فرعی ہے اور فرعی حرف کی صورت علیحدہ اور مستقل نہیں ہوتی، بلکہ وہ اصلی حرف ہی کی شکل میں مرسوم ہوتا ہے جیسے ہمزہ مسہلہ وغیرہ، لہٰذا اس کا انطباق بھی اسی رسم پر صحیح ہو گیا۔
یاد رہے کہ لفظ صِرَاطٌ کی رسم کا بیان زائد علی الاصل ہے۔ مقنع میں اس کا ذکر نہیں ہے۔
قرآن مجید میں لفظ مَالِكِ ہر جگہ بغیر الف ہے۔
وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَلِكٌ (الکہف) وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَرٰی (یوسف) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ (یوسف) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ (طٰہ والمؤمنون) اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ (الحشر والجمعہ) مَلِكِ النَّاسِ (الناس) نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ (یوسف) وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ (الزخرف) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ (آل عمران)
قطع نظر قرآءت مَالِكُ یا مَلِكِ سے، ہر جگہ یہ لفظ بغیر الف ہے دوسری بات یہ ہے کہ قرآءت کا اختلاف صرف

فاتحہ والے لفظ میں ہے۔ اس کے علاوہ مَالِكِ یا مَلِكِ ایک ہی وجہ ہے۔
شراح نے اشکال کیا ہے کہ ناظم کے کلام سے وہم ہوتا ہے کہ حذف الف صرف فاتحہ ہی میں ہے، لیکن ہمارے خیال میں یہ بات نہیں۔ تمام قرآن میں لفظ مَالِكِ بالالف صرف تین جگہ سورۃ فاتحہ، آل عمران اور زخرف میں پڑھا جاتا ہے۔ اول میں اختلاف قرآءت ہے، دوسرے دو میں باتفاق الف ہے، ناظم لفظ مُقْتَصِرًا میں اشارہ کرتے ہیں کہ الف کا حذف، قطع نظر حذف اشارہ کے، حذف اقتصار بھی ہے۔ حذف اقتصار کی تشریح اوپر آچکی ہے کہ جس کی نظیر میں چند کلمے اور بھی ملتے ہوں۔
یاد رہے کہ حذف اشارہ اور حذف اقتصار میں مانعۃ الخلو ہے۔

قراءات:

امام شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَمَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ رَاوِیْهِ نَاصِرٌ
وَعِنْدَ سِرَاطِ وَالسِّرَاطِ لِ قُنْبُلَا

بِحَیْثُ اَتٰی وَالصَّادَ زَایًا اَشِمَّهَا
لَدٰی خَلَفٍ وَاشْمِمْ لِخَلَّادَ الْاَوَّلَا

مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ: عاصم۔ کسائی۔ یعقوب اور خلف
مَلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ: باقون
السِّرَاطَ۔ سِرَاطَ: قنبل اور رویس
خَلَفٌ راوی امام حمزہ اشمام بالزاء کرتے ہیں۔ جبکہ خلاد صرف پہلے والے الصراط میں اشمام بالزاء کرتے ہیں۔
الصِّرَاطَ۔ صِرَاطَ: باقون

47/2 وَاحْذِفْهُمَا بَعْدُ فِیْ ادّٰرَأْتُمْ وَمَسَا
كِیْنَ هُنَا وَ مَعًا یُخٰدِعُوْنَ جَرٰی

ت: اور حذف کر دونوں (الفوں) کو جو پہلے کے بعد والے ہیں، لفظ اِدّٰرَأْتُمْ میں اور مَسٰكِیْنَ میں بھی جو اس جگہ (سورۂ بقرہ) میں ہے اور دونوں یُخٰدِعُوْنَ۔ میں بھی حذف الف جاری ہوا ہے۔

ف: یعنی باتفاق مشائخ نقل لفظ اِدّٰرَأْتُمْ جو قرآن میں صرف ایک جگہ ہے (بقرہ ع ۹) اس کا دال کے بعد اور راء کے بعد والا الف محذوف ہے اور لفظ بَعْدُ کا مضاف الیہ الف ہمزہ وصل ہے یعنی فا کے بعد ہمزہ وصل مرسوم ہے۔

گویا الف ہمزہ وصل تلفظ میں حذف ہوتا تھا اس کو رسم سے ظاہر کیا گیا اور باقی دو الفوں کو رسم سے حذف کیا گیا ہے مگر تلفظ میں باقی ہیں۔ ہمزہ وصل سے تلفظ محفوظ ہو گیا ورنہ دَرَأْتُمْ ہو جاتا اور قرآن میں دَرَأَ سے کئی جگہ الفاظ آئے ہیں۔

مثلاً:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ۔ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ

قرآن میں لفظ مَسَاكِيْنَ جمع مِسْكِيْن حسب ذیل مقام پر وارد ہوئے ہیں۔

(۱) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ (البقرۃ)

(۲) وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ (النساء)

(۳) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ (النساء)

(۴) فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ (الانفال)

(۵) إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ (التوبہ)

(۶) وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (الحشر)

(۷) أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ (الکہف)

(۸) فَكَفَّارَتُهٗ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ أَوْسَطِ (المائدہ)

(۹) هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ (المائدہ)

(۱۰) ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ (البقرۃ)

(۱۱) فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (البقرۃ)

(۱۲) وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُّؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ (النور)

ان تمام میں حذف الف ہے البتہ مائدہ کے دوسرے مَسَاكِيْنَ میں بروایت نصیر خُلْف ہے اور بروایت نافع حذف ہی ہے اس کا بیان مائدہ میں عنقریب آ رہا ہے۔

وَقُلْ مَسَاكِيْنَ عَنْ خُلْفٍ (شاطبی)

صاحب مورد الظمآن نے کہا وَالْخُلْفُ فِيْ ثَانِيَ الْعُقُوْدِ ثُبِّتَا۔

مَسَاكِيْنَ بروزن مَفَاعِيْل جمع ہے' الف کا حذف اختصاراً ہے۔ اصول میں تمام نظائر کو سامنے رکھتے ہوئے کلیہ اخذ کیا گیا کہ مفاعیل جمع میں الف محذوف ہوتا ہے۔

وَمَعًا یُخٰدِعُوْنَ جَرٰی۔ یعنی یُخٰدِعُوْنَ کے دونوں لفظ محذوف الالف ہیں ایک تیسرا نساء میں بھی ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ، وہ بھی بحذف الف ہے۔ اس سے تعرض یا تو اس لیے نہیں کہ اس میں اختلاف قرآء ت نہیں یا لفظ مَعًا بمعنی جَمِیْعًا ہے۔ جیسا کہ جعبری نے فرمایا ہے۔

مورد الظمان میں ہے "حَیْثُ یُخٰدِعُوْنَ" اسی طرح خَادِعُھُمْ میں بھی حذف الف راجح ہے۔ (دلیل الحیران ص ۵۵)

قراء ات:

امام شاطبیؒ حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

مَسَاکِیْنَ مَجْمُوْعًا وَلَیْسَ مُنَوَّنًا
وَیُفْتَحُ مِنْہُ النُّوْنُ عَمَّ وَاَبْجَلَا

یعنی لفظ مَسَاکِیْنَ جمع ہے اور اس پر تنوین نہیں اس کے نون کو فتح دیتے ہیں، یہ فتح عام اور کافی ہوا ہے یعنی نافع و شامی مَسَاکِیْنَ اور باقی مَسٰکِیْنَ پڑھتے ہیں۔

فِدْیَۃٌ طَعَامُ مَسٰکِیْنَ: نافع، ابن ذکوان، ابو جعفر

فِدْیَۃٌ طَعَامُ مَسٰکِیْنٍ: ہشام

فِدْیَۃٌ طَعَامُ مَسٰکِیْنٍ: مکی، بصریین، کوفیین

یُخٰدِعُوْنَ کی قراء ات شاطبی اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَمَا یَخْدَعُوْنَ الْفَتْحُ مِنْ قَبْلِ سَاکِنٍ
وَبَعْدُ ذَکَا وَالْغَیْرُ کَالْحَرْفِ اَوَّلَا

یُخٰدِعُوْنَ: نافع، ابن کثیر، ابو عمرو

یَخْدَعُوْنَ: باقین

48/3 وَقَاتِلُوْھُمْ وَاَفْعَالُ الْقِتَالِ بِھَا
ثَلٰثَۃٌ قَبْلَہٗ تَبْدُوْا لِمَنْ نَظَرَا

ت: اور وَقٰتِلُوْھُمْ (بقرۃ ع ۲۴) اور اسی سورت (بقرہ) میں قِتَالٌ کے تین افعال اور بھی ہیں جو اس وَقَاتِلُوْھُمْ

سے پہلے ہیں یہ افعال اس شخص کے لیے کہ جو نظر کرے ظاہر ہو سکتے ہیں۔

ف: یہ تین افعال جو وَقَاتِلُوْهُمْ سے پہلے آئے ہیں۔ یہ ہیں وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ۔

یہ چاروں الف کے حذف کے ساتھ ہیں۔ ان میں سے وَقٰتِلُوْهُمْ میں حذف اختصار کی اور باقی تین میں شمول قرآءت کی بنا پر ہے۔

یاد رہے کہ قِتَالٌ سے ماضی اور مضارع کے افعال پر آئندہ سورتوں میں مزید کلام آ رہا ہے۔ وہاں مسئلہ کی مزید تشریح انشاء اللہ آئے گی۔

قراءات:

امام شاطبی، حرز الامانی میں اس کی قرآءت درج ذیل شعر میں بیان کر رہے ہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوْهُمْ بَعْدَهُ يَقْتُلُوْ كُمُوْ
فَاِنْ قَتَلُوْكُمْ قَصْرُهَا شَاعَ وَانْجَلَا

یعنی وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ، اس کے بعد يُقٰتِلُوْكُمْ اور فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ، تینوں میں قاف کے بعد قصر شائع و ظاہر ہوا ہے۔

تَقْتُلُوْهُمْ۔ يَقْتُلُوْكُمْ۔ قَتَلُوْكُمْ: حمزہ، کسائی، خلف

تُقٰتِلُوْهُمْ۔ يُقٰتِلُوْكُمْ۔ قٰتَلُوْكُمْ: باقین

49/4 هُنَا وَيَبْصُطُ مَعْ مُصَيْطِرٍ وَ كَذَا الْ
مُصَيْطِرُوْنَ بِصَادٍ مُبْدَلٍ سَطِرَا

ت: یہاں (بقرہ ع ۳۲) وَيَبْصُطُ ساتھ ہی مُصَيْطِرٍ (غاشیہ) اور اسی طرح مُصَيْطِرُوْنَ (طور ع ۲) ہر ایک سین کے بدلہ میں صاد کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

ف: یہ تینوں الفاظ اصل میں سین مہملہ کے ساتھ ہیں طا کی مجاورت کی وجہ سے صاد کے ساتھ لکھے گئے ہیں جیسا کہ لفظ صِرَاطٍ میں یہ بحث گذر چکی ہے۔ سین، صاد والی دونوں قرآءتوں کو اسی تقریر کی روشنی میں سمجھ لینا چاہیے۔

هُنَا سے اشارہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ يَبْسُطُ اس جگہ کے علاوہ باقی قرآن میں ہر جگہ اصل کے مطابق سین ہی کے ساتھ ہے۔ اور اس مقام پر صاد کے ساتھ لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ یہاں سین اور صاد وغیرہ قرآءتوں کا اختلاف ہے اور باقی کسی لفظ يَبْسُطُ میں نہیں۔

اس مقام پر ابن القاصح کا یہ نکتہ بیان فرمانا کہ باقی قرآن میں سین کے ساتھ رسم کی وجہ جمعاً "بین اللغتین" محل نظر ہے۔

وقال ابن مجاہد حدثنی محمد بن الجہم عن الفراء عن الکسائی یقبض ویبسط و بسطۃ فی الاعراف والمیسطرون وبمسیطر بالسین فی الاربعۃ۔ قال الدانی لم یروھذا عن الکسائی احد غیرہ تفرد بہ عنہ۔ (غایۃ النہایۃ للجزری ص ۴۴۱۔ ج ۱)

قراء ات:

ارْفَعْ صَفْوُ حِرْمِيِّهِ رِضًى
وَيَبْصُطُ عَنْهُمْ غَيْرُ قُنْبُلِ اعْتَلَا

وَبِالسِّيْنِ بَاقِيهِمْ وَفِى الْخَلْقِ بَصْطَةً
وَقُلْ فِيهِمَا الْوَجْهَانِ قَوْلًا مُوَصَّلَا

يَبْسُطُ: قنبل، بصری، ہشام، حفص، رویس، حمزہ، امام خلف۔

يَبْصُطُ: نافع، بزی، شعبہ، الکسائی، روح، ابو جعفر، ابن ذکوان، خلاد کے لئے بالصاد اور بالسین دونوں وجوہ ہیں۔

-------- مُصَيْطِرٍ اشْمِمْ ضَاعَ وَالْخُلْفُ قُلِّلَا
وَبِالسِّيْنِ لُذْ --------

بِمُسَيْطِرٍ: ہشام

بِمُصَيْطِرٍ: اشمام بالزای: امام خلف خلاد بالخلف

بِمُصَيْطِرٍ: صاد خالصہ: باقون (وجہ ثانی خلاد)

-------- الْمُسَيْطِرُوْنَ لِسَانُ عَابَ بِالْخُلْفِ زُمَّلَا
وَصَادٌ كَزَايٍ قَامَ بِالْخُلْفِ ضُبَّعُهُ

الْمُسَيْطِرُوْنَ: قنبل، ہشام۔ (حفص بالخلف)

الْمُصَيْطِرُوْنَ: اشمام بالزای: خلف راوی (خلاد بالخلف)

الْمُصَيْطِرُوْنَ: باقون (حفص و خلاد وجہ ثانی)

نوٹ: یاد رہے کہ بَصْطَۃً جو اسی نوع کا لفظ ہے اس کے رسم کا بیان اعراف میں آ رہا ہے۔

50/5 وَفِی الْإِمَامِ اهْبِطُوا مِصْرًا بِهِ أَلِفٌ
وَقُلْ وَ مِيكَالَ فِيهَا حَذْفُهَا ظَهَرَا

ت: اور اِهْبِطُوْا مِصْرًا (بقرہ ع ۷) مصحف امام میں لفظ مِصْرًا میں الف تنوین لکھا ہے۔ اور کہہ تو لفظ وَمِيكَالَ کو کہ مصحف امام میں اس کے الف کا حذف ظاہر ہوا ہے۔

ف: یعنی اِهْبِطُوْا مِصْرًا مصحف امام میں الف کے ساتھ مرسوم ہے اور مصحف امام ہی میں لفظ مِيكٰلَ میں بعد کاف یاء کا شوشہ بنا ہے اور الف نہیں لکھا ہے۔

یہ دونوں روایتیں برائے اختلاف نہیں بلکہ سمجھنا چاہئے کہ مصاحف عثمانیہ میں لفظ مِصْرًا کو باالف اور مِيكٰلَ کو بغیر الف ہی لکھا ہے۔

مِصْرًا میں الف ہونا ہی چاہئے، کیونکہ یہ تمام قراء ات متواترہ میں مُنَوَّن ہے اور یہ الف نصب کی تنوین کا ہے البتہ قرآن میں جو اس کے علاوہ مِصْرَ ہے وہ ہر جگہ غیر منصرف یعنی بغیر تنوین ہے اور الف مرسوم نہیں۔

چونکہ یہ مِصْرًا بھی بعض قراء ات شاذہ (حسن، اعمش اور ابان بن ثعلب) میں غیر منصرف بغیر تنوین پڑھا گیا ہے تو اشارہ فرماتے ہیں کہ اس قراء ات کی رسم تائید نہیں کرتا ہے۔

مِيكٰلَ میں کاف کے بعد الف تمام مصاحف عثمانیہ میں مرسوم نہیں اور یہ شمول قرآء ت کے لیے ہے۔
مِيكَالَ کی قرآء ت پر کاف کے بعد یا الف کا شوشہ ہو گیا۔ مِيكَائِلَ کی صورت میں گویا الف محذوف ہے۔ اور یاء کا شوشہ ہمزہ مکسورہ کی صورت ہے اور مِيكَائِيلَ کی صورت میں الف اور ہمزہ کی صورت محذوف ہے اور تماثل کی بنا پر صرف یاء کی شکل ہے۔

مصر بلا تنوين غير منصرف ووقفا بغير الف وهو كذلك في مصحف ابي بن كعب وابن مسعود واما من صرف يعني مصرا من الامصار غير معين واستدلو بالامر بدخول القرية وبانهم سكنوا الشام بعد التيه۔ وقيل اراد بقوله مصرا وان كان غير معين مصر فرعون من اطلاق النكرة مرادا بها المعين۔

(اتحاف فضلاء البشر ص ۱۳۷)

نوٹ:

جِبْرِيلَ میں چار قرآء تیں ہیں۔
جَبْرِيلَ مکی کے لیے۔ جَبْرَئِلَ شعبہ کے لیے۔ جَبْرَءِيلَ امام حمزہ، کسائی اور امام خلف کے لیے۔ جِبْرِيلَ

باقین کے لیے۔

رسم ایک ہی ہے اور مطابقت تقدیری سب کو شامل ہے اس لیے اس کے رسم کو بیان نہیں کیا۔

قراء ات:

وَدَعْ یَاءَ مِیکَائِیلَ وَالْھَمْزَ قَبْلَہٗ
عَلٰی حُجَّۃٍ وَالْیَاءُ یُحْذَفُ اَجْمَلَا

مِیکٰلَ میں تین قرآء تیں ہیں:

مِیکٰلَ حفص وبصریین کے لیے۔ مِیکَائِلَ نافع اور ابو جعفر کے لیے۔ مِیکَائِیلَ باقین کے لیے۔

51/6 وَنَافِعٌ حَیْثُ وَاعَدْنَا خَطِیْئَتُہٗ
وَالصّٰعِقَۃُ الرِّیٰحُ تُفٰدُوھُمْ ھُنَا اعْتُبِرَا

ت: اور امام نافع نے الف کا حذف روایت کیا ہے۔ وَاعَدْنَا میں، جس جگہ بھی ہو (البقرہ ع ۶۔ الاعراف ع ۱۷۔ طٰہٰ ع ۴ میں ہے) اور خَطِیْئٰتُہٗ میں (البقرہ ع ۹)، اور اَلصّٰعِقَۃُ میں (البقرہ ع ۶) اور اَلرِّیٰحُ میں (البقرہ ع ۲۰)، اور تُفٰدُوھُمْ میں (البقرہ ع ۱۰)

یہاں اس سورت بقرہ میں بطور خاص اپنی روایت کو بیان کیا ہے۔

ف: وَاعَدْنَا۔ خَطِیْئٰتُہٗ، تُفٰدُوھُمْ۔ اَلرِّیٰحَ۔ ان چاروں میں حذف الف شمول قرآء ت کی نیت سے ہے اور اَلصّٰعِقَۃُ میں صاد کے بعد الف کا حذف یا تو اختصاراً ہے یا ابن محیصن کی قرآء ت شاذہ کے مطابق یہ حذف بھی شمولیت کی بنا پر ہے۔

ھُنَا کی قید محض اتفاقی ہے، احترازی نہیں۔ دراصل امام نافع کی روایت ناقلین رسم عثمانی کو اسی طرح پہنچی، ورنہ حقیقت یہ ہے اَلرِّیٰحُ الحجر ع ۲، الکھف ع ۶، الفرقان ع ۵ میں اثبات و حذف دونوں ہیں اور باقی قرآن میں ہر جگہ حذف ہے۔

قراء ات:

حرز الامانی میں وَاعَدْنَا کی قرآء ت ایسے ہے

وَعَدْنَا جَمِیعًا دُوْنَ مَا اَلِفٍ حَلَا

وَعَدْنَا: ابو جعفر، بصریین۔

وٰعَدْنَا: باقون

خَطِيْئَتُهُ التَّوْحِيْدُ عَنْ غَيْرِ نَافِعٍ

خَطِيْئٰتُهُ مدنیان

خَطِيْئَتُهُ: باقین

- - - - - - - وَالرِّيْحَ وَحَّدَا
وَفِي الْكَهْفِ مَعْهَا وَالشَّرِيْعَةِ وَصَّلاَ

وَفِي النَّمْلِ وَالْاَعْرَافِ وَالرُّوْمِ ثَانِيًا
وَفَاطِرِ دُمْ شُكْرًا وَفِي الْحِجْرِ فُصِّلاَ

وَفِي سُوْرَةِ الشُّوْرٰى وَمِنْ تَحْتِ رَعْدِهٖ
خُصُوْصٌ وَفِي الْفُرْقَانِ زَاكِيْهِ هَلَّلاَ

جدول القراء ات العشر فی الریح والریاح

العدد	ایات و سور	سورہ	القارؤن جمعاً	القارون مفردا
۱	وتصریف الریاح	بقرہ	نافع، مکی، بصری، شامی، عاصم، ابو جعفر، یعقوب	حمزہ، کسائی، خلف
۲	وتذروہ الریاح	کہف	" " " "	" " "
۳	وتصریف الریاح	جاثیہ	" " " "	" " "
۴	ومن یرسل الریاح بشرا	نمل	نافع، بصری، شامی، عاصم، ابو جعفر، یعقوب	مکی، حمزہ، کسائی، خلف
۵	وھو الذی یرسل الریاح	اعراف	" " " "	" " "
۶	اللہ الذی ارسل الریاح	روم ثانی	" " " "	" " "
۷	واللہ الذی ارسل الریاح	فاطر	" " " "	" " "
۸	وارسلنا الریاح لواقح	حجر	نافع، مکی، بصری، شامی، عاصم، کسائی، ابو جعفر، یعقوب	حمزہ، خلف
۹	اشتدت بہ الریح	ابراہیم	نافع، ابو جعفر	مکی، بصری، شامی عاصم، حمزہ، کسائی، یعقوب، خلف
۱۰	ان یشأیسکن الریح	شوریٰ	" " "	" " "
۱۱	یرسل الریاح بشرا	فرقان	نافع، بصری، عاصم، حمزہ، کسائی، ابو جعفر، یعقوب، خلف	مکی

۱۲	ومن ایاته ان یرسل الریاح	روم اول	کلھم العشر	X
۱۳	اذا ارسلنا علیھم الریح العقیم	ذاریات	X	کلھم العشر
۱۴	قاصفا من الریح	اسراء	ابو جعفر	کلھم السبعۃ ویعقوب وخلف
۱۵	ولسلیمان الریح عاصفة	انبیاء	" "	" " "
۱۶	اوتھوی به الریح	حج	خلف لابی جعفر	خلف لابی جعفر۔ باقین
۱۷	ولسلیمان الریح غدوھا	سبا	ابو جعفر	کلھم السبعۃ ویعقوب وخلف
۱۸	فسخرناله الریح	ص	" "	" " "

علامہ شاطبی اپنی حرز الامانی میں تُفْدُوْھُمْ کی قرآءات اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَضَمُّهُمْ . . . .

تُفَادُوْهُمُو وَالْمَدُّ اِذْ رَاقَ نُفَّلَا

یعنی امام نافع ابو جعفر' کسائی' عاصم اور یعقوب نے تُفَادُوْھُمْ کو بضم تا اور فا کے بعد باالالف پڑھا ہے اور باقین نے بفتح تا بغیر الف تَفْدُوْھُمْ پڑھا ہے۔

وَالْمَدُّ اِذْ رَاقَ نُفَّلَا یعنی حرف مد (الف) جس وقت خوشگوار ہوا تو مال غنیمت عطا کیا گیا' آیت کے مفہوم کی طرف اشارہ ہے۔

52/7 مَعًا دَفْعُ رُهْنٌ مَعَ مُضْعَفَةٍ

وَعٰهَدُوْا وَهُنَا تَشْبَهَ اخْتُصِرَا

ت: (۱) دِفَاعُ اللّٰہ (البقرہ ع ۳۳' الحج ع ۶) (۲) فَرِھٰنٌ (البقرہ ع ۳۹) (۳) ساتھ ہی مُضٰعَفَةٍ (آل عمران ع ۱۴) میں۔ (۴) اور عٰھَدُوْا (البقرہ ع ۱۲ و ۲۲) میں (۵) اور یہاں (البقرہ) میں صرف لفظ تَشٰبَهَ میں بھی حذف الف ہوا ہے۔

ف: مندرجہ بالا پانچ کلمات میں سے پہلے چار میں الف کا حذف شمول قرآءت کے لیے ہے اور تَشَابَهَ میں اختصاراً ہے۔

عٰھَدُوْا میں حسن بصری کے لیے قرآءۃ شاذہ عُوْھِدُوْا ہے اور ھُنَا کی قید احترازی ہے کیونکہ آل عمران ع ۱ میں تَشَابَهَ باثبات الف ہے۔

قرآءات:

علامہ شاطبی رحمہ اللہ حرز الامانی میں دِفَاعُ اللّٰہ اور فَرِھَانٌ کی قرآءات درج ذیل اشعار میں بیان فرما رہے ہیں۔

دِفَاعُ بِهَا وَالْحَجِّ فَتْحٌ وَ سَاكِنٌ
وَقَصْرٌ خُصُوصًا . . . .

یعنی دِفٰعُ یہاں اور سورۂ الحج میں نافع ابو جعفر اور یعقوب پڑھتے ہیں اور باقین دَفْعُ پڑھتے ہیں۔

وَحَقُّ رِهَانٍ ضَمُّ كَسْرٍ وَفَتْحَةٍ
وَقَصْرٌ . . . .

یعنی مکی اور بصری فَرُهُنٌ مَّقْبُوْضَةٌ پڑھتے ہیں اور باقین فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ پڑھتے ہیں۔
نوٹ: مُضٰعَفَةً کی قراء ات اگلے شعر کے ذیل میں بیان ہوگی۔

53/8 يُضَاعِفُ الْخُلْفُ كَيْفَ جَا وَكِتَا
بِهٖ وَنَافِعٌ فِي التَّحْرِيْمِ ذَاكَ اَرٰى

ت: یُضٰعِفُ میں خُلْف ہے خواہ وہ کسی طرح بھی آئے اور وَکِتٰبِہٖ میں بھی اور نافع نے سورۂ تحریم والے وَکِتٰبِہٖ میں بھی یہی دکھلایا ہے۔

ف: یعنی فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ (البقرہ ع ۳۲) اور وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (البقرہ ع ۳۶) اور یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ (ہود ع ۲) فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اور یُضٰعِفُ لَهُمْ (الحدید ع ۲) میں ہر جگہ خُلْف ہے۔

اور وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ (البقرہ ع ۴۰) اس میں بھی خُلْف ہے۔ بعض مصاحف میں وَکُتُبِہٖ اور بعض میں وَکِتٰبِہٖ ہے اور نافع نے سورۂ التحریم میں حذف الف کہا ہے اور اس روایت کا کوئی مخالف نہیں لہٰذا التحریم والے میں باجماع حذف ہے اور البقرہ والے میں دونوں وجوہ ہیں۔ اور یہ حذف شمول کے لیے ہے۔

یاد رہے کہ آئندہ اصول میں آئے گا کہ لفظ کِتٰبِ میں چار جگہ اثبات الف ہے۔ الرعد ع ۶ میں پہلی جگہ میں، الحجر ع ۱، الکہف ع ۴ کے دوسرے مقام میں اور النمل ع ۱ میں۔ اور باقی جگہ حذف ہے۔

ناظم علیہ الرحمہ نے یُضٰعِفُ میں ہر جگہ خُلْف بیان کیا ہے لیکن مقنع اور وسیلہ میں ہے کہ البقرہ ع ۳۲ و الحدید ع ۲ کے پہلے یُضٰعِفُ میں خُلْف ہے اور باقی میں صرف حذف ہے۔

یُضٰعِفُ قرآن میں متعدد مواقع پر ہے اور رسم کی کتابوں میں اس قدر مختلف ہے کہ آدمی کسی آخری فیصلہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ ہمارے خیال میں فیصلہ کن بات وہ ہے جو سلیمان بن ابی القاسم ابوداؤد دانی متوفی ۴۹۶ھ نے اپنی کتاب "التنزیل" میں فرمائی ہے کہ:

(ا) لیس فی جمیع افعال المضاعفة الا الحذف وحکی اجماع المصاحف علیه۔

دلیل الحیران کے مصنف یہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

(۲) وبالحذف فی جمیع افعال المضاعفة حیث وقعت جری عملنا۔ (دلیل الحیران ص ۸۸)

(ا) یعنی تمام افعال المضاعفہ میں حذف ہی ہے اور اس پر مصاحف عثمانیہ کا اجماع منقول ہے۔

(۲) اور تمام افعال المضاعفہ جہاں کہیں بھی ہوں ان میں حذف ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

قراء ات:

اب یہاں ناظم علیہ الرحمہ کی حرز الامانی سے قرآء ات بیان کرتے ہیں۔

وَالْعَيْنُ فِي الْكُلِّ ثُقِّلَا
كَمَا دَارَ وَاقْصُرْ مَعْ مُضَعَّفَةٍ

یعنی قصراور عین میں تشدید شامی، مکی ابو جعفراور یعقوب کے لیے صرف انہیں دو کلموں میں نہیں بلکہ ان تمام الفاظ میں ہے جو مُضَاعَفَةٍ سے مشتق ہوتے ہیں اور یہ کل دس لفظ ہیں:

البقرہ میں دو جگہ ' آل عمران' النساء' ہود' الفرقان' الاحزاب' اور التغابن میں ایک ایک جگہ اور سورۂ الحدید میں بھی دو جگہ پر۔

باقین تمام کلمات کو باثبات الالف پڑھتے ہیں۔

- - - - - - - - وَالتَّوْحِيدُ فِي وَ كِتَابِهِ
شَرِيفٌ وَفِي التَّحْرِيمِ جَمْعُ حِمًى عَلَا

اور توحید وَكِتَابِهِ میں باعث شرف ہے یعنی امام حمزہ' کسائی اور امام خلف كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَتِهِ وَكِتَابِهِ واحد سے پڑھتے ہیں اور باقین اسے جمع سے پڑھتے ہیں۔ اور سورۃ التحریم میں ایک بلند نصرت کے لیے جمع ہے یعنی بصریین اور حفص جمع سے اور باقین واحد سے پڑھتے ہیں۔

54/9 وَالْحَذْفُ فِي يَاءِ اِبْرَاهِيمَ قِيلَ هُنَا
شَامٍ عِرَاقٍ وَ نِعْمَ الْعِرْقُ مَا انْتَشَرَا

ت: اور اِبْرَاهِيمَ کی یاء جیسا کہ کہا گیا ہے سورۃ البقرہ میں مصحف شامی و عراقی میں محذوف ہے اور کتنی اچھی ہے یہ رگ جو پھیل گئی ہے۔

ف: سورۃ البقرہ میں لفظ اِبْرَاهِيمَ پندرہ جگہ ہے' اس کی رسم مصحف کوفی' مصحف بصری اور شامی میں بغیر الف ہے یعنی اِبْرٰهٖمَ اور مصحف مکی' مدنی اور امام میں بالیاء ہے یعنی اِبْرٰهِيمَ اور البقرہ کے علاوہ باقی قرآن میں تمام مصاحف کی

رو سے بالیاء ہی ہے۔

اس لفظ میں اِبْرَاہَامَ اور اِبْرَاهِيمَ دو قرآءتیں ہیں یہ اختلاف کل تینتیس جگہ ہے نہ کہ اٹھارہ جگہ جیسا کہ ابن القاصح کو وہم ہوا ہے۔

قراءات:

واضح ہو کہ لفظ اِبْرَاهِيمَ قرآن میں کل انہتر جگہ ہے لیکن حسب بیان' علامہ شاطبی'' مختلف فیہ کل تینتیس جگہ ہے۔ جو درج ذیل اشعار میں بیان ہوئی ہیں۔

وَفِيهَا وَفِي نَصِّ النِّسَاءِ ثَلَاثَةٌ
أَوَاخِرُ اِبْرَاهَامَ لَاحَ وَجَمَّلَا

وَمَعْ آخِرِ الْأَنْعَامِ حَرْفَا بَرَاءَةٍ
أَخِيرًا وَتَحْتَ الرَّعْدِ حَرْفٌ تَنَزَّلَا

وَفِي مَرْيَمٍ وَالنَّحْلِ خَمْسَةُ أَحْرُفٍ
وَآخِرُ مَا فِي الْعَنْكَبُوتِ مُنَزَّلَا

وَفِي النَّجْمِ وَالشُّورٰى وَفِي الذَّارِيَاتِ وَالْ
حَدِيدِ وَيَرْوِي فِي امْتِحَانِهِ الْأَوَّلَا

وَوَجْهَانِ فِيهِ لِابْنِ ذَكْوَانَ هٰهُنَا

ان پانچ شعروں میں لفظ اِبْرَاهِيمَ میں اختلاف کا ذکر ہے۔

قولہ وَفِيهَا وَفِي نَصِّ النِّسَاءِ الخ یعنی تمام الفاظ اِبْرَاهِيمَ جو اس سورۃ بقرۃ میں ہیں (اور وہ کل پندرہ ہیں) اور سورۃ النساء کی آیتوں میں وہ تین جو آخر سورت میں ہیں یعنی وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيمَ۔ وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اِبْرَاهِيمَ' میں ہشام اِبْرَاهَامَ پڑھتے ہوئے ظاہر ہوئے اور جمال بخشا۔ او اخر کی قید سے موقع اول یعنی فَقَدْ اٰتَيْنَا اٰلَ اِبْرَاهِيمَ (نساء) سے احتراز ہو گیا کیونکہ اس کو بالاتفاق یاء کے ساتھ ہی پڑھا گیا ہے۔

نوٹ:

ابو شامہ نے یہاں فرمایا ہے کہ ہشام کے لیے تو ناظم کی صراحت سے اِبْرَاهَامَ سمجھا گیا لیکن اس کی ضد کا بالیا ہونا کسی

اصول سے مفہوم نہیں ہوتا۔ بہتر ہوتا اگر ناظم اِبْرَاھَامَ اور اِبْرَاھِیْمَ دونوں کا تلفظ فرما دیتے۔ جیسے وَحَمْزَۃُ اَسْرٰی فِیْ اُسَارٰی۔ استاذ حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ مرحوم نے فرمایا کہ اِبْرَاھَامَ میں ھا کا فتحہ ہے جس کی ضد کسرہ ہے، اور کسرہ یا کو مستلزم ہے لہٰذا اعتراض وارد نہیں۔

قولہ وَمَعْ اٰخِرِ الْاَنْعَامِ الخ آخر انعام سے مراد دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ ہے اور آخر کی قید سے دیگر الفاظ نکل گئے۔

حَرْفَا بَرَاءَۃٍ اَخِیْرًا یعنی براءت کے آخری دو کلمے وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاھِیْمَ اور اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ لَاَوَّاہٌ بھی مختلف فیہ ہیں۔

قولہ وَتَحْتَ الرَّعْدِ: یعنی سورۃ ابراھیم علیہ السلام میں وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمَ۔

قولہ وَفِیْ مَرْیَمِ وَالنَّحْلِ: یعنی مریم و النحل میں پانچ کلمے ہیں۔ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً اور اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ دونوں النحل میں۔ اور وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرَاھِیْمَ اور اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِھَتِیْ یٰاِبْرَاھِیْمُ اور وَمِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ تینوں مریم میں۔

قولہ وَاٰخِرُمَا فِی الْعَنْکَبُوْتِ:

یعنی وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاھِیْمَ۔ آخر کی قید سے ماقبل والا وَاِبْرَاھِیْمَ اِذْ قَالَ نکل گیا۔

قولہ وَفِی النَّجْمِ وَالشُّوْرٰی: یعنی وَاِبْرَاھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی (النجم) وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖ اِبْرَاھِیْمَ (الشوریٰ) ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرَاھِیْمَ (الذاریات) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرَاھِیْمَ (الحدید) اور اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْ اِبْرَاھِیْمَ (الممتحنہ) قولہ وَوَجْھَانِ فِیْہِ الخ یعنی لفظ اِبْرَاھِیْمَ میں صرف یہاں سورت البقرہ میں ابن ذکوان کے لیے خُلْفٌ ہے ہشام کی طرح باالالف اور جماعت کی طرح بالیاء دونوں صحیح ہیں۔ البتہ البقرہ کے علاوہ ابن ذکوان ہر جگہ جمہور کی طرح پڑھتے ہیں۔

55/10 اَوْصٰی الْاِمَامُ مَعَ الشَّامِیِّ وَالْمَدَنِیْ
شَامٍ وَقَالُوْا بِحَذْفِ الْوَاوِ قَبْلُ یُرٰی

ت: مصحف امام نے مع الشامی اور مدنی کے اَوْصٰی نقل کیا ہے اور شامی مصحف وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ کے پہلے واؤ کے حذف سے دیکھا جاتا ہے۔

ف: گویا امام، شامی اور مدنی تین مصحفوں میں وَاَوْصٰی ہے اور کوفی، بصری اور مکی مصحفوں میں وَوَصّٰی ہے۔

سخاوی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام اور مدنی مصحف میں ان بارہ کلمات کی رسم میں اختلاف ہے یعنی امام

میں یہ کلمات اس طرح ہیں۔

(۱): وَاَوْصٰی کے بجائے وَوَصّٰی واؤ سے پہلے الف کے حذف سے

(۲): سَارِعُوْا (آل عمران ع ۱۵) وَسَارِعُوْا واؤ کے اثبات سے

(۳): یَقُوْلُ الَّذِیْنَ (المائدہ ع ۸) کے بجائے وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ واؤ کے اثبات سے

(۴): مَنْ یَّرْتَدِدْ (المائدہ ع ۸) کے بجائے مَنْ یَّرْتَدَّ دال ثانی کے حذف سے

(۵): اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا (التوبہ ع ۱۳) کے بجائے وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا واؤ کے اثبات سے

(۶): خَیْرًا مِّنْهُمَا (الکھف ع ۵) کے بجائے خَیْرًا مِّنْهَا ھا کے بعد والے میم کے حذف سے

(۷): فَتَوَکَّلْ (الشعراء ۱۱) کے بجائے وَتَوَکَّلْ فا کے بجائے واؤ سے۔

(۸): دِیْنَکُمْ وَاَنْ (الغافر ع ۳) کے بجائے دِیْنَکُمْ اَوْاَنْ واؤ سے پہلے ہمزہ کے اثبات سے۔

(۹): بِمَا کَسَبَتْ (الشوریٰ ع ۴) کے بجائے فَبِمَا کَسَبَتْ فا کے اثبات سے۔

(۱۰) تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ (الزخرف ع ۷) کے بجائے تَشْتَهِی الْاَنْفُسُ ضمیر کی ہا کے حذف سے۔

(۱۱): فَاِنَّ اللّٰهَ الْغَنِیُّ (الحدید ع ۳) کے بجائے فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ ہو کی زیادتی سے۔

(۱۲) فَلَا یَخَافُ (الشمس) کے بجائے وَلَا یَخَافُ واؤ سے۔ لیکن قصیدہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول کے چار میں دونوں متفق ہیں۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

اَوْصٰی بِوَصّٰی کَمَا اعْتَلَا

یعنی شامی، نافع اور ابو جعفر وَوَصّٰی بِهَا کو وَاَوْصٰی بِهَا پڑھتے ہیں۔ کیونکہ مصحف اہل مدینہ و شام میں اسی طرح لکھا ہے۔

عَلِیْمٌ وَقَالُوا الْوَاوُ الْاُوْلٰی سُقُوْطُهَا
وَکُنْ فَیَکُوْنُ النَّصْبُ فِی الرَّفْعِ کُفِّلَا

یعنی وہ قَالُوْا جس سے پہلے عَلِیْمٌ ہے (احتراز ہو گیا۔ وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ سے) کو شامی نے مصحف شام کے مطابق بغیر واؤ قَالُوْا پڑھا ہے اور جمہور نے بالواو پڑھا ہے جیسا کہ مصحف شامی کے سوا دیگر تمام مصاحف میں ہے۔

56/11 یُقٰتِلُوْنَ الَّذِیْنَ الْحَذْفُ مُخْتَلِفٌ
فِیْہِ مَعًا طَائِرًا عَنْ نَافِعٍ وَقَرَا

ت: یعنی آل عمران میں وَیُقٰتِلُوْنَ الَّذِیْنَ یَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ کا فعل بعض مصاحف میں الف کے ساتھ اور بعض میں بغیر الف ہے۔ اور طٰائِرًا دونوں جگہ (آل عمران ع ۵ اور المائدہ ع ۱۵) نافع سے بحذف الف باوقار ہوا ہے۔

ف: یعنی یہ حذف نہایت معتبر ہے۔ اور یہ حذف شمول قرآء ت کے لیے ہے۔

اور قراء ات ناظمؒ حرز الامانی میں اس طرح بیان فرما رہے ہیں۔

وَفِیْ یَقْتُلُوْنَ الثَّانِ قَالَ یُقَاتِلُوْ
نَ حَمْزَۃُ وَھُوَ الْحَبْرُ سَادَ مُقَتَّلَا

اور دوسرے یُقٰتِلُوْنَ میں امام حمزہ نے یُقَاتِلُوْنَ پڑھا ہے اور امام حمزہ زبردست عالم اور میدان کارزار کے سردار ہوئے ہیں۔ مُقَتَّلاً یعنی جنگ میں آزمودہ کار۔

نوٹ: پہلا مقام وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ جو ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ دوسرے وَیُقٰتِلُوْنَ الَّذِیْنَ میں دو قرآء اتیں ہوئیں۔

یُقَاتِلُوْنَ امام حمزہ کے لیے، وَیَقْتُلُوْنَ باقین کے لیے۔

وَفِیْ طَائِرًا طَیْرًا بِھَا وَعُقُوْدُھَا
خُصُوْصًا ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

طَائِرًا: ابو جعفر

طَیْرًا: باقون

فَیَکُوْنُ طَائِرًا: نافع، ابو جعفر اور یعقوب

فَیَکُوْنُ طَیْرًا: باقون

57/12 وَقَاتَلُوْا وَثُلُثَ مَعْ رُبَاعَ کِتَا
بِ اللّٰہِ مَعْہُ ضِعَافًا عَاقَدَتْ حَصَرَا

ت: اور محذوف الالف کلمات میں نافع نے وَقٰتَلُوْا (آل عمران ع ۲۰) کو اور ثُلٰثَ کو مع رُبٰعَ کے اور کِتٰبَ اللّٰہِ (النساء ع ۴) کو اور اس کے ساتھ ہی ضِعٰفًا (النساء ع ۱) کو اور عٰقَدَتْ (النساء ع ۵) کو شمار کیا ہے۔

ف: آخر آل عمران میں قٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا میں امام حمزہ اور کسائی کے لیے تقدیم و تاخیر ہے دونوں کا انطباق اسی وقت

ہو سکتا ہے جب کہ الف دونوں فعلوں میں محذوف الرسم ہو۔
ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ، اسی طرح کِتٰبَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اور ضِعٰفًا میں حذف فقط اختصار کے لیے ہے۔ اور عٰقَدَتْ میں حذف الف شمول کے لیے ہے یاد رہے کہ ان مذکورہ بالا الفاظ میں حذف الف گو روایت نافع سے ہے مگر یہ رسم اجماعی ہے۔

قراء ات:

ناظم علام حرز الامانی میں قرآء ت اس طرح بیان فرمارہے ہیں:

هُنَا قٰتَلُوْا اَخِّرْ شِفَاءً . . . .

یعنی یہاں سورۃ آل عمران میں قٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا میں امام حمزہ اور کسائی کے لیے قٰتَلُوْا کو قُتِلُوْا سے موخر پڑھو شافی ہونے کے اعتبار سے۔

نوٹ: امام خَلَفؒ بھی اخوان کے طریق پر ہیں۔

وَفِيْ عٰقَدَتْ قَصْرُ ثَوٰی . . . .

اور عٰقَدَتْ میں کوفیین نے عین کے بعد حذف الف سے پڑھا ہے یعنی اس میں دو قرآء تیں ہیں۔

عٰقَدَتْ: بالالف نافع، ابو جعفر، ابن کثیر، ابن عامر، ابو عمرو بصری اور یعقوب۔

عَقَدَتْ: الف کے حذف سے، عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف۔

58/13 مُرٰغَمًا قٰتَلُوْا لٰمَسْتُمْ بِهِمَا
حَرْفَا السَّلٰمِ رِسٰلٰتِهٖ مَعًا اَثَرَا

ت: اسی طرح نافع نے حذف الف مُرٰغَمًا (النساء ع ۱۴) میں اور فَلَقٰتَلُوْکُمْ (النساء ع ۱۲) میں اور لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ (النساء ع ۷ و المائدہ ع ۲) میں اور اَلسَّلٰمِ کے دونوں لفظوں میں (یعنی سُبُلَ السَّلٰمِ المائدہ ع ۱۳، اور دَارُ السَّلٰمِ الانعام ع ۱۵) اور رِسٰلٰتِهٖ میں دونوں جگہ (یعنی المائدہ ع ۱۰ و الانعام ع ۱۵) نقل کیا ہے

ف: ان کلمات میں سے مُرٰغَمًا، اَلسَّلٰمِ میں حذف اختصاراً ہے اور قٰتَلُوْا، لٰمَسْتُمْ اور رِسٰلٰتِهٖ میں شمول کے لیے ہے۔ نیز واضح رہے کہ رِسٰلٰتِهٖ میں الف ثانی مراد ہے جو بعد لام کے جمع کی علامت ہے۔ پہلا الف مرسوم ہے۔ لفظ اَلسَّلٰمُ قرآن میں ہر جگہ محذوف الالف ہے۔ ذکر میں دو کی تخصیص روایت نافع کی بنا پر ہے۔ بہر حال یہ تمام رسم اجماعی ہے۔

قراء ات:

حرز الامانی میں لٰامَسۡتُمۡ کی قراء ات ایسے بیان کی گئی ہے۔

وَلَا مَسۡتُمۡ اقۡصُرۡ تَحۡتَهَا وَ بِهَا شَفَا

اور لفظ لٰامَسۡتُمۡ کو اس سورۃ (النساء) میں اور اس کے نیچے والی سورۃ المائدہ میں امام حمزہ اور کسائی (نیز امام خَلَفؔ بھی) کے لیے قصر یعنی بحذف الف پڑھو کیونکہ یہ اسی طرح شافی ہوا ہے باقی باالالف پڑھتے ہیں۔

رِسَالَتَهُ اجۡمَعۡ وَاكۡسِرِ التَّا كَمَا اعۡتَلَا صَفَا

رِسٰلٰتِهٖ: نافع، ابو جعفر، شامی، شعبہ، یعقوب

رِسَالَتَهٗ: باقون

59/14 وَبَالِغُ الۡكَعۡبَةِ احۡفَظۡهُ وَقُلۡ رِقِيَمًا
وَلَاَوۡلَيۡنِ وَاَكَّالُوۡنَ قَدۡ ذَكَرَا

ت: اور نافع سے بَالِغُ الۡكَعۡبَةِ کو (بحذف الف) یاد کر تو (المائدہ ع ۱۳) میں، اور کہہ تو کہ قِيَمًا بِالۡقِسۡطِ (دونوں جگہ النساء ع او المائدہ ع ۱۳) اور اَلۡاَوۡلَيۡنِ۔ (المائدہ ع ۱۴) اور اَكَّالُوۡنَ (المائدہ ع ۶) کو بھی نافع نے بحذف الف ذکر کیا ہے۔

ف: لفظ بَالِغُ میں اور اَكَّالُوۡنَ میں حذف اختصار کے لیے اور قِيَمًا اور اَلۡاَوۡلَيۡنِ میں شمول کے لیے ہے۔ یہ تمام رسم بھی اجماعی ہے۔

قراء ات:

قِيَمًا اور قِيَامًا اسی طرح اَلۡاَوۡلَيَانِ اور اَلۡاَوَّلِيۡنَ قرائتیں ہیں جو حرز الامانی میں اس طرح بیان ہوئی ہیں۔

وَفِي الۡاَوۡلَيَانِ الۡاَوَّلِيۡنَ فَطِبۡ صِلَا

اور عَلَيۡهِمُ الۡاَوۡلَيَانِ میں الۡاَوَّلِيۡنَ امام حمزہ اور شعبہ کے لیے ہے پس تو ذہانت کے اعتبار سے عمدہ ہے۔ (نیز یعقوب اور خَلَفؔ بھی اسی طرح پڑھتے ہیں) باقین کے لئے عَلَيۡهِمُ الۡاَوۡلَيَانِ ہے۔

وَقَصۡرُ قِيَامًا عَمَّ ....

اور قِيَمًا کا قصر یعنی حذف الف امام نافع اور ابو عامر شامی کے لیے عام ہے۔

باقین کے لئے قِيٰمًا ہے۔

60/15 وَقُلۡ مَسَاكِيۡنَ عَنۡ خُلۡفٍ وَهُوۡدَ بِهَا
وَذِيۡ وَيُوۡنُسَ الۡاُوۡلٰى سَاحِرُ خُبۡرَا

ت: اور کہہ تو کہ مَسَاكِيْنَ (كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ المائدہ ع ۱۳) خُلْف کے ساتھ ہے۔ اور سورۂ ہود اور اسی سورت المائدہ میں اور سورۂ یونس میں پہلی جگہ لفظ سَاحِرٌ میں بھی ان دونوں (یعنی حذف و اثبات الف) کی خبردی گئی ہے۔

ف: سورۂ المائدہ میں لفظ مَسَاكِيْنَ دو جگہ پر' پہلا اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ (المائدہ ع ۱۲) دوسرا اَوْكَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ (المائدہ ع ۱۳) ہے۔ اور یہ دوسرا ہی یہاں مراد ہے کیونکہ پہلا باجماع بحذف الف ہی ہے۔ لیکن ناظمؒ کے کلام میں اس تعیین پر کوئی قرینہ نہیں ہے۔ مورد الظمان کا شعر زیادہ واضح ہے۔

وَالْحَذْفُ عَنْهُمْ فِى الْمَسَاكِيْنِ اَتٰى
وَالْخُلْفُ فِىْ ثَانِى الْعُقُوْدِ ثَبَتَا

بہرحال یہ حذف محض اختصار کی بنا پر ہے۔

اور سورۂ ہود ع ۱ میں اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ اور ع ۱۵ میں فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ اور یونس میں پہلا (ع ۱) اِنَّ هٰذَا لَسَاحِرٌ مُّبِيْنٌ تینوں میں خُلْف ہے۔ اور ان تینوں میں اختلاف قراء ات ہے۔

"الْاُوْلٰى" کی قید اس لیے ہے کہ سورۃ یونس ع ۸ میں الف اجماعاً حذف ہے کیونکہ اس کو سب سِحْرٌ ہی پڑھتے ہیں (بصیغہ فاعل)

یاد رہے کہ سَاحِرٌ کے باقی مواقع پر کلام آگے آتا ہے۔

قراء ات

اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (سورۃ ہود) فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (سورۂ المائدہ) میں اختلاف قراءۃ درج ذیل ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - وَسَاحِرٌ
بِسِحْرٌ بِهَا مَعَ هُوْدَ وَالصِّفِّ شَمْلَلَا

سَاحِرٌ: حمزہ' کسائی اور امام خلفؒ' بفتح سین اس کے بعد الف اور حاء مکسورہ

سِحْرٌ: باقین کے لیے سین کے کسرہ سے حذف الف اور حاء ساکن

- - - - - - - - سَاحِرٌ ظُبًى

اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ (سورۃ یونس)

لَسِحْرٌ: نافع ابو جعفر، ابو عمرو، یعقوب اور شامی۔
لَسَاحِرٌ: الباقون۔

61/16 وَسَارِعُوا الْوَاوُ مَكِّيٌّ عِرَاقِيَةٌ
وَبَا وَبِالزُّبُرِ الشَّامِي فَشَا خَبَرَا

ت: وَسَارِعُوا (آل عمران ع ۱۵) کے شروع والی واؤ مصحف مکی اور عراقی (یعنی مصحف بصری و کوفی) میں ہے اور وَبِالزُّبُرِ (آل عمران ع ۱۹) با کے ساتھ مصحف شامی خبر میں مشہور ہوا ہے۔

قراء ات:

ناظم حرز الامانی میں وَسَارِعُوا کی قراآت اس طرح بیان فرما رہے ہیں۔

قُلْ سَارِعُوا لَا وَاوَ قَبْلُ كَمَا انْجَلَى

یعنی سَارِعُوا اس طرح کہ اس سے پہلے شامی و نافع کے لیے واؤ نہیں ہے جیسا کہ واضح ہوا ہے اور باقی واؤ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

واضح ہو کہ مصاحف شام و مدینہ میں واؤ محذوف ہے۔

وَسَارِعُوا: نافع، ابو جعفر اور شامی نے پہلے واؤ کے بغیر اور باقین نے باثبات واؤ پڑھا ہے۔

بِالزُّبُرِ: دیکھو تشریح آئندہ شعر۔

62/17 وَبِالْكِتَابِ وَقَدْ جَاءَ الْخِلَافُ بِهِ
وَرَسْمُ شَامٍ قَلِيلًا مِنْهُمْ كَثُرَا

ت: اور بِالْكِتَابِ (آل عمران ع ۱۹) میں بَا کے اندر خُلْف آیا ہے اور مصحف شامی کا رسم قَلِيلًا مِّنْهُمْ (نساء ع ۹) کثیر ہوا ہے۔

قراء ات:

ناظم حرز الامانی میں یہ قراء ات اس طرح بیان فرما ہیں۔

وَبِالزُّبُرِ الشَّامِي كَذَا رَسْمُهُمْ وَبِالْ
كِتَابِ هِشَامٌ وَاكْشِفِ الرَّسْمَ مُجْمِلَا

اور شامی نے جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ پڑھا اور اہل شام کے مصحف کا رسم اسی طرح ہے (باقین نے وَالزُّبُرِ پڑھا) اور ہشام نے بِالزُّبُرِ سے آگے وَبِالْكِتَٰبِ پڑھا (اور باقین نے وَالْكِتَٰبِ پڑھا) اور رسم کی اجمالی طور پر توضیح

کرلو۔

استاذ مرحوم امام القراء حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ رسم کے حقیقی و تقدیری ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہاں رسم تقدیری ہے۔

وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ: ہشام نے بزیادت باء جارہ دونوں کو پڑھا ہے اور ابن ذکوان نے صرف پہلے لفظ میں ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ باقین نے دونوں کو بغیر باء جارہ پڑھا ہے۔

وَرَفْعُ قَلِيلٌ مِّنْهُمُ النَّصْبَ كُلِّلَا

لفظ قَلِيلٌ کا رفع شامی کے لیے نصب کا تاج پہنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ مصحف شامی میں قَلِيلًا ہی مرسوم ہے باقین کے لیے قَلِيلٌ ہے جیسا کہ مصحف غیر شامی میں ہے۔

قَلِيلًا مِّنْهُمْ: شامی نے بالنصب اور باقین نے بالرفع پڑھا ہے۔

63/18 وَرَسْمُ وَالْجَارِ ذَا الْقُرْبٰى بِطَائِفَةٍ
مِنَ الْعِرَاقِ عَنِ الْفَرَّاءِ قَدْ نَدَرَا

ت: اور وَالْجَارِ ذَا الْقُرْبٰى (النساء ع ٦) ہے عراق کے کچھ مصاحف میں یہ روایت فراء نحوی کی بالکل شاذ ہے۔

ف: ذَا الف کے ساتھ نہ کوئی قرآءت متواترہ یا شاذہ ہے اور نہ کوئی رسم ہی ہے۔ فراء نے جو بعض عراقی مصاحف سے یہ رسم روایت کیا ہے وہ روایت شاذہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہیں سے بھی اس کی تائید نہیں ملتی۔

مختصر حالات ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء نحوی رحمتہ اللہ

ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء نحوی کوفہ میں ۱۴۴ھ بزمانہ ابو جعفر المنصور عباسی پیدا ہوئے۔

آپ بہت بڑے عالم، بلند پایہ تاریخ دان اور علم نحو کے امام ہیں۔ قوت حفظ میں ان کو بہت اونچا مقام حاصل ہے۔ انہوں نے اپنی ساری کتابیں تلامذہ کو زبانی املا کرائی تھیں۔

تریسٹھ برس کی عمر میں ۲۰۷ھ مکہ کے نزدیک آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے اساتذہ میں قیس بن ربیع، مندل بن علی، ابوبکر شعبہ بن عیاش، سفیان بن عیینہ، امام ابو الحسن علی بن حمزہ الکسائی اور یونس بن حبیب البصری شامل ہیں۔

آپ کی تالیفات

(۱) آلۃ الکتاب (۲) الایام واللیالی

(۳) البہا (۴) الجمع والتثنیۃ فی القرآن

(۵) الحدود یہ قواعد عربیہ کی تصریفات میں

ہے

(۶) حروف المعجم

(۷) الفاخر فی الامثال

(۸) فعل وافعل

(۹) اللغات

(۱۰) المذکر والمونث

(۱۱) المشکل الصغیر

(۱۲) المشکل الکبیر

(۱۳) المصادر فی القرآن

(۱۴) معانی القرآن

(۱۵) المقصور والممدود

(۱۶) النوادر

(۱۷) الوقف والابتداء

امام کسائی کے بعد کوفہ کے عظیم علماء میں سے تھے۔

تلامذہ:

سلمتہ بن عاصم (۲) ابو عبد اللہ محمد بن الجھم السمری الکاتب (۳) مامون الرشید کا بیٹا بھی آپ کا شاگرد تھا۔
ان کے علاوہ بے شمار تلامذہ نے استفادہ کیا۔

64/19 مَعَ الْاِمَامِ وَ شَامٍ يُرْتَدِدْ مَدَنِي
وَقَبْلَهُ وَيَقُوْلُ بِالْعِرَاقِ يُرٰى

ت: مصحف امام اور مصحف شامی کے ساتھ مصحف مدنی میں بھی يَرْتَدِدْ (المائدہ ع ۸) ہے اور يَرْتَدِدْ سے پہلے مصحف عراق میں وَيَقُوْلُ دیکھا جاتا ہے۔

ف: یعنی يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ۔ مکی، بصریین اور کوفیین کے لیے ہے اور مَنْ يَّرْتَدِدْ۔ نافع، شامی اور ابو جعفر کے لیے ہے۔

اور سورۃ البقرۃ میں يَرْتَدِدْ (ع ۲۷) باجماع اہل رسم دو دالوں کے ساتھ ہے۔ اور وہاں اختلاف قرآءت بھی نہیں۔

قراء ات:

ناظم حرز الامانی میں يَرْتَدّ کی قرآءت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَقَبْلُ يَقُوْلُ الْوَاوُ غُصْنَ وَ رَافِعٌ
سِوَى ابْنِ الْعَلَا مَنْ يَّرْتَدِدْ عَمَّ مُرْسَلَا

اور يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے پہلے (کوفیین اور بصری کے لیے) واؤ ایک شاخ کی طرح زائد ہے۔ (باقین کے لیے محذوف ہے) اور سوائے بصری کے باقی اس يَقُوْلُ کو رفع دیتے ہیں (اور بصری نصب پڑھتے ہیں) اور مَنْ يَّرْتَدِدْ دو دالوں کے ساتھ کہ پہلی مکسور اور دوسری ساکن ہے (نافع و شامی کے لیے مصاحف مدینہ و شام کے مطابق) مطلقاً عام ہوا

ہے۔

وَ حَرَّكَ بِالاِدْغَامِ لِلْغَيْرِ دَالَهُ

اور باقیوں کے لیے ادغام کی وجہ سے ایک دال ہے جو حرکت فتح دی گئی ہے (جیسا کہ مصاحف مکہ و عراق کا رسم ہے)

65/20 وَبِالْغَدَاةِ مَعًا بِالْوَاوِ كُلُّهُمُ
وَقُلْ مَعًا فَارَقُوا بِالْحَذْفِ قَدْ عُمِرَا

ت: اور بِالْغَدَاةِ جو دو جگہ ہے (الانعام ع ٦، الکھف ع ٤) تمام مصاحف نے اس کو واؤ سے روایت کیا ہے (یعنی بِالْغُدْوَةِ) اور کہہ تو کہ فَارَقُوا دونوں جگہ (الانعام ع ٢٠، الروم ع ٤) حذف الف کے ساتھ زندگی دیا گیا ہے۔

ف: یہاں بھی حذف الف شمول قرآءت کی بنا پر ہے۔

قراءات:

بِالْغَدَاةِ: شامی نے الانعام اور الکھف دونوں سورتوں میں بِالْغُدْوَةِ بضم غین واسکان دال، اور دال کے بعد واؤ مفتوحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ باقین نے بفتح غین و دال اور اس کے بعد الف پڑھا ہے۔

فَرَّقُوا: انعام اور روم دونوں سورتوں میں امام حمزہ اور کسائی نے بتخفیف راء اور فاء کے بعد الف پڑھا ہے یعنی فَارَقُوا۔ اور باقین نے فَرَّقُوا پڑھا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس شعر میں دونوں کلموں کا رسم شمول کے لیے ہے۔

بِالْغَدَاةِ کی قرآءات کو ناظم نے شاطبیہ میں ایسے بیان کیا ہے۔

وَبِالْغُدْوَةِ الشَّامِيُّ بِالضَّمِّ هٰهُنَا
وَعَنْ اَلِفٍ وَاوٌ وَفِي الْكَهْفِ وَصَّلَا

اور شامی نے بِالْغَدَاةِ کو یہاں اور الکھف میں بضم غین و سکون دال اور بجائے الف کے مفتوحہ سے پہنچایا ہے۔ یعنی بِالْغُدْوَةِ باقی بفتح عین و دال اور الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اور فَرَّقُوا کی قرآءت اس شعر سے واضح ہوتی ہے۔

- - - - - - - - - - فَارَقُوا
مَعَ الرُّومِ مَدَّاهُ خَفِيفًا وَعَدَّلَا

فَرَّقُوا دِيْنَهُمْ یہاں اور الروم میں حمزہ اور کسائی نے فا کے بعد الف پڑھا ہے دراں حالیکہ را خفیف ہے اور معتدل راستہ اختیار کیا ہے۔

66/21 وَقُلْ وَلَاطَائِرٍ بِالْحَذْفِ نَافِعُهُمْ
وَمَعْ اَكَابِرَ ذُرِّيَّاتِهِمْ نَشَرَا

ت: اور تو کہہ کہ وَلَاطَائِرٍ (الانعام ع ۴) کو نافع نے حذف الف کے ساتھ روایت کیا ہے اور اَکٰبِرَ (الانعام ع ۱۵) کے ساتھ ذُرِّیّٰتِهِمْ (الانعام ع ۱۰) کو بھی حذف الف کے ساتھ پھیلایا ہے۔

وَلَا طٰئِرٍ یَّطِیْرُ۔ قرآء ت" و رسم" باجماع طٰئِرٍ ہے یعنی قرآء ت میں سب کے لیے طٰائِرٍ بصیغہ اسم فاعل اور رسم" بحذف الف ہے۔ اسی طرح اَکٰبِرَ قرآء ت میں سب کے لیے بصیغہ جمع ہے اور رسم" سب کے لیے کاف کے بعد بحذف الف ہے۔ اور اسی طرح ذُرِّیّٰتِهِمْ میں بھی رسم" سب کے لئے یاء کے بعد بحذف الف ہے۔

تینوں کلموں میں حذف الف تخفیف کی بنا پر ہے۔

نوٹ: جو رسم بیان کی جائے اس کلمہ میں غور و تفکر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں رسم شمول قرآء ت کے لیے ہے یا تخفیف و اختصار کی بنا پر ہے۔

67/22 وَفَالِقُ الْحَبِّ عَنْ خُلْفٍ وَّجَاعِلُ وَلْ
كُوفِيُّ اَنْجَيْتَنَا فِي تَائِهِ اخْتَصَرَا

ت: اور فَالِقُ الْحَبِّ اور جَاعِلُ الَّيْلِ (الانعام ع ۱۲) دونوں خُلْف کے ساتھ ہیں۔ اور لَئِنْ اَنْجٰیتَنَا (الانعام ع ۸) کو مصحف کوفی نے تا کے اختصار سے بیان کیا ہے یعنی تا کا شوشہ نہیں ہے یعنی اَنْجٰنَا ہے۔

ف: ناظم علیہ الرحمہ کے لفظ فَالِقُ الْحَبِّ میں اَلْحَبِّ قید احترازی ہے اور اس کے ذریعے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ سے احتراز مقصود ہے کیونکہ اس میں خُلْف صرف ابو داوٗد ابن ابی النجاح کے لیے ہے (دیکھو دلیل الحیران صفحہ ۱۰۱)

لفظ فَالِقُ میں اثبات الف قیاسی ہے اور حذف خلاف قیاس ہے۔ بہرحال تمام قراء ات متواترہ میں الف ہی کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ البتہ حسن بصریؒ کی قرآء ت شاذہ میں بحذف الف یعنی بصیغہ ماضی ہے۔

قراء ات

فَالِقُ الْحَبِّ یا فَالِقُ الْاِصْبَاحِ - دونوں باجماع قرآء ت متواترہ بصیغہ اسم فاعل ہیں۔ رسم میں اول میں خُلف ہے دوسرا باجماع اہل رسم بحذف الف ہے۔

جَعَلَ الَّيْلِ: کوفیین نے بصیغہ ماضی معروف اور غیر کوفیین نے بصیغہ اسم فاعل اور برفع لام پڑھا ہے۔

امام شاطبی نے شاطبیہ میں فرمایا ہے۔

وَجَاعِلُ اقْصُرْ وَ فَتْحُ الْكَسْرِ وَ الرَّفْعِ ثُمِّلَا

لَئِنْ اَنْجٰـنَا کوفیین نے بعد الجیم الف پڑھا ہے اور باقین نے بعد الجیم یائے ساکنہ اور تاء کے ساتھ لَـئِـنْ اَنْـجَـیْـتَـنَا پڑھا ہے۔

وَاَنْجَیْتَ لِلْکُوْفِیِّ اَنْجٰی تَحَوَّلَا

68/23 لَدَارُ شَامٍ وَقُلْ اَوْلَادَهُمْ شُرَکَا
ئِهِمْ بِیَاءٍ بِهٖ مَرْسُوْمَةٌ نُصِرَا

ت: اور لَدَارُ (الانعام ع ۴) میں مصحف شامی ایک لام سے ہے (اور باقی مصاحف میں دو لام ہیں) اور تو کہہ کہ مصحف شامی ہی میں اَوْلَادَهُمْ شُرَکَائِهِمْ (الانعام ع ۱۶) یاء کی رسم کے ساتھ مدد کیا گیا ہے (اور باقی مصاحف میں شُرَکَاؤُهُمْ بالواوٗ ہے)

ف: وَلَلدَّارُ شامی نے لام واحدہ و تخفیف دال اور باقین نے دو لاموں اور تشدید دال کے ساتھ پڑھا ہے۔

"زَیَّنَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَکَاؤُهُمْ" یہ قرآءت غیر شامی کی ہے اور شامی کے لیے قرآءت اور رسم اس طرح ہے۔

زُیِّنَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلُ اَوْلَادَهُمْ شُرَکَائِهِمْ۔

قراءات:

ناظم علیہ الرحمہ نے حرز الامانی میں قراءات اس طرح بیان فرمائیں۔

وَلَلدَّارُ حَذْفُ اللَّامِ الْاُخْرٰی ابْنُ عَامِرٍ
وَالْاٰخِرَةُ الْمَرْفُوْعُ بِالْخَفْضِ وُکِّلَا

اور لَلدَّارُ میں ابن عامر کے لیے دوسرے لام کا حذف ہے اور اَلْاٰخِرَةُ جو مرفوع ہے شامی کے لیے جرّ کے ساتھ سپرد کیا گیا ہے۔ یعنی شامی وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ پڑھتے ہیں۔ مصاحف شام میں ایک لام مرسوم ہے۔ اور باقین وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ پڑھتے ہیں۔

تشریحی فوائد کے ذیل میں درج ہونے والی وَزَیَّنَ، قَتْلُ اَوْلَادَهُمْ اور شُرَکَائِهِمْ کی قرآءت ناظم نے حرز الامانی کے ان اشعار میں بیان کی ہے۔

وَزَیَّنَ فِیْ ضَمٍّ وَّ کَسْرٍ وَرَفْعُ قَتْ
لَ اَوْلَادِهِمْ بِالنَّصْبِ شَامِیُّهُمْ تَلَا

وَيُخْفَضُ عَنْهُ الرَّفْعُ فِي شُرَكَاءُ هُمْ
وَفِي مُصْحَفِ الشَّامِيِّنَ بِالْيَاءِ مُثِّلَا

لفظ وَزُيِّنَ کو ضم زا اور کسر یاء کے ساتھ اور قَتْلُ کو رفع کے ساتھ اور اَوْلَادَهُمْ کو نصب کے ساتھ قراء میں سے شامی نے تلاوت کیا ہے اور شامی سے شُرَكَائِهِمْ میں بجائے رفع کے جرّ مروی ہے اور اہل شام کے مصحف میں یہ لفظ شُرَكَآئِهِمْ یاء کے ساتھ متعین کیا گیا ہے۔

یعنی شامی نے یہ آیت اس طرح پڑھی ہے وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلُ اَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ۔ ترکیب میں زُيِّنَ ماضی مجہول، قَتْلُ مصدر مضاف، اَوْلَادَهُمْ لفظ قَتْلُ کا مفعول بہ شُرَكَائِهِمْ، قَتْلُ کا مضاف الیہ مجرور، لفظ قَتْلُ اپنے مفعول اور مضاف الیہ سے مل کر ماضی مجہول کا نائب فاعل ہے۔

قولہ وَفِي مُصْحَفِ الشَّامِيِّنَ۔ یعنی شامی کی قرآءت کی تائید مصحف شامی کے رسم سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اس میں شُرَكَاؤُهُمْ کا ہمزہ بشکل یا یعنی شُرَكَائِهِمْ مرسوم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمزہ مجرور ہے۔ باقی حضرات زُيِّنَ کو معروف قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ کو مضاف و مضاف الیہ پڑھتے ہوئے مفعول مقدم اور شُرَكَاؤُهُمْ کو فاعل پڑھتے ہیں۔

وَمَفْعُوْلُهُ بَيْنَ الْمُضَافَيْنِ فَاصِلٌ
وَلَمْ يُلْفَ غَيْرُ الظَّرْفِ فِي الشِّعْرِ فَيْصَلَا

شامی کی قرآءت میں لفظ قَتْلُ کا مفعول یعنی اَوْلَادَهُمْ مضافین کے درمیان فاصل ہے اور اس قسم کا فاصل ضرورت شعری بجز ظرف کے فیصلہ کن قول کے مطابق کہیں نہیں پایا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شامی کی قراءت پر نحوی اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ مضافین کے درمیان میں مفعول بہ کا فاصلہ ہونا صحیح نہیں۔ کیونکہ فاصل صرف ظرف اور وہ بھی ضرورت شعری ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آگے شعر میں دلیل پیش کر رہے ہیں۔

كَلِلّٰهِ دَرُّ الْيَوْمَ مَنْ لَامَهَا فَلَا
تَلُمْ مِنْ مُلِيْمِي النَّحْوِ اِلَّا مُجَهِّلَا

جیسے لِلّٰهِ دَرُّ الْيَوْمَ مَنْ لَامَهَا میں مضافین کے درمیان اَلْيَوْمَ ظرف فاصل ہے۔ لہٰذا تم نحو کے ملامت کرنے والوں میں سے صرف اسی کو قابل ملامت سمجھو جو اس قرآءت کے پڑھنے والے امام کو جاہل ٹھہراتا ہے۔ ابن قمیئہ کا یہ پورا شعر اس طرح ہے ؎

لَمَّارَاَتْ سَاتِیْذَمَا اسْتَعْبَرَتْ
لِلّٰهِ دَرُّ الْیَوْمَ مَنْ لَامَهَا!

ترجمہ: جب اس نے "ساتیذما" کی بستی کو دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، آج اللہ ہی کے لیے اس شخص کی خوبی ہے جس نے اس کو ملامت کی۔

اس شعر میں بتایا ہے کہ مضافین کے درمیان ظرف فاصل ہے مگر یہ کلی قانون نہیں بلکہ مضافین کے درمیان فاصل غیر ظرف کا آنا بھی درست و صحیح ہے جیسا کہ آگے اخفش نحوی کا شعر بطور دلیل لا رہے ہیں۔

وَمَعْ رَسْمِهٖ زَجَّ الْقُلُوْصَ اَبِیْ مَزَا
دَةَ الْاَخْفَشُ النَّحْوِیُّ اَنْشَدَ مُجْمِلاً

لفظ شُرَکَائِهِمْ کے رسم کی تائید کے ساتھ اخفش نحوی نے ایک عمدہ طریقہ پر ایک شعر بھی پڑھا ہے یعنی زَجَّ الْقُلُوْصَ اَبِیْ مَزَادَۃَ۔ جس سے معلوم ہوا کہ مضافین کے درمیان غیر ظرف کا فاصلہ جیسے قَلُوْص کا ہے نیز صحیح ہے۔
یہ پورا شعر اس طرح ہے

فَزَجَجْتُهَا بِمِزَجَّةٍ
زَجَّ الْقُلُوْصَ اَبِیْ مَزَادَةَ

ترجمہ: میں نے اس کو چھوٹے نیزے سے اس طرح ٹھوکا دیا جس طرح جوان اونٹنی کو ابو مزادہ ٹھوکے دیتا ہے (ابو مزادۃ، کسی شخص کا نام۔ ملا علی قاری) اس شعر میں قرآءت کی واضح تائید موجود ہے حالانکہ شاعر بجائے اَبِیْ مَزَادَۃَ۔ حالت رفعی کے ساتھ بھی کہہ سکتا تھا باوجود کسی تنگی شعر نہ ہونے کے پھر ابی مزادہ کو مضاف الیہ ہی ٹھہرانا اس کی صحت کی دلیل ہے۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ اِلٰی سُوْرَةِ مَرْیَمَ عَلَیْهَا السَّلَامُ

سورۃ الاعراف سے سورۃ مریم علیہا السلام تک

69/1 وَنَافِعٌ بَاطِلٌ مَّعًا وَطَائِرُهُمْ
بِالْحَذْفِ مَعْ كَلِمَاتِهٖ مَتٰی ظَهَرَا

ت: اور نافع نے روایت کیا ہے کہ لفظ بَاطِلٌ (الاعراف ع ۱۶ اور ہود ع ۲) طَائِرُهُمْ (الاعراف ع ۱۶) ساتھ ہی

کَلِمَاتِہٖ جہاں بھی ظاہر ہو، سب بحذف الف ہیں۔

ف: وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ قرآءت اور رسم دونوں باجماع ہیں۔

اسی طرح طَائِرُهُمْ میں قرآءت بالالف اور رسم بحذف الف اختصاراً باجماع ہے۔

مَتٰى ظَهَرَا یعنی لفظ کَلِمَات مضاف الی الضمیر قرآن میں جہاں بھی واقع ہے وہ اصول کلی کے طور پر محذوف الالف ہے۔ چنانچہ يُؤْمِنُ بِكَلِمَاتِهٖ (الاعراف ع ۲۰) يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ (الانفال ع ۱۰) وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ (الکہف ع ۴، الانعام ع ۱۴) وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ (یونس ع ۸) وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ (الشوریٰ ع ۳)۔ اور کلمات مجرد عن الباء کا حال آگے آتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں بھی حذف ہی ہے۔

70/2 مَعًا خَطِيْئَاتِ وَالْيَا ثَابِتٌ بِهِمَا
عَنْهُ الْخَبَائِثَ حَرْفَاهُ وَلَا كَدَرَا

ت: اور خَطِيْئَاتِ کو بھی دونوں جگہ (اعراف ع ۲۰ و نوح ع ۲) نافع نے الف کے حذف سے روایت کیا ہے اور (طاء کے بعد) یاء ان دونوں میں ثابت ہے۔ اور نافع سے اَلْخَبَائِثَ دونوں جگہ (الاعراف ع ۱۹ و الانبیاء ع ۵) بحذف الف ہے اور اس حذف میں کوئی کدورت نہیں۔

ف: وَلَا كَدَرَا یعنی باجماع اہل رسم ان سب کلمات میں حذف ثابت ہے۔

قراءات

امام شاطبی فرماتے ہیں۔

خَطِيْئَاتُكُمْ وَحِّدْهُ عَنْهُ وَرَفْعُهُ
كَمَا أَلِفُوْا وَالْغَيْرُ بِالْكَسْرِ عَدَّلَا

وَلٰكِنْ خَطَايَا حَجَّ فِيْهَا وَ نُوْحِهَا

خَطِيْئَاتُكُمْ: نافع۔ ابو جعفر اور یعقوب

خَطِيْئَاتِكُمْ: مکی۔ عاصم۔ حمزہ۔ کسائی

خَطَايَاكُمْ: بصری

خَطِيْئَتُكُمْ: شامی

اور سورۃ نوح کا اختلاف قرآءت اس طرح ہے۔

خَطِيْئَاتِهِمْ: ماسواء امام ابو عمرو بصری سب پڑھتے ہیں۔

خَطَایٰهُمْ: بصری۔

خَطِیْٓئٰتٌ جمع مونث سالم کی قرآءت پر کہنا چاہئے کہ الف محذوف ہے اور ہمزہ کی صورت بھی محذوف ہے کیونکہ ہمزہ بعد ساکن محذوف ہوتا ہے۔ اور خَطِیْٓئَةٌ مفرد پڑھنے والوں کے مطابق اس طرح ہے کہ طا اور تاء کے درمیان ایک حرف یاء ہے اور ہمزہ قیاس کے مطابق محذوف ہے۔ اور جمع تکسیر پڑھنے والوں کے مطابق انطباق اس طرح ہوگا کہ فرض کرلیا جائے کہ وہ الف جو طاء کے بعد ہے محذوف ہے اور یاء کے بعد والا الف' بصورت یاء مرسوم ہے۔

حاصل یہ کہ طا اور کاف کے درمیان دو شوشے ہیں' اسی طرح خَطِیْٓئٰتِکُمْ اور یہ رسم تینوں قراء توں پر اعراف میں اور دونوں قرآءتوں پر نوح میں منطبق ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

71/3 هُنَا وَفِیْ یُوْنُسٍ بِکُلِّ سَاحِرٍ التْ
تَاْخِیْرُ فِیْ اَلِفٍ بِهٖ الْخِلَافُ یُرٰی

ت: یہاں الاعراف میں (ع ۱۴) اور یونس (ع ۸) میں کُلِّ سَاحِرٍ کے الف کی تاخیر میں خُلْف دیکھا جاتا ہے۔

ف: یعنی بعض مصاحف میں الف' حاء کے بعد مرسوم ہے اور بعض میں حاء سے پہلے۔ یہ شمول قرآءت کے لیے ہے کیونکہ سَحَّارٍ اور سَاحِرٍ دو قرآءتیں ہیں اور سورتوں کی تعیین سے سورہ الشعراء والے کو نکالنا چاہتے ہیں۔ یعنی یَاْتُوْکَ بِکُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ' اس میں باتفاق مصاحف الف' حاء کے بعد ہے اور قرآءت کا اختلاف بھی نہیں۔

نوٹ: اس کو سٰحِرٍ لکھنا جیسا کہ آج کل جمیع مصاحف (پاکستانی اور عربی) میں ملتا ہے رسم قرآنی کے خلاف ہے اس کو سورۂ السباء والے عٰلِمٍ پر قیاس کرنا غلط ہے اور یہ رسم کے ساتھ زبردستی ہے۔

قراءات:

- - - - - - - وَفِیْ سَاحِرٍ بِهَا
وَیُوْنُسَ سَحَّارٍ شَفَا وَ تَسَلْسَلَا

الاعراف اور یونس میں' حمزہ' کسائی اور امام خَلَفْ نے سَحَّارٍ بصیغہ مبالغہ اور باقین نے سَاحِرٍ بصیغہ فاعل پڑھا ہے۔

نوٹ: لفظ سَاحِرٍ کا بیان اصول شعر ۱۴۶ میں انشاء اللہ آئے گا۔

72/4 وَیَارِیْشًا بِخُلْفٍ بَعْدَهٗ اَلِفٌ
وَطَاءُ طَائِفُ اَیْضًا فَازْکُ مُخْتَبِرَا

ت: اور وَرِيْشًا (الاعراف ع ۳) کی یاء خُلف کے ساتھ مرسوم ہے کہ اس کی یاء کے بعد بعض مصاحف میں الف ہے۔ اور وَاِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ (الاعراف ع ۲۴) کی طاء' اس میں بھی خُلف ہے پس تو آزمائش میں پاکیزہ ہو۔

ف: بعض مصاحف میں وَرِيْشًا (الاعراف ع ۳) اور بعض مصاحف میں وَرِيَاشًا مرسوم ہے۔ گو وَرِيَاشًا باثبات الف کوئی قرآءت نہیں ہے مگر یہ رسم ملتا ہے جیسے سورۃ الکھف میں وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَائٍ۔

قراء ات:

امام شاطبی شاطبیہ میں فرماتے ہیں۔

وَقُلْ طَائِفٌ طَيْفٌ رِضًى حَقُّهُ

طَيْفٌ: مکی۔ بصریین۔ کسائی

طَائِفٌ: باقین

73/5 وَبَصْطَةً بِاتِّفَاقٍ مُفْسِدِيْنَ وَقَا
لَ الْوَاوُ شَامِيَةٌ مَشْهُوْرَةٌ اَثَرَا

ت: اور لفظ بَصْطَةً (الاعراف ع ۹) باتفاق رسم صاد کے ساتھ ہے۔ اور مُفْسِدِيْنَ ۞ وَقَالَ (الاعراف ع ۱۰) میں واؤ مصحف شامی کے مطابق از روئے نشان مشہور ہے۔

ف: یعنی لفظ بَصْطَةً سورۃ الاعراف میں بالاتفاق تمام مصاحف سین کے بجائے صاد سے لکھا ہے تا کہ اصل کے خلاف دیکھنے سے ذہن سین والی قرآءت کی طرف منتقل ہو جائے اور اس میں طاء کے سبب سین کو صاد سے بدل لیا ہے۔

اور فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۞ وَقَالَ الْمَلَاُ میں قاف سے پہلے واؤ عطف شامی مصحف میں ہے یعنی شامی قرآن میں ابن عامر کی قرآءت کے موافق وَقَالَ الْمَلَاُ ہے اور دوسرے تمام مصاحف میں باقین کی قرآءت کے مطابق قَالَ الْمَلَاُ بغیر واؤ کے ہے۔

قراء ات

بَصْطَةً: بالصاد: نافع۔ ابو جعفر۔ بزی۔ شعبہ۔ کسائی۔ روح

بَسْطَةً: بالسین: باقون

ابن ذکوان اور خلاد کے لئے خُلف ہے۔

نوٹ: شاطبیہ کے اشعار جو بَصْطَةً سے متعلق ہیں شعر نمبر ۴۹ کے ذیل میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَالْوَاوُ زِدْ بَعْدَ مُفْسِدِيْنَ كُفُوًا

وَقَالَ: شامی

قَالَ: باقون

74/6 وَحَذْفُ وَاوِ وَمَا كُنَّا وَمَا يَتَذَكْ
كَّرُوْنَ يَاهُ وَاَنْجَاكُمْ لَهُمْ زُبُرَا

ت: اور وَمَاكُنَّالِنَهْتَدِيَ (الاعراف ع ۵) کی واؤ کا حذف اور قَلِيْلًا مَّا يَتَذَكَّرُوْنَ (الاعراف ع ۱) تاء کے پہلے یاء کی زیادتی اور وَاِذْ اَنْجٰكُمْ (الاعراف ع ۱۶) شامیین کے لیے لکھی گئی ہے۔

ف: مطلب یہ ہے کہ وَمَا كُنَّالِنَهْتَدِيَ (الاعراف) کو مصحف شامی میں بغیر واؤ عاطفہ کے لکھا گیا ہے۔ اسی طرح قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (الاعراف) کو مصحف شامی میں باثبات یاء الغیب قبل التاء يَتَذَكَّرُوْنَ لکھا گیا ہے اور وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (الاعراف) مصحف شامی میں جیم اور کاف کے درمیان ایک شوشے کے ساتھ لکھا ہے۔ یعنی وَاِذْ اَنْجٰكُمْ اور گویا یہ شوشہ الف بصورت یاء ہے۔ یہ تینوں رسم' قراءت شامی کے موافق ہیں اور غیر مصحف شامی وَمَاكُنَّا واؤ عاطفہ کا اثبات ہے اور تَذَكَّرُوْنَ میں یاء غیب محذوف ہے۔ اور اَنْجَيْنٰكُمْ دوشوشوں کے ساتھ ہے اور یہ سب غیرابن عامر کی قراءات ہے۔

تنبیہہ: کلی قاعدہ یہ ہے کہ الف مبدل عن الیاء' بصورت یاء لکھا جاتا ہے سوائے چند خاص الفاظ کے' کہ جن کو عنقریب ناظم ذکر فرمائیں گے۔

دوسرا کلی قاعدہ یہ ہے کہ فَعَلْنَا کا صیغہ جب ضمیر کے ملحق ہونے کی صورت میں ہو تو فَعَلْنَا کا الف محذوف ہوتا ہے۔ لہٰذا "مقنع" میں یا علامہ سخاوی کی "وسیلہ" میں جس جگہ یہ لکھا گیا ہے کہ اَنْجٰكُمْ مصحف شامی میں بالالف مرسوم ہے یعنی بین الجیم والکاف الف ہے' مناسب ہے کہ اس کلام کی یہ تاویل کی جائے کہ ان دونوں بزرگوں کی مراد یہ ہے کہ جیم اور کاف کے درمیان ایک شوشہ ہے' اور وہ الف بصورت یاء ہے۔ چنانچہ "اتحاف" میں کہا ہے "ان فی الشامی بیاء بین الجیم والکاف۔" اسی طرح مقنع میں بھی ایک مقام پر کہا ہے کہ "اَنْجٰكُمْ فی مصحف الشامی بیاء بلا نون۔" یہ ہی زیادہ صحیح تعبیر ہے۔ اسی طرح وسیلہ میں جو کہا گیا ہے کہ اَنْجَيْنٰكُمْ فی غیر المصحف الشامی کتب بیاء و نون قبل الالف' یہ بھی مؤول ہے مراد یہ ہے کہ قبل الالف الملفوظ' یعنی بین الجیم والکاف دو شوشے ہیں الف لکھا ہوا نہیں ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی شاطبیہ میں فرماتے ہیں

وَتَذَّكَّرُوْنَ الْغَيْبَ زِدْ قَبْلَ تَائِهٖ
كَرِيْمًا وَ خِفُّ الذَّالِ كَمْ شَرَفًا عَلَا

يَتَذَكَّرُوْنَ: شامی

تَذَكَّرُوْنَ: حمزہ، کسائی، امام خلف اور حفص

تَذَّكَّرُوْنَ: باقون۔

امام شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَمَا الْوَاوَ دَعْ كَفٰى

مَاكُنَّا لِنَهْتَدِيَ: شامی

وَمَاكُنَّا لِنَهْتَدِيَ: باقین

اَنْجَاكُمْ کی قراء ات امام شاطبی اس طرح بیان فرماتے ہیں

وَاَنْجٰى بِحَذْفِ الْيَاءِ وَالنُّوْنِ كُفِّلَا

اَنْجَاكُمْ: شامی

اَنْجَيْنَاكُمْ: باقین۔

نوٹ: لَئِنْ اَنْجٰنَا کی مزید بحث اس سے قبل شعر نمبر ۶۷ میں گزر چکی ہے۔

75/7 وَمَعْ قَدْ اَفْلَحَ فِيْ قَصْرِ اَمَانَتِ مَعْ
مَسَاجِدَ اللّٰهِ الْاُوْلٰى نَافِعٌ اَثَرَا

ت: اور مع سورت قَدْ اَفْلَحَ کے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ (ع ۱) سورۃ انفال والے وَتَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ (ع ۴) اور پہلے مَسٰجِدَ اللّٰهِ (التوبہ ع ۳) کو نافع نے بحذف الف نقل کیا ہے۔

ف: حاصل یہ کہ امام نافع نے مصحف مدنی سے نقل کیا ہے کہ وَتَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ اور وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ بغیر الف کے بین النون و التاء ہیں جس طرح لفظ مفرد لکھا جاتا ہے۔ بہر حال میم کے بعد والے الف کا حذف نہیں بتانا چاہتے ہیں کیونکہ اس کا حذف قاعدہ کلیہ کے مطابق ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔

اور نافع نے مَاكَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ کو توبہ میں بحذف الف بتایا ہے اور الْاُوْلٰى کی قید روایت نافع کی تخصیص کی بناء پر ہے ورنہ حذف الف لفظ مَسٰجِدْ میں ہر جگہ ہے مثلاً اِنَّمَا يَعْمُرُ

مَسَاجِدَ اللّٰہِ۔ خواہ مَسَاجِدُ ہو یا اَلْمَسَاجِدُ ہو۔ (ابن القاصح)

قاعدہ آتا ہے کہ جمع مونث سالم میں جب دو الف ہوں تو محذوف ہوں گے لہٰذا اَمَانَاتٌ کے دونوں الفوں کا حذف قاعدہ کے مطابق ہے۔ دوسرا قاعدہ یہ کہ جمع مکسر بروزن مفاعل کا الف محذوف ہوتا ہے لہٰذا مَسَاجِدُ کے الف کا حذف قاعدہ کے مطابق ہے۔

قراءات:

وَوَحَّدَ حَقٌّ مَسْجِدَ اللّٰہِ اَلْاَوَّلَا

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰہِ میں مَسَاجِدَ کو مکی اور بصریین نے مفرد اور باقین نے جمع پڑھا ہے

میں کہتا ہوں کہ ناظمؒ کی تخصیص ذکری کی وجہ بھی یہی ہے۔ (اظہار احمد)

اَمَانَاتِهِمْ وَحِّدْ وَفِيْ سَالَ دَارِيًا

سورۃ المومنون اور المعارج کے لِاَمَانَاتِهِمْ کو مکی نے واحد اور باقین نے جمع سے پڑھا ہے۔

76/8 وَمَعْ خِلَافَ وَزَادَ اللَّامَ لِفُ اَلِفًا
لَاَوْضَعُوْا جُلُّهُمْ وَاَجْمَعُوْا زُمَرًا

ت: اور ساتھ ہی خِلٰفَ رَسُوْلَ اللّٰہِ (التوبہ ع ۱۱) میں نافع نے حذف الف نقل کیا ہے اور لَاَاوْضَعُوْا (التوبہ ع ۷) میں جلیل الشان علماء رسم نے لام الف پر الف کا اضافہ کیا ہے۔ اور ان علماء رسم نے اپنے ہر گروہ کے اعتبار سے اتفاق کیا ہے کہ .... (اس جملہ کا تکملہ آئندہ شعر میں آتا ہے)

77/9 لَا اَذْبَحَنَّ وَعَنْ خُلْفٍ مَعًا لَا اِلَى
مِنْ تَحْتِهَا اٰخِرًا مَكِّيُّهُمْ زَبَرَا

ت: لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْلَيَاْتِيَنِّىْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (النمل ع ۲) لام الف پر الف زائد ہے اور لفظ لَاَاِلَى میں دونوں جگہ (یعنی لَاِلَى اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ' آل عمران ع ۱۷۔ اور لَاِلَى الْجَحِيْمِ' الصافات ع ۲) خُلْف ہے۔ اور سب سے بعد میں آنے والے لفظ تَحْتِهَا کو مکی مصحف نے مِنْ تَحْتِهَا لکھا ہے۔

ف: لام الف پر الف کے اضافہ والے چار الفاظ ہوئے۔

لَاَاوْضَعُوْا: اس میں اکثر اہل رسم کے نزدیک الف کا اضافہ ہے۔

لَاَاذْبَحَنَّهٗ: باجماع الف کا اضافہ ہے۔

لَاْاِلَى اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ لَاْاِلَى الْجَحِيْمِ

ان دونوں میں خُلف ہے۔

اس میں فراء اور ابو العباس احمد وغیرہ کی رائے میں زائد الف اول ہے اور دوسرا ہمزہ کی شکل ہے لہٰذا حرکات یوں ہونی چاہییں مثلاً لَاۡاَوۡضَعُوۡا۔ لیکن علماء اہل رسم کے قول پر فیصلہ اس کے برعکس ہے یعنی زائد الف ثانی ہے اور پہلا ہمزہ ہے۔ لہٰذا حرکات اس طرح ہوں گی۔ لَاَاۡوۡضَعُوۡا۔

علامہ شاطبیؒ نے بھی وَزَادَ اللّٰمَ لِفۡ اَلِفًا فرما کر دوسرے ہی کو زائد قرار دیا ہے۔ ناظم کے کلام میں بعض شراح نے جو دونوں احتمال کی گنجائش نکالی ہے وہ ہمارے خیال میں صحیح نہیں۔

لَامَ لِفۡ اصل میں لَامۡ اَلِفۡ ہے۔ میم کے سکون کو مثل اصلی قرار دے کر الف کے ہمزہ کی حرکت نقل کرتے ہوئے ہمزہ حذف کیا گیا۔ اس کی وجہ کثرت تلفظ ہے' اور دلیل الحیران ص ۳۲۸ پر ہے:

"وقد ذكر الدانی وغیره ان الخلیل بن احمد و سعید بن مسعدة الاخفش الوسط اختلفا فی ای الطرفین هو الالف فقال الخلیل هو الاول وقال الاخفش هو الثانی۔اه والمختار مذہب الخلیل۔"

دلیل الحیران ص ۱۸۵ پر ہے کہ:

"علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے عقیلہ میں لَاِلَی اور جِیۡءَ میں خُلف کہا ہے اور یہ دونوں لفظ مقنع میں نہیں ہیں' لہٰذا قصیدہ عقیلہ کی زیادات میں سے ہے۔ البتہ علامہ دانی رحمتہ اللہ نے ان دونوں کا ذکر اپنی کتاب المحکم میں کیا ہے اور دونوں میں الف کی زیادتی میں خُلف کہا ہے۔"

واضح رہے کہ جِیۡءَ کا بیان آگے شعر ۱۱۸ میں آتا ہے۔

قراء ات:

وَمِنۡ تَحۡتِهَا الۡمَكِّیۡ یَجُرُّوۡ زَادَ مِنۡ

جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا: مکی

جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَهَا: باقین۔

78/10 وَدُوۡنَ وَاوِ الَّذِیۡنَ الشَّامِ وَالۡمَدَنِیۡ
وَ حَرۡفُ یَنۡشُرُكُمۡ بِالشَّامِ قَدۡ نُشِرَا

ت: اور وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا (التوبہ ع ۱۳) بغیر واؤ کے مصحف شامی اور مدنی میں ہے اور مصحف شامی میں یَنۡشُرُكُمۡ (یونس ع ۳) مشہور ہوا ہے۔

ف: اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا (سورۃ التوبہ) میں مصحف شامی و مدنی دونوں میں واؤ عطف کے بغیر لکھا ہے اور باقی مصاحف میں واؤ عطف کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

سورۃ یونس میں یُسَیِّرُکُمْ کی بجائے یَنْشُرُکُمْ کا لفظ لکھا ہے یعنی شامی مصحف میں یاء کے بعد نون پھر شین پھر راء ہے اور باقی مصاحف میں یاء کے بعد سین یاء پھر راء ہے۔

اس کو اس طرح بھی ذہن نشین کیا جا سکتا ہے کہ شامی میں یَنْشُرُکُمْ کا دوسرا حرف پھیلایا گیا ہے اور قدرے طویل لکھا گیا ہے یعنی اس کلمہ میں جو حرف سین بھی بن سکتا ہے اور شین بھی اس سے پہلے شامی میں دو شوشہ تھے جن میں سے پہلا چھوٹا اور دوسرا قدرے بڑا تھا۔ اس لیے ناقلین نے یہ فیصلہ کر دیا کہ پہلا شوشہ یاء کا ہے اور دوسرا نون کا ہے۔ اور غیر شامی میں ایک شوشہ تو سین سے پہلے تھا اور ایک سین اور راء کے درمیان اس لیے یہ مان لیا کہ دونوں یاء کے شوشہ ہیں۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ

قراءات:

علامہ شاطبی قراءات اس طرح بیان فرما رہے ہیں۔

وَعَمَّ بِلَا وَا وِالَّذِیْنَ - - - - - - - -

اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا: نافع، ابو جعفر اور شامی

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا: باقین

یُسَیِّرُ کُمْ قُلْ فِیْہِ یَنْشُرُکُمْ کَفٰی

یَنْشُرُکُمْ: ابو جعفر اور شامی

یُسَیِّرُکُمْ: باقین

لطیفہ: یَنْشُرُکُمْ کے ساتھ لفظ قَدْ نُشِرَا لطافت عبارت کا آئینہ دار ہے۔

79/11 وَفِیْ لِنَنْظُرَ حَذْفُ النُّوْنِ رُدَّ وَفِیْ
اِنَّا لَنَنْصُرُ عَنْ مَنْصُوْرِ نِ انْتَصَرَا

ت: اور لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (یونس ع ۲) میں اور اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا (المومن ع ۶) میں ایک نون کے حذف ہونے کی روایت کی تردید کی گئی ہے۔ یہ تردید اس مرد منصور کی جانب سے ہوئی ہے جو غالب ہوا ہے۔

ف: یعنی مذکورہ دونوں لفظوں میں یہ روایت کہ ایک ایک نون ہے درایۃ" وروایۃ" دونوں اعتبار سے ناقابل تسلیم ہے۔ روایۃ" تو اس لیے کہ علماء رسم سے ثابت نہیں اور درایۃ" اس لیے کہ تماثل کی صورت کی وجہ سے ایک حرف پر

اکتفاء کرنے کا قاعدہ صرف حروف علت (جن میں ہمزہ بصورت حرف علت بھی داخل ہے) میں ہوتا ہے جیسے یُحْیِ۔ تَتْلُوْا۔ جَآءَ۔ اور اختلاف قرآءت بھی کوئی نہیں کہ شمول کے لیے ایک نون کا حذف مانا جائے۔

ایک نون کے حذف کی روایت ابو حفص فراء سے ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اول کلمہ میں لام اور ظا کے اور ثانی کلمہ میں لام اور صاد کے درمیان ایک نون لکھا ہوا ہے اور ایک محذوف ہے۔

لیکن ناظمؒ فرماتے ہیں کہ یہ نصیر کی روایت کی بناء پر تسلیم کرنے کے لائق نہیں۔ صحیح اور معتبربات یہ ہے کہ ان میں دونوں نون ثابت ہیں۔

80/12 غَیَابَاتٌ نَافِعٌ وَ اٰیٰتٌ مَعَهٗ
وَعَنْهُ بَیِّنٰتٍ فِیْ فَاطِرٍ قُصِرَا

ت: غَیٰبٰتِ الْجُبِّ (یوسف ع ۲ میں دونوں لفظ) اور اس کے ساتھ ہی اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ (یوسف ع ۲) اور بَیِّنٰتٍ (الفاطرع ۵) میں امام نافع سے قصر (بحذف الف) بیان کیا گیا ہے۔

ف: یعنی غَیٰبٰتِ۔ اٰیٰتٌ اور بَیِّنٰتٍ تینوں حذف الف سے ہیں۔ تینوں میں شمول قراء ات کے لئے حذف الف ہے۔

قراء ات:

علامہ شاطبی فرماتے ہیں۔

وَوَحَّدَ لِلْمَكِّیِّ اٰیَاتٌ نِ الْوِلَا
غَیَابَاتِ فِی الْحَرْفَیْنِ بِالْجَمْعِ نَافِعٌ

اٰیَةٌ لِّلسَّائِلِیْنَ: مکی
اٰیَاتٌ لِّلسَّائِلِیْنَ: باقین
غَیَابَاتِ الْجُبِّ: نافع۔ ابو جعفر
غَیٰبَتِ الْجُبِّ: باقین۔

فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُ ۔ ۔ ۔ بَیِّنَاتٍ قَصْرُ حَقٍّ فَتًی عَلَا

فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُ: مکی۔ بصری۔ حمزہ۔ امام خلف۔ حفص
فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَاتٍ مِّنْهُ: باقین

(مزید تشریح آئندہ شعر میں ملاحظہ ہو)

81/13 وَفِيهِ خُلْفٌ وَ اٰيَاتٌ بِهِ اَلِفُ الْ
اِمَامِ حَاشَا بِحَذْفٍ صَحَّ مُشْتَهَرَا

ت: اور اس بَيِّنَتٍ میں خُلْف ہے اور اٰيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ (یوسف ع ۲) میں مصحف امام میں الف کے ساتھ ہے' اور حَاشَا (یوسف ع ۴ و ع ۷) بحذف الف آخر شہرت میں صحیح ہوا ہے۔

ف: مذکورہ دو شعروں میں چار الفاظ کا ذکر ہے۔ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ غَيٰبَتِ باجماع اہل رسم بغیر الف ہے۔ اٰيَاتٌ اور بَيِّنَاتٍ میں خُلْف ہے اور حَاشَا میں حذف الف بہت مشہور ہے۔ اور اثبات نادر ہے۔

"لطائف البیان" میں کہا ہے کہ:

جاء عن ابی داود حذف الف حاشافی قلن حاش للّٰه فی موضع یوسف والمراد به الواقع بعد الحاء الخ ص ۸۷

قراء ات:

علامہ شاطبی فرماتے ہیں۔

مَعًا وَصْلُ حَاشَا حَجَّ - - - - -

حَاشَا: ابو عمرو (حالت وصل میں بالالف اور وقفا بالحذف)

حَاشَ: (حالین میں حذف) باقین

82/14 وَيَالَدٰى غَافِرٍ عَنْ بَعْضِهِمْ اَلِفٌ
وَهٰهُنَا اَلِفٌ عَنْ كُلِّهِمْ بَهَرَا

ت: اور سورۂ الغافر میں لَدٰى (ع ۲) بعض اہل رسم کی روایت پر بصورت الف ہے۔ اور یہاں سورۂ یوسف میں (ع ۳) جمیع اہل رسم سے الف ہی کا رسم غالب ہوا ہے۔

ف: یعنی سورۂ الغافر میں اکثر اہل رسم کی روایت تو یہی ہے کہ بالیاء مرسوم ہے لیکن بعض نے بجائے یاء کے الف بھی لکھا ہے۔

لیکن سورۂ یوسف کے لَدٰى میں جمیع اہل رسم سے الف ہی منقول ہے یاد رہے کہ لَدٰى میں کسی کے لیے بھی امالہ یا تقلیل نہیں ہے۔ قال الشاطبی" فی حرز الامانی"

وَمَا رَسَمُوْا بِالْيَاءِ غَيْرَ لَدٰى وَمَا
زَكٰى وَاِلٰى مِنْ بَعْدُ حَتّٰى وَقُلْ عَلٰى

اور جو الفات بھی بصورت یاء لکھے ہوں ان میں امالہ ہو گا۔ بجز لَدٰی اور مَازَکٰی اور اِلٰی اور اس کے بعد حَتّٰی اور کہہ تو عَلٰی کو۔

یعنی امام حمزہ اور کسائی ان تمام کلمات میں امالہ کرتے ہیں جو مصحف عثمانی میں مرسوم بالیاء ہوں۔ مگر اس اصول سے پانچ کلمات مستثنیٰ ہیں۔ ان میں کسی حال میں بھی امالہ نہ ہو گا اِلٰی، حَتّٰی، عَلٰی کیونکہ یہ حروف ہیں۔ لَدٰی سورۂ الغافر میں مرسوم عند الاکثر بالیاء ہے اور لَدَا الْبَابِ سورۂ یوسف میں باتفاق مرسوم بالالف ہے اور مَازَکٰی میں اگرچہ رسم بالیاء ہے مگر یہ واوی الاصل ہے۔

83/15 وَنُوْنَ نُنْجِیْ بِهَا وَالْاَنْبِیَا حَذَفُوْا
وَالْکَافِرُ الْحَذْفُ فِیْهِ فِی الْاِمَامِ جَرٰی

ت: اور اہل رسم نے سورۂ یوسف (ع ۱۲) میں اور سورۂ الانبیاء (ع ۶) میں نُنْجِیْ کے نون کو لکھنے میں حذف کیا ہے اور وَسَیَعْلَمُ الْکُفّٰرُ (الرعد ع ۶) میں الف کا حذف مصحف امام میں جاری ہوا ہے۔

ف: یاد رہے کہ دونوں کلموں کا رسم اجماعی ہے اور یہ حذف شمول کے لیے ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَثَانِیْ نُنْجِیْ احْذِفْ وَشَدِّدْ وَحَرِّکَا
کَذَانَلْ - - - - - - - - - - -

فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ (یوسف): شامی۔ یعقوب۔ عاصم
فَنُنْجِیْ مَنْ نَّشَآءُ: باقون

- - - - وَ نُنْجِی احْذِفْ وَثَقِّلْ کَذِیْ صِلَا
وَکَذٰلِکَ نُجِّی الْمُؤْمِنِیْنَ (الانبیاء): شامی اور شعبہ
وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ: باقین

وَفِی الْکَافِرُ الْکُفَّارُ بِالْجَمْعِ ذُلِّلَا
وَسَیَعْلَمُ الْکَافِرُ: نافع۔ ابو جعفر۔ مکی۔ ابو عمرو بصری
وَسَیَعْلَمُ الْکُفّٰرُ: باقین

84/16 لَا تَایْئَسُوْا وَمَعًا یَایْئَسْ بِهَا اَلِفٌ
فِی اسْتَایْئَسَ اسْتَایْئَسُوْا حَذْفٌ فَشَا زُبَرَا

ت: لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (یوسف ع ۱۰) اور دونوں وَلَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ (یوسف ع ۱۰) اور اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ (سورۃ الرعد ع ۴) میں الف ہے۔ اور اِسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ (یوسف ع ۱۲) اور فَلَمَّا اسْتَایْئَسُوْا مِنْهُ (یوسف ع ۱۰) میں حذف الف لکھائی میں بہت مشہور ہے۔

ف: یعنی پہلے تین لفظوں میں باتفاق اہل رسم علامت مضارع کے بعد الف مرسوم ہے اور بعد والے دو لفظوں میں الف کی زیادتی قلیل ہے اور حذف بہت مشہور و قوی ہے لہٰذا صحیح رسم عثمانی اس طرح ہے:

(۱) لَا تَایْئَسُوْا (۲) اَفَلَمْ یَایْئَسْ
(۳) وَلَا یَایْئَسْ (۴) اِذَا اسْتَیْئَسْ
(۵) فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا

پہلے تین لفظوں میں روایۃ بزی کی صریح رعایت ہے اور دوسرے دو لفظوں میں غیر بزی کی قرآء ات کی صریح رعائت ہے، لہٰذا پہلے تین لفظوں میں غیر بزی کی قرآء ات کا انطباق علی التاویل ہو گا، جیسا کہ دوسرے دو لفظوں میں وجہ بزی کا انطباق علی التاویل ہو گا۔

قراء ات:

ان پانچوں لفظوں میں بزی کے لیے بِالْخُلْف الف کو یاء پر مقدم کر کے پڑھا گیا ہے یعنی تَایَسُوْا۔ یَایَسْ۔ اِسْتَایَسَ۔ اِسْتَایَسُوْا۔ اور دوسری قراء ات میں (جو باقین کے لیے ہے اور بزی کی دوسری وجہ ہے) یاء ساکنہ کے بعد ہمزہ ہے۔

ناظم رحمہ اللہ حرز الامانی میں قراء ات اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَیَیْأَسْ مَعًا وَاسْتَیْأَسَ اسْتَیْأَسُوْا وَتَیْ
اَسُوْا اقْلِبْ عَنِ الْبَزِّیْ بِخُلْفٍ وَّاَبْدِلَا

اور اَفَلَمْ یَیْاَسْ (الرعد میں) اور اِنَّهٗ لَا یَیْاَسُ دونوں اور اِسْتَیْاَسَ اور اِسْتَیْاَسُوْا اور لَا تَیْاَسُوْا تمام کلمات میں بزی کے لیے ہمزہ کی جگہ یا اور یا کی جگہ قلب کرو۔ اور ہمزہ کو الف سے بدلتے ہوئے بزی کے لیے بِالْخُلْف پڑھو (یعنی اَفَلَمْ یَایَسْ، اِنَّهٗ لَا یَایَسُ، اِسْتَایَسَ الخ)

85/17 وَالرِّيحُ عَنْ نَافِعٍ وَ تَحْتَهَا اخْتَلَفُوا
وَيَا بِأَيَّامِ زَادَ الْخُلْفُ مُسْتَطَرَا

ت: اور کَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ (سورۃ ابراھیم ع ۳) میں نافع سے الرِّيحُ (بحذف الف) مروی ہے۔
(اور دوسرے بھی اس رسم کے مخالف نہیں لہٰذا حذف اجماعی ہے)

اور اس سے نیچے (سورۃ الحجر ع ۲ میں) اہل رسم اثبات الف اور حذف میں مختلف ہوئے ہیں (یعنی وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ)

اور بِأَيَّامِ (ابراھیم ع ۱) کی یاء میں خُلف رسمی نے ایک نیا اضافہ کیا ہے۔

ف: یعنی رسم دو طرح ہے ایک الف کے ساتھ بِأَيَّامِ اللّٰهِ دوسرے یاء کے ساتھ بِأَيّٰٓـمِ اللّٰهِ اور اس رسم بالیاء نے رسم میں ایک نیا اضافہ یہ کیا ہے کہ دو یاء کی شکلیں جمع ہیں اور تماثل کی بناء پر ایک یاء محذوف نہیں۔

قراء ات:

امام شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - - وَمِنْ تَحْتِ رَعْدِهِ
خُصُوصٌ - - - - - - - - - -

الرِّيَاحَ: نافع۔ ابو جعفر
الرِّيحُ: باقین

وَفِي الْحِجْرِ فُصِّلَا

وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ: حمزہ و امام خلف
وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ: باقین

86/18 وَالْحَذْفُ طَائِرَهُ عَنْ نَافِعٍ وَ بِأَوْ
كِلَاهُمَا الْخُلْفُ وَالْيَاءُ لَيْسَ فِيهِ تُرٰى

ت: اور حذف الف طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ (الاسراء ع ۲) مروی ہے نافع سے (رسم اجماعی ہے) اور اَوْ كِلَاهُمَا (الاسراء ع ۳) میں اثبات الف اور حذف الف میں خُلف ہے' اور بجائے الف' یاء اس میں کہیں بھی نہیں دیکھی گئی۔

ف: یعنی طَائِرَهُ بحذف الف ہی صحیح ہے' اس طرح طٰئِرَهُ اور كِلَاهُمَا کا رسم دو طرح صحیح ہے اور ایک طرح غلط ہے۔

صحیح: (۱) كِلَاهُمَا (۲) كِلٰهُمَا

غلط: كِلٰـهُمَا

بہرحال یہ حذف دونوں جگہ صرف اختصار کے لیے ہے۔

كِلَاهُمَا کے الف میں امام حمزہ اور کسائی نے امالہ کیا ہے لیکن ورش کے لیے اس میں تقلیل نہیں ہے۔

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ نے حرز الامانی میں امالہ کی توجیہ میں دو احتمال بتلائے ہیں۔

- - - - - - - - - - - - - - - - أَوْ كِلَاهُمَا

شِفَا وَلِكَسْرٍ أَوْلِيَاءٍ تَمَيَّلَا

کہ یہ امالہ یا تو کاف کے کسرہ کی وجہ سے ہے' یا اس وجہ سے ہے کہ الف' یا سے بدلا ہوا ہے۔ اہل لغت کے دونوں قول ہیں بعض کی رائے میں الف مبدل عن الواوٴ اور بعض کے نزدیک مبدل عن الیاء ہے۔

ممکن ہے کہ رسم عثمانی میں الف بصورت یاء اس لیے نہ ہو کہ التباس كِلَيْهِمَا حالت نصبی و جری سے نہ ہو' گویا حالت رفعی کی طرف واضح اشارہ کے لیے بصورت یاء نہیں لکھا گیا۔

87/19 سُبْحَانَ فَاحْذِفْ وَخُلْفٌ بَعْدَ قَالَ هُنَا
وَقَالَ مَكٍّ وَ شَامٍ قَبْلَهُ خَبَرًا

ت: لفظ سُبْحَانَ کے الف کو ہر جگہ حذف کرو لیکن وہ سُبْحَانَ جو اس سورت الاسراء میں قَالَ کے بعد ہے (دیکھو الاسراء ع ۱۰) اس میں خُلْف ہے۔ اثبات اور حذف الف دونوں صحیح ہیں۔

اور سُبْحَانَ سے پہلے قَالَ کو مصحف مکی و شامی دونوں نے (باثبات الف) جملہ خبریہ کہا ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں:

وَقُلْ قَالَ الْأُولٰى كَيْفَ دَارَ - - - -

قَالَ سُبْحَانَ: مکی۔ شامی

قُلْ سُبْحَانَ: باقون

لفظ خَبَرًا میں کس قدر لطافت ہے۔ قَالَ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور قُلْ جملہ انشائیہ۔

88/20 تَزْوَرُّ زَاكِيَةً مَعْ لَتَّخَذْتَ بِحَذْ
فِ نَافِعٍ كَلِمَاتُ رَبِّي اعْتَمِرَا

ت: لفظ تَزَاوَرُعَنْ كَهْفِهِمْ (الکہف ع ۲) اور اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَاكِيَةً (الکہف ع ۱۰) ساتھ ہی لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا (الکہف ع ۱۰) اور كَلِمَاتُ رَبِّيْ (الکہف ع ۱۲)' یہ سب الفاظ نافع سے حذف الف کے ساتھ معمور ہوئے ہیں۔

ف: یہ سب کلمات بحذف الف نافع سے مروی ہیں اور تمام اہل رسم کے یہاں بحذف الف ہی ان کا رسم ہے۔ امام نافع کا نام برائے استناد ہے۔ بجز كَلِمَاتُ رَبِّيْ کے باقی تین لفظوں میں حذف الف شمول کے لیے ہے اور كَلِمَاتُ رَبِّيْ میں حذف برائے اختصار ہے۔

قراءات:

امام شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَتَزْوَرُّ لِلشَّامِيْ كَتَحْمَرُّ وُصِّلَا
وَتَزَّاوَرُ التَّخْفِيْفُ فِي الزَّايِ ثَابِتٌ

تَزْوَرُّ: شامی۔ یعقوب

تَزَاوَرُ: عاصم، حمزہ، کسائی، امام خلف

تَزَّاوَرُ: باقون

وَمُدَّ وَ خَفِّفْ يَاءَ زَاكِيَةً سَمَا

زَكِيَّةً: شامی۔ عاصم۔ حمزہ۔ کسائی۔ امام خلف۔ روح

زَاكِيَةً: باقون

تَخِذْتَ فَخَفِّفْ وَاكْسِرِ الْخَاءَ دُمْ حُلَا

لَتَخِذْتَ: مکی۔ ابو عمرو۔ یعقوب

لَتَّخَذْتَ: باقون

89/21 وَفِيْ خَرَاجًا مَعًا وَالرِّيْحِ خُلْفُهُمْ
وَكُلُّهُمْ فَخَرَاجٌ بِالثُّبُوْتِ قَرَا

ت: اور خَرَاجًا میں دونوں جگہ اور اَلرِّيْحُ میں اہل رسم کا خُلف ہے۔ اور تمام اہل رسم نے فَخَرَاجٌ کو باثبات الالف پڑھا ہے۔

ف: "پڑھا ہے" سے مراد' یہ کہ لکھا ہے۔

یعنی فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا (الکہف ع ۱۱) میں اور اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرَاجًا اور فَخَرَاجُ رَبِّكَ (المومنون ع ۴) میں، اور وَ تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ (الکہف ع ۶) میں، لفظ خَرْجًا اور الرِّيَاحُ کے الف میں اثبات الف اور حذف دونوں ثابت ہیں۔

اور فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ کے لفظ فَخَرَاجُ (المومنون ع ۴) میں باجماع اہل رسم الف ثابت ہے۔

مگر علامہ سخاویؒ نے اپنی کتاب "الوسیلہ" میں فرمایا ہے کہ میں نے مصحف شامی میں فَخَرَاجُ کو بحذف الف دیکھا ہے۔

علامہ شاطبی علیہ الرحمہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ باتباع علامہ دانیؒ ہے۔

نوٹ: پاکستانی مطبوعہ قرآنوں میں فَخَرَاجُ میں الف مرسوم نہیں ہے۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَحَرِّكْ بِهَا وَالْمُؤْمِنِينَ وَمُدَّهُ
خَرَاجًا شَفَا وَاعْكِسْ فَخَرْجُ لَهُ مُلَا

خَرَاجًا (الکہف): حمزہ، کسائی، امام خلف

خَرْجًا: باقون

خَرَاجًا۔ فَخَرَاجُ (المومنون): حمزہ، کسائی، امام خلف

خَرْجًا۔ فَخَرْجُ: شامی

خَرْجًا۔ فَخَرَاجُ: باقون

. . . . شَاعَ وَالرِّيحَ وَحَّدَا

. . . . وَفِي الْكَهْفِ

الرِّيحُ: حمزہ، کسائی، امام خلف

الرِّيَاحُ: باقون

نوٹ: الرِّيحُ سے متعلق بحث شعر (۸۵) میں بھی گزر چکی ہے۔

وَ مَكَّنَنِي اٰتُونِي يَاءِ بِلَا كُلٌّ 90/22
اَرَى خَيْرًا بَعْدَ عِرَاقٍ مِنْهَا وَ مَكِّ

ت: تمام اہل رسم نے اُتُوْنِیْ بغیریاء کے بتایا ہے۔ اور مَكَّنَنِیْ مصحف مکی میں دو نونوں کے ساتھ ہے۔ اور مصحف عراقی (یعنی بصری اور کوفی) نے لفظ خَیْرًا کے بعد مِنْهَا دکھایا ہے۔

ف: سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام مصاحف میں اُتُوْنِیْ ہے۔ اِیْتُوْنِیْ کہیں بھی نہیں۔ تو پھر اِیْتُوْنِیْ قرآءت ہمزۃ الوصل کا انطباق اُتُوْنِیْ پر کس طرح ہے؟

اِیْتُوْنِیْ ہمزہ وصل والی قرآءت کا تقاضہ ہے کہ ہمزہ اور تاء کے درمیان یا بھی مرسوم ہو، جو کہیں بھی مرسوم نہیں۔

جواب یہ ہے کہ قرآءات کے رسم پر انطباق کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقی انطباق (۲) تقدیری

ہمزہ قطعی پڑھنے والوں کی قرآءت کا انطباق حقیقی ہے اور ہمزہ وصلی پڑھنے والوں کا انطباق تقدیری ہے۔

یعنی لکھنے والوں کے سامنے ملحوظ تو دونوں قرآءتیں تھیں مگر انہوں نے ایسا شمول قرآءت کے لیے کیا ہے۔

اِیْتُوْنِیْ کے شمول کے لیے یہ توجیہ کی جانی چاہئے کہ یاء تخفیفاً حذف کر دی گئی جیسا کہ اِلٰفِهِمْ میں حذف کی گئی ہے۔ یعنی چونکہ اِلٰفِهِمْ ایک نظیر موجود ہے تو اس پر قیاس کر کے توجیہ اختیار کی گئی ہے۔

نوٹ: انطباق تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر رسم الخط پر کوئی قرآءت اگر منطبق نہ ہو رہی ہو تو یہ فرض کرتے ہوئے کہ رسم عثمانی لکھنے والوں کے سامنے یہ قرآءت بھی ملحوظ تھی، مگر انہوں نے ایسا شمول کے لیے کیا اور پھر کسی معقول توجیہ کے ذریعہ اس غیر منطبق کا انطباق ثابت کیا جائے۔ جیسے یہاں اِلٰفِهِمْ پر قیاس کے ذریعہ توجیہ اختیار کی گئی ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَاهْمِزْ مُسَكِّنًا
لَدٰى رَدْمًانِ ائْتُوْنِیْ وَ قَبْلَ اكْسِرًا لِوِلَا

لِشُعْبَةَ وَالثَّانِیْ فَشَاصِفْ بِخُلْفِهٖ
وَلَا كَسْرَ وَابْدَأْ فِیْهِمَا الْیَاءَ مُبْدِلًا

وَزِدْ قَبْلُ هَمْزَ الْوَصْلِ وَالْغَیْرُ فِیْهِمَا
بِقَطْعِهِمَا وَالْمَدِّ بَدْءً وَ مَوْصِلًا

رَدۡمًا ائۡتُوۡنِیۡ: بھمزۃ الوصل: شعبہ

رَدۡمًا اٰتُوۡنِیۡ: بھمزۃ القطع: باقون

قَالَ ائۡتُوۡنِیۡ: بھمزۃ الوصل: حمزہ، شعبہ (بالخلف)

قَالَ اٰتُوۡنِیۡ: بھمزۃ القطع: باقون

وَمَكَّنَنِیۡ اَظۡهِرۡ دَلِیۡلاً - - - - -

مَكَّنَنِیۡ: مکی

مَكَّنِّیۡ: باقون

وَدَعۡ رِمِیۡمَ خَیۡرًا مِّنۡهُمَا حُكۡمُ ثَابِتٍ

خَیۡرًا مِّنۡهَا: ابو عمرو، یعقوب، عاصم، حمزہ، کسائی، امام خلف

خَیۡرًا مِّنۡهُمَا: باقون

وَمِنۡ سُوۡرَةِ مَرۡیَمَ عَلَیۡهَا السَّلَامِ اِلٰی سُوۡرَةِ صٓ

سورۃ مریم علیہا السلام سے سورۂ صاد تک

91/1

خَلَقۡتُ وَاخۡتَرۡتُ حَذۡفُ الۡكُلِّ وَاخۡتَلَفُوۡا
بِلَا تَخَفۡ نَافِعٌ تَسَّاقَطۡ اخۡتَصَرَا

ت: خَلَقۡتُكَ (مریم ع ۱) وَاَنَا اخۡتَرۡتُكَ (طٰہٰ ع ۱) تمام مصاحف میں حذف الف ہے۔ اور لَا تَخَافُ دَرَكًا (طٰہٰ ع ۴) کے الف میں اہل رسم نے اختلاف کیا ہے۔ اور نافع نے تُسَاقِطۡ عَلَیۡكِ (مریم ع ۲) میں الف میں اختصار کیا ہے۔

ف: یعنی امام نافع نے الف کا حذف نقل کیا ہے اور یہ حذف محض اختصاراً ہے، کیونکہ تُسَاقِطۡ میں اختلاف قرآءت تو بے شک ہے، مگر بغیر الف کے کوئی بھی قرآءت نہیں۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - - - - - - - وَقُلۡ

خَلَقۡتُ خَلَقۡنَا شَاعَ وَجۡهًا مُحَمَّلاً

وَقَدْ خَلَقْتُکَ: امام حمزہ اور کسائی نے خَلَقْنَاکَ اور باقین نے خَلَقْتُکَ پڑھا ہے۔

وَفِی اخْتَرْتُکَ اخْتَرْنَاکَ فَازَ وَ ثُقِّلَا

وَأَنَا اخْتَرْتُکَ: امام حمزہ نے وَأَنَا اخْتَرْنَاکَ اور باقین نے وَأَنَا اخْتَرْتُکَ پڑھا ہے۔

- - - - لَا تَخَفْ بِالْقَصْرِ وَ الْجَزْمِ فُصِّلَا

لَا تَخَافُ دَرَکًا: امام حمزہ نے بصیغہ نہی لَا تَخَفْ پڑھا ہے اور باقین نے بصیغہ مضارع لَا تَخَافُ پڑھا ہے۔

- - - - - - - - - - وَخَفَّ تَسَاقَطْ فَاصِلًا فَتُحُمِّلَا

وَبِالضَّمِّ وَالتَّخْفِیْفِ وَالْکَسْرِ حَفْصُهُمْ - - - - - - - - - -

تَسَاقَطْ: امام حمزہ نے تَسَاقَطْ۔ حفص نے تُسَاقِطْ یعقوب نے یَسَّاقَطْ اور باقین نے تَسَّاقَطْ پڑھا ہے۔

92/2 یُسَارِعُوْنَ جُذٰذًا عَنْهُ وَاتَّفَقُوْا
عَلٰی حَرٰمٌ هُنَا وَلَیْسَ فِیْهِ مِرَا

ت: اور یُسَارِعُوْنَ (الانبیاء ع ۶۔ المومنون ع ۴) اور جُذٰذًا (الانبیاء ع ۵) میں بھی نافع سے حذف الف (برائے اختصار) ہی مروی ہے۔ اور تمام اہل رسم حَرٰمٌ (انبیاء ع ۷) کے حذف الف پر یہاں متفق ہوئے اور اس حذف میں کوئی شک نہیں ہے۔

ف: یُسٰرِعُوْنَ اور جُذٰذًا میں حذف الف اختصار کے لیے ہے اور جُذٰذًا میں پہلے الف میں کلام ہے، دوسرا الف تنوین مرسوم ہے۔ وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ میں حذف شمول کے لیے ہے۔

هُنَا کی قید احترازی ہے، الف کا حذف، وَحَرٰمٌ صرف الانبیاء ع ۷ میں ہے۔ باقی تمام قرآن میں الف مرسوم ہے جیسے وَهٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوْا (النحل) شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرہ) مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (الاسراء) وغیرہ وغیرہ۔

کسی شارح نے هُنَا کا نکتہ بیان نہیں کیا، اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہم نے یہ نکتہ سمجھا۔ (اظہار احمد)

قراءات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

جُذٰذًا بِکَسْرِ الضَّمِّ رَاوٍ - - - - - - - - -

جِذٰذًا: کسائی نے بکسر جیم اور باقین نے بضم جیم پڑھا ہے۔

وَسَکَّنَ بَیْنَ الْکَسْرِ وَ الْقَصْرِ صُحْبَةٌ

وَ حِرْمٌ - - - - - - - - - - - - - - - - -

حَرَامٌ عَلٰی: شعبہ، حمزہ اور کسائی نے حِرْمٌ اور باقین نے حَرَامٌ پڑھا ہے۔

93/3 وَقَالَ الْاَوَّلُ کُوفِیٌّ وَفِیْ اَوَلَمْ
لَا وَاوَفِیْ مُصْحَفِ الْمَکِّیِّ مُسْتَطَرَا

ت: اور پہلا قَالَ (یعنی الانبیاء ع ا میں پہلی جگہ پر آنے والا قَالَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ) الف کے ساتھ مصحف کوفی کے مطابق ہے (اور دیگر مصاحف میں بحذف الف ہے) اور اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ (الانبیاء ع ۳) مصحف مکی میں واو مرسوم نہیں ہے۔

ف: قَالَ رَبِّیْ یَعْلَمُ (الانبیاء ع ا) میں ماضی اور صیغہ امر کے ساتھ دو قرآءتیں ہیں اور یہی دو قرآءتیں قَالَ رَبِّ احْکُمْ (الانبیاء ع ۷) اور قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُکُمْ (الزخرف ع ۲) میں بھی ہیں، ناظم نے باقی دو کو اپنے قصیدہ میں بیان نہیں فرمایا۔ یہ دراصل علامہ دانیؒ کا اتباع ہے وہ فرماتے ہیں:

ولا خبر عندنا ان الالف فی قال رب احکم و قال اولو جئتکم مرسوم فی شیء من المصاحف" (مقنع)

ترجمہ: ہمیں نہیں معلوم کہ قَالَ رَبِّ احْکُمْ اور قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُکُمْ کے قَالَ کا الف، کسی مصحف میں مرسوم ہے۔

گویا ان دو جگہ حذف الف ہی زیادہ قوی سمجھنا چاہئے۔

نیز یاد رہے کہ ان مذکورہ تین مواقع کے علاوہ اور جہاں کہیں قَالَ اور قُلْ دو قرآءتوں کا اختلاف ہے ہر جگہ قَالَ بحذف الف ہے ورنہ باثبات الف ہے چنانچہ عنقریب آتا ہے۔

یاد رہے کہ اسی قسم کا ایک اختلافی کلمہ سورۃ الاسراء میں گزر چکا ہے

"وَقَالَ مَکٍّ وَشَامٍ قَبْلَهُ خُبُرَا" شعر ۸

نوٹ:

ہمارے پاکستانی مصاحف میں عموماً پہلا قَالَ بحذف الف ہی مرسوم ہے۔ زیادہ بہتر یہ تھا کہ مصحف کوفی کے مطابق باثبات الف لکھا جاتا۔ کیونکہ قرآءات بھی کوفیین ہی کی ہے۔ کوفیین میں سے صرف شعبہ نے صیغہ امر قُلْ پڑھا ہے، صرف ایک راوی کی قرآءت کی بنیاد پر اتنے تمام کوفیین کی قرآءات میں کوئی رسم الخط کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟

سعودیہ کے مطبوعہ مصاحف میں قَالَ باثبات الف مرسوم ہے۔ (اظہار احمد)

قراءات:

شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَقُلْ قَالَ عَنْ شُهْدٍ وَاٰخِرُهَا عَلَا

قَالَ رَبِّیْ یَعْلَمُ: حفص، حمزہ، کسائی اور امام خلف نے بصیغہ ماضی اور باقین نے بصیغہ امر پڑھا ہے۔

قَالَ رَبِّ احْكُمْ: حفص نے بصیغہ ماضی اور باقین نے بصیغہ امر پڑھا ہے۔

وَقُلْ قَالَ عَنْ كُفُوٍ - - - - - -

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ: شامی اور حفص نے بصیغہ ماضی اور باقین نے بصیغہ امر پڑھا ہے۔

وَقُلْ اَوَلَمْ لَاوَاوَ دَارِيهِ وَصَّلَا

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ: مکی کے لیے ہمزہ استفہام کے بعد واؤ نہیں ہے یعنی اَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ۔ باقین اثبات واؤ سے اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ پڑھتے ہیں۔

94/4 مُعَاجِزِیْنَ مَعًا یُقٰتِلُوْنَ لِنَا
فِعِ یُدَافِعُ عَنْ خُلْفٍ وَفٰی نَفَرَا

ت: مُعَاجِزِیْنَ میں ہر جگہ اور یُقٰتِلُوْنَ میں بھی نافع کی روایت میں الف محذوف ہے۔ اور یُدَافِعُ میں اثبات اور حذف الف میں ایک ایسا خُلْف ہے جس نے ایک پوری جماعت سے وفا کی ہے۔

ف: مُعَاجِزِیْنَ تین جگہ ہے۔

(۱) وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْ اٰیٰتِنَا مُعَاجِزِیْنَ (الحج ع ۷)

(۲) وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْ اٰیٰتِنَا مُعَاجِزِیْنَ (السباع ۱)

(۳) وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا مُعَاجِزِیْنَ (السباع ۵)

ان تینوں میں حذف الف ہے اور یہ شمول قرآءت کے لیے ہے راوی اس کے نافع ہیں اور رسماً یہ حذف اجماعی ہے۔

لہٰذا بہتر یہ ہے کہ مَعًا بمعنی جَمِیْعًا لیا جائے جیسا کہ علامہ جعبری نے فرمایا۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتِلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج ع ۶) نافع کی روایت کے مطابق الف حذف ہے یہ رسم بھی اجماعی ہے اور اختصار کے لیے الف حذف ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الحج ع ۵) میں الف کے حذف و اثبات میں خُلْف ہے۔

نوٹ:

واضح ہو کہ لفظ دِفٰعُ کا رسمی بیان سورۃ البقرہ میں آ چکا ہے (جس میں البقرۃ اور الحج دونوں کا بیان ہے) نافع بحذف الف روایت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو شعر ۵۲۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَفِی سَبَاٍ حَرْفَانِ مَعْهُمَا مُعَاجِزِیْ
نَ حَقٌّ بِلَا مَدٍّ وَفِی الْجِیْمِ ثُقِّلَا

مُعٰجِزِیْنَ: ان تینوں کو مکی اور بصری نے مُعَجِّزِیْنَ اور باقی نے مُعٰجِزِیْنَ پڑھا ہے۔

وَیَدْفَعُ حَقٌّ بَیْنَ فَتْحِیْهِ سَاکِنٌ
یُدَافِعُ وَالْمَضْمُوْمُ فِیْ اُذِنَ اعْتَلَا

نَعَمْ حَفِظُوْا وَالْفَتْحُ فِیْ تَایُقَاتِلُوْ
نَ عَمَّ عُلَاهُ - - - - - - - - - - - - -

یُدٰفِعُ: مکی اور بصریین نے یَدْفَعُ اور باقین نے یُدٰفِعُ پڑھا ہے۔

یُقٰتَلُوْنَ: نافع، ابو جعفر، شامی اور حفص نے تا مفتوحہ سے پڑھا ہے اور باقین اسے تا مکسورہ سے یُقٰتِلُوْنَ پڑھتے ہیں۔

95/5 وَسَامِرًا وَعِظَامًا وَالْعِظَامَ لِنَا
فِعٍ وَقٰلَ کَمْ وَقٰلَ اِنْ کُوْفٍ نِ ابْتَدَرَا

ت: اور سَامِرًا (المومنون ع ۴) اور عِظَامًا اور اَلْعِظَامَ (المومنون ع ۱) میں نافع کے لیے حذف الف ہے۔ اور قٰلَ کَمْ لَبِثْتُمْ اور قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ (المومنون ع ۶) دونوں فعلوں میں مصحف کوفی نے حذف الف کی طرف سبقت کی ہے۔

ف: مطلب یہ کہ نافع نے پہلے تینوں لفظوں کو بحذف الف کہا ہے چنانچہ باتفاق یہی رسم ہے اور دو فعلوں میں مصحف کوفی کے مطابق رسم بلا الف ہے اور باقی مصاحف میں الف کے ساتھ۔

سَامِرًا میں حذف الف اختصار کے لیے ہے اور عِظَامًا اور اَلْعِظَامَ میں شمول کے لیے ہے۔ اسی طرح قٰلَ کَمْ لَبِثْتُمْ، اور قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ میں مصحف کوفی میں حذف الف ہے اور باقی مصاحف میں اثبات الف۔

قراآت شاذہ میں ابن محیصن کے لیے سُمَّرًا ہے لہٰذا اس میں بھی کہا جائے گا کہ حذف الف شمول کے لیے ہے۔

قریب ہی اوپر کے شعر میں بھی قَالَ کی قرآءت وَقَالَ الْاَوَّلُ کُوْفِیٌّ کے ذیل میں آ چکی ہے (دیکھو شعر ۹۳) تین کا بیان وہاں اور دو کا یہاں ہے یہ کل پانچ الفاظ ہوئے اور ایک قُلْ سُبْحَانَ (الاسراء ع ۱۰) میں گزر چکا ہے (دیکھو شعر ۸۷) ان چھ الفاظ میں صیغہ ماضی اور امر میں دائر دو قرآءتیں ہیں۔ اور عام طور پر مصاحف میں ان کو بحذف الف ہی لکھا ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

- - - - - وَعَظْمًا كَذِيْ صِلاً
مَعَ الْعَظْمِ وَاضْمُمْ وَاكْسِرِ الضَّمَّ حَقُّهُ

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ (المومنون ع ۱) شامی اور شعبہ نے عَظْمًا اور الْعَظْمَ واحد کے ساتھ اور باقین نے عِظَامًا اور الْعِظَامَ جمع سے پڑھا ہے۔

وَفِيْ قَالَ كَمْ قُلْ دُوْنَ شَكٍّ وَ بَعْدَهٗ
شَفَا - - - - - - - - - - - - - -

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ۔ قَالَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا (المومنون ع ۶)

اول کو مکی، حمزہ اور کسائی نے قُلْ بصیغہ امر اور باقین نے قَالَ بصیغہ ماضی پڑھا ہے۔

ثانی کو حمزہ اور کسائی نے قُلْ بصیغہ امر اور باقین نے قَالَ بصیغہ ماضی پڑھا ہے۔

96/6 لِلّٰهِ فِى الْاٰخِرَيْنِ فِى الْاِمَامِ وَفِى الْ
بَصْرِيّ قُلْ اَلِفٌ يَزِيْدُهَا الْكُبَرَا

ت: مصحف امام میں آخری دو جگہوں میں لِلّٰهِ ہے، اور مصحف بصری میں کہہ تو کہ الف لکھا ہوا ہے جس کو بڑے علماء رسم نے اضافہ کی صورت میں تسلیم کیا ہے۔

ف: یعنی مصحف امام میں ہے سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ اور وَسَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (المومنون ع ۵) اسم الجلالہ کے ساتھ لام جارہ مرسوم ہے۔

یاد رہے کہ یہی رسم (ماسوائے مصحف بصری) دیگر تمام مصاحف میں بھی ہے البتہ مصحف بصری میں اس طرح ہے۔ سَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ اور سَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ اور اٰخَرَيْنِ کی قید سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے آیت میں اسی کے مشابہ لفظ میں کوئی اختلاف رسم نہیں، مصحف امام، مصحف بصری اور

دیگر تمام مصاحف میں ایک ہی ہے یعنی لِلّٰہِ اس سے اوپر آیت یہ ہے۔ سَیَقُولُوْنَ لِلّٰہِ قُلْ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ تو گویا یہ کل تین مواقع ہوئے، اختلاف رسم اور قراءت آخر والے دو میں ہے، پہلے میں اختلاف قراءت اور اختلاف رسم دونوں نہیں ہیں۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَفِیْ لَامِ لِلّٰہِ الْاَخِیْرَیْنِ حَذْفُھَا
وَفِی الْھَاءِ رَفْعُ الْجَرِّ عَنْ وَلَدِ الْعَلَا

سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○

سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ ○ (المومنون ع ۵)

دونوں جگہ بصریین بغیر لام جر برفع ھاء اسم الجلالہ پڑھتے ہیں یعنی سَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ اور باقین سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ لام جر و بکسر ھاء اسم الجلالہ پڑھتے ہیں۔

97/7 سِرَاجًا نِ اخْتَلَفُوْا وَ الرِّیْحَ مُخْتَلَفٌ
ذُرِّیَّۃَ نَافِعٌ مَعْ کُلِّ مَا انْحَدَرَا

ت: علماء رسم نے سِرَاجًا کی رسم میں اختلاف کیا ہے اور لفظ اَلرِّیْحَ بھی اثبات و حذف الف میں مختلف فیہ اور لفظ ذُرِّیّٰتِ کو نافع نے بحذف الف لکھا ہے۔ اور یہ حذف الف صرف اسی جگہ نہیں بلکہ ان تمام آیات میں ہے جو نیچے ختم قرآن تک آئی ہیں۔

ف: اِنْحَدَرَ، اِنْحَدَاءٌ سے ہے جس کے معنی نیچے اترنا، مطلب یہ ہے کہ لفظ ذُرِّیّٰتِ یا ذُرِّیَّۃَ ختم قرآن تک جہاں بھی آئے گا وہ سب بحذف الف ہی سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ اصول بھی ہے کہ جمع مونث سالم کا الف محذوف الرسم ہوتا ہے، اور نافع کی روایت بھی یہی ہے۔ لہٰذا بار بار بیان کی ضرورت نہیں۔ آگے سورۂ یٰسین ع ۳، غافر و طور ع ۱ میں سب جگہ بحذف الف ہے۔

وَجَعَلَ فِیْھَا سِرَاجًا (الفرقان ع ۶) میں الف بعد الراء کے اثبات و حذف میں خُلْف ہے۔

اور وَھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ بُشْرًا (الفرقان ع ۴) میں لفظ اَلرِّیَاحَ کے الف میں بھی خُلْف ہے۔

اور رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوٰجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا (الفرقان ع ۶) میں لفظ ذُرِّیّٰتْ بحذف الف ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

شَافٍ وَاجْمَعُوْا سُرُجًا وِلاَ

وَجَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا: امام حمزہ، کسائی اور امام خلف نے سُرُجًا بضمتین، بحذف الف جمع، اور باقین نے بالکسر والفتح و اثبات الف سِرَاجًا پڑھا ہے۔

- - - - - - - وَفِي الْفُرْقَانِ زَاكِيهِ هَلَّلَا

وَهُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ: اس کو صرف ابن کثیر مکی نے واحد، اور باقین نے جمع پڑھا ہے۔

وَوَحَّدَ ذُرِّيَّتِنَا حِفْظُ صُحْبَةٍ

وَذُرِّيّٰتِنَا: بصری، شعبہ، حمزہ کسائی اور امام خلف نے مفرد اور باقین نے جمع پڑھا ہے۔

98/8 وَ نُنْزِلُ النُّوْنُ مَكِّيٌّ وَ حَاذِفُ فَا
رِهِيْنَ عَنْ جُلِّهِمْ مَعْ حَاذِرُوْنَ سَرَا

ت: اور مصحف مکی میں نُنْزِلُ میں (پہلا) نون بھی ہے۔ اور فَارِهِيْنَ اور حَاذِرُوْنَ میں حذف الف کو بیان کرنے والا بڑے مشائخ کی روایت سے چلا ہے۔

ف: یعنی وَنُزِّلَ الْمَلٰئِكَةُ تَنْزِيْلًا (الفرقان ع ۳) مصحف مکی میں لفظ نُزِّلَ کی بجائے ایک نون کے اضافہ کے ساتھ نُنْزِلُ مرسوم ہے اور غیر مکی میں صرف ایک نون کے ساتھ نزل ہے۔

وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ (الشعراء ع ۴) اور وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ (الشعراء ع ۸) اثبات اور حذف الف میں خُلف ہے مگر حذف اولی اور قیاس کے زیادہ مطابق ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جمع مذکر سالم کا الف محذوف ہوتا ہے۔

حذف کے قیاس سے زیادہ قریب ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ناظمؒ نے عَنْ جُلِّهِمْ فرمایا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اثبات الف روایتی لحاظ سے ضعیف ہے۔ بہر حال بالالف رسم بھی پایا گیا ہے اور مقصد الف والی قرآءت پر نص صریح کی روشنی میں تنبیہ ہے۔

نوٹ:

علامہ ابو الحسن سخاویؒ (جو علامہ شاطبی علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں) کے نسخہ "عقیلہ" میں بجائے عَنْ جُلِّهِمْ، عَنْ خُلْفِهِمْ ہے۔ اس نسخہ کی روشنی میں ہر دو رسم کی قوت بغیر کسی اشکال کے واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَنُنْزِلَ زِدْهُ النُّوْنَ وَ ارْفَعْ وَ خِفَّ وَالَا
مَلَائِكَةُ الْمَرْفُوْعُ يُنْصَبُ دُخْلُلَا

وَنُنْزِلُ الْمَلَائِكَةَ: باب افعال سے مضارع جمع متکلم اور اَلْمَلَائِكَةَ کو منصوب ابن کثیر مکی نے پڑھا ہے اور وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تفعیل سے ماضی مجہول اور اَلْمَلَائِكَةُ نائب فاعل مرفوع باقین نے پڑھا ہے۔

وَفِيْ حَاذِرُوْنَ الْمَدُّ مَاثُلَ فَارِهِيْ
نَ ذَاعَ - - - - - - - - - - - - - - - -

حٰذِرُوْنَ: ابن ذکوان اور کوفیین نے حَاذِرُوْنَ بالالف اور باقین نے حَذِرُوْنَ بحذف الف پڑھا ہے۔

بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ: شامی اور کوفیین نے بالالف اور باقین نے بغیر الف پڑھا ہے۔

99/9 وَالشَّامِ قُلْ فَتَوَكَّلْ وَ الْمَدِيْنِ وَ يَاۤ
تِيَنَّنِيَ النُّوْنُ مَكِّيٌّ بِهٖ جَهَرَا

ت: اور کہو کہ مصحف شامی اور مدنی میں فَتَوَكَّلْ ہے اور اَوْلَيَاْتِيَنَّنِيْ میں مصحف مکی نے نون مزید کا اعلان کیا ہے۔

ف: مولانا موسیٰ جار اللہ روسی نے اپنی شرح میں اس جگہ فرمایا ہے کہ حضرت ناظم علیہ الرحمہ اگر وَالشَّامِ فَافَتَوَكَّلْ فرماتے تو اچھا تھا۔ ہمارے خیال میں یہ عمدہ رائے ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَفَا فَتَوَكَّلْ وَاوُظَمَانِهٖ حَلَا

فَتَوَكَّلْ: (الشعراء ع ۱۱) مدنیان اور شامی کے لیے بالفا۔

وَتَوَكَّلْ: مکی، بصریین اور کوفیین کے لیے باواؤ۔

ناظم علام حرز میں فرماتے ہیں۔

وَقُلْ يَاْتِيَنَّنِيْ - - - - - - - - -
- - - - - - - - - - - - - - - دَنَا

اَوْلَيَاْتِيَنَّنِيْ: (النمل ع ۲) مکی نے دو نونوں کے ساتھ پڑھا ہے اور باقین نے اَوْلَيَاْتِيَنِّيْ ایک نون سے پڑھا ہے۔

100/1 اَیٰاتُنَا نَافِعٌ بِالْحَذْفِ طَآئِرُکُمْ
وَادّٰرَکَ الشَّامِ فِیْهَا اِنَّنَا سُطِرَا

ت: نافعؒ نے حذف الف کے ساتھ (حسب ذیل کلمات ثلٰثہ کو) بیان کیا ہے۔
فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً (النمل ع ۱)
قَالَ طٰٓئِرُکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ (النمل ع ۴)
بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُهُمْ (النمل ع ۵)
اور مصحف شامی میں اِنَّنَا لَمُخْرَجُوْنَ (النمل ع ۶) لکھا گیا ہے۔

ف: اٰیٰتُنَا میں حذف الف قیاس رسمی کے مطابق ہے، جمع مونث سالم کا الف نہیں لکھا جاتا ہے، اس جگہ اختلاف قرآءت بھی کوئی نہیں، لہٰذا حذف الف اختصار کے لیے ہے اور یہی رسم تمام مصاحف عثمانی میں ہے۔

اسی طرح طٰٓئِرُکُمْ بحذف الف مرسوم ہے، چونکہ اختلاف قرآءت کوئی نہیں لہٰذا سمجھنا چاہئے کہ حذف محض اختصار کے لیے ہے۔

البتہ ادّٰرَکَ میں دال کے بعد والے الف کا حذف شمول کے لیے ہے کیونکہ اس میں ایک قرآءت اَدْرَکَ بھی ہے۔

اِنَّنَا اور اَئِنَّا دو قرآءتیں ہیں، اول کا تقاضا ہے کہ دو شوشے مرسوم ہوں دوسری کا تقاضا ہے کہ ایک شوشہ ہو، یعنی اَءِنَّا لکھا ہوا ہو، کیونکہ دوسرا ہمزہ متوسط بالزائد ہے، حقیقتہً "مبتدئیہ ہے"، اور ہمزۂ مبتدئیہ ہمیشہ بشکل الف مرسوم ہوتا ہے اگر بشکل الف مرسوم ہوتا تو دو الف کی شکلیں جمع ہو جانے کی وجہ سے تماثل ہوتا اور صرف ایک الف پر اکتفا کیا جاتا۔ لیکن رسم عثمانی میں بہت سے مواقع پر ہمزہ استفہام کے جزء کلمہ ہونے کی بنا پر، دوسرے ہمزہ کو متوسطہ حقیقی کا درجہ دیا گیا اور اسی کو اپنی حرکت یعنی کسرہ کے موافق حرف مد (یاء) کی شکل میں لکھا گیا ہے جیسے۔
اَئِفْکًا۔ اَئِنَّکُمْ۔ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا وغیرہ۔

ہمزہ استفہامیہ کے بعد اگر ہمزہ ثانیہ محذوف الشکل ہو تو یہ رسم عین قیاس کے مطابق ہے، کسی حوالے اور دلیل کی ضرورت نہیں جیسے اَءِذَا کُنَّا (النمل ع ۶) اسی آیت میں ہے جس میں یہ اَئِنَّا واقع ہے لیکن اگر بہ نیت ہمزہ متوسطہ بشکل یاء مرسوم ہو تو اس کے لیے رسم عثمانی کے حوالے کی بات ضرور کی جائے گی، بغیر سند اس طرح لکھنا درست نہ ہو گا۔

ناظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مصحف شامی میں اِنَّنَا دو شوشوں سے لکھا ہوا ہے۔ اس حوالے سے اِنَّنَا دو نونوں والی

قرآء ات کا رسم حاصل ہو گیا پھر جب ہم نے دیگر مصاحف عثمانی میں اس لفظ کا رسم دیکھا تو سب میں دو ہی شوشے ملے گویا پہلا ہمزہ بشکل الف ہے اور پھر نون کا شوشہ ہے لہٰذا جمیع مصاحف میں اختلاف رسم نہ ہوا آگے اپنا اپنا استنباط ہے رسم کی یہ شکل "اىىا" تمام مصاحف میں ہے۔ اِنَّنَا پڑھنے والوں نے اسے اِنَّنَا اور اَئِنَّا والوں نے اَئِنَّا پڑھ لیا۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَشَدِّدْ وَصِلْ وَامْدُدْ بَلِ ادَّارَكَ الَّذِی
ذَكَا - - - - - - - - - - - - - - - - - -

بَلِ ادَّارَكَ: مدنیان، کوفیان و شامی نے بَلِ ادَّارَكَ اور باقین نے بَلْ اَدْرَكَ پڑھا ہے۔

شاطبی فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - وَهُوَ فِی النَّمْلِ كُنْ رِضًا
وَزَادَاهُ نُونًا اِنَّنَا عَنْهُمَا اعْتَلَا

اَئِنَّا لَمُخْرَجُونَ: شامی اور کسائی نے اِنَّنَا اور باقین نے اَئِنَّا پڑھا ہے۔

101/11 مَعًا بِهٰدِیْ عَلٰی خُلْفٍ فَنٰظِرَةٌ
سِحْرَانِ قُلْ نَافِعٌ بِفَارِغًا قَصَرَا

ت: دونوں بِهَادِیْ اور فَنَاظِرَةٌ اور سِحْرَانِ خُلْف کے ساتھ ہیں۔ اور کہو کہ فَارِغًا میں نافع نے الف کا حذف بیان کیا ہے۔

ف: وَمَا اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ دو جگہ ہے (النمل ع ۶ و الروم ع ۵ میں) بعض مصاحف میں بِهَادِیْ باثبات الف اور بعض میں بِهٰدِیْ بحذف الف ہے۔ اور یہ شمول قرآء ت کے لیے ہے۔

فَنَاظِرَةٌ (النمل ع ۳) میں بھی خُلْف ہے، بعض مصاحف میں فَنَاظِرَةٌ بالالف اور بعض میں فَنٰظِرَةٌ بالحذف مرسوم ہے۔ الف کا لکھا ہونا قیاس کے مطابق اور حذف، اختصار کے لیے ہے۔

وَقَالُوْا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا (القصص ع ۵) میں بھی خُلْف ہے بعض مصاحف میں سَاحِرَانِ اور بعض میں سٰحِرَانِ ہے۔ یہ دو رسم شمول کے لیے ہیں۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوسٰی فَارِغًا میں امام نافع نے حذف الف بیان کیا ہے اور سمجھنا چاہئے کہ تمام مصاحف میں حذف ہی ہے۔

یاد رہے کہ سِحْرَانِ میں سین کے بعد والا الف مراد ہے الف تثنیہ نہیں، اس الف سے متعلقہ ضابطہ آگے آتا ہے

وفی المثنی اذا مالم یکن طرفا

اسی طرح فَارِغًا میں فا کے بعد والا الف مراد ہے غین کے بعد والا نہیں اور یہ حذف بھی محض اختصار کے لیے ہے

(حوالہ کے لیے دیکھو شعر نمبر ۱۳۴)

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

بِهَادِيْ مَعًا تَهْدِيْ فَشَا الْعُمْيِ نَاصِبًا
وَبِالْيَا لِكُلٍّ قِفْ وَفِي الرُّوْمِ شَمْلَلَا

بِهَادِي الْعُمْيِ: النمل اور الروم میں امام حمزہ نے تَهْدِي الْعُمْيَ اور باقین نے بِهَادِي الْعُمْيِ پڑھا ہے۔

حضرت ناظم رحمہ اللہ کی اس مقام پر صرف الف کی رسم سے بحث مقصود ہے، سورۂ نمل میں یہ لفظ آخر میں یاء کے ساتھ اور سورۂ روم میں بغیر یاء لکھا ہوا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وقف میں اختلاف قرآءت ہوا ہے۔ جو اپنے موقع پر مذکور ہے۔

سِحْرَانِ ثِقْ فِيْ سَاحِرَانِ فَتُقْبَلَا

سِحْرَانِ: کوفیین نے سِحْرَانِ اور باقین نے سَاحِرَانِ بصیغہ اسم فاعل پڑھا ہے۔

102/12 مَكِّيُّهُمْ قَالَ مُوْسٰى نَافِعٌ بِعَلَيْ
هِ ايٰتٌ وَلَهٗ فِصٰلُهٗ ظَهَرَا

ت: مصحف مکی نے قَالَ مُوْسٰى (القصص ع ۴) (بغیر واو عطف) روایت کیا ہے نافع نے عَلَيْهِ ايٰتٌ (بغیر الف جمع) روایت کیا ہے اور انہیں نافع کے لیے فِصٰلُهٗ (لقمان ع ۲) میں حذف الف ظاہر ہوا ہے۔

ف: یعنی "وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْ اَعْلَمُ (القصص ع ۴) میں، مصحف مکی میں شروع کی واؤ مرسوم نہیں ہے۔ اور باقی مصاحف میں مرسوم ہے۔

اور نافع نے عَلَيْهِ ايٰتٌ (العنکبوت ع ۵) میں الف کا حذف بیان کیا ہے اور قیاساً حذف ہونا بھی چاہئے کیونکہ جمع مونث سالم کا الف محذوف ہوتا ہے اس لیے نافع کی یہ روایت اہمالی ہے۔

اور نافع کی روایت میں وَفِصٰلُهٗ (لقمان ع ۲) میں بھی الف کا حذف ہے نافع کی یہ روایت بھی اہمالی ہے۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَقُلْ قَالَ مُوْسٰی وَاحْذِفِ الْوَاوَ دُخْلُلاً

وَقَالَ مُوْسٰی: مکی نے قَالَ مُوْسٰی اور باقین نے وَقَالَ مُوْسٰی پڑھا ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - وَ مُوَحِّدٌ

هُنَا اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ صُحْبَةٌ دَلَا

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ: مکی، امام حمزہ، کسائی، خلف اور شعبہ نے اٰیَتٌ مفرد اور باقین نے اٰیٰتٌ جمع پڑھا ہے۔

واضح رہے کہ لفظ فِصٰلُهٗ سورۃ الاحقاف ع ۲ میں بھی ہے اور وہاں بھی الف محذوف ہے لیکن ناظم نے علامہ دانی علیہ الرحمہ کی طرح اس کو بیان نہیں کیا۔ (افضل الدرر)

لیکن بہتر یہ ہے کہ کلام ناظم کو مطلق رکھا جائے۔ (اظہار احمد)

فِصٰلُهٗ میں سورۃ لقمان میں کوئی اختلاف قراءۃ نہیں البتہ قراءت شاذہ میں حسن بصری کی قراءت وَفَصْلُهٗ ہے۔

علامہ جزری الدرۃ المضیئہ میں فرماتے ہیں۔

وَحُزْ فَصْلُهٗ - - - - - - - - - - - - -

احقاف والے میں یعقوب فَصْلُهٗ اور باقین فِصٰلُهٗ پڑھتے ہیں۔ گویا الف، شمول کے لیے محذوف ہے۔

103/13 تُصَاعِرِ اتَّفَقُوْا تَظّٰهَرُوْنَ لَهٗ

وَیَسْـَٔلُوْنَ بِخُلْفٍ عٰلِمِ اقْتُصِرَا

ت: سورۃ الاحزاب میں اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تَظّٰهَرُوْنَ، اور سورۃ لقمان میں وَلَا تُصَاعِرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ باتفاق نافع کے لیے بحذف الف ہے۔ اور یَسْـَٔلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ میں بعض مصاحف میں سین اور لام کے درمیان الف ہے اور بعض میں نہیں۔ اور عٰلِمِ الْغَیْبِ (السباء ع ۱) میں الف حذف کیا گیا ہے۔

ف: وَلَا تُصَاعِرْ میں حذف الف شمول کے لیے ہے۔ اسی طرح تَظّٰهَرُوْنَ میں بھی حذف الف شمول کے لیے ہے۔

یَسْـَٔلُوْنَ کا رسم دو طرح ملتا ہے۔

(۱) یَسَائَلُوْنَ (۲) یَسْئَلُوْنَ

یعنی اثبات الف اور حذف الف۔ یہ اختلاف رسم بھی شمول کے لیے ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہو گا۔ ورنہ اثبات الف خلاف قیاس ہے کیونکہ قیاس یہ ہے کہ ہمزہ متحرکہ بعد حرف صحیح ساکن محذوف الشکل ہوتا ہے۔

عَالِمِ باتفاق مصاحف محذوف الالف ہے اور یہ حذف شمول کے لیے ہے۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

تُصَعِّرْ بِمَدٍّ خَفِّفْ اِذْ شَرْعُهٗ حَلَا

وَلَا تُصَعِّرْ: (لقمان ع ۲) امام نافع، بصری، حمزہ، کسائی اور امام خلف نے وَلَا تُصَاعِرْ بالالف، اور باقین نے وَلَا تُصَعِّرْ بتشدید العین و بحذف الالف پڑھا ہے۔

وَتَظَّاهَرُوْنَ اضْمُمْهُ وَاكْسِرْ لِعَاصِمٍ
وَفِي الْهَاءِ خَفِّفْ وَامْدُدِ الظَّاءَ ذُبَّلَا

وَخَفَّفَهٗ ثَبْتٌ وَفِيْ قَدْ سَمِعْ كَمَا
هُنَا وَهُنَا كَ الظَّاءُ خُفِّفَ نَوْفَلَا

تَظَاهَرُوْنَ: (الاحزاب ع ۱) میں اختلاف قرآء ات درج ذیل ہیں۔

تُظَاهِرُوْنَ: بروزن تُقَاتِلُوْنَ۔ عاصم نے پڑھا ہے۔

تَظَاهَرُوْنَ: بروزن تَنَاصَرُوْنَ۔ حمزہ، کسائی اور امام خلف نے پڑھا ہے۔

تَظَّاهَرُوْنَ: ابن عامر شامی کے لیے ہے۔

تَظَّهَّرُوْنَ: باقین کے لیے ہے۔

نوٹ: امام عاصم نے یہاں اور سورۃ المجادلہ میں ظاء کو مخفف پڑھا ہے جبکہ باقی سب کے لئے ظاء مشدد ہے۔

وَعَالِمِ قُلْ عَلَّامِ شَاعَ وَ رَفْعُ خَفْ
ضِهٖ عَمَّ - - - - - - - - - -
- - - - - - - - - - - - - -

عٰلِمُ: (السباء ع ۱) امام حمزہ اور کسائی نے عَلَّامِ پڑھا ہے۔

عَالِمُ: نافع، ابو جعفر، شامی اور رویس کے لیے

عَالِمِ: باقین کے لیے۔

یَسْئَلُوْنَ: (الاحزاب ع ۲) رویس نے یَسَّآءَلُوْنَ اور باقین نے یَسْئَلُوْنَ پڑھا ہے۔

واضح رہے کہ یَسْئَلُوْنَ پر امام حمزہ کے لیے وقف قیاسی یہ ہو گا کہ نقل حرکت سے یَسَلُوْنَ پڑھا جائے اور جائز ہے کہ تخفیف رسمی کے مطابق ہمزہ کا ابدال بالالف ہو یعنی یَسَالُوْنَ (البدور الزاہرہ)

بطور نکتہ یہ بھی توجیہ کرلیں تو جائز ہے کہ اس جگہ ہمزہ کو بصورت الف' بہ نیت تخفیف رسمی لکھا گیا ہے۔

104/14 لِلْكُلِّ بَاعِدْ كَذَا وَفِيْ مَسَاكِنِهِمْ
عَنْ نَافِعٍ وَ نُجَازِيْ قَٰدِرٍ ذُكِرَا

ت: جمیع اہل مصاحف کے لیے بَاعِدْ (السباء ع ۲) بھی عَالِمْ کی طرح بحذف الف ہے اور مَسَاكِنِهِمْ (السباء ع ۲) اور نُجَازِيْ (السباء ع ۲) اور بِقَٰدِرٍ (یس ع ۵) میں نافع سے الف کا حذف ذکر کیا گیا ہے۔

ف: خلاصہ یہ کہ الفاظ مذکورہ باجماع محذوف الالف ہیں اور یہ حذف نُجَٰزِيْ میں اختصار کے لیے ہے اور باقی میں شمول کے لیے ہے۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَحَقُّ لِوَا بَاعِدْ بِقَصْرٍ مُشَدَّدًا

بَاعِدْ: مکی' بصری اور ہشام نے بَعِّدْ اور باقین نے بَاعِدْ پڑھا ہے۔

مَسَاكِنِهِمْ سَكِّنْهُ وَ اقْصُرْ عَلٰى شَذًا
وَفِي الْكَافِ فَافْتَحْ عَالِمًا فَتَبَجَّلَا

مَسْكَنِهِمْ: حفص' حمزہ امام خَلَفْ اور کسائی۔ اور باقین مَسَاكِنِهِمْ پڑھتے ہیں۔

نُجَازِيْ بِيَاءٍ وَافْتَحِ الزَّايَ وَالْكَفُوْ
رَ رَفْعٌ سَمَا كَمْ صَابَ - - - - - - - - - - -

نُجَازِيْ: بالنون' زامکسورہ حفص' حمزہ' کسائی اور امام خَلَفْ نے پڑھا ہے اور باقین يُجَازٰى بالیا' زا مفتوحہ مع المد پڑھتے ہیں۔

علامہ جزری درۃ میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - - يَقْدِرُ الْحِقْفِ حُوِّلَا

بِقَٰدِرٍ: سورۂ یاسین میں یعقوب نے يَقْدِرُ مضارع پڑھا ہے۔ باقین نے بِقَادِرٍ اسم فاعل پڑھا ہے۔

نوٹ:

بعض شارحین نے اس موقع پر بِقَٰدِرٍ میں احقاف والا بھی مراد لیا ہے۔ لیکن اس کو یہاں مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ اس کا بیان آگے مستقلا" آرہا ہے (دیکھو شعر نمبر ۱۱۲)

105/15 كُوفٍ وَمَا عَمِلَتْ وَالْخُلْفُ فِي فَكِهِي
نَ كُلاًّ اٰثٰرِهِمْ عَنْ نَافِعٍ اُثِرَا

ت : مصحف کوفی نے وَمَا عَمِلَتْ روایت کیا ہے اور فَكِهِيْنَ میں ہر جگہ خُلْف ہے، اور نافع سے اٰثٰرِهِمْ میں حذف الف نقل کیا گیا ہے۔

ف : سورۃ یٰس ع ۳ میں وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ مصحف کوفی کی رسم کے مطابق بغیر ہائے ضمیر کے ہے۔ اور باقی مصاحف میں باثبات ہاء ضمیر ہے۔

سورۃ یٰس ع ۴ فِي شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ، سورۃ الدخان ع ۱ میں وَنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ، سورۃ الطور ع ۱ میں وَنَعِيْمٍ فٰكِهِيْنَ، اور سورۃ المطففین میں اِنْقَلَبُوْا فٰكِهِيْنَ - ان تمام میں خُلْف ہے، الف کا اثبات اور حذف دونوں صحیح ہیں۔

اور نافع سے اجماعی رسم یہ نقل کیا گیا ہے کہ اٰثٰرِهِمْ کا الف محذوف ہے۔ علامہ دانی نے مقنع صفحہ ۱۳ میں سورۃ والصافات ع ۲ فَهُمْ عَلٰى اٰثٰرِهِمْ کے متعلق خبر دی ہے کہ الف محذوف ہے۔ اس قصیدہ کی اصل چونکہ مقنع ہے اس لیے انفس الدرر اور اتحاف میں ناظم کے کلام میں اٰثٰرِهِمْ سے وہی الصافات والا لفظ مراد لیا گیا ہے۔ لیکن "مورد الظمآن" کی شرح "دلیل الحیران" میں ہے کہ:

وَاٰثٰرِهِمْ، وَهُمْ عَلٰى اٰثٰرِهِمْ كُلِّهِمْ" یعنی وَقَفَّيْنَا عَلٰى اٰثٰرِهِمْ (الحدید و المائدہ) وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثٰرَهُمْ (یٰس) فَهُمْ عَلٰى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (الصافات) سب جگہ الف محذوف ہے۔

البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ صافات والے میں الف کا حذف اجماعی ہے اور باقی میں راجح ہے۔

قراءات:

وَمَا عَمِلَتْهُ يَحْذِفُ الْهَاءَ صُحْبَةٌ

وَمَا عَمِلَتْ : امام حمزہ، کسائی، امام خلف اور شعبہ نے وَمَا عَمِلَتْ اَيْدِيْهِمْ پڑھا ہے اور باقین نے وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ پڑھا ہے۔

وَفِيْ فٰكِهِيْنَ اقْصُرْ عُلاً - - - - - - -

اِنْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ : (المطففین) یہاں حفص اور ابو جعفر نے فَكِهِيْنَ حذف الف سے پڑھا ہے اور باقین فٰكِهِيْنَ پڑھتے ہیں۔

اس شعر میں ناظم کا مقصود یٰس والا فٰكِهُوْنَ بیان کرنے کا ہے لیکن كُلاًّ کہہ کر تمام الفاظ کو شامل کر لیا ہے۔

علامہ جزری درۃ میں فرمانے ہیں۔

- - - - - وَاقْصُرْ اَبًا فَكِهِيْنَ فَاكِهُوْنَ

فَاكِهُوْنَ (یس) ابو جعفر نے بحذف الف فَكِهُوْنَ پڑھا ہے باقین فَاكِهُوْنَ پڑھتے ہیں۔

فَكِهِيْنَ: (الدخان و الطور) ابو جعفر بحذف الف فَكِهِيْنَ پڑھتے ہیں اور باقین نے اسے باالف فَاكِهِيْنَ پڑھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ مقامات پر حذف الف شمول کے لیے ہے۔

لہٰذا "صاحب اسہل الموارد" کا یہ فرمانا کہ "یہ حذف طور والے میں اختصار کی بنا پر ہے" تسامح سے خالی نہیں۔

وَمِنْ سُوْرَةِ صٓ اِلٰى آخِرِ الْقُرْآنِ

سورۂ صاد سے آخر قرآن تک

106/1 عَنْ نَافِعٍ كَاذِبٌ عِبَادَهٗ بِخِلَا
فِ تَاْمُرُوْنِّيْ بِنُوْنِ الشَّامِ قَدْ نُصِرَا

ت: نافع سے كَاذِبٌ (الزمر ۱) میں الف محذوف ہے اور عِبٰدَهٗ (الزمر ۴) الف کے اثبات و حذف میں خلف ہے۔ اور مصحف شامی میں ایک نون کے اضافہ سے تَاْمُرُوْنِّيْ کی مدد کی گئی ہے۔

ف: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ میں باجماع، الف محذوف الرسم ہے اور حذف اختصار کے لیے ہے۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عِبْدَهٗ بعض مصاحف میں عِبَادَهٗ باثبات الف اور بعض میں عِبٰدَهٗ بحذف الف ہے اور یہ اختلاف رسم شمول قرآءت کے لیے ہے۔

مصحف شامی سے تَاْمُرُوْنَنِيْ دو نونوں والی قرآءت کی تائید ہوتی ہے اس لیے قَدْ نُصِرَا فرمایا۔

قراءات:

امام شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - عَبْدَهٗ اجْمَعْ شَمَرْ دَلَا

عِبَادَهٗ: ابو جعفر، حمزہ، کسائی اور خلف نے جمع اور باقین نے عَبْدَهٗ واحد پڑھا ہے۔

شاطبی فرماتے ہیں۔

وَزِدْ تَاْمُرُوْنِيْ النُّوْنَ كَهْفًا وَّ عَمَّ خِفُّهٗ

تَاْمُرُوْنِّیْ اسے شامی نے دو نونوں کے ساتھ تَاْمُرُوْنَنِیْ پڑھا ہے جب کہ نافع اسے تَاْمُرُوْنِیْ پڑھتے ہیں۔ باقین کے لیے تَاْمُرُوْنِّیْ ہے۔

107/2 اَشَدَّ مِنْكُمْ لَهٗ اَوْ اَنْ لِكُوْفِيَةٍ
وَالْحَذْفُ فِيْ كَلِمَاتٍ نَافِعٌ نَشَرَا

ت: اور اَشَدَّ مِنْكُمْ (سورۃ المومن ع ۳) مصحف شامی کے لیے رسم ہے۔ اور اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ (سورہ المومن ع ۳) مصاحف کوفیہ کی رسم ہے اور لفظ كَلِمَاتٍ (المومن ع ۱) میں نافع نے حذف الف مشہور کیا ہے۔

ف: مطلب یہ ہے کہ مصحف شام میں اَشَدَّ مِنْكُمْ ہے جب کہ دیگر مصاحف میں اَشَدَّ مِنْهُمْ ہے۔ اور مصحف کوفہ میں اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ ہے جب کہ دیگر مصاحف میں وَاَنْ يُّظْهِرَ ہے۔

اور نافع نے (المومن ع ۱) والے لفظ كَلِمَاتٍ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ میں حذف الف بیان کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس شعر میں مذکور تین کلمات کا رسم بیان ہوا ہے اور تینوں میں جو اختلاف رسم ہے وہ شمول کے لیے ہے۔

قراءات:

شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - - - - - - هَاءُ مِنْهُمْ
بِكَافٍ كَفٰى اَوْ اَنْ زِدِ الْهَمْزَ ثُمَّلَا

وَسَكِّنْ لَهُمْ وَاضْمُمْ بِيَظْهَرَ وَ اكْسِرَنْ
وَرَفْعُ الْفَسَادَ انْصِبْ اِلٰى عَاقِلٍ حَلَا

اَشَدَّ مِنْهُمْ: شامی نے اَشَدَّ مِنْكُمْ اور باقین نے اَشَدَّ مِنْهُمْ پڑھا ہے۔

اَوْ اَنْ يُظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادُ: حفص اور یعقوب۔

اَوْ اَنْ يَظْهَرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادُ: شعبہ، حمزہ، کسائی اور امام خلف

وَاَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ: نافع، ابو جعفر اور بصری۔

وَاَنْ يَّظْهَرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادُ: مکی اور شامی۔

كَلِمَاتُ: نافع، ابو جعفر اور شامی

کَلِمَتْ :: مفرد کے ساتھ باقین پڑھتے ہیں۔

نوٹ: کَلِمَاتْ کی دلیل شعری شعر نمبر ۱۰۸ کے ذیل میں بیان ہوگی۔

108/3 مَعْ یُوْنُسٍ وَ مَعَ التَّحْرِیْمِ وَ اتَّفَقُوْا
عَلَی السَّمٰوَاتِ فِیْ حَذْفَیْنِ دُوْنَ مِرَا

ت: ساتھ ہی سورۂ یونس اور سورۂ التحریم میں بھی لفظ کَلِمٰتِ مع حذف الف کے نافع نے مشہور کیا ہے اور لفظ السَّمٰوٰتِ میں بغیر کسی شک کے دونوں الفوں کے حذف پر تمام اہل رسم نے اتفاق کیا ہے۔

ف: یعنی سورۂ یونس کے دونوں مواقع میں کہ جن میں لفظ کَلِمٰتِ آتا ہے نافع نے حذف الف بیان کیا ہے، وہ دو مواقع حسب ذیل ہیں۔

(۱) وَکَذٰلِکَ حَقَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ عَلَی الَّذِیْنَ فَسَقُوْا (یونس ع ۴)

(۲) اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ (یونس ع ۱۰)

اور سورۂ التحریم میں وَصَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّهَا (ع ۲) میں بھی نافع نے حذف الف بیان کیا ہے۔

لفظ السَّمٰوٰتِ قرآن مجید میں جہاں بھی ہو بحذف الفین ہی مرسوم ہے مگر سورۂ فصلت میں، کہ اس کا بیان اگلے شعر میں آرہا ہے۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَقُلْ کَلِمَاتُ دُوْنَ مَا اَلِفٍ ثَوٰی
وَفِیْ یُوْنُسٍ وَالطَّوْلِ حَامِیْهِ ظَلَّلَا

کَلِمَتُ رَبِّکَ: سورۂ یونس کے ہر دو کو نافع، ابو جعفر اور ابن عامر جمع پڑھتے ہیں یعنی کَلِمَاتُ باثبات الف اور باقین اسے واحد کَلِمَتُ پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ مومن والے میں بھی اختلاف کی یہی صورت ہے۔ پس الانعام، یونس کے دونوں مواقع اور المومن ان چار مواقع پر حذف الف شمول قراء ت کے لئے اور سورۃ التحریم میں اختصار کے لیے ہے۔ یہ حذف اور سَمٰوٰتِ میں بھی رسم قرآنی کے قیاس کے مطابق ہے یعنی یہ کہ جمع مونث سالم کا الف یا الفین محذوف ہوتے ہیں۔ البتہ اختلاف قراء ت والے الفاظ میں شمول قراء ت والا نکتہ بھی بیان کر سکتے ہیں۔

ناظم رحمتہ اللہ کے سامنے یہ تمام الفاظ بطور الفاظ متفرقہ کے ہیں اور ایسا انہوں نے علامہ دانی کی تصنیف "مقنع" کی اتباع میں کیا ہے۔

ورنہ زیادہ مناسب یہ تھا کہ لفظ سَمٰوٰتٍ کا رسم سورۃ البقرہ میں سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کے ذیل میں بیان کرتے۔
اور کَلِمَاتِ کے رسم پر سورۃ الانعام میں بحث کی جاتی۔ یعنی وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا کے ذیل میں۔
لیکن اس تقدیم کے مستحق یعنی انعام والے کو آگے باب ھاء التانیث میں لائیں گے۔

109/4 لٰكِنْ فِیْ فُصِّلَتْ ثَبْتٌ اٰخِیْرُهُمَا
وَالْحَذْفُ فِیْ ثَمَرَاتٍ نَافِعٌ شَهَرَا

ت : لیکن سورۃ فُصِّلَتْ میں لفظ سَمٰوَاتٍ کے دو الفوں میں سے دوسرا رسم میں ثابت ہے۔ اور لفظ ثَمَرَاتٍ (فُصِّلَتْ ع ۶) میں نافع نے حذف الف کو شہرت دی ہے۔

ف : یعنی لفظ سَمٰوَاتٍ جمع مونث سالم میں حسب قیاس تمام قرآن میں ہر دو الف مرسوم نہیں ہیں لیکن سورۃ فُصِّلَتْ (حم السجدہ ع ۲) والے سَمٰوَاتٍ میں دوسرا الف مرسوم ہے اور یہی روایت قوی ہے اگرچہ بعض نے اس استثناء کو ضعیف کہا ہے لیکن یہ کہنے والے آئمہ رسم میں سے نہیں ہیں۔
البتہ علامہ سخاویؒ نے مصحف شامی سے روایت بیان فرمائی ہے کہ میں نے اس میں فُصِّلَتْ والے سَمَاوَاتٍ میں بھی دونوں الف محذوف دیکھے ہیں۔ اس روایت کے باوجود اکثر مصاحف کا رسم پھر بھی وہی ثابت ہوتا ہے۔ جو ناظمؒ نے بیان فرمایا ہے۔ اور اس رسم پر متفق ہیں تین شیوخ کرام یعنی علامہ ابو عمرو عثمان الدانی م ۴۴۴ھ، علامہ سلیمان ابن ابی القاسم ابو داؤد الدانی م ۴۹۶ھ اور علامہ ابو القاسم بن فیرہ شاطبی م ۵۹۰ھ (دلیل الحیران ص ۴۴)

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - وَالْجَمْعُ عَمَّ عَقَنْقَلَا

مِنْ ثَمَرَاتٍ : نافع، ابو جعفر، شامی اور حفص نے بالجمع اور باقین مِنْ ثَمَرَةٍ واحد پڑھتے ہیں۔

110/5 عَنْهُ اَسَاوِرَةٌ وَالرِّیْحَ وَالْمَدَنِیْ
عَنْهُ بِمَا كَسَبَتْ وَبِالشَّامِ جَرٰی

ت : یعنی نافع سے اَسَاوِرَةٌ (الزخرف ع ۵) اور الرِّیْحَ (الشوریٰ ع ۴) دونوں میں الف کا حذف مروی ہے۔ اور مصحف مدنی سے بِمَا كَسَبَتْ (الشوریٰ ع ۴) مروی ہے اور مصحف شامی میں بھی ایسا ہی (یعنی بِمَا كَسَبَتْ) جاری ہوا ہے۔

ف : یعنی امام نافع نے اَسَاوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ (الزخرف ع ۵) میں سین کے بعد الف کو محذوف الرسم روایت کیا ہے۔ اسی

طرح اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ (الشوریٰ ع ۴) میں بعد الیاء الف کے حذف کی روایت کی ہے۔

اور مصحف مدنی و شامی میں بِمَا کَسَبَتْ (الشوریٰ ع ۴) ہے اور باقی مصاحف میں فَبِمَا کَسَبَتْ ہے۔

نوٹ:

وَبِالشَّامِ۔ شین کے بعد ہمزہ اور الف پڑھنا چاہیے۔ قاعدہ ہے کہ شامی کہا جائے یا شَامْ بولا جائے۔

قراء ات:

قال امام الشاطبی فی الحرز الامانی۔

وَاَسْوِرَةٌ سَکِّنْ وَبِالْقَصْرِ عَدَّلَا

اَسْوِرَةٌ: یہ حفص اور یعقوب کے لیے ہے اور باقی تمام حضرات نے اَسَاوِرَةٌ پڑھا ہے۔

وَفِیْ سُوْرَةِ الشُّوْرٰی وَمِنْ تَحْتِ رَعْدِهٖ

خُصُوْصٌ - - - - - - - - - - - - - - - - -

یُسْکِنِ الرِّیْحَ: نافع اور ابو جعفر نے الرِّیَاحَ بالجمع اور باقین نے واحد پڑھا ہے۔

بِمَا کَسَبَتْ لَافَاءَ عَمَّ - - - - - - - - -

فَبِمَا کَسَبَتْ: نافع، ابو جعفر اور شامی نے بغیر فا بِمَا کَسَبَتْ اور باقین فَبِمَا کَسَبَتْ پڑھتے ہیں۔

111/6 وَعَنْهُمَا تَشْتَهِیْهِ یَا عِبَادِیَ لَا

وَهُمْ عِبَادُ بِحَذْفِ الْکُلِّ قَدْ ذُکِرَا

ت: اور مصحف مدنی و شامی ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ (الزخرف ع ۷) بزیادت ھاء ضمیر ہے اور یَا عِبَادِیَ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ (الزخرف ع ۷) میں یاء متکلم مرسوم ہے۔ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ (الزخرف ع ۲) میں تمام مصاحف میں الف کا حذف ذکر کیا گیا ہے۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَفِیْ تَشْتَهِیْهِ تَشْتَهِیْ حَقُّ صُحْبَةٍ

تَشْتَهِیْهِ: نافع، ابو جعفر، شامی اور حفص نے تَشْتَهِیْهِ پڑھا ہے اور باقین تَشْتَهِیْ بحذف ھاء ضمیر پڑھتے ہیں۔

وَیَا - - - - - - - - - - - - - - - -

عِبَادِیَ صِفْ وَالْحَذْفُ عَنْ شَاکِرٍ دَلَا

یَاعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ: شعبہ نے یَاعِبَادِیْ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ پڑھا ہے۔
نافع، ابو جعفر، بصری، شامی اور رویس نے یَاعِبَادِیْ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ پڑھا ہے۔
اور باقین یَاعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ پڑھتے ہیں۔

عِبَادُ بِرَفْعِ الدَّالِ فِیْ عِنْدَ غَلْغَلَا

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ (الزخرف ع ۲) نافع، ابو جعفر، مکی، شامی اور یعقوب عِنْدَ الرَّحْمٰنِ پڑھتے ہیں اور باقین عِبَادُ الرَّحْمٰنِ پڑھتے ہیں۔

112/7 اِحْسَانًا نِ اعْتَمَدَ الْکُوْفِیْ وَ نَافِعُهُمْ
بِقَادِرٍ حَذْفُهٗ اٰثَارَةٍ حَصَرَا

ت: مصحف کوفی نے اعتماد کے ساتھ اِحْسَانًا (الاحقاف ع ۲) روایت کیا ہے اور نافع نے بِقَادِرٍ (الاحقاف ع ۴) میں اور اَثَارَةٍ (الاحقاف ع ۱) میں الف کا حذف شمار کیا ہے۔

ف: یعنی مصحف کوفی میں اِحْسَانًا ہے کہ شروع میں حا سے پہلے بھی الف مرسوم ہے اور سین کے بعد بھی، اور مصحف غیر کوفی میں یہ دونوں الف مرسوم نہیں وہاں حُسْنًا ہے۔

اور نافع نے بِقَادِرٍ میں الف کا حذف روایت کیا ہے۔ نافع کی روایت اجماع مصاحف کا عنوان ہوتی ہے لہٰذا سب ہی مصاحف میں بحذف الف ہے۔

بہرحال یہ حذف شمول کے لیے ہے، البتہ لفظ اَثَارَةٍ میں حذف الف اختصار کے لیے ہے۔

نوٹ:

عام طور پر مصاحف میں اِحْسَانًا کا جو رسم ملتا ہے وہ نہ تو مصحف کوفی کے مطابق ہے اور نہ ہی مصحف غیر کوفی کے، یعنی پہلا الف مرسوم ہے اور دوسرا محذوف ہے۔ اس طرح لکھا ہوا ہے۔

"اِحْسٰنًا" یہ رسم قابل اصلاح معلوم ہوتا ہے۔

قال فی "لطائف البیان" ص ۱۱۴۔

ووصینا الانسان بوالدیه احسانا رسم فی مصحف الکوفیین۔ احسانا۔ بزیادة الف قبل الحاء وبعد السین۔ وفی غیره۔ حسنا۔ بدونهما وقال فی "الاعلان"

. . . . وَحُسْنًا رُسِمَا
فِی الْکُوْفِ اِحْسَانًا فَاَ حْسِنْ بِهِمَا

قراءات:

شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

حُسْنًا نِ الْمُحَسِّنُ - - - - - - - - - - - -

اِحْسَانًا لِكُوْفٍ تَحَوَّلَا

اِحْسَانًا کوفیین کے لیے اِحْسَانًا ہے اور غیر کوفیین نے حُسْنًا پڑھا ہے۔

بِقَادِرٍ یعقوب نے یَقْدِرُ صیغہ مضارع سے پڑھا ہے اور باقین نے بِقَادِرٍ بصیغہ اسم فاعل پڑھا ہے۔ علامہ جزری کی درۃ سے دلیل شعری شعر نمبر ۱۰۴ کے ذیل میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

113/8 وَنَافِعُ عَاهَدَ اذْكُرْ خَاشِعًا بِخُلَا
فِهِمْ وَ ذَا الْعَصْفِ شَامٍ ذُوالْجَلَالِ قَرَا

ت: اور یاد کر کہ نافع نے بِمَا عَاهَدَ (سورۃ الفتح ع ۱) کو بحذف الف روایت کیا ہے۔ خَاشِعًا اَبْصَارُهُمْ (القمر ع ۱) میں خُلْف کے ساتھ مروی ہے۔ اور مصحف شامی نے ذَا الْعَصْفِ (الرحمٰن ع ۱) اور ذُوالْجَلَالِ (الرحمٰن ع ۳) پڑھا ہے۔

ف: بِمَا عَاهَدَ (سورۃ الفتح ع ۱) بحذف الف روایت ہوا ہے۔ لہٰذا یہ رسم اجماعی ہے اور اختصار کے لیے ہے۔

خَاشِعًا (القمر ع ۱) میں خُلْف ہے یعنی بعض مصاحف میں الف ہے اور بعض میں نہیں ہے۔

خَاشِعًا۔ ذَا الْعَصْفِ اور ذُوالْجَلَالِ تینوں کلمات میں اختلاف رسم بھی ہے اور اختلاف قراءت بھی۔

بعض شارحین نے ذُوالْجَلَالِ کی تعیین نہ ہونے پر اشکال کیا ہے کیونکہ یہ لفظ سورۃ الرحمٰن میں دو مرتبہ آیا ہے۔ ناظم کی مراد دوسرا ہے۔ پہلا باتفاق رسم و قراءت ذُوالْجَلَالِ ہی ہے۔

لیکن اشکال کی وجہ اس لیے پیدا نہیں ہوتی کہ رسم کے مخاطب وہی لوگ ہیں جو پہلے اختلاف قراءت پر نظر رکھتے ہوں، لہٰذا ایک طالب علم کے لیے دوسرے لفظ ہی کا رسم قابل بحث ہے پہلا نہیں۔

محمد جار اللہ روسی صاحب کی یہ رائے خاصی کمزور ہے کہ قَرَا بمعنی مہمانی کرنے کے ہے، اور مہمانی کا ذکر ذُوالْجَلَالِ کے ساتھ ہی پایا جا رہا ہے تو اس مفہوم کو تعیین پر قرینہ قرار دینا چاہئے۔ فیہ مافیہ۔

قراءات:

شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - خُشَّعًا خَاشِعًا شَفَا

حَمِيْدًا - - - - - - - - - - - - -

خَاشِعًا امام حمزہ، کسائی، ابو عمرو، یعقوب اور امام خلف نے اسے خَاشِعًا باالالف پڑھا ہے اور باقین خُشَّعًا بحذف الف پڑھتے ہیں۔

وَ وَالْحَبُّ ذُوالرَّيْحَانُ رَفْعُ ثَلَاثِهَا
بِنَصْبٍ كَفٰى وَ النُّوْنُ بِالْخَفْضِ شُكِّلَا

وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ: شامی نے وَالْحَبَّ ذَا الْعَصْفِ اور باقین نے وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ پڑھا ہے۔

وَاٰخِرُهَا يَا ذِى الْجَلَالِ ابْنُ عَامِرٍ
بِوَاوٍ وَ رَسْمُ الشَّامِ فِيْهِ تَمَثَّلَا

ذِى الْجَلَالِ: آخر سورت میں شامی نے ذُوالْجَلَالِ اور باقین نے ذِى الْجَلَالِ پڑھا ہے۔

114/9 تُكَذِّبَانِ بِخُلْفٍ مَعَ مَوَاقِعَ دَعْ
لِلشَّامِ وَالْمَدَنِىْ هُوَ الْمُنِيْفُ ذُرًا

ت: سورۃ الرحمٰن میں تُكَذِّبَانِ (ہر جگہ) خُلْف کے ساتھ ہے اور ساتھ ہی مَوَاقِعَ (الواقعہ ع ۳) بھی خُلْف کے ساتھ ہے۔ اور مصحف شامی و مدنی کے لیے لفظ هُوَ (الحدید ع ۳) کو حذف کر، جو پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرح (دیگر مصاحف میں) ابھرا ہوا ہے۔

ف: وَدَعَ، يَدَعُ سے دَعْ، امر کا صیغہ ہے بمعنی حذف کرنا۔ الْمُنِيْفُ اسم فاعل ہے اِنَافَةٌ سے، جس کے معنی ہیں زائد ہونا۔ ذُرًا۔ ذُرْوَةٌ کی جمع ہے، بمعنی پہاڑ کی چوٹی۔ بعض نسخوں میں عبارت اس طرح ہے۔

قُلْ .... لِلشَّامِ وَالْمَدَنِىْ هُوَ الْمُنِيْفُ ذُرًا

یعنی "کہہ تو کہ مصحف شامی و مدنی میں هُوَ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرح زائد ہے"

پہاڑوں کی چوٹیوں کے ساتھ تشبیہ سے رسم کی شہرت مراد ہے۔

"تُكَذِّبَانِ میں الف تثنیہ کا حذف قیاس کے مطابق ہے اور مرسوم ہونا قیاس کے خلاف ہے، کیونکہ اصول یہ ہے کہ الف تثنیہ شعر میں اختصاراً نہیں لکھا جاتا۔

قراءات:

امام شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

بِمَوْقِعِ بِالْاِسْكَانِ وَ الْقَصْرِ شَائِعٌ

بِمَوَاقِعِ: امام حمزہ، کسائی اور امام خلف بغیر الف کے اسے بِمَوْقِعِ پڑھتے ہیں اور باقین اسے الف کے ساتھ بِمَوَاقِعِ پڑھتے ہیں۔

- - - - - - - - - - وَقُلْ هُوَالْ

غَنِیُّ هُوَ احْذِفْ عَمَّ وَصْلاً مُوَصَّلاَ

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ: نافع، ابو جعفر اور شامی نے هُوَ کے حذف کے ساتھ اور باقین نے هُوَ کے اثبات کے ساتھ پڑھا ہے۔

115/10 وَ كُلٌّ نِ الشَّامِ اِنْ تَظَاهَرَا حَذَفُوْا

وَاَنْ تَدَارَكَهُ عَنْ نَافِعٍ ظَهَرَا

ت: اور وَكُلًّا (الحدید ع ۱) مصحف شامی میں حذف الف سے ہے اور اِنْ تَظَاهَرَا (التحریم ع ۱) میں بعد ظاء سب نے الف کو حذف کیا ہے۔ اور اَنْ تَدَارَكَهُ (نون ع ۲) میں بھی بعد دال نافع سے الف کا حذف ظاہر ہوا ہے یعنی یہ حذف بھی بلا اختلاف سب کے لیے ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - وَكُلٌّ كَفٰى - - - - -۔

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ: شامی نے برفع لام وَكُلٌّ اور باقین نے نصب کے ساتھ وَكُلًّا پڑھا ہے۔

تَظَاهَرَا: کوفیین نے ''بتخفیف ظاء اور باقین نے بالتشدید پڑھا ہے۔

لہٰذا الف کا حذف برائے اختصار ہے۔ کیونکہ الف قرآءت میں سب کے لیے ہے۔ شعر ۱۰۳ میں تَظَّاهَرُوْنَ کے ذیل میں حرز سے دلیل شعری میں ہی تَظَاهَرَا کی قرآءت بھی ملاحظہ کریں۔

اسی طرح لَنْ تَدَارَكَهُ میں بھی الف کا حذف برائے اختصار ہے۔

116/11 ثُمَّ الْمَشَارِقِ عَنْهُ وَ الْمَغَارِبِ قُلْ

عَالِيَهُمْ مَعْ وَلَا كِذّٰبًا نِ اشْتَهَرَا

ت: اس کے بعد نافع ہی سے بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ (المعارج ع ۲) میں بعد شین و غین، الف کا حذف مروی ہے اور کہہ تو کہ عٰلِيَهُمْ (الدھر ع ۱) اور ساتھ ہی وَلَا كِذّٰبًا (النباء ع ۲) میں بعد عین اور ذال الف کا حذف مشہور ہے۔

ف: اس شعر میں مذکور تمام کلمات میں الفات کا حذف برائے اختصار ہے۔
دلیل الحیران صفحہ ۱۰۵ پر تحریر ہے۔
" اما مشارق و مغارب ففی الا عراف یستضعفون مشارق الارض و مغار بها و فی الصافات و رب المشارق العمل عندنا علی ما لا بی داود من الحذف فی الا لفاظ الاربعة حیث وقعت"
ہمارے مصاحف میں ان دونوں جگہ یعنی بعد شین و غین الف لکھا ہوا ہے۔
وَلَا کِذّٰبًا میں لفظ وَلَا قید احترازی ہے کیونکہ اسی سورت میں بِاٰیٰتِنَا کِذّٰبًا میں بعد ذال الف مرسوم ہے۔
افضل الدرر میں کتاب الوسیلۃ کے مصاحف عراقیہ کے حوالہ سے عٰلِیَهُمْ اور کِذّٰبًا کے الفوں کے مرسوم ہونے کو ضعیف قرار دیا ہے بلکہ لَیْسَ بِسَدِیْد فرمایا ہے۔
وَاشْتَهَرَا سے اشارہ ہے کہ اثبات بھی غیر مشہور طریق سے ثابت ہے، چنانچہ علامہ دانیؒ نے وَلَا کِذّٰبًا کے حذف الف میں خُلْف کہا ہے۔ نیز یاد رہے کہ عٰلِیَهُمْ کو قراء ت شاذہ میں عَلَیْهِمْ پڑھا گیا ہے تو حذف شمول کے لیے ہوا۔

117/12 قُلْ اِنَّمَا اخْتَلَفُوْا جِمٰلَتٌ وَبِحَذْ
فِ کُلِّهِمْ اَلِفًا مِنْ لَامِهٖ سُطِرَا

ت: قُلْ اِنَّمَا (الجن ع ۲) کے الف میں اثبات و حذف میں اہل رسم نے خُلْف کہا ہے (یعنی بعض مصاحف میں قُلْ اور بعض میں قَالَ ہے) اور جِمٰلَتٌ (المرسلات ع ۱) کے الف بعد المیم میں بھی خُلْف کہا ہے۔ اور جِمٰلَتٌ کے الف بعد لام کے حذف کے ساتھ ہی تمام مصاحف میں لکھا گیا ہے۔

قراء ات:

امام شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - وَ فِیْ قَالَ اِنَّمَا
هُنَا قُلْ فَشَا نَصًّا - - - - - - - -

قُلْ اِنَّمَا: ابو جعفر، عاصم اور حمزہ نے قُلْ اور باقین نے قَالَ پڑھا ہے۔

- - - - - - وَ جِمَالَاتٌ فَوَحِّدْ شَذًا عَلَا

جِمٰلَتٌ: حفص، حمزہ، کسائی اور خَلَفْ نے جِمٰلَتٌ بغیر الف بعد لام پڑھا ہے اور باقین نے جِمَالَاتٌ بالالف

بعد لام پڑھا ہے۔ نیز رویس نے بضم جیم اور باقین نے بکسر جیم پڑھا ہے۔ کل تین قرآتیں ہوئیں۔
بہرحال الف کا حذف قیاساً بھی ہے اور شمول کے لیے بھی۔ اور پہلے کا حذف قیاساً و اختصاراً ہے۔

نوٹ:
قُلْ اِنَّمَا ہم پہلے، شعر ۹۵ کے ذیل میں بتا کر آئے ہیں کہ قُلْ اور قَالَ کا اختلاف چھ جگہ آ چکا ہے ایک ساتواں مقام یہ آیا ہے، گویا کل قرآن میں قُلْ اور قَالَ میں اختلاف قرأت سات جگہ ہے۔ پہلے چھ میں رسم بحذف الف ہی ہے اور اس ساتویں میں رسم دونوں طرح ہے۔

118/13 وَجِائْیَ ءَ اَنْدَلُسٌ تَزِیْدُہٗ اَلِفٌ
مَعًا وَ بِالْمَدَنِیْ رَسْمًا عَنَوْا سِیَرَا

ت: اور جِائْیَ ءَ میں اندلس والے (بین الجیم والہمز) دونوں جگہ (الزمر ۷ اور الفجر) الف زیادہ کرتے ہیں۔ اور (اندلس والوں کے رسم سے میں نے استدلال اس لیے اختیار کیا کہ) وہ مصحف مدنی کے رسم کی اتباع کا خاص طور پر اہتمام کرتے ہیں۔

ف: اَنْدَلُسْ، بفتح ہمزہ و دال و ضم لام۔ بلاد مغرب میں ایک شہر کا نام (ابن القاصح)
لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ مسلم ہسپانیہ کا عربی نام "اَنْدَلُسْ" ہے۔ اور جس کو آج کل سپین کہا جاتا ہے جو یورپ کا ایک ملک ہے۔

عَنَوْا عنایت سے ماضی جمع مذکر غائب بمعنی اہتمام کرنا۔ سِیَر، سِیْرَۃٌ کی جمع ہے بمعنی روش، طریقہ، عادت۔
شعر کی تشریح میں حسب ذیل معروضات، مختصراً عرض ہیں۔

(۱) لفظ جِائْیَ ءَ قرآن میں صرف دو جگہ آیا ہے الزمر ۷ میں اور والفجر میں۔ مَعًا سے یہی دونوں مراد ہیں۔

(۲) اس لفظ کی رسم کی بحث زیادات میں سے ہے، یعنی "مقنع" میں یہ بحث نہیں۔

(۳) لفظ جِائْیَ ءَ کا رسم علماء رسم کے یہاں دونوں طرح صحیح ہے۔ یعنی جِیْ ءَ اور جِائْیَ ءَ۔
چنانچہ علامہ دانی کی کتاب "المحکم" میں اس خُلْف پر تصریح موجود ہے۔ (دلیل الحیران ص ۱۸۵)

(۴) اس خُلْف کی طرف اشارہ خود شاطبیؒ کے کلام سے بھی نکلتا ہے کیونکہ شعر کا اصل مفہوم یہ ہے کہ بلاد اندلس میں الف کی زیادتی پائی جاتی ہے۔ مفہوم مخالف یہ ہوا کہ غیر اندلسیوں کے یہاں الف کی زیادتی نہیں۔

(۵) علامہ شاطبیؒ اندلس والوں کے حوالہ سے الف کی زیادتی کی ارجحیت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

(۶) سوال پیدا ہوا کہ اندلس والوں کا عمل تو کوئی وجہ ترجیح نہیں؟

جواب دیا کہ اندلس والے مصحف مدنی کے رسم کی سختی سے پابندی کرتے ہیں' لہٰذا ثابت ہوا کہ الف کی زیادتی مصحف مدنی کا رسم ہے۔

(۷) اس تاریخی حوالہ کا پس منظر یہ ہے کہ اندلس میں قرآءت نافع ہی پڑھی پڑھائی جاتی تھی اور وہ فقہ میں امام مالکؒ اور قرآءت میں امام نافع کے متبع تھے، گویا دونوں چیزوں میں ان کا رشتہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مربوط تھا۔

چنانچہ علامہ محمد بن محمد فاسیؒ جو ساتویں صدی کے آخر میں فوت ہوئے اپنی مشہور نظم "مَوْرِدُ الظَّمْآن" میں فرماتے ہیں:

وَفْقِ قِرَاءَةِ أَبِي رُوَيْمِ
الْمَدَنِيِّ ابْنِ أَبِي نُعَيْمِ

حَسْبَمَا اشْتَهَرَ فِي الْبِلَادِ
بِمَغْرِبٍ لِحَاضِرٍ وَ بَادِيْ

یعنی میں نے یہ رسم پر جو قصیدہ مورد الظمان لکھا ہے' یہ تمام تر امام نافع مدنی کی قرآءت کے مطابق ہے اور تمام بلاد مغرب میں شہری اور دیہاتی آبادیوں میں یہی قرآءت چلتی ہے۔ حاصل یہ کہ میں نے اصول رسم میں بھی روایت نافع ہی کا تتبع کیا ہے۔ (دلیل الحیران ص ۲۴)

(۸) مذکورہ تشریح کے بعد حاصل یہ نکلا کہ اگرچہ ہمیں کہیں صراحت تو نہیں ملی کہ جِاْیٓءَ کا رسم بروایت نافع کیا ہے؟ کیونکہ علامہ دانی "مقنع" میں اس کے ذکر ہی سے خاموش ہیں اور "المحکم" میں صرف خُلْف کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں لیکن اندلس والوں کے تعامل سے بات کچھ یوں معلوم ہوتی ہے کہ مصحف مدنی میں الف کی زیادتی ہے اور غیر مدنی میں الف کی زیادتی نہیں۔

(۹) الف کی زیادتی غیر قیاسی ہے' جس کی قرآن میں متعدد مثالیں ملتی ہیں مثلاً لِشَاْیْءٍ اور لَاْاَذْبَحَنَّہٗ، لَاْاَوْضَعُوْا، مِاْئَةٌ وغیرہ۔

(۱۰) الف کی زیادتی میں کیا نکتہ ہے؟ اس سوال کی حیثیت رسم عثانی کے فن سے بالکل خارجی چیز ہے۔

لہٰذا یہ نکتہ کہ جِاْیٓءَ اور حَتّٰی میں التباس ہو رہا تھا' اس سے بچنے کے لیے الف زیادہ کیا گیا' ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو فنی کتب میں جگہ دی جائے۔

ویسے بھی یہ نکتہ غلط ہے کہ جِاْیٓءَ میں جیم اور یاء کے درمیان کوئی شوشہ نہیں اور حَتّٰی میں تا کا شوشہ ہے پھر

التباس کہاں ہوا؟

(اا) علامہ شاطبیؒ کی رائے کے مطابق الف کی زیادتی والا رسم راجح ہے، عام طور پر عرب و عجم میں ان کی اس رائے کا اہتمام ہوا ہے۔ چنانچہ الف کی زیادتی کے ساتھ ہی رسم پائی جاتی ہے۔ لیکن حرکات اور اشارے اس طرح صحیح ہیں جائیں اور یہ صحیح نہیں جائیں۔

119/14 خِتَامُهٗ وَ تُصَاحِبْنِیْ كَبَائِرَ قُلْ
وَفِیْ عِبَادِیْ سُكَارٰی نَافِعٌ كَثَّرَا

ت: تو کہہ کہ خِتَامُهٗ (المطففین) اور تُصَاحِبْنِیْ (الکھف ع ۱۰) اور كَبَائِرَ (الشوریٰ ع ۴، النجم ع ۲) اور فِیْ عِبَادِیْ (الفجر) اور سُكَارٰی (الحج ع ادونوں) میں حذف الفات میں نافع غالب ہوا ہے۔

ف: ان پانچ کلمات میں سے تُصَاحِبْنِیْ اور عِبَادِیْ میں حذف الف اختصار کے لیے ہے اور باقی میں شمول کے لیے ہے۔

لفظ كَبَائِرَ کے ساتھ الشوریٰ اور النجم کی قید سے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ (النساء ع ۵) نکل گیا، اس میں الف مرسوم ہے۔

علامہ سلیمان بن ابی القاسم الدانی م ۴۹۶ھ فرماتے ہیں کہ سورۂ الصاد میں عِبَادَنَا کا الف بھی محذوف ہے۔ اور سورۂ الفجر میں فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کو قرآءت شاذہ میں عَبْدِیْ بھی پڑھا گیا ہے۔

ناظمؒ کے کلام میں فِیْ عِبَادِیْ لفظ فِیْ بطور احتراز کے ہے حاصل یہ کہ سورۂ صاد اور الفجر کے علاوہ ہر جگہ عِبَادِ کا الف مرسوم ہے مثلاً یَا عِبَادِیْ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ۔

سورۂ الصافات میں وَاذْكُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ میں مکی نے مفرد عَبْدَنَا اور باقین نے جمع پڑھا ہے۔

اسی طرح وجہ شاذ میں فَلَا تَصْحَبْنِیْ آیا ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - - - - - - - وَ خِتَامُهٗ
بِفَتْحٍ وَ قَدِّمْ مَدَّهٗ رَاشِدًا اَوْلَا

خِتَامُهٗ: کسائی کے لیے خَاتَمُهٗ، خاء کے بعد الف اور اس کے بعد تاء مفتوحہ میم مضمومہ اور باقین کے لیے

خِتَامُہٗ، خاء مکسورہ کے بعد تاء مفتوحہ اور اس کے بعد الف اور پھر میم مضمومہ ہے۔

كَبِيْرَ رِفِيْ - - - - - - - - - -

كَبَائِرَ فِيْهَا ثُمَّ فِي النَّجْمِ شَمْلَلَا

كَبَائِرَ: الشوریٰ اور النجم میں امام حمزہ، کسائی اور خلف نے كَبِيْرَ بروزن قَدِيْر اور باقین نے كَبَائِرَ جمع پڑھا ہے۔

سُكَارٰى مَعًا سَكْرٰى شَفَا - - - - - -

سُكَارٰى: سورۃ الحج میں دونوں جگہ امام حمزہ، کسائی اور خلف نے سَكْرٰى اور باقین نے سُكَارٰى پڑھا ہے۔

120/15 فَلَا يَخَافُ بِفَاءِ الشَّامِ وَ الْمَدَنِيْ

وَالضَّادُ فِيْ بِضَنِيْنٍ تَجْمَعُ الْبَشَرَا

ت: فَلَا يَخَافُ (والشمس) مصحف شامی و مدنی میں فاء کے ساتھ ہے (باقی مصاحف میں واؤ ہے) اور بِضَنِيْنٍ (تکویر) میں ضاد تمام انسانوں کو جمع کرتا ہے۔

ف: یعنی فَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا دو قرآءتیں ہیں اور دونوں کا رسم عثمانی بصراحت موجود ہے۔

سورۃ التکویر میں وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ اور وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ دو قرآءتیں ہیں۔ مگر حضرت ناظمؒ فرماتے ہیں کہ تمام مصاحف میں مرسوم ضاد ہی ہے۔

لہٰذا ضاد والی قرآءت کا انطباق علی الرسم تحقیقی ہے اور ظا والی کا انطباق تقدیری ہے۔

جس کی توجیہ حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی الہ بادی رحمہ اللہ نے یہ کی کہ قدیم مصاحف میں ظا اور ضاد (متوسطہ) میں کوئی زیادہ واضح فرق نہ تھا۔ فرق تھا بھی تو دقیق قسم کا تھا کہ ضاد کا سرا ظاء کے مقابلہ میں چھوٹا ہوتا تھا۔ یعنی یہ صورت تھی۔

بضنین (ضاد) بظنین (ظاء)

چنانچہ اتحاف میں ہے:

"تمام مصاحف میں رسم ایک ہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ضاد اور ظاء میں کوئی مخالفت بھی نہیں البتہ ظاء کا سرا ضاد سے قدرے زیادہ ہوتا ہے۔

علامہ جعبری فرماتے ہیں کہ لفظ بِضَنِيْنٍ میں گول دائرہ ہے جو درمیان میں واقع ہے لہٰذا دونوں قرآءتوں کو محتمل

ہے"۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرزالامانی میں فرماتے ہیں۔

وَلَا عَمَّ فِیْ وَالشَّمْسِ بِالْفَاءِ وَانْجَلَا

وَلَا یَخَافُ: نافع، ابو جعفر اور شامی نے فَلَا یَخَافُ پڑھا ہے اور باقین وَلَا یَخَافُ پڑھتے ہیں۔

وَظَا بِضَنِیْنٍ حَقُّ رَاوٍ ....

بِضَنِیْنٍ: مکی، بصری، رویس اور کسائی بِظَنِیْنٍ بالظاء پڑھتے ہیں اور باقین بالضاد بِضَنِیْنٍ پڑھتے ہیں۔

121/16 وَفِیْ اَرَیْتَ الَّذِیْ اَرَیْتُمْ اخْتَلَفُوْا
وَقُلْ جَمِیْعًا مِهَادًا نَافِعُ حَشْرَا

ت: اور اَرَاَیْتَ الَّذِیْ اور اَرَاَیْتُمْ میں اہل رسم نے اختلاف کیا ہے (بعض مصاحف میں را کے بعد ہمزہ بصورت الف ہے اور بعض میں نہیں) اور کہہ کہ مِهَادًا سب جگہ نافع نے بحذف الف جمع کیا ہے۔

ف: یعنی اَرَاَیْتَ الَّذِیْ اور اَرَاَیْتُمْ میں کہیں را کے بعد الف مرسوم ہے اور کہیں نہیں۔ اور مِهَادًا منصوب منون ہر جگہ بحذف الف ہے۔ اور یہ تین جگہ ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مِهٰدًا (طٰہ ع ۲، الزخرف ع ۱، النباع ۱) اور جہاں منصوب منون نہیں ہے جیسے جَهَنَّمَ مِهَادٌ اور وَبِئْسَ الْمِهَادُ وغیرہ۔ ان میں اجماعاً الف مرسوم ہے۔

سورۃ الانعام میں دو جگہ قُلْ اَرَاَیْتُكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ

سورۃ الاسراء میں اَرَاَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ۔

سورۃ العلق میں اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی اَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰی اَرَاَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی۔

سورۃ الماعون میں اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ۔

سورۃ طٰہ میں اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا۔

بہرحال اَرَاَیْتَ میں اَرَاَیْتَكَ اور اَرَاَیْتُكُمْ اور اَفَرَاَیْتَ سب شامل ہیں۔ اور ان سب میں خُلف ہے۔

چنانچہ صاحب مقنع اور اتحاف کا یہی مفہوم ہے لیکن علامہ سخاوی کتاب الوسیلہ میں فرماتے ہیں کہ ناظم کی مراد ہے کہ وہ لفظ اَرَاَیْتَ جو ہمزہ استفہام سے شروع ہو رہا ہے اور الَّذِیْ کے ساتھ آیا ہے اور اَرَاَیْتُمْ میں خُلف ہے باقی ہمزہ استفہام والے لفظوں میں خُلف نہیں بلکہ حذف ہمزہ ہی متعین ہے۔

لیکن ہم یہاں واضح کرتے چلیں کہ علامہ سخاوی کی یہ رائے ہم نے برائے اضافہ معلومات نقل کی ہے ورنہ رائے صاحب مقنع، ناظم علامؒ اور صاحب اتحاف ہی کی زیادہ صحیح ہے۔

نیز یاد رہے کہ جو لفظ بغیر ہمزہ استفہام کے ہے جیسے وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ وغیرہ تو ان میں الف باتفاق مرسوم ہو گا۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

اَرَیْتَ فِی الْاِسْتِفْهَامِ لَاعَیْنَ رَاجِعٌ

وَعَنْ نَافِعٍ سَهِّلْ وَکَمْ مُبْدِلٍ جَلَا

اَرَاَیْتَ۔ اَرَاَیْتَکُمْ۔ اَرَاَیْتُمْ۔ اَفَرَاَیْتُمْ۔

جہاں بھی رَاٰی ماضی، مسبوق، بھمز الاستفھام، متصل بتاء الخطاب ہو، قالون اور ورش کے لیے ہمزہ ثانیہ میں تسہیل ہے۔ ابو جعفر کے لیے بھی ہمزہ ثانیہ میں تسہیل ہے۔ نیز ورش کے لیے دوسرے طریق میں ہمزہ ثانیہ میں ابدال بالالف بھی ہے مع اشباع المد۔ کسائی نے ہمزہ ثانیہ کو حذف کیا ہے اور باقین نے ہمزہ محققہ پڑھا ہے۔ گویا کل چار قرآء تیں ہوئیں رسم میں خُلْف کا مفاد یہ ہے کہ تین قرآء توں میں ہمزہ ثانیہ کسی نہ کسی شکل میں پڑھا جا رہا ہے اس لیے لکھا ہوا ہے اور کسائی کے یہاں نہیں پڑھا جا رہا ہے اس لیے نہیں لکھا گیا ہے۔

نوٹ:

امام حمزہ وقف کرتے ہوئے تسہیل کرتے ہیں۔

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

مَعَ الزُّخْرُفِ اقْصُرْ بَعْدَ فَتْحٍ وَ سَاکِنٍ

مِهَادًا ثُوٰی - - - - - - - - - - - - - - - -

مِهَادًا: (طٰہٰ ع ۲، الزخرف ع ۱) کوفیین مَهْدًا اور باقین نے مِهَادًا پڑھا ہے۔ لہٰذا حذف الف شمول کے لیے ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا (النباء ۱) تمام قراء کے لیے مِهَادًا ہی ہے۔ لہٰذا حذف الف اختصاراً ہے۔

نوٹ:

وَقُلْ جَمِیْعًا مِهَادًا نَافِعٌ حَشَرًا ناظمؒ کے کلام میں حذف الف پر کوئی اشارہ نہیں۔ بلکہ وزن بیت میں مِهَادًا بالالف پڑھا جا رہا ہے پھر حذف کیسے مراد ہوا ہے؟

جواب یہ ہے کہ اول کتاب سے ہی ناظم ؒ نافع کے ساتھ ہر کلمہ میں حذف الفات ہی مراد لیتے آرہے ہیں لہٰذا یہ بھی اسی مفہوم میں داخل ہے۔

122/17 مَعَ الظُّنُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ السَّبِيْلَ لَدَى الْ
اَحْزَابِ بِالْاَلِفَاتِ فِى الْاِمَامِ تُرٰى

ت: اَلظُّنُوْنَا (الاحزاب ع ۲) کے ساتھ ہی اَلرَّسُوْلَا اور اَلسَّبِيْلَا (الاحزاب ع ۸) سورۃ الاحزاب میں یہ تینوں الفاظ مصحف امام میں الفات کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔

ف: مصحف امام کا حوالہ برائے اختلاف نہیں بلکہ برائے استناد ہے لہٰذا سمجھنا چاہیے کہ تمام مصاحف میں یہ الفات مرسوم ہیں۔ ان الفات کا اضافہ برائے رعایت فواصل ہے جیسا کہ رعایت فواصل کے لیے ھا سکتہ بڑھائی گئی ہے سورۃ الحاقہ وغیرہ میں۔

کلمہ کی آخری حرکت کو ظاہر کرنے کے لیے جو ھا لائی جاتی ہے اسے ھاء سکتہ کہتے ہیں اور یہ ھاء وقفاً وصلاً ساکن ہوتی ہے۔ یہ قرآن کریم میں نو مقام پر آئے ہیں۔

لَمْ يَتَسَنَّهْ، فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ، كِتَابِيَهْ دو جگہ، سُلْطَانِيَهْ، دو جگہ، مَالِيَهْ، حِسَابِيَهْ، مَاهِيَهْ۔

اَلسَّبِيْلَا سے وہ اَلسَّبِيْلَ مراد نہیں جو اول سورت میں ہے۔ یعنی يَهْدِى السَّبِيْلَ۔ بلکہ آخر سورت کے قریب والا یعنی فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا مراد ہے، یعنی وہ جو کہ اَلرَّسُوْلَا کے ساتھ ہے۔ مجاورت سے مقام کی تعیین ہو جاتی ہے اس لیے کسی قید کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

دیگر یہ کہ قرآءت کے فاضل طالب علم کو شاطبیہ سے معلوم ہے کہ مختلف فیہ بین القراء کلمہ اَلرَّسُوْلَا ہے، اس کے لیے یہی اَلرَّسُوْلَا قابل بحث اور اسی کا رسم اس کو مطلوب ہے۔

قراءات:

امام شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَحَقُّ صِحَابٍ قَصْرُ وَصْلِ الظُّنُوْنَ وَالْ
رَّسُوْلَ السَّبِيْلَا وَهُوَ فِى الْوَقْفِ فِى حُلَا

اَلظُّنُوْنَا۔ اَلرَّسُوْلَا۔ اَلسَّبِيْلَا۔

(ا) نافع، ابو جعفر، شامی اور شعبہ وصلاً وقفاً تینوں میں الف پڑھتے ہیں۔ جیسے ھا سکتہ وصلاً وقفاً پڑھی جاتی ہیں (اجراء للوصل مجری الوقف)

(۲) مکی، حفص، کسائی اور خَلَف وقف میں الفات پڑھتے ہیں۔ وصل میں نہیں۔

(۳) باقین وصل و وقف دونوں حالتوں میں الفات حذف کرتے ہیں۔

123/18 بِهُودَ وَالنَّجْمِ وَالْفُرْقَانِ كُلِّهِمِ
وَالْعَنْكَبُوتِ ثَمُودًا طَيِّبُوا ذَفَرَا

ت: تمام اہل رسم نے ہود (ع ۶) اور النجم (ع ۳) اور الفرقان اور العنکبوت (ع ۴) میں ثَمُوْدًا کو (الف کے ساتھ لکھ کر) عمدہ خوشبو سے خوشبو دار بنا دیا ہے۔

ف: سورۂ ہود میں اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدًا، سورۂ الفرقان میں وَعَادًا وَّثَمُوْدًا وَّاَصْحٰبَ الرَّسِّ، سورۂ العنکبوت میں وَعَادًا وَّثَمُوْدًا وَّقَدْ تَّبَيَّنَ اور سورۂ النجم میں وَثَمُوْدًا فَمَآ اَبْقٰى۔ ان چاروں مقام پر ثَمُوْدًا باالالف مرسوم ہے اور یہ رسم اجماعی ہے۔

قراء ات:

امام شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

ثَمُودَ مَعَ الْفُرْقَانِ وَ الْعَنْكَبُوتِ لَمْ
يُنَوَّنْ عَلٰى فَصْلٍ وَ فِى النَّجْمِ فُصِّلَا

نَمَا لِثَمُودٍ نَوِّنُوا وَ اخْفِضُوا رِضًى

ثَمُوْدًا: کے مذکورہ چاروں مواقع میں حفص، یعقوب اور حمزہ بغیر تنوین غیر منصرف پڑھتے ہیں اور بلا الف وقف کرتے ہیں۔ ابوبکر شعبہ نے اسی طرح صرف سورۂ النجم میں پڑھا ہے۔

اور باقین چاروں جگہ تنوین کے ساتھ منصرف پڑھتے ہیں۔

124/19 سَلَاسِلًا وَقَوَارِيرًا مَعًا وَلَدَى الْ
بَصْرِيِّ فِى الثَّانِىْ خُلْفٌ سَارَ مُشْتَهَرَا

ت: سَلٰسِلَا اور دونوں قَوَارِيْرَا (تمام مصاحف میں) الف کے ساتھ ہیں اور بعض مصاحف بصرہ میں دوسرے قَوَارِيْرَا میں خُلف مشتہر ہو کر چلا ہے۔ (ابن القاصح)

سَلٰسِلَا اور دونوں قَوَارِيْرَا میں خُلف مشہور ہو کر چلا ہے اور مصاحف بصریہ میں دوسرے قَوَارِيْرَا میں خُلف مشہور ہو کر چلا ہے۔ (افضل الدرر)

ف: ان دونوں ترجموں میں سے دوسرا ترجمہ محققانہ ہے یعنی ناظمؒ اولاً تمام الفاظ میں آخری الف کے مرسوم اور محذوف

ہونے میں خُلف فرماتے ہیں، پھر مصحف بصرہ کی خبر دیتے ہیں کہ بعض میں الف کا ہونا اور نہ ہونا صرف دوسرے قَوَارِیْرَ کے اعتبار سے ہے۔

سَلٰسِلَا میں دوسرے لام کے بعد اور دوسرے قَوَارِیْرَا میں دوسری را کے بعد الف کے لکھے جانے میں اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں تمام مصاحف میں دونوں الف سے ہیں۔

سَلٰسِلَا میں تمام قرآنوں میں دوسرے لام کے بعد الف ثابت ہے۔ لیکن نصیر کی ایک روایت پر نیز سخاوی کی تصریح کی رو سے شامی میں حذف ہے اور دوسرے قَوَارِیْرَ میں مدنی، کوفی اور شامی کے یہاں بالاتفاق اور مکی اور بصری مصاحف میں صرف ایک قول پر الف ثابت ہے۔

جب کہ مصحف امام میں یہ الف محذوف ہے مگر نصیر کی روایت کے مطابق مصحف امام میں دوسرے قَوَارِیْرَا میں یہ الف موجود تھا مگر اسے کسی نے مٹا دیا۔

پہلے قَوَارِیْرَا میں دوسری راء کے بعد بالاتفاق الف مرسوم ہے اور سَلٰسِلَا میں پہلے لام کے بعد والا الف بالاتفاق محذوف ہے اور دونوں قَوَارِیْرَا میں واؤ کے بعد والا الف بالاتفاق مرسوم ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

سَلَا سِلَ نَوِّنْ اِذْ رَوَوْا صَرْفَهٗ لَنَا
وَ بِالْقَصْرِقِفْ مِنْ عَنْ هُدًی خُلْفُهُمْ فَلَا

ذَكَا وَقَوَارِيْرًا فَنَوِّنْهُ اِذْ دَنَا
رِضَا صَرْفِهٖ وَ اقْصُرْهُ فِی الْوَقْفِ فَيْصَلَا

وَفِی الثَّانِ نَوِّنْ اِذْ رَوَ وَاصْرِفْهُ وَقُلْ
يُمَدُّ هِشَامٌ وَاقِفًا مَعْهُمْ وِلَا

اختلاف سَلٰسِلَا فی الوصل والوقف

قراء	فی الوصل	فی الوقف
نافع، ابو جعفر، ہشام، شعبہ اور کسائی	بالتنوین	بالالف

بزی، ابن ذکوان اور حفص	بغیر تنوین	خُلفؔ
قنبل، حمزہ، رویس اور امام خَلَفؔ	بغیر تنوین	بغیر الف
بصری اور روح	بغیر تنوین	بالالف

خُلْفؔ کی تفصیل اس طرح ہے:

پہلی وجہ پر یہ حضرات، بصری اور روح کے مطابق ہیں اور دوسری وجہ پر یہ حضرات، حمزہ، قنبل، خَلَفؔ اور رویس کے مطابق ہیں۔

اختلاف قَوَارِیْرَا اول و قَوَارِیْرَا ثانی

قَوَارِیْرَا (اول)

قراء	وصل	وقف
نافع، ابو جعفر، مکی، شعبہ، کسائی اور امام خَلَفؔ	بالتنوین	بالالف
بصری، شامی، حفص اور روح	بغیر تنوین	بالالف
حمزہ اور رویس	بغیر تنوین	بغیر الف

قَوَارِیْرَا (ثانی)

قراء	وصل	وقف
نافع، ابو جعفر، شعبہ اور کسائی	بالتنوین	بالالف
مکی، بصری، ابن ذکوان، حفص، حمزہ، امام خَلَفؔ اور رویس	بغیر تنوین	بغیر الف
ہشام	بغیر تنوین	بالالف

دونوں قَوَارِیْرَا کے آخر میں راء کے بعد ایک الف زائدہ مرسوم ہے۔ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ روایت حفصؒ میں وصلاً تو دونوں میں الف نہیں پڑھا جاتا اور وقفاً اول میں الف پڑھا جاتا ہے ثانی میں نہیں پڑھا جاتا دوسرے لفظوں میں یوں کہو

کہ دوسری جگہ تو کسی حال میں الف نہیں پڑھا جاتا۔ اس دوسرے قَوَارِيْرَا میں الف زائد اس لیے لکھتے ہیں کہ یہ رسم تنوین والی قرآءت کو بھی شامل ہو جائے اور اس میں وقفاً الف نہ پڑھنے کی حقیقی وجوہ تین ہیں:

(۱) روایت و نقل کی اتباع (۲) تنوین اور ترک تنوین والی دونوں قرآءتوں میں فرق کرنا (۳) کلمہ کی اصل ہیئت صیغہ اور حالت عربیہ کا اعتبار کرنا اور پہلی جگہ اگر وقف کرو تو الف پڑھا جائے گا اور وقف نہ کرو تو نہیں پڑھا جائے گا۔ کیونکہ یہ ان کلمات میں سے ہے جن پر وقف رسم کے مطابق ہوتا ہے۔

اور اس پہلے قَوَارِيْرَا میں الف زائد اس لیے لکھتے ہیں کہ تنوین والی قرآءت کو بھی شامل ہو جائے اور وقفاً الف کے ثابت رکھنے کی توجیہ فواصل (یعنی تَذْلِيلًا، تَقْدِيْرًا) کی رعایت ہے اور چونکہ زیادہ عادت یہ ہے کہ پہلی جگہ وقف کرتے ہیں کیونکہ یہاں آیت ہے اور آیت کو وقف کے لیے سب سے بہتر موقع سمجھا گیا ہے اور دوسری جگہ وقف نہیں کرتے کیونکہ یہاں وقف کی علامات میں سے کوئی معتبر علامت نہیں ہے اس لیے اس صورت میں پہلی جگہ اتباعاً للرسم الف پڑھو اور دوسری جگہ اتباعاً للاصل الف مت پڑھو۔

125/20 وَلُؤْلُؤًا كُلُّهُمْ فِى الْحَجِّ وَاخْتَلَفُوا
فِى فَاطِرٍ وَ بِشَبْتٍ نَافِعٌ نَصَرَا

ت: اور سورۃ الحج (ع ۳) میں تمام مصاحف میں لُؤْلُؤًا میں (آخر میں) الف مرسوم ہے۔ اور سورۃ الفاطر (ع ۴) میں لُؤْلُؤًا میں اہل رسم نے اختلاف کیا ہے (بعض مصاحف میں آخر میں الف ہے اور بعض میں نہیں) اور نافع نے سورۃ الفاطر میں اثبات الف کے ساتھ تائید کی ہے۔

ف: سورۃ الحج میں ہے مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا، یہ تمام مصاحف میں بالالف ہی مرسوم ہے۔

سورۃ الفاطر میں جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا میں خُلف ہے بعض مصاحف میں آخر میں الف ہے اور بعض میں نہیں۔ اور امام نافع جو مصحف مدینہ کے رسم کے راوی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ الفاطر والے میں بھی الف مرسوم ہے۔

126/21 وَفِى الْاِمَامِ سِوَاهُ قِيلَ ذُوْ اَلِفٍ
وَقِيلَ فِى الْحَجِّ وَالْاِنْسَانِ بَصْرٍ اَرٰى

ت: اور مصحف امام میں الفاطر کے علاوہ باقی ہر جگہ لُؤْلُؤًا میں الف ہے اور کہا گیا ہے (یعنی ایک روایت ہمیں اس طرح ملی ہے) کہ سورۃ الحج اور سورۃ الدھر میں بصری مصحف نے الف دکھایا ہے۔

ف: اس شعر میں ایک دوسری روایت پیش کرتے ہیں، اور وہ اس طرح ہے کہ مصحف امام میں فاطر والے لُؤْلُؤًا میں

الف نہیں اور باقی سورۃ الحج اور سورۃ الدھر میں الف ہے۔ یہ روایت گویا مصحف امام کے رسم کی ہوئی۔

تیسری روایت یہ ہے کہ مصحف بصری میں صرف سورۃ الحج اور سورۃ الدھر والے میں الف ثابت ہے اور باقی جگہ یعنی سورۃ الفاطر میں نہیں۔

127/22 لِلْكُوفِ وَالْمَدَنِي فِي فَاطِرٍ الِفٌ
وَالْحَجِّ لَيْسَ عَنِ الْفَرَّاءِ فِيهِ مِرَا

ت: مصحف کوفی اور مدنی میں سورۃ الفاطر اور الحج میں الف مرسوم ہے فراء سے یہ روایت ہم تک پہنچی کہ جس میں کوئی شک نہیں۔

ف: ان مذکورہ تین شعروں میں غور کرنے سے پہلی بات جو مفہوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سورۃ الحج میں بلا اختلاف الف مرسوم ہے لہٰذا پہلے شعر میں حضرت ناظم علیہ الرحمہ کا یہ فرمانا ثابت ہو گیا ہے:

وَلُؤْلُؤًا كُلُّهُمْ فِي الْحَجِّ

سورۃ الفاطر والے لُؤْلُؤًا کی تفصیل یہ ہے کہ:

نافع کہتے ہیں کہ مصحف مدنی میں سورۃ الفاطر میں الف ہے۔ فراء کی روایت ہے کہ مصحف کوفی و مدنی میں سورۃ فاطر میں الف ہے، لہٰذا فراء کی روایت سے نافع کی تائید ہوئی۔

مصحف امام اور مصحف بصری کی روایت سے سورۃ الفاطر میں الف نہیں ہے۔

لہٰذا سورۃ فاطر والا لُؤْلُؤًا مختلف فیہ ہے۔

اس طرح ناظم کا پہلے شعر میں یہ فرمانا صحیح ہوا کہ۔

وَاخْتَلَفُوا فِي فَاطِرٍ

حاصل یہ کہ ناظم نے اول دعویٰ کیا ہے کہ سورۃ الحج والا لُؤْلُؤًا باتفاق الف کے ساتھ ہے اور سورۃ الفاطر والا مختلف فیہ ہے۔ چنانچہ یہ قول "وَلُؤْلُؤًا كُلُّهُمْ فِي الْحَجِّ۔ وَاخْتَلَفُوا فِي فَاطِرٍ"

اجمال ہے اور آگے "وَبِثَبْتِ نَافِعٌ نَصَرَا" سے تیسرے شعر کے ختم تک یعنی لَيْسَ عَنِ الْفَرَّاءِ فِيهِ مِرَا" تک، سب مذکورہ اجمال کی تفصیل ہے۔

اور مصحف بصری کی روایت کے ضمن میں (محض بطور ضمناً) سورۃ الدھر والے لُؤْلُؤًا کا بالالف مرسوم ہونا بیان کر گئے ہیں جس کی حیثیت سب مصاحف میں بالالف مرسوم ہونے کی سمجھنی چاہئے۔

بات کا خلاصہ یہ ہوا کہ سورۃ الحج اور سورۃ الدھر والے لُؤْلُؤًا میں باتفاق مصاحف الف مرسوم ہے اور سورۃ الفاطر والا مختلف فیہ ہے۔

غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ لُؤْلُؤًا منصوب مُنَکَّر تین جگہ ہے' سورۃ الحج' سورۃ الفاطر اور سورۃ الدہر میں۔ اول دو کو قراء میں سے بعض نے منصوب منون اور بعض نے مجرور منون پڑھا ہے۔ سورۃ دہر میں کوئی اختلاف نہیں یعنی سب منصوب منون ہی پڑھتے ہیں۔

غالباً نافع کی روایت کا یہ پہلا موقع ہے کہ بطور اجماعی رسم کے نہیں بلکہ اختلاف دکھانے کے لیے لائی گئی ہے یعنی۔

وَبِثَبْتٍ نَافِعٌ نَصَرَا

ورنہ تمام جگہ نافع یا مصحف مدنی کا حوالہ اجماعی رسم کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَمَعْ فَاطِرَ انْصِبْ لُؤْلُؤًا نَظْمُ اُلْفَةٍ

لُؤْلُؤًا سورۃ الحج اور سورۃ الفاطر دونوں میں نافع' ابو جعفر' عاصم اور یعقوب ہمزہ ثانیہ کو منصوب منون اور باقین مجرور منون پڑھتے ہیں۔ یعنی لُؤْلُوٍ۔

128/23 وَزِيْدَ لِلْفَصْلِ اَوْ لِلْهَمْزِ صُوْرَتُهٗ
وَالْحَذْفُ فِيْ نُوْنِ تَأْمَنَّا وَثِيْقَ عُرَا

ت: اور ہمزہ کی صورت (بشکل الف) کا اضافہ یا تو فصل کے لیے ہے یا یہ خود ہمزہ کی شکل ہے۔

اور تَأْمَنَّا میں نون کا حذف ایک قابل اعتماد سلسلہ کی کڑی ہے۔

ف: حضرت ناظم علیہ الرحمہ پہلے مصرعہ میں ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ باتفاق اہل رسم سورۃ الحج میں ایک ہی رسم ہے یعنی لُؤْلُؤًا منصوب بالالف اور الفاطر میں رسم دو طرح ہے کہیں آخر میں الف ہے اور کہیں نہیں۔

اختلاف قراء ات دونوں سورتوں میں ہے' سورۃ الفاطر میں اختلاف قرآء ت کے مطابق اختلاف رسم بھی ہے انطباق قرآء ت' رسم پر بڑی آسانی سے ہو جاتا ہے۔

لیکن سورۃ الحج میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ لُؤْلُوٍ مجرور والی قرآء ت پر آخر میں الف کی کیا توجیہ ہو گی؟ الف کا رسم مجرور پر منطبق نہیں ہے۔ ناظم اسی اشکال کا جواب دے رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انطباق تقدیری ہے جس کی

توجیہ یہ ہے کہ یہ الف دو زبر کی تنوین کا نہیں بلکہ یا تو الف فاصل ہے۔
یا یہ کہہ لیجئے کہ لُؤْلُؤً کے آخر میں چونکہ ہمزہ بصورت واؤ مرسوم ہے اس کی توضیح مزید کے لیے ہمزہ کو بصورت الف لکھا گیا ہے۔
دونوں توجیہوں سے جزوالی قرآءت کا انطباق ہو جاتا ہے اور اشکال نہیں رہتا ہے۔ چنانچہ اِنِ امْرُؤٌا میں ہمزہ مرفوعہ کے باوجود الف لکھا ہوا ہے' اس کی بعینہ یہی دو توجیہیں ہوں گی۔

نوٹ:

یاد رہے کہ لفظ لُؤْلُؤٌ قرآن میں کل چھ جگہ آیا ہے۔
(۱) لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ (الطور ع ۱)
(۲) يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (الرحمٰن ع ۱)
(۳) كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ (الواقعہ ع ۱)
(۴) إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا (الدہر ع ۱)
(۵) مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا (الحج ع ۳)
(۶) مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا (الفاطر ع ۴)

پہلے تین میں الف مرسوم نہیں' دلیل الحیران میں ہے کہ شیخین (علامہ دانیؒ و علامہ شاطبیؒ) کے نزدیک مرفوع و مجرور میں الف کی زیادتی نہیں ہے گو بعض نے ان میں بھی الف زیادہ کیا ہے آخری تین میں سے سورۂ الدہر اور سورۂ الحج والے کے آخر میں الف مرسوم ہے اور الفاطر والے میں مختلف فیہ ہے۔
بیان مذکورہ بالا سے مسئلہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ افضل الدرر اور اس کے ترجمہ شرح اسہل الموارد میں یہ مسئلہ اور ناظم کے کلام کی شرح اس بری طرح مسخ ہوئی ہے کہ پڑھنے والا چکرا کر رہ جاتا ہے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہم نے اسہل الموارد کے مصنف جناب قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ کو لکھا تھا۔ انہوں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ اسہل الموارد میں یہ موقع لائق اصلاح ہے۔ جس کی تلافی آئندہ اشاعت میں کی جائے گی۔
علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَ تَأْمَنُنَا لِلْكُلِّ يُخْفِي مُفَصَّلًا
وَ أَدْغَمَ مَعْ إِشْمَامِهِ الْبَعْضُ عَنْهُمُ

لَا تَأْمَنَّا (یوسف ع ۲) اصل میں لَا تَأْمَنُنَا ہے دو نونوں سے' جن میں سے پہلا نون مضموم اور دوسرا مفتوح ہے

اور لَا نافیہ ہے سو اس میں محض ادغام اور محض اظہار جائز نہیں بلکہ ابو جعفر کے سوا باقی نو ائمہ کے لیے جن میں حفص بھی شامل ہیں دو وجوہ ہیں۔

(۱) ادغام مع الاشمام:

یعنی ادغام کے بعد نون کی تشدید اور غنہ ادا کرتے وقت اصل کی طرف اشارہ کرنے کے لیے نون کی پہلی آواز میں ہونٹوں کو غنچے کی مانند اس طرح گول کر لینا جس طرح ضمہ کی ادائیگی کے وقت گول کیے جاتے ہیں تاکہ دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہاں اصل میں دو نون تھے اور ان میں سے پہلے پر پیش تھا اس کو اشمام کہتے ہیں۔ اس کی ادائیگی کی کیفیت استاذ کے ہونٹوں کو دیکھ کر ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اور رسم کی پیروی کی بنا پر یہی وجہ اولیٰ ہے اور یہی وجہ قراء کے یہاں اکثر اور مشہور تر ہے۔ اسی لیے علم تجوید کی بعض کتب میں اسی کو خاص کیا جاتا ہے۔

(۲) اظہار مع الروم:

یعنی دو نون سے لَا تَاْمَنُنَا پڑھتے ہوئے پہلے نون کے پیش کو ہلکا کر کے ایک تہائی حصہ کے برابر ادا کریں اس وجہ میں دوسرے نون پر تشدید بھی نہیں پڑھی جاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر ابو جعفر کے لیے لَا تَاْمَنُنَا میں ادغام بلا اشمام اور اظہار بلا روم جائز و صحیح نہیں۔

رہے ابو جعفر سو وہ اشارۂ اشمام کے بغیر خالص ادغام و تشدید سے لَا تَأْمَنَّا پڑھتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر الحمد للہ فن رسم کے فرشی کلمات کا بیان اختتام پذیر ہوا۔

اصول

بَابُ الْحَذْفِ فِيْ كَلِمَاتٍ تُحْمَلُ عَلَيْهَا أَشْبَاهُهَا

ان کلمات کا بیان جن میں حذف ہے اور ان کے نظائر کو بھی انہیں پر قیاس کیا جائے۔

فن قراءت میں اصول کم اور فرش زیادہ ہیں اور فن رسم میں اس کا عکس ہے اس لیے قراءت کی کتب میں پہلے اصول اور پھر فرش ہوتے ہیں اور رسم کی کتب میں اس کے برعکس پہلے فرش اور پھر اصول ہوتے ہیں۔

لہٰذا اب یہاں سے رسم کے اصول شروع ہوتے ہیں جنہیں بڑی تفصیل سے ناظم علام بیان فرماتے ہیں۔

129/1 وَهَاكَ فِيْ كَلِمَاتٍ حَذْفُ كُلِّهِمْ
وَاحْمِلْ عَلَى الشَّكْلِ كُلَّ الْبَابِ مُعْتَبِرَا

ت: اور تو چند کلمات کو لے جن میں تمام اہل رسم کے لیے الف کا حذف ہی ہے، اور انہیں مذکورہ کلمات کی شکل پر پورے باب کو قیاس کرتے ہوئے حمل کر لے۔

ف: مطلب یہ ہے کہ اس باب میں کچھ ایسے کلمات لائیں گے کہ ان میں الف باجماع محذوف ہوگا وہ کلمات کچھ معمولی تغیر سے بھی اگر قرآن میں واقع ہوں تو تمہیں چاہئے کہ حکم (حذف الف) کو عام سمجھتے ہوئے ہر جگہ الف کا حذف ہی سمجھو۔ مثلاً بتائیں گے کہ 'لٰكِنْ کا الف محذوف الرسم ہے تو اس حکم کو عام سمجھا جائے 'لٰكِنَّا' 'لٰكِنَّكُمْ' 'لٰكِنِّيْ سب میں یہی حکم ہوگا۔ یا السَّلَامُ کا الف محذوف بتائیں گے تو سَلَامٌ کا بھی یہی حکم سمجھنا۔

قولہ الشَّكْلِ، اس سے تو خود یہی کلمات مراد ہیں جو اس باب کے اشعار میں بیان کریں گے اور جو كُلَّ الْبَابِ فرما رہے ہیں تو اس سے دوسری شکلوں کی طرف اشارہ ہے مثلاً ذٰلِكَ اور اس کے علاوہ 'ذٰلِكُمَا' 'ذٰلِكُمْ' 'ذٰلِكُنَّ' 'كَذٰلِكَ وغیرہ بھی اس میں داخل ہوں گے۔ خوب ذہن نشین کر لو۔

130/2 لٰكِنْ أُولٰئِكَ وَالّٰئِيْ وَذٰلِكَ هَا
يَا وَالسَّلَامُ مَعَ اللّٰتِيْ فَرُدْ غُدُرًا

ت: لٰكِنْ۔ اور أُولٰئِكَ اور الّٰئِيْ اور ذٰلِكَ اور ها (حرف تنبیہ) اور يَا (حرف ندا) اور السَّلَامُ ساتھ ہی اللّٰتِيْ میں الف محذوف الرسم ہے۔ لہٰذا تالابوں کو تلاش کر۔ (یعنی ہماری بیان کردہ جزئیات سے کلیات بنا لے)

ف: اَلرَّوْدُ تلاش کرنا، رُدْ۔ صیغہ امر ہے، غَدِيْرٌ تالاب، غُدُرٌ۔ اس کی جمع ہے۔

یعنی ان کلمات میں تمام مصاحف میں الف محذوف ہے۔

لٰکِنْ مخفف ہو یا مشدد، جس طرح بھی واقع ہو جیسے وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ۔ وَلٰکِنَّہٗ اَخْلَدَ۔ وَلٰکِنِّیْٓ اَرٰکُمْ۔ وَلٰکِنَّکُمْ کُنْتُمْ وغیرہ۔

اسی طرح اُولٰٓئِکَ۔ اُولٰئِکُمْ۔ اَلّٰئِیْ یُظٰھِرُوْنَ۔ اَلّٰئِیْ یَئِسْنَ۔ ذٰلِکَ۔ ذٰلِکُمْ۔ ھٰٓاَنْتُمْ۔ ھٰٓؤُلَآءِ۔ ھٰذَا۔ ھٰذِہٖ۔ ھٰذٰنِ وغیرہ۔

یَا ندائیہ کا الف ہر جگہ محذوف ہو گا جیسے یٰٓاٰدَمُ۔ یٰٓاَیُّھَا۔ یٰٓاَیَّتُھَا۔ یٰنُوْحُ۔ یٰٓاُخْتَ۔ یٰسَمَآءُ۔ یٰٓاَسَفٰی۔ وغیرہ۔

لفظ سَلٰامٌ معرفہ و نکرہ میں ہر جگہ الف محذوف ہو گا جیسے وَالسَّلٰمُ عَلٰی۔ اَلسَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ۔ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ۔ قَالُوْا سَلٰمًا۔ قَالَ سَلٰمٌ۔ سَلٰمٌ مِّنَّا وغیرہ۔

اَلّٰتِیْ کا الف ہمیشہ محذوف ہو گا جیسے وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ۔ وَالّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ وغیرہ۔

فائدہ:

یاد رہے کہ لفظ اَلّٰئِیْ اور اَلّٰتِیْ میں صرف ایک لام مشدد لکھا جاتا ہے اور اَلّٰئِیْ میں ہمزہ بھی محذوف الشکل ہے۔ لیکن یہاں حضرت ناظمؒ صرف الف کا حذف بتانا چاہتے ہیں۔

131/3 مَسٰاجِدُ وَاِلٰہٌ مَعْ مَلاٰئِکَۃٍ
وَاذْکُرْ تَبٰارَکَ وَالرَّحْمٰنُ مُغْتَفِرَا

ت: اسی طرح مَسٰاجِدُ اور اِلٰہٌ ساتھ ہی مَلٰائِکَۃٌ میں (الف محذوف ہے) اور یاد رکھ تَبٰارَکَ اور اَلرَّحْمٰن دراں حالیکہ وہ رحمٰن بڑا مغفرت فرمانے والا ہے یا دراں حالیکہ تو ان کلمات کے الفوں کو چھپانے والا ہو۔

ف: مَسٰاجِدُ جیسے مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ۔ اَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ۔ وَمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا۔ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ۔ وغیرہ۔

اِلٰہٌ جیسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ اِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمْ۔ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ۔ وغیرہ۔

مَلاٰئِکَۃٍ جیسے لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ۔ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ وغیرہ۔

تَبٰارَکَ جیسے تَبٰرَکَ الَّذِیْ۔ اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا۔ اَلَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا۔ ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ۔ جَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا۔ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ۔ فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ۔ وغیرہ۔

اَلرَّحْمٰانُ جیسے مِنْ ذِکْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وغیرہ۔

یہ تمام کلمات بھی حذف الف سے آئے ہیں۔

132/4 وَلَا خِـلَالَ مَـسَـاكِيـنَ الـضَّـلَالُ حَـلَا
لُ وَالْـكَـلَالَـةِ وَالْـخَـلَّاقُ لَا كَـدَرَا

ت : اور انہی میں وَلَا خِلَالَ اور مَسَاكِينَ اور الضَّلَالُ اور حَلَالَ اور وَالْكَلَالَةِ اور خَلَّاقِ بھی ہیں جن میں بغیر کسی تکلف کے الف محذوف ہے۔

ف : یعنی نیز باجماع مصاحف حسب ذیل کلمات میں الف محذوف ہے۔
وَلَا خِلَالَ چنانچہ فِيهِ وَلَا خِلٰلَ۔ وَلَا أَوْضَعُوا خِلٰلَكُمْ۔ فَجَاسُوا خِلٰلَ الدِّيَارِ۔ وَيَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهِ وغیرہ سب جگہ الف حذف ہے۔

اور مَسَاكِينَ میں بھی الف محذوف ہے (لیکن سورۃ المائدہ ع ۱۳ میں دونوں وجوہ ہیں یعنی باالالف بھی لکھا جاتا ہے اور حذف الف سے بھی، جیسا کہ فرش میں گزرا۔ دیکھو شعر نمبر ۶۰) باقی جگہ الف محذوف ہے جیسے اَلْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِينَ (البقرۃ، النساء، النور) اَلْمَسٰكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ وغیرہ۔
اَلضَّلَالُ کا الف بھی محذوف ہے جیسے فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيدِ۔ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ وغیرہ۔
حَلَالَ کا الف بھی محذوف ہے جیسے كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا۔ هٰذَا حَلٰلٌ وغیرہ۔
كَلَالَةِ میں بھی الف محذوف ہے جیسے يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ۔
خَلَّاقِ میں بھی الف محذوف ہے جیسے وَهُوَ الْخَلّٰقُ۔
قولہ وَلَا كَدَرَا یعنی بغیر کسی کدورت کے ان سب کلمات کا الف محذوف ہی ہے اور بے تکلف کلیتہً محذوف ہے۔

الالف المعانق للام و هو ما وقع بين لا مين فاجزان الشيوخ اتفقوا على حذف الفه حيث و قع فى القرآن نحوفى الكلالة۔ لا خلال۔ من خلاله۔ خلالكم۔ فى ظلال۔ و ظلالهم۔اغلا لا من سلالة بشرط ان تكون الالف و سطا۔ خرج نحو الاله الخلق و الامر۔ و خلاصة ما ذكر فى الالف المعانق للام انه اما ان يقع الى آخره ص ۵۲

ترجمہ : وہ کلمات جن میں دو لاموں کے درمیان الف ہوتا ہے تو علماء رسم اس الف کے حذف پر متفق ہیں۔ قرآن میں (لطائف البیان لاحمد محمد ابو ز-تمار)
جہاں کہیں بھی ہو شرط یہ ہے کہ وہ الف درمیان میں ہو۔
جیسے ضِلٰلٍ۔ اَلضِّلٰلُ۔ اَلْخِلٰلُ۔ اَلضَّلٰلَةُ۔ سُلٰلَةٍ۔ خِلٰلٍ۔ اَلْكَلٰلَةُ۔ اَلْاَغْلٰلُ وغیرہ۔ اس قاعدہ سے اَلْاِلٰهُ اَلْخَلْقُ وَالْاَمْرُ مستثنیٰ ہے۔

133/5 سُلٰلَةٍ وَغُلٰمٍ وَالضَّلٰلُ وَفِیْ
مَابَیْنَ لَامَیْنِ هٰذَا الْحَذْفُ قَدْ عُمِرَا

ت: اجماعی طور پر سُلٰلَةٍ اور غُلٰمٍ اور الضَّلٰلُ میں بھی حذف الف ہے اور دو لاموں کے درمیان آنے والے الف میں یہ حذف آباد کیا گیا ہے۔

ف: یعنی اجماعی طور پر ان کلمات میں بھی حذف الف ہی ہے۔

سُلٰلَةٍ جیسے مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ

غُلٰمٍ جیسے اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ۔ کَانَ لِغُلٰمَیْنِ۔ غِلْمٰنٌ لَّهُمْ وغیرہ۔

الضَّلٰلُ جیسے وَظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ۔ یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ وغیرہ۔

اور دو لاموں کے درمیان (جیسے سُلٰلَةٍ یا ظِلٰلُهٗ وغیرہ جیسے کلمات) آنے والے الف میں یہ حذف کیا جاتا ہے۔

گویا ایک قسم کا تماثل تھا اس سے بچنے کے لیے الف حذف ہوا ہے تاکہ تکرار کی سی صورت پیدا نہ ہو۔

الف تثنیہ

134/6 وَفِی الْمُثَنّٰی اِذَا مَا لَمْ یَکُنْ طَرَفًا
کَسٰحِرٰنِ اَضَلّٰنَا فَطِبْ صَدَرَا

ت: اور تثنیہ میں بھی الف حذف ہوتا ہے بشرطیکہ وہ طرف میں نہ ہو جیسے سٰحِرٰنِ (القصص ع ۵) اَضَلّٰنَا (فُصِّلَت ع ۴) پس تو سینہ کے اعتبار سے خوش ہو (یعنی اس اصول کو کشادہ دلی کے ساتھ بطور کلیہ کے قبول کر)

ف: یعنی وہ الف جو تثنیہ پر دلالت کرتا ہے خواہ بطور علامت ہو یا بطور اعراب' اسم میں ہو' ضمیر میں ہو یا فعل میں ہو' حذف ہوگا بشرطیکہ بطور حشو کے درمیان لفظ میں آ رہا ہو۔

جیسے قَالَ رَجُلٰنِ۔ وَ امْرَاَتٰنِ تَذُوْدٰنِ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ تَرَآءَ تِ الْفِئَتٰنِ۔ تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ۔ قَالُوْا سٰحِرٰنِ۔ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا۔ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ۔ اَلَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا۔ اِذَا جَآءَ نَا۔ فَخَانَتٰهُمَا۔ وَمَا یُعَلِّمٰنِ۔ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ۔ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ

نوٹ: ابن نجاحؒ اور دانیؒ میں اختلاف ہے ابن نجاح کہتے ہیں کہ تمام الفاظ تثنیہ میں حذف و اثبات میں خُلف ہے مگر علامہ دانیؒ کے نزدیک صرف تُکَذِّبٰنِ میں خُلف ہے۔ البتہ "تنزیل" میں الْاَوْلَیٰنِ کے حذف الف پر اجماع نقل کیا ہے (تفصیل کے لیے دیکھو "لطائف البیان" ص ۴۵)

سعودیہ کا مطبوعہ مصحف، جس پر ماہرین رسم کے دستخط ہیں۔ یَلْتَقِیٰنِ، یَبْغِیٰنِ وغیرہ میں الفات مرسوم ہیں۔ یا

للعجب جب کہ "لطائف البیان" ص ۴۵ کے حاشیہ میں ہے۔

"والعمل علی حذف الف المثنی حیث وقع غیر تکذبان فبالاثبات"

اور اگر الف تثنیہ، طرف میں ہو تو مرسوم ہو گا۔

جیسے فَكُلَا۔ شِئْتُمَا۔ رَسُولَا۔ وَطَفِقَا۔ قَالَتَا۔ اَنْ تَفْشَلَا۔ فَاسْتَقِيمَا وغیرہ۔

فائدہ: یاد ہو گا کہ لفظ "تُكَذِّبٰنِ" کے الف میں پیچھے خُلف' بتلا کر آئے ہیں۔ دیکھو شعر ۱۱۱۔

نون جمع متکلم کا الف

135/7 وَبَعْدَ نُونِ ضَمِيرِ الْفَاعِلِينَ كَاٰ
تَيْنَا وَزِدْنَا وَعَلَّمْنَا حُلًا خَضِرَا

ت: (۱) (اور نیز باتفاق مصاحف الف محذوف ہو گا) ضمیر جمع کے نون کے بعد جیسے اٰتَيْنٰكَ۔ زِدْنٰهُمْ۔ عَلَّمْنٰهُ سر سبز زیوروں کی طرح۔

(۲) اور فاعلوں کی ضمیر کے نون کے بعد اٰتَيْنٰهُ اور وَعَلَّمْنٰهُ (ا لکھف ع ۹) اور وَزِدْنٰهُمْ (ا لکھف ع ۲) کی طرح ہیں حالانکہ یہ شیریں اور سبز ہے۔

ف: الف تثنیہ کی طرح، نون جمع متکلم کا بھی اصول ہے کہ اگر درمیان میں آجائے یعنی اس کے ساتھ ضمیر مفعول لاحق ہو جائے تو الف مرسوم نہ ہو گا اور اگر آخر میں واقع ہو تو الف مرسوم ہو گا۔

نون جمع متکلم کے کلمہ کے درمیان میں آنے کی مثالیں۔

جیسے وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ۔ اَنْشَاْنٰهُنَّ۔ اَغْوَيْنٰهُمْ وغیرہ۔

اور الف کے مرسوم ہونے کی مثالیں۔

جیسے وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ۔ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ۔ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ۔ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وغیرہ۔

136/8 وَعٰلِمًا وَ بَلٰغٌ وَ السَّلٰسِلَ وَالشْ
شَيْطٰنُ اِيلٰفُ سُلْطٰنٌ لِمَنْ نَظَرَا

ت: اور (باتفاق الف حذف ہو گا) عٰلِمًا میں اور بَلٰغٌ میں اور السَّلٰسِلُ میں اور الشَّيْطٰنُ میں اور اِيلٰفِ میں اور سُلْطٰنٍ میں، ہر اس شخص کے لیے جو نظر سے کام لے۔

ف: عٰلِمًا جیسے عٰلِمُ الْغَيْبِ

بَلٰغٌ جیسے فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ۔ هٰذَا بَلٰغٌ۔ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ۔

اَلسَّلَاسِلَ جیسے اَلسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ۔ لِلْکَافِرِیْنَ سَلٰسِلَ۔
اَلشَّیْطَانِ جیسے مِنَ الشَّیْطٰنِ۔ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ۔ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا۔
اِیلَافِ جیسے لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۔ اِیْلٰفِهِمْ۔
ان دونوں میں الف مرسوم نہیں اور لام سے پہلے یاء کا رسم انشاء اللہ آگے بیان ہو گا۔ دیکھو شعر ۱۸۴
سُلْطَانٌ جیسے سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ۔

137/9 وَاللَّاعِنُوْنَ مَعَ اللَّاتِ الْقِیَامَةِ اَصْ
حَابُ خَلَائِفُ اَنْهَارٌ صَفَتْ نُهُرَا

ت: اور الف حذف ہو گا اَللَّاعِنُوْنَ میں ساتھ ہی اَللَّاتِ میں اور اَلْقِیَامَةِ میں اور اَصْحَابُ میں اور خَلَائِفُ میں اور اَنْهَارُ میں کہ جو روشن دنوں سے زیادہ صاف ہیں (یعنی جنت کی نہریں کہ جن کا ذکر مبارک قرآن کریم میں ہے)
ف: اَللَّاعِنُوْنَ جیسے یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔
اَللَّاتِ جیسے اللّٰتَ وَالْعُزّٰی
اَلْقِیَامَةِ جیسے وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔
اَصْحَابُ جیسے اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ۔ اَصْحٰبُ النَّارِ۔ لَهٗ اَصْحٰبٌ۔ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ۔
خَلَائِفُ جیسے جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ
اَنْهَارِ جیسے مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ فِیْهَا اَنْهٰرٌ
نُهُرٌ بضمتین جمع نَهَارٌ اور نَهَارٌ سورج کے طلوع سے غروب تک کا وقت۔
یعنی نہار بمعنی دن۔ اور یوم بمعنی دن رات، چوبیس گھنٹے

138/10 اُوْلٰی یَتَامٰی نَصَارٰی فَاحْذِفُوْا وَ تَعَا
لٰی کُلُّهَا وَبِغَیْرِ الْجِنِّ اَلْاٰنَ جَرٰی

ت: اور یَتَامٰی اور نَصَارٰی کا پہلا الف پس اس کو حذف کرو۔ اور تَعَالٰی کے الف کو تمام مصاحف نے حذف کیا ہے اور اَلْاٰنَ میں سورۃ الجن کے علاوہ میں الف کا حذف جاری ہوا ہے۔
ف: یَتَامٰی جیسے ذِی الْقُرْبٰی وَیَتٰمَی النِّسَآءِ۔
نَصَارٰی جیسے وَقَالَتِ النَّصٰرٰی۔
تَعَالٰی جیسے فَتَعٰلَی اللّٰهُ۔ وَاَنَّهٗ تَعٰلٰی

اَلْاٰنَ جیسے اَلْـٰٔـنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَلْـٰٔـنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ وَقَالُوا الْـٰٔـنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ. فَالْـٰٔـنَ بَاشِرُوْهُنَّ وغیرہ۔

البتہ سورۂ جن میں اَلْاٰنَ کا الف مرسوم ہے۔ یعنی فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ۔

نوٹ:

اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ الف ہمزہ کی شکل ہو اور ہمزہ کے بعد والا الف حسب قاعدہ محذوف ہی ہو۔ (النشر و اتحاف)

وزن بیت کے لیے ناظم علیہ الرحمہ کے کلام میں اَلْاٰنَ کو نقل حرکت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

139/11 حَتّٰى يُلَاقُوا مُلَاقُوهُ مُبَارَكً نِ اخْ
فَظْهُ مُلَاقِيهِ بَارَكْنَا وَكُنْ حَذِرَا

ت: نیز الف حذف ہے حَتّٰى يُلَاقُوا مُلَاقُوهُ مُبَارَكًا میں یاد کر اس کو اور ایسے ہی مُلَاقِيهِ اور بَارَكْنَا میں اور تو الف کو لکھنے میں محتاط ہو جا۔

ف: یعنی حَتّٰى يُلٰقُوا اِنَّكُمْ مُلٰقُوهُ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا كَدْحًا فَمُلٰقِيهِ اور بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ ان پانچ کلمات میں بھی الف ہر جگہ محذوف ہے۔

140/12 وَكُلُّ ذِيْ عَدَدٍ نَحْوُ الثَّلَاثِ ثَلَا
ثَةٍ ثَلٰثِيْنَ فَادْرِا لِكُلٍّ مُعْتَبِرَا

ت: اور ہر وہ لفظ جو گنتی والا ہو جیسے اَلثَّلَاثُ، ثَلَاثَةٍ، ثَلٰثِيْنَ (پس وہ محذوف الالف ہو گا) ان تمام اعداد کو تو جان لے قیاس سے کام لیتے ہوئے۔

ف: اعداد میں الف مرسوم نہ ہو گا جیسے وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا. ثُلٰثَ وَرُبٰعَ. فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً. عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ. ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ. فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ. وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ. ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ. وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا. ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا. ثَانِيَ اثْنَيْنِ. وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ. اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا. فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا وغیرہ۔

یعنی جو الفاظ گنتی کے معنی دیتے ہیں ان کا الف بھی ہر جگہ محذوف ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مندرج مثالوں سے معلوم ہوا۔

نوٹ:

مِائَةٌ اور مِائَتَيْنِ اس سے مستثنیٰ ہیں اور یہ الف کی زیادتی سے ہی ہیں ان کا ذکر عنقریب آتا ہے دیکھو شعر نمبر

-۱۶۳

141/13 وَاحْفَظْ فِی الْاَنْفَالِ فِی الْمِیْعَادِ مُتَّبِعًا
تُرَابَ رَعْدٍ وَنَمْلٍ وَالنَّبَا عَطِرًا

ت: اور تو یاد کر سورۃ الانفال میں اَلْمِیْعَادِ کو اتباع کرتے ہوئے، اسی طرح سورۃ الرعد، النمل اور سورۃ النباء میں لفظ تُرَابٌ کو دراں حالیکہ یہ الفاظ عطر کی سی خوشبو والے ہیں۔

ف: یعنی سورۃ الانفال میں لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ (ع ۵) میں لفظ اَلْمِیْعَادِ کا عین کے بعد والا الف محذوف الرسم ہے۔

سورۃ الانفال کی قید سے یہ نکلتا ہے کہ غیر الانفال میں اَلْمِیْعَادِ بالالف ہے جیسے لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادِ بالالف ہے۔

اسی طرح لفظ تُرَابٌ سورۃ الرعد ع ۱، النمل ع ۶ اور سورۃ النباء ع ۲ میں بحذف الف معطر ہوا ہے۔

سورۃ الرعد: اَئِذَا کُنَّا تُرٰبًا

سورۃ النمل: اَئِذَا کُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَاؤُنَا

سورۃ النبا: وَکُنْتُ تُرٰبًا

اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ مذکورہ تین سورتوں کے علاوہ لفظ تُرَابٌ مرسوم بالالف ہے جیسے:
خَلَقْنٰکُمْ مِنْ تُرَابٍ (الحج) اَیُمْسِکُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ (النحل) اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ (الکہف)

142/14 وَاَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ اَیُّهَ الثَّقَلَانِ
اَیُّهَ السَّاحِرُ اخْصُصْ کَالنَّدٰی سَحَرًا

ت: اور (حذف الف کے ساتھ) خاص سمجھو اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ (النور ع ۴) اور اَیُّهَ الثَّقَلَانِ (الرحمٰن ع ۲) اور اَیُّهَ السَّاحِرُ (الزخرف ع ۵) کو جس طرح صبح کے وقت کے ساتھ شبنم خاص ہوتی ہے۔

ف: اَیُّهَا مذکورہ تین جگہ بالاتفاق بحذف الف مرسوم ہے اور ان کے علاوہ باقی سب جگہ یہ لفظ بالالف ہے جیسے:
یٰاَیُّهَا النَّاسُ۔ یٰاَیُّهَا الْعَزِیْزُ۔ یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ۔

قراءات

امام شاطبی حرزالامانی میں فرماتے ہیں۔

وَیَا اَیُّهَا فَوْقَ الدُّخَانِ وَ اَیُّهَا
لَدَی النُّوْرِ وَ الرَّحْمٰنِ رَافِقْنَ حُمَّلَا

وَفِی الْهَا عَلَی الْاِتْبَاعِ ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ
لَدَی الْوَصْلِ وَالْمَرْسُوْمُ فِیْهِنَّ اَخْیَلَا

محذوف الالف اَیُّهَ کی قراء ات درج ذیل ہیں۔

اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ (النور) ھا کے ضمہ سے وصلاً ابن عامر اور ھا کے اسکان کے ساتھ ' وقفاً' شامی ' ابو عمرو بصری ' کسائی اور یعقوب ھا کے بعد الف پر وقف کرتے ہیں۔ باقین ھاء پر وقف کرتے ہیں۔ وصلاً تمام قراء حذف الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ : (سورۃ الرحمٰن) ھاء کے ضمہ سے وصلاً ابن عامر پڑھتے ہیں۔ باقین ھا کے فتحہ کے ساتھ وصلاً پڑھتے ہیں ابو عمرو بصری۔ کسائی اور یعقوب وقف بالالف کرتے ہیں اور باقین ھا کے اسکان کے ساتھ وقفاً پڑھتے ہیں۔

اَیُّهَ السّٰحِرُ : (الزخرف) ابن عامر شامی وصلاً یاء کے ضمہ کی اتباع کرتے ہوئے نیز ھا کا بھی ضمہ ہی پڑھتے ہیں۔ باقین ھا پر فتحہ پڑھتے ہیں۔ ابو عمرو بصری۔ کسائی اور یعقوب الف وقفاً پڑھتے ہیں باقین حذف الالف اور ھا کے اسکان کے ساتھ وقف کرتے ہیں۔

143/15 کِتَابٌ اِلَّا الَّذِیْ فِی الرَّعْدِ مَعَ اَجَلٍ
وَالْحِجْرِ وَالْکَهْفِ فِیْ ثَانِیْهِمَا غَبَرَا

ت : لفظ "کِتَابٌ" ہر جگہ محذوف الالف ہے مگر سورۃ الرعد میں جو لفظ اَجَلٍ کے ساتھ ہے (یعنی لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ ع ٦) اور سورۃ الحجر اور سورۃ الکہف میں دوسری جگہ آنے والے لفظ "کِتَابٌ" میں بھی الف باقی رہا ہے۔

ف : یعنی سورۃ الحجر ع ا میں دوسرا لفظ "کِتَابٌ" بالالف ہے اِلَّا وَلَهَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ' اور الکہف میں بھی دوسرا لفظ "کِتَابٌ" بالالف ہے مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ (ع ۴)

خلاصہ یہ ہوا کہ لفظ "کِتٰبٌ" ہر جگہ محذوف الالف ہے مگر چار مواقع میں الف سے ہے جو درج ذیل ہیں۔

(۱) لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ (الرعد ع ٦)

(۲) اِلَّا وَلَهَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ (الحجر ع ۱)

(۳) مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ (الکہف ع ۴)

(۴) تِلْکَ اٰیَاتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتَابٌ مُّبِیْنٌ (النمل ع ۱)

سورۃ النمل والا موقع آئندہ شعر میں بیان کر رہے ہیں۔

"کِتٰبٌ" محذوف الالف کی امثلہ:

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ۔ جَآءَ هُمْ کِتٰبٌ۔ کِتٰبُ اللّٰهِ۔ هٰذَا کِتٰبُنَا۔ فَأْتُوْا بِکِتٰبِکُمْ وغیرہ۔

144/16 وَالنَّمْلِ الْاُوْلٰى وَقُلْ اٰیٰتُنَا وَ مَعًا
بِیُوْنُسَ الْاُوْلَیٰانِ اسْتَثْنِ مُؤْتَمِرَا

ت: اور النمل (ع ۱) میں پہلا "کِتَابٌ" بھی بالالف ہے اور تو کہہ کے لفظ اٰیٰتُنَا میں (یا کے بعد والا) الف ہر جگہ محذوف الرسم ہے مگر سورۂ یونس میں پہلی دو جگہ کو تو اس سے مستثنیٰ کر، صیغہ امر پڑھتے ہوئے۔

ف: النمل (ع ۱) میں تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتَابٌ مُّبِیْنٍ میں بھی لفظ "کِتَابٌ" بالالف ہے حاصل یہ کہ تمام قرآن میں یہ لفظ چار جگہ بالالف ہے جس کی تشریح گذشتہ شعر میں کر دی گئی ہے۔

اٰیٰتُنَا: یعنی وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا (یونس ع ۲) اور اِذَا لَهُمْ مَکْرٌ فِیْ اٰیٰتِنَا قُلْ (یونس ع ۳) میں یہ الف مرسوم ہے۔

نوٹ:

سورۂ یونس علیہ السلام میں وہ دو اٰیٰتُنَا جو صیغہ امر کے ساتھ پہلی دو جگہ آئے ہیں یعنی قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَکْرًا اور قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ۔

ورنہ ابتداء سورت سے تو یہ دونوں پانچویں اور ساتویں موقعہ پر ہیں۔

145/17 فِیْ یُوْسُفٍ خُصَّ قُرْاٰنًا وَزُخْرُفِهٖ
اُوْلٰهُمَا وَبِاِثْبَاتِ الْعِرَاقِ یُرٰى

ت: سورۂ یوسف میں اور سورۂ الزخرف دونوں میں لفظ "قُرْاٰنً" جو پہلی مرتبہ آرہا ہے اس کو تو حذف الف کے ساتھ خاص کر اور مصاحف عراق میں یہ دونوں بھی باثبات الف ہی دیکھے جاتے ہیں۔

ف: یعنی لفظ "قُرْاٰنً" دو سورتوں، یوسف اور الزخرف کے شروع میں جو آرہا ہے وہ مشہور و کثیر روایات کی بنا پر بحذف الف ہے گو مصحف عراق میں یہ دونوں بھی باثبات الف ہی ہیں۔

سورۂ یوسف میں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا۔

اور الزخرف کے شروع میں اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا۔

ان دو کے علاوہ ہر جگہ الف ثابت ہے۔

لفظ "قُرْاٰن" نکرہ ہویا معرفہ یہ قرآن کریم میں تقریباً" ستر جگہ آیا ہے اور اس کی رسم اس طرح ہے۔

اثبات الف کی مثالیں

اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنِ۔ وَقُرْاٰنِ الْفَجْرِ۔ وَاٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا وغیرہ۔ یُوْسُفِ منصرف وزن شعری کے لیے ہے۔

اُوْلاٰھُمَا کہنے سے ان دونوں سورتوں کے دوسرے خارج ہو گئے جن میں الف ثابت ہے۔ جیسے۔ یوسف کا ثانی۔ بِمَا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ اور الزخرف کا ثانی۔ لَوْلاَ اُنْزِلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ۔ قولہ وَزُخْرُفِہٖ میں ھاء قرآن کی طرف راجع ہے۔

رسم کا قیاسی اصول یہ ہے کہ ہمزہ متحرکہ بعد ساکن صحیح محذوف الشکل ہوتا ہے۔ قُرْآنٌ میں ہمزہ کا مرسوم ہونا خلاف قیاس ہوا۔ یوسف اور الزخرف والا قُرْءٰنًا جو بحذف ہمزہ ہے موافق قیاس ہوا۔

امام ابن کثیر مکیؒ نے تمام قرآن میں لفظ قُرْاٰنٌ کو بغیر ہمزہ پڑھا ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ ان کی قرآءت میں نقل حرکت ہے بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ قَرْنٌ سے مشتق ہے[1]۔ لہٰذا ان کی قرآءت میں قُرَانٌ بروزن فُعَالٌ ہے۔

غیر مکی قراء کے یہاں قُرْاٰنٌ قَرأَ سے، بروزن فُعْلاَنٌ ہے، تو کہنا چاہئے کہ قُرْاٰنٌ علی قراء ۃ المکی باثبات الف مرسوم ہے۔ صرف سورۂ یوسف اور سورۂ الزخرف میں جمہور کی قرآءت کی رعایت پائی گئی ہے۔

146/18 وَسَاحِرٌ غَیْرُ اُخْرٰی الذّٰرِیٰتِ بَدَا
وَالْکُلُّ ذُوْالِفٍ عَنْ نَافِعٍ سُطِرَا

ت: اور لفظ سَاحِرٌ (مُنکّر) سورۂ الذاریات کے آخر کے سوا، قرآن میں ہر جگہ بحذف الف ظاہر ہوا ہے اور نافع سے یہ روایت لکھی گئی ہے کہ لفظ سَاحِرٌ (مُنکّر) تمام جگہ الف ہی کے ساتھ ہے۔

ف: اُخْرٰی الذّٰرِیٰتِ، یعنی اَمَّا اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ اور آخری کہنے سے اس سٰحِرٌ سے احتراز مقصود ہے جو اس سے پہلے آیا ہے یعنی فَتَوَلّٰی بِرُکْنِہٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ

اور اَلسّٰحِرُ معرف باللام جو طٰہٰ میں ہے یعنی وَلاَ یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی اور سورۂ الزخرف میں ہے وَقَالُوْا یٰاَیُّہَ السّٰحِرُ۔ ابوداؤد دانیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں الف ثابت ہے اور علامہ دانی نے یہ اصول بیان فرمایا

---

(۱) قال الشافعی:

"وقرأت علی اسمعیل بن قسطنطین وکان یقول القران اسم ولیس بمھموز ولم یوخذ من قرات، ولو اخذ من قرأت لکان کل ماقری قرانا ولکنہ اسم للقرآن مثل التوراۃ والانجیل بھمز قرأت ولا یھمز القرآن"

وھذا الاسناد رواہ الحافظ ابن حجر فی توالی التاسیس ص ۴۲ باسنادہ الی الخطیب ثم قال ھذا حدیث حسن متصل الاسناد بائمۃ الحدیث ("الرسالۃ" حاشیۃ ۱۴)

ہے کہ جو لفظ فاعل کے وزن پر ہو اس میں الف ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ:

ناظم رحمہ اللہ کے کلام سے جو لفظ سَاحِرٌ مُنکَّر میں خُلف ثابت ہو رہا ہے یہ اس میں ہے کہ جس میں قرآء ت کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور سب قراء نے اس کو بصیغہ اسم فاعل ہی پڑھا ہے جیسے وَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ لیکن جہاں صیغہ اسم فاعل یا صیغہ فعال پڑھنے میں اختلاف ہو جو سورۃ الاعراف يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ میں ہے اور سورۃ یونس میں دوسری جگہ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ میں ہے۔

تو ان دونوں کو ناظم فرش میں بیان کر آئے ہیں۔ دیکھو شعراء

147/19 وَالاَعْجَمِيُّ ذُوالاِسْتِعْمَالِ خُصَّ وَقُلْ
طَالُوتَ جَالُوتَ بِالاِثْبَاتِ مُقْتَفِرَا

ت: اور وہ اسم عجمی جو کثیر الاستعمال ہو حذف الف کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور کہہ طَالُوتَ جَالُوتَ اثبات الف کے ساتھ' اس حال میں کہ اس اثبات کی اتباع کی گئی ہے۔

ف: اور اگر مُقْتَفِرَاء بکسر فا بصیغہ اسم فاعل پڑھا جائے تو پھر قُلْ کے فاعل مخاطب سے حال ہے یعنی تو کہہ اس حال میں کہ تو اس بات کا اتباع کرنے والا ہے۔

اور ابن القاصح نے اپنی شرح میں مُغْتَفِرَا لکھا ہے۔

یعنی قرآن میں جس قدر بھی اسماء عجمیہ کثیر الاستعمال آئے ہیں وہ سب بشرطیکہ زائد علی الثلاث ہوں' کثیر الدور ہونے کے باعث اور کسی قسم کا التباس نہ ہونے کے باعث بحذف الف مرسوم ہیں جیسے:

اِبْرٰهِيمَ۔ اِسْمٰعِيلَ۔ اِسْحٰقَ۔ هٰرُوْنَ۔ مِيكٰئِيلَ۔ عِمْرٰنَ۔ لُقْمٰنَ اور زائد علی الثلاث کی قید لگانے سے عَادَ نکل گیا جس میں الف مرسوم ہے۔

148/20 يَاجُوجَ مَاجُوجَ فِي هَارُوتَ تَثْبُتُ مَعْ
مَارُوتَ قَارُونَ مَعْ هَامَانَ مُشْتَهِرَا

ت: اور يَاجُوجَ مَاجُوجَ اور هَارُوتَ میں الف ثابت ہے ساتھ ہی مَارُوتَ اور قَارُونَ میں اور ساتھ ہی هَامَانَ میں الف کا ثبوت مشہور ہے۔

ف: یعنی یہ اسما بھی اگرچہ عجمی ہیں مگر ان میں الف ثابت الرسم ہے۔ اسماء عجمیہ میں کثیر الاستعمال کی وجہ' بطور ایک نکتہ کے لائی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام اسماء عجمیہ کا ورود' کتب منزلہ میں قریبا" ہوا ہے قرآن نے ان کو اہل اسلام میں

مزید روشن کر دیا، اس لحاظ سے سب ہی کثیر الاستعمال ہو گئے۔ الف کے ہونے یا نہ ہونے کا مدار صرف اصطلاح رسمی ہے۔

149/21 دَاوُدُ مُثْبَتٌ اِذْ وَاوٌ بِهٖ حَذَفُوْا
وَالْحَذْفُ قَلَّ بِاِسْرَائِيْلَ مُخْتَبَرَا

ت: دَاوُدُ میں الف ثابت ہے کیونکہ اس میں ایک واؤ کو حذف کیا ہوا ہے اور لفظ اِسْرَائِيْلَ میں الف کا حذف قلیل ہے، اس حال میں کہ یہ حکم آزمایا ہوا ہے۔

ف: یعنی دَاوُدُ میں الف لکھا جاتا ہے قیاس یہی تھا کہ اسم عجمی ہے اور کثیر الاستعمال بھی ہے لیکن اس لیے لکھتے ہیں کہ اس لفظ میں دو واؤ جمع ہوئیں اور ایک واؤ تماثل فی الرسم کے اصول کے مطابق حذف ہوئی، تو الف کو حذف نہیں کیا گیا تاکہ ایک ہی لفظ میں دو حذف واقع نہ ہوں۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ لفظ اِسْرَائِيْلَ میں الف کا اثبات زیادہ اور حذف قلیل ہے گویا خُلْف ہے مگر اثبات الف کو قوت ہے اور وجہ یہاں بھی وہی ہے کہ اِسْرَائِيْلَ میں ایک یاء تماثل فی الرسم کی وجہ سے حذف ہوئی ہے۔ لہٰذا الف کو برقرار رکھا گیا ہے۔

التحقیق الالہامی

150/22 وَكُلُّ جَمْعٍ كَثِيْرِا الدَّوْرِ كَالْكَلِمَا
تِ الْبَيِّنَاتِ وَنَحْوُ الصَّالِحِيْنَ ذَرَا

ت: اور ہر جمع مذکر سالم و مونث سالم جو زبانوں پر کثرت سے جاری ہونے والی ہو جیسے اَلْكَلِمَاتِ۔ اَلْبَيِّنَاتِ اور جیسے اَلصَّالِحِيْنَ نے الف کو اڑا دیا ہے (یعنی حذف کر دیا ہے)

ف: "نثر المرجان" جو رسم پر ایک محققانہ اور بسیط کتاب ہے اس کی تحقیق سے کثیر الدور کے ذیل میں وہ جمعیں آتی ہیں جو عربی زبان میں بکثرت استعمال ہوں۔

اقول:

مطلقاً جمع سالم مذکر و مونث مراد ہے۔ کیونکہ یہ جمع چیزوں پر دال ہوتی ہے اشتقاقی معنی پر، اور افراد کثیرہ پر ------ نہ کہ جمع تکثیر۔

كُلُّ جَمْعٍ: مبتدا اور ذرا خبر ہے۔ ذَرًا، ذَرْیٌ یا ذَرْوٌ سے ماضی واحد مذکر غائب ہے جس کے معنی ہیں ہوا کا کسی چیز کو اڑا دینا، غائب کر دینا۔

یہ ذُرْوَةٌ کی جمع بضم ذال نہیں جیسا کہ بعض محشین و شارحین کا خیال ہے۔ قرآن میں ہے تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ

151/23 سِوَى الْمُشَدَّدِ وَالْمَهْمُوْزِ فَاخْتَلَفَا
عِنْدَ الْعِرَاقِ وَفِي التَّانِيْثِ قَدْ كَثُرَا

ت: سوائے، مشدد اور مہموز کے، کہ یہ دونوں مصاحف عراق میں مختلف فیہ ہیں۔ اور تانیث میں الف کا حذف بکثرت ہوا ہے۔

ف: یعنی گزشتہ شعر میں ہم نے جو اصول بتلایا ہے کہ کثیر الدور جمع مذکر سالم و جمع مونث سالم کا الف محذوف ہوتا ہے اور قلیل الدور کا ثابت رہتا ہے۔

یہ اصول مشدد اور مہموز جمع مذکر سالم و جمع مونث سالم میں نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جمع مذکر سالم مشدد و مہموز میں مصاحف حجازیہ (مدنی، مکی اور امام) و شامی میں تو الف مرسوم ہے، تاکہ الف جو کہ محل مد ہے اس پر مد کیا جائے۔ لیکن مصاحف عراق (بصری و کوفی) میں مشدد و مہموز کے الف کی رسم میں خُلْف ہے۔ اور خُلْف کی شکل یہ ہے کہ جمع سالم مذکر (مشدد و مہموز) میں اکثر الف مرسوم ہے اور الف کا حذف قلیل ہے، لیکن جمع مونث، سالم مشدد و مہموز میں حذف الف کثیر ہے اور اثبات قلیل ہے جیسے:

اَلضَّآلِّيْنَ اور اَلصَّآئِمِيْنَ۔

ان دونوں صورتوں میں الف لکھا جائے گا۔

اَلصَّآئِمَاتِ، اَلصَّآفَّاتِ کی قسم میں الف کا حذف بکثرت ہے۔

یہ ہے مصاحف عراقیہ میں مشدد اور مہموز کے رسم میں خُلْف کی حقیقت

سِوَى: اقول: یہ استثناء منقطع ہے یعنی مشدد و مہموز کا الف مرسوم ہوگا خواہ اسم فاعل ہو یا کچھ اور ہو مثلاً

حَآجَّ۔ دَآبَّةٍ وغیرہ (مد لازم)

اور جَآءَ۔ شَآءَ۔ صَآئِمُوْنَ وغیرہ (مد متصل)

نوٹ:

یاد رہے کہ عِنْدَ الْعِرَاقِ بطور تقابل کے ہے یعنی مصاحف غیر عراقیہ میں الفات کا اثبات ہے۔

152/24 وَمَا بِهِ اَلِفَانِ عَنْهُمْ حُذِفَا
كَالصَّالِحَاتِ وَعَنْ جُلِّ الرُّسُوْمِ سَرَى

ت: اور وہ جمع مونث سالم کہ اس میں دو الف ہوں، اہل رسم سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ دونوں محذوف الرسم ہوں گے جیسے اَلصّٰلِحٰتُ اور یہی اصول عظیم الشان رسم کے علماء میں چلتا رہا ہے۔

ف: یہ اصول مطلقاً" جمع مونث سالم کا بیان ہوا ہے خواہ مشدد و مہموز ہوں یا نہ ہوں جیسے اَلصّٰلِحٰتِ۔ اَلْحٰفِظٰتِ۔ قٰنِتٰتٍ۔ تٰئِبٰتٍ۔ سٰئِحٰتٍ۔ صٰفّٰتٍ۔

اکثری طور پر پایا جانے ولا رسم یہ ہوا کہ دونوں الف محذوف ہوں گے مفہوم مخاطب کے طور پر درجہ اقل میں پایا جانے والا رسم یہ ہو گا کہ پہلا ثابت اور محذوف ہو گا۔

غور کرنے سے حسب ذیل اصول مستنبط ہوتے ہیں۔

تین شعر آئے ہیں یعنی شعر نمبر ۱۵۰- ۱۵۱ اور ۱۵۲-

پہلے میں یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ جمع سالم جس میں ایک الف واقع ہو رہا ہو تو باتفاق مصاحف محذوف الرسم ہو گا وہ الف خواہ صیغہ اسم فاعل کی وجہ سے ہو جیسے صَالِحِیْنَ، خواہ وہ جمع مونث سالم کا الف ہو جیسے کَلِمَاتٍ۔ بَیِّنَاتٍ وغیرہ۔

دوسرے شعر میں ناظم بتاتے ہیں کہ جمع سالم میں جو الف مشدد یا ہمزہ سے پہلے واقع ہو وہ الف مصحف مدنی، مصحف شامی اور مصحف امام میں تو مرسوم ہی ہے لیکن مصاحف عراق (کوفی و بصری) میں خُلْف واقع ہوا ہے اور خُلْف کی یہ حقیقت ہے کہ مذکر سالم میں تو الف اکثر مرسوم ہے جیسے۔

اَلضَّآلِّیْنَ۔ تَآئِبِیْنَ۔

اور مونث سالم میں اکثر محذوف ہے جیسے۔

تَآئِبَاتٍ۔ صَآفَّاتٍ۔ یعنی رسم یہ ہے تٰئِبٰتٍ۔ صٰفّٰتٍ۔

تیسرے شعر میں یہ بتا رہے ہیں کہ جس جمع میں دو الف جمع ہو جائیں ایک صیغہ فاعل کا، دوسرا جمع مونث سالم کا، تو وہ دونوں محذوف ہوں گے اور تمام مصاحف میں اکثری رسم یہی ہے

جیسے صَالِحَاتٍ۔ عَابِدَاتٍ۔ ایسے لکھا جائے گا صٰلِحٰتٍ۔ عٰبِدٰتٍ

یاد رہے کہ تیسرے شعر کا تعلق صرف جمع مونث سالم سے ہے کیونکہ دو الفوں کا اجتماع، جمع مونث سالم ہی میں ہوتا ہے جمع مذکر سالم میں نہیں۔

البتہ یہ کہنا چاہئے کہ تیسرے شعر میں مشدد و مہموز مراد نہیں ہیں کیونکہ اس کو دوسرے شعر میں بیان کر چکے ہیں۔ بلکہ دو الف والی وہ جمع مونث سالم مراد ہے جو غیر مشدد و غیر مہموز ہوں مثلاً اَلصَّآفَّاتِ میں دو الف بھی جمع ہیں۔ اور مشدد بھی ہے، تَآئِبَاتٍ میں دو الف بھی جمع ہیں اور مہموز بھی ہے۔

لیکن اس کا حکم اسی شعر میں لانابات کو فضول مکرر کرنا ہے ان دونوں میں جو پہلا الف ہے اس کا حال دوسرے شعر میں آچکا ہے کہ غیر عراقی مصاحف کی رو سے الف لکھا جائے گا، اور مصاحف عراقی میں خُلْف واقع ہوا ہے اور دوسرا

الف جو جمع کی وجہ سے ہے اس کا حذف پہلے شعر میں بیان کر چکے ہیں۔

فائدہ:

وَكُلُّ جَمْعٍ كَثِيْرِ الدَّوْرِ کی مراد میں شارحین بری طرح الجھے ہیں۔ پہلے یہ سمجھا گیا کہ وہ جمع مذکر سالم اور جمع مونث سالم کے الفاظ جو قرآن میں دو سے زیادہ جگہ پر آئے ہوں، گویا جو جمع سالم کا لفظ قرآن میں ایک یا دو جگہ آیا ہو تو وہ قلیل الدور ہے۔

پھر قاری فتح محمد صاحبؒ نے "نثر المرجان" کی تحقیق سے یہ بات پایہ تحقیق تک پہنچائی اور گویا قول فیصل پالیا کہ کثیر الدور سے یہ مراد نہیں کہ وہ لفظ جمع قرآن میں دو سے زیادہ جگہ پر واقع ہو بلکہ مطلق عربی زبان میں کثیر الاستعمال مراد ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بات اب بھی ختم نہیں ہوئی زیادہ صحیح یہ ہے کہ کثیر الدور سے مراد مطلقاً جمع سالم ہے، مذکر سالم ہو یا مونث سالم۔ احتراز جمع تکسیر سے مقصود ہے۔

حاصل بحث یہ ہوا کہ جمع مذکر سالم میں غیر مشدد و مہموز میں الف محذوف ہو گا اور مشدد و مہموز میں مرسوم ہو گا۔

یاد رہے کہ مذکر سالم میں ہمیشہ ایک ہی الف آئے گا۔

اور مونث سالم میں ایک الف ہو یا دو ہوں، حذف ہی ہوں گے۔ البتہ دو الف والی جمع مونث سالم کی دو حالتیں ہیں۔

ایک یہ کہ اس میں شد یا ہمزہ نہ ہو جیسے صَالِحَاتٍ دوسرے یہ کہ مشدد و مہموز ہو جیسے تَآئِبَاتٍ۔ صَآفَّاتٍ۔ وغیرہ۔

اس کا اکثری اور مشہور اور قوی رسم تو یہی ہے کہ دونوں الف محذوف ہوں گے لیکن جائز ہے کہ پہلا مرسوم ہو اور دوسرا محذوف ہو۔

التشکر والمنۃ للہ

کئی روز تک کتابوں کی الٹ پلٹ اور شارحین کے آگے بڑے ادب سے زانوئے شاگردی طے کرنے کے بعد مسئلہ کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا۔

جب تمام شروح ایک طرف رکھ دیں اور صرف متن پر جھکا رہا، گویا صرف علامہ شاطبیؒ سے استفادہ کیا تو پورا مسئلہ الحمدللہ مکمل طور پر منشرح ہو گیا۔

(اظہار احمد التھانوی عفی عنہ۔ ۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ)

آخر کلمہ میں تماثل کی وجہ سے الف کا حذف

153/25 وَاكْتُبْ تَرَاءَ وَجَاءَنَا بِوَاحِدَةٍ
تَبَوَّءَا مَلْجَاءً مَاءً مَعَ النُّظَرَا

ت: اور لکھ تَرَاءَ (الشعراء ع ۴) اور جَاءَنَا (الزخرف ع ۴) کو ایک الف کے ساتھ، اور تَبَوَّءَا (یونس ع ۹) اور مَلْجَاءً (التوبہ ع ۷) اور مَاءً کو بھی ایک الف کے ساتھ، ساتھ ہی اس کے متشابہ کلمات میں بھی۔

ف: یعنی تمام مصاحف متفق ہیں کہ تَرَاءَ الْجَمْعٰنِ میں تَرَا کی را کے بعد ایک الف مرسوم ہے۔ یہ لفظ باب تفاعل سے ماضی واحد مذکر غائب ہے تَرَاءَیَ بروزن تقابل ہے۔

راء کے بعد الف اس کے بعد ہمزہ بصورت الف تھا اور آخر میں الف لام کلمہ ہے۔ الف کی تین شکلوں میں سے صرف ایک مرسوم ہوئی اور باقی حذف ہوئیں۔ قاعدہ ہے کہ لکھائی میں جب ایک سے زائد حروف مدہ ایک شکل کے جمع ہوں تو ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے اس کو "تماثل فی الرسم" کہتے ہیں۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَحُكْمُ صِحَابٍ قَصْرُ هَمْزَةِ جَاءَنَا

جَاءَنَا میں دو قرآء تیں ہیں۔ نافع، ابو جعفر، مکی، شامی اور شعبہ نے اس کو جَاءَانَا (تشنیہ) اور باقین نے جَاءَنَا (واحد) پڑھا ہے۔

پہلی قرآء ت پر تماثل کی بنا پر دو اور دوسری قرآء ت پر تماثل کی وجہ سے ایک الف محذوف ہے۔

تَبَوَّءَا میں دو الف کی شکلیں جمع ہوئیں، پہلا ہمزہ بصورت الف اور دوسرا خود الف۔ جب کہ تماثل کی وجہ سے ایک الف پر اکتفا کیا گیا۔

مَلْجَاءً میں دو الف کی شکلیں جمع ہوئیں۔ پہلا ہمزہ بصورت الف دوسرا الف تنوین۔ تماثل کی وجہ سے ایک الف لکھا گیا۔

مَاءً میں الف کی تین شکلیں تھیں ایک الف لکھا گیا اور باقی دو حذف ہوئے۔

مَعَ النُّظَرَا یعنی اسی پر دیگر ہم شکل الفاظ کو بھی قیاس کر لیں۔ مثلاً خَطَاً مُتَّكَاً دُعَاءً نِدَاءً جُفَاءً غُثَاءً وغیرہ۔

کہیں تماثل کی وجہ سے ایک الف حذف ہے اور کہیں دو۔

قاعدہ یہ نکلا کہ جہاں کہیں ہمزہ مفتوحہ ہو اور وہ فتحہ یا الف کے بعد ہو اور اس کے بعد الف تثنیہ یا تنوین کا الف ہو تو وہ بصورت الف مرسوم ہو گا اور اس کے بعد والے الف خواہ وہ ہمزہ کی صورت ہو یا تنوین کا الف ہو، تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف ہوں گے۔ خواہ ایک ہو جیسے جَآءَ۔ یا ایک سے زائد ہوں جیسے تَرَاءَ۔ مَاءً۔ وغیرہ۔

154/26 نَارَا وَمَعْ أُولَى النَّجْمِ ثَالِثُهُ
بِالْيَاءِ مَعْ أَلِفِ السُّوأَى كَذَا سُطِرَا

ت: اسی طرح نَا (الاسراء ع ۹ و فصلت ع ٦) اور رَا (جہاں بھی ہو) کو ایک الف کے ساتھ لکھو۔ (لیکن) رَا سورۃ النجم میں تیسرا مع پہلے رَا کے یاء کے ساتھ مع الف لکھا ہے اسی طرح السُّوأَى (الروم ع ۱) بھی یاء کے ساتھ مع الف کے لکھا گیا ہے۔

ف: پہلے دو لفظوں کا تعلق تو گذشتہ شعر سے ہے یعنی نَا اور رَا بھی دو الفوں کے ساتھ ہیں۔ پہلا ہمزہ بصورت الف اور دوسرا یاء سے بدلا ہوا، الف تماثل کی بنا پر ایک الف لکھا گیا۔

گویا شکل یوں تھی نَاا۔ رَاا

قراءات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - نَأَى أَخِّرْ مَعًا هَمْزَهُ مُلَا

نَا میں بطور نکتہ بعد الوقوع کے اس شکل میں لکھنے کی ایک وجہ بعض نے بتلائی کہ شمول قرآءت مقصود ہے کیونکہ اس میں دو قرآءتیں نَاءَ بروزن شَاءَ ابن ذکوان اور ابو جعفر کے لیے ہے اور باقین نَا بروزن دُعَا پڑھتے ہیں۔

ورش کے لیے نَأَى میں چار وجہیں ہیں۔

(۱) قصر البدل مع فتح ذات الیاء

(۲) توسط مع التقلیل

(۳) و (۴) مد مع الوجہین

اور امام حمزہ وقفاً تسہیل کرتے ہیں۔

اس طرح تمام کلیہ کو ختم فرمانے کے بعد تین کلمے بتلائے گئے ہیں کہ ان میں پہلا ہمزہ بصورت الف اور دوسرا اصل کے مطابق بصورت یاء لکھا گیا ہے۔ اول النجم میں پہلا رَأَى، دوم النجم میں سوم رَأَى اور تیسرا لفظ روم میں السُّوأَى السُّوأَى میں ایک شذوذ یہ بھی ہے کہ ہمزہ بعد ساکن بجائے محذوف الشکل ہونے کے بصورت الف مرسوم ہے۔

بہرحال رَاٰی اور السُّوْاٰی کے رسم میں ایک اور قیاس پر عمل کیا گیا ہے' اور وہ قیاس یہ کہ چونکہ دوسرا الف مبدل عن الیاء ہے اور بصورت یاء مرسوم ہے لہٰذا الف کی شکل کے بعد اس کو حذف نہیں کیا گیا بلکہ تماثل نہ ہونے کی بناء پر لکھا گیا ہے یعنی حقیقتہً۔ تماثل نہیں ہے۔

شروع کلمہ میں تماثل فی الرسم کی وجہ سے الف کا حذف

155/27 وَكُلُّ مَازَادَ اُوْلَاهُ عَلٰى اَلِفٍ
بِوَاحِدٍ فَاعْتَمِدْ مِنْ بَرْقِهِ الْمَطَرَا

ت: اور ہروہ کلمہ کہ اس کا اول ایک سے زائد الف پر مشتمل ہو اس کو ایک ہی الف کی صورت میں لکھا جائے گا پس تو اس اصول کی بجلی کے کوندنے سے بارش برسنے کا یقین کر۔

ف: گذشتہ شعر میں آخر کلمہ میں کئی الفوں کی شکلوں کے جمع ہونے پر بحث تھی' اس شعر میں اول کلمہ میں ایک سے زائد الف جمع ہو جانے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں بھی تماثل سے بچنے کے لیے ایک ہی الف لکھا جائے گا اور یہ ضابطہ بڑے مضبوط اصول پر مشتمل ہے' اور اتنا قابل اعتماد ہے جتنی کہ وہ بجلی کہ جس کے چمکنے کے بعد بارش کا برسنا یقینی ہوتا ہے۔ کئی الفوں کی شکلوں کی جمع ہونے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ہمزہ استفہامیہ داخل ہو جائے کسی ایسے لفظ کے شروع میں کہ جس کے شروع میں پہلے ہی کوئی ہمزہ قطعیہ یا وصلیہ موجود ہو تو ایک ہی الف لکھا جائے گا دوسرے ہمزہ میں خواہ ابدال ہوا ہو یا تحقیق ہوئی ہو یا کوئی بھی تخفیف اس میں پیدا ہوئی ہو۔

آگے شعر میں مثالوں سے توضیح کرتے ہیں۔

156/28 اٰلْاٰنَ اٰتٰى ءَاٰمَنْتُمْ ءَاَنْتَ وَزِدْ
قُلْ اَتَّخَذْتُمْ وَرُضْ مِنْ رَوْضِهَا خَضِرَا

ت: جیسے اٰلْئٰنَ' اٰتٰى' اٰمَنْتُمْ' ءَاَنْتَ اور اس پر مزید اضافہ کرلے قُلْ اَتَّخَذْتُمْ کا اور اس ہمزہ کے باغ سے تو مزید سبزہ کو تلاش کر۔

ف: یاد رہے کہ اول کلمہ میں ہمزہ ہمیشہ بصورت الف ہوتا ہے۔ اٰلْئٰنَ اصل میں ااَلْئٰنَ' اٰتٰى۔ ااَتٰى' اٰمَنْتُمْ' اصل میں ااَمَنْتُمْ' ءَاَنْتَ' ااَنْتَ اور اَتَّخَذْتُمْ۔ ااَتَّخَذْتُمْ ہے۔ پہلی مثال میں ہمزہ ثانیہ الف سے بدلا ہے اور تسہیل بھی جائز ہے دوسری دو مثالوں میں ہمزہ ثانیہ الف سے بدلا ہے چوتھی مثال میں ہمزہ ثانیہ محقق یا مسہل ہے۔ پانچویں مثال میں ہمزہ ثانیہ وصلیہ مکسور ہونے کی وجہ سے حذف ہوا ہے۔ غرض ابدال تحقیق' تسہیل' اور حذف پر مشتمل تمام مثالیں لائے ہیں

مزید امثلہ:

اَللّٰهُ۔ اٰدَمُ۔ اٰزَرَ۔ اٰتِیْنَ۔ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ وغیرہ۔

خلاف قیاس الف کا حذف

157/29 لَاَمْلَاَنَّ اشْمَاَزَّتْ وَامْتَلَاَتِ لَدٰی
جُلِّ الْعِرَاقِ اطْمَاَنُّوْا لَمْ تَنَلْ صُوَرَا

ت: اکثر عظیم الشان مصاحف عراق میں لَاَمْلَاَنَّ، اِشْمَاَزَّتْ اور اِمْتَلَاَتِ اور اِطْمَاَنُّوا میں (متوسط) ہمزوں نے صورتیں نہیں پائی ہیں۔

ف: مطلب یہ ہے کہ لَاَمْلَاَنَّ قرآن میں جہاں بھی آئے جیسے لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ۔ لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ اِشْمَاَزَّتْ۔ هَلِ امْتَلَاْتِ۔ وَاطْمَاَنُّوْا میں ہمزہ اکثر مصاحف عراق میں بر خلاف قیاس محذوف الشکل ہے یعنی لکھائی کی صورت یہ ہے۔

لَاَمْلَئَنَّ۔ اِشْمَئَزَّتْ۔ اِمْتَلَئْتِ۔ اِطْمَئَنُّوْا وغیرہ۔

لَاَمْلَاَنَّ، اِشْمَاَزَّتْ، اور اِطْمَاَنُّوْا میں ہمزہ مفتوحہ بعد المفتوح ہے اور اِمْتَلَاْتِ میں ہمزہ ساکنہ بعد المفتوح ہے۔ دونوں میں ہمزہ بصورت الف مرسوم ہونا چاہئے۔ یہی قیاسی اصول ہے اور تماثل بھی کچھ نہیں۔ چنانچہ اسی کے مطابق مصحف مدنی، مکی، امام اور کچھ مصاحف عراق میں ہمزہ بصورت الف لکھا ہے گویا یہی رسم اقوی ہے، لیکن خلاف قیاسی اکثر مصاحف عراق میں یہ ہمزہ محذوف الشکل ہے۔

فائدہ:

اور جو قرآن اب استعمال میں ہیں ان میں لَاَمْلَئَنَّ کا دوسرا ہمزہ بے صورت اور باقی تین کا دوسرا ہمزہ الف کی شکل میں ہے پس اکثر مصاحف عراقیہ کی رسم کو صرف لفظ لَاَمْلَئَنَّ میں اختیار کیا ہے۔

ہمزہ وصل کے محذوف الرسم ہونے کی صورتیں

158/30 لَلدَّارُ وَاْتُوْا وَفَاْتُوْا فَسْئَلُوْا وَسَلُوْا
فِیْ شَكْلِهِنَّ وَبِسْمِ اللّٰهِ نَلْ یُسُرَا

ت: لَلدَّارُ۔ اور وَاْتُوْا اور فَاْتُوْا۔ اور وَسْئَلُوْا اور فَسْئَلُوْا۔ اپنی تمام شکلوں میں اور بِسْمِ اللّٰهِ میں بھی تو آسان صورتوں کو اختیار کر۔

ف: ہمزہ وصل ہمیشہ لکھا جاتا ہے لیکن پانچ صورتوں میں نہیں لکھا جاتا۔

(۱) اَلْ کا ہمزہ وصل، جب کہ اس سے پہلے لام تاکید یا لام جارہ آ جائے جیسے:

لَلدَّارُ۔ لِلَّذِیْ۔ لِلّٰہِ۔ لَلْاٰخِرَۃُ

جو اصل میں اس طرح مرسوم تھے۔

لَالدَّارُ۔ لِالَّذِیْ۔ لِاللّٰہِ۔ لَالْاٰخِرَۃُ

(۲) فا کلمہ میں ہمزہ ہو، اس ہمزہ اصلیہ پر ہمزہ وصلیہ داخل ہو جائے اور ہمزہ وصلیہ پر واؤ یا فا داخل ہو جائے تو فا کلمہ والا ہمزہ اصلیہ لکھا جائے گا اور ہمزہ وصلیہ تماثل کی وجہ سے نہیں لکھا جائے گا جیسے۔

وَاْتُوْا۔ فَاْتُوْا۔ فَاْوُوْا۔

جو اصل میں اس طرح مرسوم تھے۔

وَاِاْتُوْا۔ فَاِاْتُوْا۔ اور فَاِاْوُوْا۔

(۳) لفظ "سَاَلَ" کا امر واحد مذکر حاضر یا جمع مذکر حاضر کے شروع میں واؤ یا فا داخل ہو جائے جیسے وَسْئَلُوْا۔ فَسْئَلُوْا۔ وَسْئَلْهُمْ اور فَسْئَلِ الَّذِیْنَ۔

اصل صورت میں اس طرح ہیں۔

وَاسْئَلُوْا۔ فَاسْئَلُوْا۔ وَاسْئَلْهُمْ اور فَاسْئَلِ الَّذِیْ۔

اور یہ بات عربیت سے تعلق رکھتی ہے کہ اگر واؤ یا فاء نہ ہو تو سب نقل ہمزہ کے ساتھ بغیر ہمزہ وصل پڑھتے جیسے سَلْ بَنِیْ۔

(۴) لفظ "اِسْمٌ" کا ہمزہ وصل لکھا نہیں جاتا، مگر اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر باء جارہ داخل ہو دوسرے یہ کہ اس کا مضاف الیہ لفظ "اللہ" ہو، اس لیے بِسْمِ اللّٰہِ میں ہر جگہ ہمزہ وصل حذف ہے اور بِاسْمِ رَبِّکَ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ وغیرہ میں مرسوم ہے۔

(۵) ہمزہ وصل پر جب ہمزہ استفہام داخل ہو تو تماثل کی بنا پر ہمزہ وصل رسماً محذوف ہو گا اور صرف ہمزہ استفہام مرسوم ہو گا جیسے:

آللّٰہُ۔ اَسْتَكْبَرْتَ وغیرہ۔

اس کو ناظمؒ پہلے بیان کر آئے ہیں لہٰذا یہاں مکرر بیان نہیں فرمایا۔

الف فاصل

159/31 وَزِدْ بَنُوْا اَلِفًا فِیْ یُوْنُسٍ وَ لَدٰی
فِعْلِ الْجَمِیْعِ وَوَاوِ الْفَرْدِ کَیْفَ جَرٰی

ت: سورۂ یونس میں لفظ "بَنُوْ" کے آگے الف زائد لکھ۔ اور فعل جمع میں اور مفرد کے صیغہ کی واؤ میں بھی، خواہ وہ کسی طرح بھی آئے۔

ف: الف فاصل کلمہ کی آخری واؤ پر اس کلمہ کے ختم ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے لایا جاتا ہے گویا یہ کوئی حرف نہیں بلکہ ایک علامت ہے۔ اسی لیے وصل اور وقف میں نہیں پڑھا جائے گا مثلاً یَعْفُوْا۔ لِتَتْلُوْا۔ دوسری بات یہ کہ الف فاصل، قرآن کی رسم میں زیادہ عمومیت کے ساتھ آیا ہے۔ اسی لیے حضرت ناظم علیہ الرحمہ نے "کَیْفَ جَرٰی" فرمایا۔

عربی رسم الخط والوں کے یہاں یہ الف صرف فعل کے ان صیغوں کے آخر میں لکھا جاتا ہے جو جمع ہوں۔ اسم اور صیغہ فعل مفرد میں نہیں لکھا جاتا ہے، اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْا اِسْرَآئِیْلَ (یونس ع ۹) میں الف فاصل لکھا گیا، اسی طرح فعل جمع میں یہ الف لکھا جائے گا۔ ماضی ہو یا مضارع، امر ہو یا نہی جیسے:

اٰمَنُوْا۔ هَاجَرُوْا۔ جَاهَدُوْا۔ خَلَوْا اِلٰی۔ لَمْ تَفْعَلُوْا۔ لَنْ تَفْعَلُوْا۔ وَلَا تَهِنُوْا۔ وَلَا تَنْسَوْا۔ وَلَا تَنْسَوْا۔ وَائْتَمِرُوْا۔ وَاخْشَوْا۔ وَاتَّقُوْا۔

اسی طرح فعل جس کے آخر میں واؤ ہو یہ الف فاصل لکھا جائے گا جیسے:

وَادْعُوْا رَبِّیْ۔ یَدْعُوْا۔ یَرْجُوْا رَحْمَةَ

کَیْفَ جَرٰی یعنی واؤ کا ماقبل مضموم ہو یا مفتوح ہو، لکھنے میں واؤ ماقبل کے ساتھ ملا کر لکھی ہو یا علیحدہ، واؤ ساکن ہو یا مفتوح ہو، جیسے:

هَاجَرُوْا۔ جَاهَدُوْا۔ لِیَرْبُوَا۔ نَبْلُوَا۔

واؤ مدہ ہو یا لین ہو جیسے:

قَالُوْا۔ دَعَوْا وغیرہ۔

اسی طرح اسم فاعل اور اسم مفعول کے جمع کے صیغوں میں جب واؤ متطرفہ ہو تو الف فاصل لکھا جائے گا جیسے:

مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ۔ مُلٰقُوا اللّٰهِ۔ مُرْسِلُوا النَّاقَةِ

یاد رہے کہ واؤ کا متطرفہ ہونا شرط ہے اگر کوئی ضمیر منصوب متصل یا مجرور متصل لاحق ہو جائے گی تو الف نہیں لکھا جائے گا جیسے:

رَآدُّوهُ۔ رَاوُهُ۔ رَاوُدُوهُ۔ كَالُوهُمْ۔ اَوْوَزَنُوهُمْ۔ اُدْعُوهُمْ۔ اَدْعُوكُمْ۔ يَرْجُمُوكُمْ۔ جَعَلُوهُ۔ مُتْرَفُوهَا وغیرہ۔

جو الفاظ فعل یا شبہ فعل نہیں، لیکن ان کے آخر میں واؤ متطرفہ ہے تو ایسے الفاظ صرف تین ہیں۔

بَنُوا جس کو حضرت ناظمؒ نے بیان کیا ہے۔ دوسرے اُولُوا۔ تیسرے ذُوْ، مگر ناظمؒ نے اُولُوا۔ اور ذُوْ کو بیان نہیں کیا۔ البتہ مقنع میں ان دونوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ناظم رحمہ اللہ نے شاید مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں کو بیان نہیں فرمایا۔

ہمارے قرآنوں میں عمل اس پر ہے کہ اُولُوا کے آخر میں تو الف لکھا ہے جیسے:

اُولُوا الْعِلْمِ۔ اُولُوا قُوَّةٍ وغیرہ مگر ذُوْ کے بعد الف نہیں لکھا ہے جیسے:

لَذُوْ فَضْلٍ

قاعدہ مذکورہ سے استثناء

160/32 جَاءُوْ وَبَاءُوْ اِحْذِفُوْا فَاءُوْ سَعَوْ بِسَبَاءٍ
عَتَوْ عُتُوًّا وَقُلْ تَبَوَّءُوْ اُخَرَا

ت: جَاءُوْ اور بَاءُوْ اور فَاءُوْ اور سبا والے سَعَوْ اور عَتَوْ عُتُوًّا اور تَبَوَّءُوْ میں ان آخری الفوں کو حذف کرو۔

ف: یعنی جَاءُوْ اور بَاءُوْ اور فَاءُوْ میں ہر جگہ آخری الف فاصل مرسوم نہیں، اور سورۂ سبا (ع ۱) میں سَعَوْ کے آگے بھی الف مرسوم نہیں۔

البتہ سورۂ حج (ع ۷) میں سَعَوْا کے آگے الف مرسوم ہے، اسی طرح اس عَتَوْ کے آخر میں بھی الف مرسوم نہیں ہے جس کے بعد عُتُوًّا ہے۔ جو سورۂ فرقان (ع ۳) میں ہے اور باقی ہر جگہ عَتَوْا میں واؤ کے بعد الف مرسوم ہے جیسے عَتَوْا اعراف (ع ۱۰ و ع ۲۱) اور سورۂ ذاریات (ع ۲) میں۔ اسی طرح سورۂ حشر (ع ۱) میں تَبَوَّءُوْ کے آخر میں الف مرسوم نہیں۔

یہاں تک یہ چھ صیغے جمع کے ہیں جن کے آخر میں الف فاصل مرسوم نہیں۔ آئندہ شعر میں ایک صیغہ مفرد بیان کرتے ہیں۔

اُخَرَا۔ اُخْرٰی کی جمع ہے اور یہ اِحْذِفُوْا کا مفعول ہے۔

161/33 اَنْ يَعْفُوَا الْحَذْفُ فِيهَا دُوْنَ سَائِرِهَا
يَعْفُوْا وَنَبْلُوْا مَعْ لَنْ نَدْعُوَا النُّظَرَا

ت: اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ (النساء ع ۱۴) میں الف حذف ہے لیکن صیغہ مفرد کے باقی الفاظ میں حذف نہیں جیسے يَعْفُوْا

اور نَبۡلُوۡا، ساتھ ہی لَنۡ نَّدۡعُوۡا، اور اس کے دیگر نظائر میں۔

ف: یعنی ساتواں لفظ جو الف کی رسم سے مستثنیٰ ہے اور صیغہ مفرد ہے وہ صرف سورۃ النساء (ع ۱۴) والا اَنۡ یَّعۡفُوَ عَنۡھُمۡ ہے۔ باقی وہ تمام مفردات جن میں واؤ متطرفہ ہے مرسوم الالف ہیں۔

چنانچہ سورۃ البقرہ میں اَوۡیَعۡفُوَا الَّذِیۡ بِیَدِہٖ۔ اور سورۃ الشوریٰ میں وَیَعۡفُوۡا عَنِ السَّیِّاٰتِ میں الف مرسوم ہے۔

لہٰذا ناظمؒ کے کلام میں یَعۡفُوَ سورۃ النساء والا مراد ہونے کے لیے اس سے پہلے اَنۡ برائے تعیین مقام ہے۔

اَلنُّظَرَا، نَظِیۡرٌ کی جمع ہے اور منصوب بنزع الخافض ہے۔

بَابٌ مِّنَ الزِّیَادَۃِ

الف کی زیادتی، جو کسی قیاسی اصول کے تابع نہیں

162/1 فِی الۡکَھۡفِ شِیۡنُ لِشَایۡءٍ بَعۡدَہٗ اَلِفٌ
وَقَوۡلُ فِیۡ کُلِّ شَیۡءٍ لَیۡسَ مُعۡتَبَرًا

ت: سورۃ الکہف میں لِشَایۡءٍ کے شین کے بعد الف مرسوم ہے اور یہ کہنا کہ ہر شَیۡءٍ میں ایسا ہی ہے، معتبر نہیں۔

ف: سورۃ الکہف والے لِشَایۡءٍ میں الف کا مرسوم ہونا خلاف قیاس ہے، لیکن دو نکتے علماء نے بتلائے ہیں۔

(۱) شَاءَ، یَشَاءُ کا مصدر ہے، اور وہ شَایۡءٌ ہے۔ دیگر تمام جگہ قلب مکانی ہوا ہے یعنی ہمزہ کی جگہ یاء اور یاء کی جگہ ہمزہ کر دیا گیا، شَیۡءٌ ہوا۔ لیکن سورۃ الکہف میں بغیر قلب کے اصل لغت پر آیا ہے تلفظ اگرچہ کسی قراءت میں لِشَایۡءٍ نہیں بلکہ لِشَیۡءٍ ہی ہے مگر رسم سے اصل لغت کی طرف اشارہ ہے۔ شَایۡءٌ مصدر بمعنی اسم مفعول، کائنات میں ہر چیز شَیۡءٌ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت و مشیت سے وجود میں آئی ہوئی ہے۔ (اظہار احمد)

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی مشیت ملائے بغیر اپنی مشیت کے اعلان سے منع کیا جا رہا ہے گویا تفریق قائم کی گئی ہے مراد الٰہی اور مراد عبد میں،

مراد الٰہی تو یہ ہے کہ اِذَآ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ○ اِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَیۡءٍ اِذَآ اَرَدۡنٰہُ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ○

لہٰذا مراد الٰہی والی شیئی میں کوئی تغیر نہیں آ سکتا۔ لیکن الکہف میں مراد عبد کا بیان ہے، اس میں تغیر کا بہرحال خطرہ درپیش ہے لہٰذا شَایۡءٌ کو اصل سے متغیر شکل میں لکھا ہے۔

نکتہ اول میری رائے ہے اور دوسرا نکتہ دلیل الحیران ص ۱۸۴ سے لیا گیا ہے۔

محمد بن عیسیٰ نے فرمایا کہ میں نے مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں لفظ شَیْءٍ کو ہر جگہ بالالف مرسوم دیکھا ہے۔ لیکن اس روایت کو ناظمؒ اہمیت نہیں دیتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ یہ قول معتبر نہیں' اور وجہ ظاہر ہے کہ وہ رسم عثمانی نہیں جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا متفق علیہ قرار پایا تھا۔ اگرچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان گرامی بہت اونچی ہے وہ حِبْرُ الْاُمَّۃ ہیں' تمام امت کے سب سے بڑے عالم۔

163/2 وَزَادَ فِیْ مِائَتَیْنِ الْکُلِّ مَعْ مِائَۃٍ
وَفِی ابْنِ نِ اثْبَاتُھَا وَصْفًا وَقُلْ خَبَرًا

ت: اور الف زائد ہوا ہے تمام جگہ مِائَتَیْنِ میں ساتھ ہی مِائَۃٍ میں اور لفظ اِبْن میں بھی ہمزہ بشکل الف کا اثبات ہے' ہر جگہ خواہ اِبْن ترکیب نحوی میں وصف واقع ہو رہا ہو یا کہہ لیجئے کہ خبر ہو۔

ف: یعنی مِائَۃٍ میں میم اور ہمزہ بشکل یاء کے درمیان الف زائد لکھا گیا ہے' واحد ہو یا تثنیہ ہو۔ اسی طرح اِبْن کا ہمزہ وصل ہر جگہ مرسوم ہے خواہ اِبْن مذکر ہو یا اِبْنَۃٍ مونث ہو' ترکیب نحوی کے اعتبار سے وہ وصف واقع ہو رہے ہیں یا خبر یا مبتدا' مفعول ہو یا منادی ہو۔

ہر دو کی مثالیں۔

اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ۔

وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ۔

بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ۔ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ۔ وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصَارَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ۔ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ۔ اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ۔ اِحْدَی ابْنَتَیَّ ھَاتَیْنِ۔ وَنَادٰی نُوْحُ نِ ابْنَہٗ۔ یٰبْنَؤُمَّ۔

فائدہ (۱): یٰبْنَؤُمَّ اور یَبْنَؤُمَّ دونوں رسم صحیح ہیں۔

فائدہ (۲): اِبْن یا اِبْنَۃ دو علموں کے درمیان بطور صفت یا بدل واقع ہو تو ہمزہ حذف ہوتا ہے مثلاً جَاءَ عَبْدُ اللّٰہِ بن عُمَرَ۔ ورنہ مرسوم ہوتا ہے مثلاً جَاءَ اِبْنُ عُمَرَ۔

فائدہ (۳): رسم قرآنی کا اصول ہی قیاس کے زیادہ قریب ہے' قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمزہ وصل بہرحال لکھا جاتا ہے۔

فائدہ (۴): بطور نکتہ کے بعض علماء نے مِائَۃٍ میں میم اور ہمزہ کے درمیان الف کی زیادتی کی وجہ میں فرمایا کہ' تاکہ مِنْہُ (مِنْ حرف جر اور ھاء ضمیر) سے التباس نہ ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مَیِّتَۃ سے التباس نہ ہو' جو عرب میں ایک

مشہور عورت کا نام ہے۔

اور فِئَۃً میں بھی فِیۡہِ سے التباس ہوتا ہے مگر اس میں الف کی زیادتی اختیار نہیں کی گئی، کیونکہ وہ کثیر الدور نہیں۔ اور مِائَۃً عدد ہونے کی وجہ سے کثیر الدور ہے چنانچہ کلام اللہ میں کثرت سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ التباس حرکات و سکنات سے مصاحف قدیمہ کے خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

نون ساکنہ بصورت الف تنوین۔ و نون تنوین بصورت نون ساکنہ

164/3 لَنَسۡفَعًا لَيَكُونًا مَعۡ اِذًا اَلِفٌ
وَالنُّوۡنُ فِیۡ وَكَاَيِّنۡ كُلُّهَا زَهَرَا

ت : (باتفاق مصاحف) لَنَسۡفَعًا (العلق) اور لَیَكُوۡنًا (یوسف) اور ساتھ ہی اِذًا میں الف مرسوم ہے۔ اور لفظ وَكَاَيِّنۡ میں تمام جگہ (بجائے تنوین) نون ساکنہ روشن ہوا ہے۔

ف : تین کلمے ہیں کہ ان میں نون ساکنہ کو، نون تنوین کی صورت میں بصورت الف لکھا گیا ہے۔

(۱) لَنَسۡفَعًا (۲) لَیَكُوۡنًا

جو کہ مضارع جمع متکلم مع نون تاکید خفیفہ ہیں۔

تیسرے اِذَنۡ ظرفیہ جیسے:

فَاِذًا لَّا یُؤۡتُوۡنَ۔ وَاِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ۔ وَاِذًا لَّا یَلۡبَثُوۡنَ۔

دوسرا مسئلہ وَكَاَیِّنۡ کی رسم کا ہے، جس میں پہلے مسئلہ کے برعکس نون تنوین کو بصورت نون ساکنہ لکھا گیا ہے، جو ایک لفظ كَاَیِّنۡ میں ہے اور قرآن میں متعدد جگہ واقع ہے جیسے:

وَكَاَیِّنۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ۔ وَكَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَةٍ۔ وَكَاَیِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ وغیرہ۔

قراءات

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَمَعۡ مَدِّ كَائِنۡ كَسۡرُ هَمۡزَتِهٖ دَلَا

لفظ كَاَیِّنۡ کو جہاں بھی ہو امام ابو جعفر مدنی اور امام ابن کثیر مکی نے كَائِنۡ بروزن كَاهِنۡ پڑھا ہے۔

اور باقین كَاَیِّنۡ بروزن كَصَیِّبٍ پڑھتے ہیں۔

حکمت رسم

پہلے تین کلموں میں نون کو بصورت تنوین اس لیے لکھا ہے کہ اکثر اہل عرب وقف میں اس نون کو بابدال الف مثل تنوین نصبی پڑھتے ہیں گویا اس رسم سے رعایت وقف مقصود ہے۔ اور کَأَیِّنْ میں شمول قراء ت مقصود ہے۔

لَیْکَۃ کا رسم

165/4 وَلَيْكَةُ الْاَلِفَانِ الْحَذْفُ نَالَهُمَا
فِیْ صَادِ وَالشُّعَرَاءِ طَيِّبًا شَجَرَا

ت: اور لفظ لَیْکَۃَ میں سورت صاد اور الشعراء میں حذف نے دونوں الفوں کو پالیا ہے، یہ حذف عمدہ درخت کی طرح ہے۔

ف: یعنی باتفاق مصاحف اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ سورۂ صاد اور سورۂ الشعراء میں لام کے ماقبل و مابعد والے دونوں الفوں کے حذف کے ساتھ لَیْکَۃَ مرسوم ہے، اور سورۂ الحجر اور سورۂ قاف میں اَلْاَیْکَۃ دو الفوں کے ساتھ ہے۔ یعنی لام کے ماقبل و مابعد دو الف لکھے ہوئے ہیں۔

قراء ات

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَالْاَیْکَۃِ اللَّامُ سَاكِنٌ
مَعَ الْهَمْزَةِ وَاخْفِضْهُ وَفِیْ صَادَ غَیْطَلَا

سورۂ الشعراء اور سورۂ صاد میں نافع، ابو جعفر، مکی اور شامی نے لَیْکَۃَ پڑھا ہے۔
اور کوفیین اور بصریین نے اَلْاَیْکَۃِ پڑھا ہے۔
جب کہ سورۂ الحجر اور سورۂ قاف میں سب اَلْاَیْکَۃِ ہی پڑھتے ہیں۔ نکتہ یہ ہوا کہ سورت صاد و الشعراء میں الفین کا حذف شمول قراء ت کے لیے ہے۔

بَابُ حَذْفِ الْیَآءِ وَثُبُوتِهَا

یاء کے حذف واثبات کا بیان

166/1 وَتَعْرِفُ الْیَاءَ فِیْ حَالِ الثُّبُوْتِ اِذَا

حَصَّلْتَ مَحْذُوفَهَا فَخُذْهُ مُبْتَكِرَا

ت: اور تو اگر یاء محذوفہ کو قابو میں لے آئے گا تو یاء کے ثبوت اور مرسوم ہونے کے حال کو بھی جان لے گا' لہٰذا تو یاء محذوفہ کو پہلے حاصل کرنے والا ہو۔

ف: یعنی رسم کے باب میں یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ کہاں یاء مرسوم ہے اور کہاں محذوف؟ میں اس باب میں یاء محذوفہ کو بیان کرتا ہوں مفہوم مخالف کے طور پر باقی یاء کو ثابت الرسم سمجھا جائے' اس طرح دونوں معلوم ہو جائیں گی۔

عربی میں ب'ک' ر حروف اصلیہ پر مشتمل ہر لفظ جدت کے معنی پر مشتمل ہوتا ہے اِبْتَكَرَ وہ پہلے آیا۔ بَاكُوْرَةٌ پہلا پھل۔ بِكْرٌ نئی لڑکی۔ کنواری۔ جمع اَبْكَار۔

بَاكِرَةٌ کوئی لفظ نہیں غیاث اللغات والے نے یہ لفظ غلط لکھا ہے۔

فائدہ: یہ باب یاء محذوفہ پر مشتمل ہوگا قطع نظر اس سے کہ وہ یا لام کلمہ ہو یا مضاف الیہ ہو یا مفعول ہو۔

اور حضرت ناظم علیہ الرحمتہ ان محذوفتہ الیاء کلمات کو وزن بیت کے تقاضوں کے مطابق کہیں بحذف یاء اور کہیں باثبات یاء لائے ہیں۔

ان یاء ت میں سے کہیں اثبات و حذف میں قرآء ت کا اختلاف ہے اور کہیں نہیں جس کو ہم موقع کی مناسبت سے بیان کرتے جائیں گے۔

167/2 حَيْثُ ارْهَبُوْنِ اتَّقُوْنِ تَكْفُرُوْنِ اَطِيْ
عُوْنِ اسْمَعُوْنِ وَخَافُوْنِ اعْبُدُوْنِ طَرَا

ت: جہاں بھی ہو اِرْهَبُوْنِ اور اِتَّقُوْنِ اور وَلَا تَكْفُرُوْنِ اور اَطِيْعُوْنِ اور فَاسْمَعُوْنِ اور خَافُوْنِ اور فَاعْبُدُوْنِ' یاء کا محذوف الرسم ہونا ان سب پر طاری ہوا ہے۔

ف: (۱) فَارْهَبُوْنِ دو جگہ (البقرہ ع ۵ و النحل ع ۷)

(۲): اِتَّقُوْنِ پانچ جگہ (البقرہ ع ۵ و ع ۲۵ و النحل ع ا و المومنون ع ۴ و الزمر ع ۲)

(۳): وَلَا تَكْفُرُوْنِ ایک جگہ (البقرہ ع ۱۸)

(۴): وَاَطِيْعُوْنِ گیارہ جگہ (آل عمران ع ۵' الزخرف ع ۶' نوح ع ۱' الشعراء ع ۶ و ع ۸ و ع ۹ و ع ۱۰)

(۵): فَاسْمَعُوْنِ ایک جگہ (یٰسین ع ۲)

(۶): خَافُوْنِ ایک جگہ (آل عمران ع ۱۸)

(۷): فَاعْبُدُوْنِ تین جگہ (الانبیاء ع ۲ و ع ۶' العنکبوت ع ۶)

حَیۡثُ، طَرًا، کی طرف مضاف ہے طَرًا کا معنی واقع ہوا ہے۔

قراء ات

فَارۡهَبُوۡنِ، فَاتَّقُوۡنِ، وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ، وَاَطِيۡعُوۡنِ، فَاعۡبُدُوۡنِ۔ فَاسۡمَعُوۡنِ۔

یعقوب کے لیے حالین میں اثبات ہے جب کہ باقین حالین میں حذف کرتے ہیں۔

خَافُوۡنِ ابو عمرو اور ابو جعفر وصل میں ثابت رکھتے ہیں۔ یعقوب وصلاً وقفاً ثابت رکھتے ہیں۔ باقین حالین میں حذف کرتے ہیں۔

168/3 اِلَّا بِيٰسِيۡنَ وَالدَّاعِ دَعَانِ وَكِيۡ
دُوۡنِ سِوَى هُوۡدَ تُخۡزُوۡنِ وَعِيۡدِ عَرَا

ت: مگر یٰسین میں۔ اور اَلدَّاعِ اور دَعَانِ اور کِیۡدُوۡنِ سوائے سورۂ ہود کے، اور تُخۡزُوۡنِ اور وَعِيۡدِ میں یہ حذف ظاہر ہوا ہے۔

ف: یعنی اِعۡبُدُوۡنِ میں ہر جگہ یاء محذوف الرسم ہے، مگر سورۂ یٰسین میں مرسوم ہے وَّاَنِ اعۡبُدُوۡنِيۡ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ،

یہ کلمہ تو پچھلے شعر کے ساتھ منسلک تھا۔ جب کہ اس شعر میں محذوف الیاء پانچ کلمات کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) اَلدَّاعِ تین جگہ (البقرہ ع ۲۳۔ القمر ع ۱ میں دو جگہ)

(۲) دَعَانِ ایک جگہ (البقرہ ع ۲۳)

(۳) کِیۡدُوۡنِ دو جگہ (الاعراف ع ۲۴۔ المرسلات ع ۱)

سوائے سورۂ ہود ع ۵ والے کِیۡدُوۡنِيۡ کے، کہ اس میں یاء مرسوم ہے۔ اور مرسوم ہونے کی وجہ سے سب حالین میں پڑھتے ہیں۔

(۴) وَلَا تُخۡزُوۡنِ دو جگہ (ہود ع ۷۔ الحجر ع ۴)

(۵) وَعِيۡدِ تین جگہ (ابراہیم ع ۳۔ ق ع ۱ و ع ۳)

عَرَا بمعنی اَصَابَ یعنی ان کلمات میں حذف یاء پہنچا ہے۔ نیز احتمال ہے کہ عَرِيَ بمعنی خالی ہونا یا برہنہ ہونا۔ یعنی کلمات مذکورہ یاء سے خالی ہوئے ہیں۔ عَرِیَ كُلٌّ مِّنۡهَا عَنِ الۡيَاءِ۔

قراء ات

اَلدَّاعِ۔ دَعَانِ دونوں میں ورش، ابو عمرو اور ابو جعفر وصل میں ثابت رکھتے ہیں یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں قالون کے لیے دو وجوہ ہیں۔

(۱) وصل میں ثابت رکھتے ہیں۔

(۲) حالین میں حذف بھی کرتے ہیں۔

جب کہ باقین حالین میں حذف کرتے ہیں۔

کِیْدُوْنِ (الاعراف ع ۲۴) ابو عمرو اور ابو جعفر وصلاً ثابت رکھتے ہیں۔ اور وقفاً حذف کرتے ہیں۔ یعقوب اور ہشام کے لیے اثبات، حالین میں علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے ہشام کے لیے اختلاف بیان کیا ہے۔ باقین حالین میں حذف کرتے ہیں۔

فَکِیْدُوْنِ (المرسلات ع ۱) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں جب کہ باقین حالین میں حذف کرتے ہیں۔

وَلَا تُخْزُوْنِ (ہود ع ۷) ابو عمرو اور ابو جعفر وصلاً ثابت رکھتے ہیں یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں باقین حالین میں حذف کرتے ہیں۔

تُخْزُوْنِ (الحجر ع ۴) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

وَعِیْدِ: تینوں جگہ ایک ہی قرآءت ہے۔ ورش وصلاً ثابت رکھتے ہیں اور وقفاً حذف کرتے ہیں۔ یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کے قائل ہیں۔

169/4 وَاخْشَوْنِ لَا اَوَّلاً تُکَلِّمُوْنِ یُکَذْ
ذِبُوْنِ اُوْلٰی دُعَاءِیْ یَقْتُلُوْنِ مَرَا

ت: اور وَاخْشَوْنِ نہ کہ پہلا، اور تُکَلِّمُوْنِ اور یُکَذِّبُوْنِ اور پہلا دُعَاءِیْ اور یَقْتُلُوْنِ، کہ ہر ایک میں حذف یاء خوشگوار ہوا ہے۔

ف: وَاخْشَوْنِ لَا اَوَّلاً یعنی سورۃ المائدہ میں دو جگہ۔

(۱) وَاخْشَوْنِ الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ (المائدہ ع ۱)

اور وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا (المائدہ ع ۷)

پہلا وَاخْشَوْنِ جو محذوف الیاء نہیں ہے اس سے مراد سورۃ البقرہ ع ۱۸ کا وَاخْشَوْنِیْ وَلِاُتِمَّ مراد ہے جس میں سب کے لیے حالین میں یاء ہے۔

(۲) وَلَا تُکَلِّمُوْنِ ایک جگہ (المومنون ع ۶)

(۳) اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ دو جگہ (الشعراء ع ۲ و القصص ع ۴)

(۴) دُعَاءِ پہلا یعنی وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (ابراہیم ع ۶)

دوسرا دُعَآءِ ی اِلاَّ نوح ع ۱ سے احتراز ہو گیا کہ اس میں یاء مرسوم ہے اور مرسوم ہونے کی بنا پر سب حالین میں پڑھتے ہیں۔

(۵) یَقْتُلُوْنِ دو جگہ (الشعراء ع ۲ و القصص ع ۴)

حاصل یہ کہ شعر میں مذکوران پانچ کلمات کے آخر سے بھی یاء باجماع غیر مرسوم ہے۔

مَرًا بفتح میم، بکسر میم اور بضم میم تینوں طرح صحیح ہے یعنی مَرًا مِرًا مُرًا تینوں طرح لغت صحیح ہے مگر کلام ناظم میں فقط اول مراد ہے۔

مَرَا الطَّعَامُ کھانا خوشگوار ہوا۔

قراءات

وَاخْشَوْنِ: (المائدہ کا پہلا) یعقوب وقف یاء سے کرتے ہیں جب کہ باقون حذف کرتے ہیں۔

وَاخْشَوْنِ وَلَا (مائدہ کا دوسرا) ابو عمرو اور ابو جعفر وصلاً یاء ثابت رکھتے ہیں۔ یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

وَلَا تُكَلِّمُوْنِ: (المومنون ع ۶) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں جب کہ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ: (الشعراء ع ۲) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

يُكَذِّبُوْنِ: (القصص ع ۴) ورش وصلاً ثابت رکھتے ہیں۔ یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

دُعَآءِ: (ابراہیم ع ۶) ورش، ابو جعفر، ابو عمرو اور امام حمزہ وصلاً یاء پڑھتے ہیں۔ بزی اور یعقوب حالین میں اثبات کرتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

يَقْتُلُوْنِ: (الشعراء ع ۲ و القصص ع ۴) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

170/5 وَقَدْ هَدَانِ وَفِيْ نَذِيْرِيْ مَعْ نُذُرِيْ
تَسْئَلْنِ فِيْ هُوْدَ مَعْ يَاْتِيْ بِهَا وَقَرَا

ت: اور قَدْ هَدَانِ (الانعام ع ۹) میں یاء محذوف ہے اور نَذِيْرِ (الملک ع ۲) میں ساتھ ہی نُذُرِيْ میں (القمر ع ۱ و ع ۲ میں چھ جگہ) اور فَلَا تَسْئَلْنِ (ہود ع ۴) میں ساتھ ہی اس يَاْتِ میں جو اس سورۂ ہود میں باوقار ہوا ہے۔

ف: قَدْ هَدَانِ میں لفظ قَدْ لگنے سے سورۂ الانعام والا لفظ معین ہو گیا اور الزمر والا اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدَانِيْ نکل گیا کیونکہ وہ ثابت الیاء ہے۔

تَبۡسْئَلۡنِ کے ساتھ سورۂ ہود کی قید لگانے سے فَلَا تَسْئَلْنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ (الکھف) والا لفظ نکل گیا۔
اسی طرح یَأۡتِ کے ساتھ بِهَا فرمایا یعنی ہود میں تاکہ سورۂ البقرہ والا فَاِنَّ اللّٰهَ یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ نکل جائے جس میں یاء مرسوم ہے۔

قراء ات

قَدۡ هَدَانِ: (الانعام ع ۹) ابو عمرو اور ابو جعفر وصلاً پڑھتے ہیں۔ جب کہ یعقوب حالین میں اثبات کے قائل ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

نَذِیۡرِ: (الملک ع ۲) ورش وصلاً یاء پڑھتے ہیں۔ یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

نُذُرِ: (چھ جگہ سورۂ القمر میں ع او ع ۲) ورش وصلاً پڑھتے ہیں۔ یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

فَلَا تَسْئَلَنِّ: (ہود ع ۴) لام مفتوحہ، نون مشدد مکسور، قالون اور شامی حالین میں یاء کا حذف کرتے ہیں۔ ورش اور ابو جعفر وصلاً یاء ثابت رکھتے ہیں۔

فَلَا تَسْئَلَنَّ: لام مفتوحہ، نون مشدد مفتوح: ابن کثیر مکی حالین میں حذف یاء کے قائل ہیں۔

فَلَا تَسْئَلۡنِ: لام کے سکون اور نون مکسورہ مخففہ: ابو عمرو وصلاً پڑھتے ہیں جب کہ یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقین حالین میں یاء حذف کرتے ہیں۔ امام حمزہ کے لیے وقفاً صرف نقل ہے۔

یَوۡمَ یَأۡتِ: (ہود) ہمزہ کا ابدال ہے ورش، سوسی اور ابو جعفر کے لیے اور وقفاً امام حمزہ کے لیے۔
جب کہ نافع، ابو جعفر اور کسائی وصل میں یاء پڑھتے ہیں۔
مکی اور یعقوب حالین میں یاء پڑھتے ہیں۔ اور باقون حالین میں حذف کے قائل ہیں۔

171/6 وَتَشۡهَدُوۡنِ ارۡجِعُوۡنِیۡ اِنۡ یُرِدۡنِ نَکِیۡرِ
یُنۡقِذُوۡنِ مَاٰبِ مَعۡ مَتَابِ ذَرٰی

ت: اور حَتّٰی تَشۡهَدُوۡنِ (النمل ع ۳) میں اور رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ (المومنون ع ۶) میں اور اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ (یٰسٓ ع ۲) میں اور نَکِیۡرِ میں جہاں بھی ہو (چار جگہ الحج ع ۶، السباء ع ۵، الفاطر ع ۳، الملک ع ۲) اور وَلَا یُنۡقِذُوۡنِ (یٰسٓ ع ۳) میں اور اِلَیۡهِ مَاٰبِ (الرعد ع ۵) میں اور ساتھ ہی مَتَابِ (الرعد ع ۴) میں کہ ان سب میں یاء کو اہل رسم نے گرایا ہے۔

ل: (ا) ذَرَا تیز ہوا کا کسی چیز کو اڑا کر غائب کر دینا۔ حذف کرنا (مادہ ذَرۡوٌ)

(۲) ذَرَأَ بمعنی خَلَقَ یعنی ان یاء ات کا حذف منجانب اللہ ہے۔

(۳) ذُرٰی ۔ذُروَۃٌ پہاڑ کی چوٹی یعنی یہ سب یاء ات کے حذف والے الفاظ پہاڑ کی چوٹیوں کی طرح معروف و معین ہیں۔

قراء ات

تَشۡهَدُوۡنِ: (النمل ع ۳) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ: (المومنون ع ٦) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ: (یٰسٓ ع ۲) ابو جعفر وصلاً یا مفتوح پڑھتے ہیں اور وقفاً ساکن پڑھتے ہیں۔ یعقوب صرف وقف میں پڑھتے ہیں جب کہ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

نَکِیۡرِ: چار جگہ (الحج ع ٦، السباء ع ۵، الفاطر ع ۳ اور الملک ع ۲) ورش وصلاً یاء پڑھتے ہیں، یعقوب حالین میں یاء پڑھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

وَلَا یُنۡقِذُوۡنِ: (یس ع ۳) ورش وصلاً پڑھتے ہیں۔ یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

اِلَیۡهِ مَاٰبِ: (الرعد ع ۵) یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

مَتَابِ: (الرعد ع ۵) یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

172/7 عِقَابِ تُرۡدِیۡنِ تُؤۡتُوۡنِیۡ تُعَلِّمۡنِیۡ
وَالۡبَادِ اِنۡ تَرَنِیۡ وَکَالۡجَوَابِ جَرٰی

ت: اور یہی حذف عِقَابِ میں (جو تین جگہ ہے الرعد ع ۵۔ ص ع ۱۔ المومن ع ۱) اور لَتُرۡدِیۡنِ (الصافات ع ۲) میں، اور حَتّٰی تُؤۡتُوۡنِ (یوسف ع ۸) میں اور عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ (الکهف ع ۹) میں اور فِیۡهِ وَالۡبَادِ (الحج ع ۳) اور اِنۡ تَرَنِ (الکهف ع ۵) میں اور کَالۡجَوَابِ (السباء ع ۲) میں جاری ہوا ہے۔

ف: مفہوم بالکل واضح ہے۔

بعض نسخوں میں جَرٰی کی بجائے حَرٰی بالحاء المهملہ ہے۔ بمعنی کم ہونا یعنی کلمات مذکورہ میں یاء حذف ہوتی ہے۔

قراء ات

عِقَابِ: (الرعد ع ۵۔ ص ع ۱۔ المومن ع ۱) یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

لَتُرۡدِیۡنِ: (الصافات ع ۲) ورش وصلاً پڑھتے ہیں اور وقفاً حذف کرتے ہیں۔ یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

حَتّٰی تُؤۡتُوۡنِ: (یوسف ع ۸) ابو عمرو اور ابو جعفر وصلاً پڑھتے ہیں۔ وقفاً حذف کرتے ہیں۔ مکی اور یعقوب حالین میں

پڑھتے ہیں- باقون حالین میں حذف کرتے ہیں-

اَنْ تُعَلِّمَنِ : (الکہف ع ۹) نافع ابو جعفر اور ابو عمرو وصلاً پڑھتے ہیں- یعقوب اور مکی حالین میں پڑھتے ہیں- باقون حالین میں حذف کرتے ہیں-

فِیْهِ وَالْبَادِ : (الحج ع ۳) ورش، ابو عمرو اور ابو جعفر وصلاً پڑھتے ہیں یعقوب اور مکی حالین میں پڑھتے ہیں- باقون حالین میں حذف کرتے ہیں-

اِنْ تَرَنِ : (الکہف ع ۵) قالون، ابو عمرو اور ابو جعفر وصلاً پڑھتے ہیں مکی اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں- باقون حالین میں حذف کرتے ہیں-

کَالْجَوَابِ : (السباء ع ۲) ورش اور ابو عمرو وصلاً پڑھتے ہیں- مکی اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں- باقون حالین میں حذف کرتے ہیں-

173/8 فِی الْکَهْفِ یَهْدِیَنِیْ نَبْغِیْ وَفَوْقَ بِهَا
اَخَّرْتَنِیْ الْمُهْتَدِیْ قُلْ فِیْهِمَا زَهَرَا

ت : اور حذف یاء ہے الکہف میں اَنْ یَّهْدِیَنِ (الکہف ع ۴) اور نَبْغِ (الکہف ع ۹) میں، اور الکہف سے اوپر والی سورۃ الاسراء میں اَخَّرْتَنِیْ (الاسراء ع ۷) اور کہہ تو اَلْمُهْتَدِ ان دونوں سورتوں الاسراء والکہف میں بحذف یاء روشن ہوا ہے-

ف : فِی الْکَهْفِ کی قید یَهْدِیَنِ اور نَبْغِ، دونوں کے ساتھ ہے اور یہ وضاحت اس لیے فرمائی تاکہ یَهْدِیَنِیْ (القصص ع ۳) اور نَبْغِیْ (یوسف ع ۸) والے الفاظ نکل جائیں، کیونکہ ان دونوں میں یاء مرسوم ہے-

اَخَّرْتَنِ : بحذف یاء سورۃ الاسراء میں ہے اس لیے فَوْقَ بِهَا کی قید لگائی گئی تاکہ اَخَّرْتَنِیْ المنافقون والا نکل جائے-

اسی طرح اَلْمُهْتَدِ کے ساتھ فِیْهِمَا فرما کر اَلْمُهْتَدِیْ (الاعراف ع ۲۲) کو نکالنا مقصود ہے، کیونکہ وہاں یاء مرسوم ہے-

قراءات

اَنْ یَّهْدِیَنِ : (الکہف ع ۴) نافع، ابو جعفر اور ابو عمرو وصلاً پڑھتے ہیں مکی اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں-

نَبْغِ : (الکہف ع ۹) نافع، ابو جعفر، ابو عمرو اور کسائی وصلاً پڑھتے ہیں مکی اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقون حالین میں

حذف کرتے ہیں۔

اَخَّرْتَنِ : (الاسراء ع ۷) نافع، ابو جعفر اور ابو عمرو وصلاً پڑھتے ہیں۔ مکی اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

اَلْمُهْتَدِ : نافع، ابو جعفر اور ابو عمرو وصلاً پڑھتے ہیں۔ یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

174/9 یَهْدِیَنِ یَسْقِیْنِ یَشْفِیْنِ وَ یُؤْتِیَنِیْ
یُحْیِیْنِ یَسْتَعْجِلُوْنِیْ غَابَ اَوْ حَضَرَا

ت : حذف یاء ہے یَهْدِیَنِ، یُسْقِیْنِ، یَشْفِیْنِ (الشعراء ع ۴) میں اور اَنْ یُّؤْتِیَنِ (الکہف ع ۵) میں اور یُحْیِیْنِ (الشعراء ع ۴) میں اور یَسْتَعْجِلُوْنِ میں خواہ یہ غائب ہو (الذاریات ع ۳) اور خواہ حاضر ہو یعنی تَسْتَعْجِلُوْنِ (الانبیاء ع ۳)

ف : مفہوم بالکل واضح ہے۔

قراء ات

یَهْدِیَنِ - سَیَهْدِیْنِ - یُسْقِیْنِ - یَشْفِیْنِ - اور یُحْیِیْنِ (الشعراء ع ۴) ان تمام الفاظ میں یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں اور باقون حذف کرتے ہیں۔

یُؤْتِیَنِ : (الکہف ع ۵) نافع، ابو جعفر اور ابو عمرو وصلاً پڑھتے ہیں مکی اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

یَسْتَعْجِلُوْنِ، تَسْتَعْجِلُوْنِ : یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

175/10 تُفَنِّدُوْنِ وَنُنَجِّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَهَا
دِالْحَجِّ وَالرُّوْمِ وَادِالْوَادِ طِبْنَ ثَرَا

ت : اور حذف یاء ہے۔ تُفَنِّدُوْنِ (یوسف ع ۱۱) میں، اور نُنَجِ الْمُؤْمِنِیْنَ (یونس ع ۱۰) میں، اور سورۃ الحج (ع ۷) اور سورۃ الروم (ع ۵) والے هَادِ میں، اور وَادِ (النمل ع ۲) اور اَلْوَادِ میں (طٰہٰ، النازعات ع ۱، القصص ع ۴، الفجر) یہ وادیاں اپنی مٹی کے اعتبار سے بڑی عمدہ ہیں۔

ف : نُنَجِّ بتشدید جیم سے الانبیاء والا نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ نکل گیا۔

یونس والا نُنَجِّ بتشدید جیم اور تخفیف جیم دو قراء توں کے ساتھ ہے۔ اسی طرح اَلْمُؤْمِنِیْنَ کی قید سے نُنَجِّی رُسُلَنَا (یونس ع ۱۰) نکل گیا۔

لفظ ھَادِ کے ساتھ سورۃ الحج اور الروم کی تعیین سے النمل ع ٦ کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ اس میں یاء مرسوم ہے۔

قراء ات

تُفَنِّدُوْنِ: (یوسف ع ١١) یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ (یونس ع ١٠) باسکان النون الثانیہ و تخفیف الجیم حفص، کسائی اور یعقوب پڑھتے ہیں۔ جب کہ یعقوب وقفاً یاء پڑھتے ہیں باقون وقفاً حذف کرتے ہیں وصلاً تمام حذف کرتے ہیں۔ نُنَجِّ الْمُؤْمِنِیْنَ: بفتح النون و تشدید الجیم، باقون کی قرآءت ہے۔

لَهَادِ الَّذِیْنَ: (سورۃ الحج ع ٧) یعقوب وقفاً پڑھتے ہیں اور باقون وقفاً حذف کرتے ہیں۔ وصلاً تمام قراء حذف کرتے ہیں۔

بِھٰدِ الْعُمْیِ: (سورۃ الروم ع ۵) باء مکسورہ، ھا مفتوحہ الف کے ہمراہ اور اَلْعُمْیِ میں یاء مکسورہ: قراء عشرہ میں سے سوائے امام حمزہ کے سب پڑھتے ہیں۔

تَھْدِ الْعُمْیَ: تا مفتوحہ، ھا ساکن اور اَلْعُمْیِ کی یا مفتوحہ امام حمزہ۔

امام حمزہ کسائی اور یعقوب وقفاً یاء پڑھتے ہیں اور باقون وقفاً حذف کرتے ہیں جب کہ وصلاً تمام قراء حذف کرتے ہیں۔

وَادِ: (النمل ع ٢) کسائی اور یعقوب وقفاً پڑھتے ہیں باقون وقفاً حذف کرتے ہیں جب کہ وصلاً تمام حذف کے قائل ہیں۔

اَلْوَادِ: (طٰہٰ، النازعات ع ١، القصص ع ٤) یعقوب وقفاً پڑھتے ہیں باقون وقفاً حذف کرتے ہیں وصلاً تمام قراء حذف کرتے ہیں۔

بِالْوَادِ: (الفجر) ورش وصلاً پڑھتے ہیں۔ یعقوب اور بزی حالین میں پڑھتے ہیں۔ قنبل وصلاً پڑھتے ہیں۔ اور وقفاً حذف و اثبات یعنی خُلف ہے۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

اَشْرَكْتُمُوْنِ اَلْجَوَارِ كَذَّبُوْنِ فَارْ 176/11

سِلُوْنِ صَالِ فَمَا تُغْنِ یَلِی الْقَمَرَا

ت: اور ان کلمات میں سے کہ جن کے آخر سے یاء محذوف ہے (سورۃ ابراہیم ع ٤ میں) بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ہے اور اَلْجَوَارِ (الشوریٰ ع ٤، الرحمٰن ع ١، التکویر) اور كَذَّبُوْنِ (المومنون ع ٢ و ع ٣ و الشعراء ع ٦) اور فَارْسِلُوْنِ (یوسف ع ٤) اور صَالِ (الصافات ع ۵) اور فَمَا تُغْنِ ہے جو سورۃ القمر (ع ١) میں واقع ہے۔

ف: تُغۡنِ میں سورۂ القمر کا حوالہ اس لیے دیا تاکہ سورۂ یونس والے وَمَا تُغۡنِی الۡاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ سے احتراز ہو جائے کیونکہ اس میں یاء مرسوم ہے۔

محمد ابن القاصح اپنی شرح رائیہ "تلخیص الفوائد و تقریب المتباعد" میں فرماتے ہیں:

"علامہ ابو عمرو دانی علیہ الرحمہ نے مقنع میں فرمایا' جو یاء اجتماع ساکنین کی وجہ سے پڑھنے میں گر رہی ہو' وہ رسم الخط میں اکثر و بیشتر موجود ہوتی ہے جیسے":

یُّؤۡتِی الۡحِكۡمَةَ، وَمَا تُغۡنِی الۡاٰیٰتُ۔ وَاِنِّیۡ اُوۡفِی الۡكَیۡلَ۔ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ۔ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ۔ وغیرہ۔ مگر پندرہ مواقع میں رسماً بھی حذف ہوتی ہیں۔ اہل رسم کا ان پندرہ مواقع میں حذف یاء پر اجماع ہے۔"

وہ پندرہ یاء ات جو مصاحف میں رسماً محذوف ہوتی ہیں وہ ان بیس جگہ پر آتی ہیں۔

(۱) وَسَوۡفَ یُؤۡتِ اللّٰهُ (النساء۔۱۴۶) (۲) وَاخۡشَوۡنِ الۡیَوۡمَ (المائدۃ۔۳) (۳) یَقۡضِ الۡحَقَّ (الانعام۔۵۷) (۴) نُنۡجِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (یونس۔۱۰۳) (۵) لَهَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا (الحج۔۵۴) (۶) قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ (المومنون۔۹۹) (۷) وَادِ النَّمۡلِ (النمل۔۱۸) (۸) فَمَاۤ اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ (النمل۔۳۶) (۹) بِهٰدِ الۡعُمۡیِ (الروم۔۵۳) (۱۰) یُرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ (یٰس۔۲۳) (۱۱) صَالِ الۡجَحِیۡمِ (الصافات۔۱۶۳) (۱۲) فَبَشِّرۡ عِبَادِ الَّذِیۡنَ (الزمر۔۱۷) (۱۳) فَمَا تُغۡنِ النُّذُرُ (القمر۔۵) (۱۴) الۡجَوَارِ الۡمُنۡشَـٰٔتُ (الرحمٰن۔۲۴) (۱۵) الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ (التکویر۔۱۶)

(المقنع من باب الیاء ات المحذوفات ص ۳۸)

قراء ات

بِمَاۤ اَشۡرَكۡتُمُوۡنِ: (ابراہیم ع ۴) ابو عمرو اور ابو جعفر وصلاً یاء پڑھتے ہیں۔ یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

الۡجَوَارِ: (الشوریٰ ع ۴) نافع' ابو عمرو اور ابو جعفر وصلاً پڑھتے ہیں ابن کثیر اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

جبکہ سورۂ الرحمٰن اور التکویر میں یعقوب وقفاً" یاء پڑھتے ہیں اور بقایا حالین میں حذف کرتے ہیں۔

کَذَّبُوۡنِ: (المومنون ع ۲ و ع ۳۔ الشعراء ع ۶) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

اس سے پہلے یُکَذِّبُوۡنِ جو سورۃ القصص میں آیا ہے شعر نمبر ۱۶۹ میں بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کی قرآء ت بھی وہاں بیان ہو چکی۔

فَاَرۡسِلُوۡنِ: (یوسف ع ۴) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

صَالِ الۡجَحِیۡمِ: (الصافات ع ۵) وقفاً" یعقوب بالیاء پڑھتے ہیں اور وصلاً حذف کرتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف

کرتے ہیں۔
فَمَا تُغْنِ : (القمر ع ۱) یعقوب وقفاً یاء پڑھتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

177/12 اَهَانَنِیْ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ اَكْرَمَنِیْ
اَنْ یَّحْضُرُوْنِ وَیَقْضِ الْحَقَّ اِذْ سُبِرَا

ت : ان محذوف الیاء کلمات میں سے اَهَانَنِ (الفجر) ہے اور سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ (النساء ع ۲۱) ہے اور اَكْرَمَنِ (الفجر) ہے اور اَنْ یَّحْضُرُوْنِ (المومنون ع ۶) ہے اور یَقْضِ الْحَقِّ (الانعام ع ۷) ہے، جب کہ یہ بیان خوب تحقیق سے دیا گیا ہے۔

ف : سورۃ الانعام میں یَقُصُّ الْحَقَّ اور یَقْضِ الْحَقَّ دو قرآءتیں ہیں۔ اول الذکر نافع، ابو جعفر، مکی اور عاصم کی ہے اور باقین ثانی الذکر پڑھتے ہیں۔ پہلی قرآءت کا ظاہر ہے کہ اس باب سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن دوسری قرآءت میں یَقْضِیْ کے آخر سے یاء محذوف الرسم کہی جائے گی۔ اسی لیے بیان فرمایا۔
سَبَرَ الْجُرْحَ : زخم کی گہرائی کو معلوم کیا۔ مراد تحقیق ہے۔

قراءات

اَهَانَنِ۔ اَكْرَمَنِ : (الفجر) دونوں میں ابو جعفر اور نافع وصلاً یاء پڑھتے ہیں۔ بزی اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں۔ ابو عمرو وقف میں حذف کرتے ہیں اور وصلاً خُلْف ہے۔ باقین حالین میں حذف کرتے ہیں۔
سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ : (النساء) یعقوب وقفاً یاء پڑھتے ہیں باقون حذف کرتے ہیں۔
اَنْ یَّحْضُرُوْنِ : (المومنون ع ۶) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔
یَقْضِ الْحَقَّ : (الانعام ع ۷) یعقوب وقفاً پڑھتے ہیں جب کہ ابو عمرو۔ ابن عامر۔ حمزہ۔ کسائی اور خلف حالین میں حذف کرتے ہیں۔ ہم اوپر بیان کر آئے کہ نافع، ابو جعفر، ابن کثیر اور عاصم کے لیے یَقُصُّ الْحَقَّ کی قرآءت ہے۔ جس میں یاء کا کوئی تعلق نہیں۔

178/13 یَسْرِیْ یُنَادِیْ الْمُنَادِیْ تَفْضَحُوْنِ وَتَرْ
جُمُوْنِ تَتَّبِعَنْ فَاعْتَزِلُوْنِ سَرٰی

ت : یہ حذف یَسْرِ (الفجر) میں اور یُنَادِ الْمُنَادِ (ق ع ۳) میں اور تَفْضَحُوْنِ (الحجر ع ۵) میں اور تَرْجُمُوْنِ (الدخان ع ۱) اور اَلَّا تَتَّبِعَنِ (طٰہٰ ع ۵) میں اور فَاعْتَزِلُوْنِ (الدخان ع ۱) میں جاری ہوا ہے۔
ف : مذکورہ بالا کلمات میں یاء کا حذف ناظم بیان فرمارہے ہیں جیسا کہ مفہوم واضح ہے۔

شعر اعلی ذوق کا نمونہ ہے یَسْرِی سے شروع ہو کر سَرٰی پر ختم ہوا۔

قراء ات

یَسْرِ: (الفجر) نافع، ابو جعفر اور ابو عمرو وصلاً یاء ثابت رکھتے ہیں۔ مکی اور یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

یُنَادِ الْمُنَادِ: (ق ع ۳) نافع، ابو جعفر اور ابو عمرو وصلاً یاء پڑھتے ہیں مکی اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

تَفْضَحُوْنِ: (الحجر ع ۵) یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

اَلَّا تَتَّبِعَنِ: (طہ ع ۵) نافع اور بصری وصلاً ثابت رکھتے ہیں۔ وقفاً حذف کرتے ہیں مکی اور یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں، ابو جعفر وصلاً ثابت رکھتے ہیں۔ اور مفتوح پڑھتے ہیں جب کہ وقفاً ساکن پڑھتے ہیں، باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

تَرْجُمُوْنِ، فَاعْتَزِلُوْنِ: (الدخان ع ۱) ورش وصلاً ثابت رکھتے ہیں اور وقفاً حذف، یعقوب حالین میں اثبات کرتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کے قائل ہیں۔

179/14 دِيْنِىْ تُمِدُّوْنَنِىْ لِيَعْبُدُوْنِ وَيُطْ
عِمُوْنِ وَالْمُتَعَالِىْ فَاعْلُ مُعْتَمِرَا

ت: محذوفۃ الیاء کلمات میں سے دِیْنِ (الکافرون) ہے اور اَتُمِدُّوْنَنِ (النمل ع ۳) ہے اور لِیَعْبُدُوْنِ وَیُطْعِمُوْنِ (الذاریات ع ۲) ہیں اور اَلْمُتَعَالِ (الرعد ع ۲) ہے، تو اونچا رہے بڑی عمر والا ہو کر۔

ف: لفظ دِیْنِیْ سے الکافرون والا مراد ہے کیونکہ اسی میں یاء محذوف ہے۔ تعیین پر کچھ اشارہ ہونا چاہئے تھا تاکہ مِنْ دِیْنِیْ (سورۂ یونس ع ۱۱) اور لَہٗ دِیْنِیْ (الزمر ع ٦) شامل نہ ہوں جن میں یاء مرسوم ہے۔ شرح اسہل الموارد میں اس کی تعیین کے لیے لفظ سِرٰی کو قرینہ قرار دیا ہے جو گذشتہ شعر میں آیا ہے لیکن یہ توجیہ قابل قبول نہیں ہے۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ شہرت کو قرینہ قرار دیا جائے۔ یعنی شعر کا مخاطب فاضل قرآء ت ہے۔

رسم اَتُمِدُّوْنَنِ

قال الشیخ علی محمد الضباع المصری فی سمیر الطالبین ص ۹٦ فی مبحث ما فیہ قراء تا ورسم علی احداھما اقتصارا انہ کتب بنونہ واحدۃ وقرئ بھا مشددۃ ادغاما وقرئ باظھار النونین ۔

اقول: الصواب انہ کتب بنونیہ فی جمیع المصاحف وقرئ بھما مظھرتیہ، وبواحدۃ

مشددۃ علی الادغام- والدلیل علی انہ سھو فی ذلک الموضع فقط انہ لم یقع فیہ فصل حذف النونہ قبل ذلک ولا فی فن الضبط وقد نص صاحب المقنع وابراز المعانی والنشر انہ بنونین فی جمیع المصاحف (اظھار احمد)

قراء ات

دِیْنِ : (الکافرون) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں-

اَتُمِدُّوْنَنِ : (النمل ع ۳) نافع، ابو جعفر اور ابو عمرو وصلاً یاء پڑھتے ہیں- ابن کثیر، امام حمزہ اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں، مگر امام حمزہ اور یعقوب نون کا نون میں ادغام کر کے مد لازم سے حالین میں پڑھتے ہیں- باقون حالین میں حذف کرتے ہیں-

لِیَعْبُدُوْنِ وَیُطْعِمُوْنِ : (الذاریات ع ۲) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں-

اَلْمُتَعَالِ : (الرعد ع ۲) ابن کثیر اور یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں-

180/15 وَخُصَّ فِی اٰلِ عِمْرَانَ مَنِ اتَّبَعَنْ
وَخُصَّ فِی اتَّبِعُوْنِیْ غَیْرَھَا سُوَرَا

ت : اور حذف یاء کے ساتھ سورۂ آل عمران میں مَنِ اتَّبَعَنِ (رکوع ۲) کو خاص کر- اور اِتَّبِعُوْنِیْ کو کلمہ مَنِ اتَّبَعَنِ کے علاوہ دیگر سورتوں میں حذف یاء کے ساتھ خاص کر-

ف : مطلب یہ ہے کہ لفظ اِتَّبَعَنِ میں بھی یاء محذوف ہے، مگر یہ حذف صرف اس اِتَّبَعَنِ میں ہے جو آل عمران میں ہے، لٰہذا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (یوسف ع ۱۲) خارج ہو گیا اور مطلب یہ ہوا کہ یوسف والے میں یاء مرسوم ہے-

دوسرے مصرعہ میں یہ فرماتے ہیں کہ آل عمران والے اِتَّبَعَنِ کے علاوہ اِتَّبِعُوْنِیْ کے آخر سے بھی یاء محذوف الرسم ہو گی اور یہ اِتَّبِعُوْنِ دو جگہ ہے-

(۱) یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَھْدِکُمْ (المومن ع ۵)

(۲) وَاتَّبِعُوْنِ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (الزخرف ع ۶)

ان دونوں میں یاء محذوف ہے اور انہی دونوں کو حضرت ناظمؒ مراد لے رہے ہیں- اور ناظم کے الفاظ "خاص کر اِتَّبِعُوْنِیْ میں" کا مطلب یہ ہے کہ اگر اِتَّبِعُوْنِیْ بغیر فا کے نہ ہو، بلکہ فَاتَّبِعُوْنِیْ فا کے ساتھ ہو تو اس میں یاء کو حذف نہ کرو- کیونکہ فا والے فَاتَّبِعُوْنِیْ میں باجماع یاء مرسوم ہے اور فا والا فَاتَّبِعُوْنِ دو جگہ ہے-

(۱) فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران ع ۴)

(۲) فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْا اَمْرِیْ (طٰہٰ ع ۵)

دوسرے مصرعہ میں جو غَیْرُھَا ہے شراح نے ھا کا مرجع آل عمران کو قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آل عمران والے فَاتَّبِعُوْنِیْ کے علاوہ اِتَّبِعُوْنِیْ میں ہر جگہ یاء کو حذف کرو' حالانکہ سورۂ طٰہٰ والے فَاتَّبِعُوْنِیْ میں بھی یاء مرسوم ہے لہٰذا استثناء آل عمران اور طٰہٰ دونوں کا ہونا چاہئے تھا۔

چنانچہ کئی شارحوں نے فرمایا کہ ناظم صاحب ؒ کو یہاں سہو ہو گیا ہے۔ طٰہٰ والا پیش نظر نہیں ہے اس لیے صرف آل عمران والے کا استثناء فرمایا ہے۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ ایک نسخہ فِی اتَّبِعُوْنِیْ کی بجائے فَاتَّبِعُوْنِیْ بھی ہے' فَاتَّبِعُوْنِیْ غَیْرُھَا سُوَرًا۔

اور غَیْرُھَا کی ھا کا مرجع فا کو قرار دیا ہے مطلب یہ کہ فا کے بغیر اِتَّبِعُوْنِیْ میں حذف یاء کو خاص کرو' جن سورتوں میں بھی وہ اِتَّبِعُوْنِ ہو۔

اس دوسرے نسخہ والی عبارت پر توجیہ تو اچھی ہو جائے گی مگر غَیْرُھَا میں حرف فا کو مرجع ٹھہرانا تکلف سے خالی نہیں۔ کیونکہ غیر متبادر ہے۔

ہمارے خیال میں غَیْرُھَا کا مرجع آل عمران نہیں' بلکہ کلمہ اِتَّبِعَنِ ہے اور نسخہ فِیْ والا ہی بہتر ہے مطلب یہ کہ اِتَّبِعَنِ جو کہ لفظ اتباع سے ہے اس کا حال تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے' اور اسی کا ہم اشتقاق اِتَّبِعُوْنِیْ جو کہ امر جمع مذکر حاضر ہے اس کا حال یہ ہے کہ اِتَّبِعُوْنِیْ (بغیر شروع میں فاء کے) کو بھی حذف یاء کے ساتھ خاص کرو' جہاں بھی اور جس سورت میں بھی ہو' لفظ سُوَرًا جمع سے اشارہ ہے کہ یہ اِتَّبِعُوْنِیْ کئی سورتوں میں ہے۔ اور اِتَّبِعَنِ کی طرح صرف ایک سورت میں نہیں۔

اور اِتَّبِعُوْنِیْ بغیر فا کے تلفظ کو بطور تخصیص مراد لیا جائے تاکہ فا والا لفظ نکل جائے۔ اور بطور مفہوم مخالف یہ مطلب ہو جائے کہ ناظم ؒ فا والے فَاتَّبِعُوْنِیْ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس میں یاء مرسوم ہے۔

قراء ات

اِتَّبَعَنِ: (آل عمران ع ۲) نافع' ابو جعفر اور ابو عمرو یاء کو وصلاً ثابت رکھتے ہیں۔ یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

اِتَّبِعُوْنِ: (الزخرف ع ۶) ابو عمرو اور ابو جعفر وصلاً یاء کو ثابت رکھتے ہیں یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

اِتَّبِعُوْنِ اَھْدِکُمْ: (المومن ع ۵) قالون' ابو عمرو اور ابو جعفر وصلا پڑھتے ہیں ابن کثیر اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں

اور باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

181/16 بَشِّرْ عِبَادِ التَّلَاقِیْ وَالتَّنَادِ وَتَقْ
رَبُوْنِ مَعْ تُنْظِرُوْنِیْ غُصْنُهَا نَضِرَا

ت: اور محذوفۃ الیاء کلمات میں سے فَبَشِّرْ عِبَادِ (الزمر ع ۲) اور یَوْمَ التَّلَاقِ (الغافر ع ۲) اور یَوْمَ التَّنَادِ (الغافر ع ۴) اور وَلَا تَقْرَبُوْنِ (یوسف ع ۸) ساتھ ہی وَلَا تُنْظِرُوْنِ ہے جس کی شاخیں تروتازہ ہیں۔

ف: یعنی وَلَا تُنْظِرُوْنِ جو متعدد جگہ ہے اور شاخ تازہ کی طرح پھیلاؤ رکھتا ہے۔ یعنی تین جگہ ہے الاعراف ع ۲۴۔ یونس ع ۸۔ ہود ع ۵۔

بَشِّرْ قید احترازی ہے لہٰذا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ، عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ نکل گئے جن میں یاء مرسوم ہے۔ اور عِبَادِ جس وقت منادی ہو، اس کا حال عنقریب آگے آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عِبَادِ غیر منادی صرف فَبَشِّرْ کے ساتھ والا محذوف الیاء ہے۔

قراءات

فَبَشِّرْ عِبَادِ: (الزمر ع ۲) سوسی یاء کو وصلاً مفتوح اور وقفاً ساکن پڑھتے ہیں۔ یعقوب وقفاً پڑھتے ہیں وصلاً حذف کرتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

یَوْمَ التَّلَاقِ: (الغافر ع ۲) یَوْمَ التَّنَادِ (الغافر ع ۴): ورش، ابن وردان وصلاً یاء پڑھتے ہیں۔ ابن کثیر اور یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

نوٹ: قالون کے لیے حرز میں جو اختلاف بیان کیا گیا ہے وہ اس کے طرق سے نہیں ہے۔ (البدور الزاہرہ)

وَلَا تَقْرَبُوْنِ: (یوسف ع ۸)، وَلَا تُنْظِرُوْنِ (الاعراف ع ۲۴۔ یونس ع ۸، ہود ع ۵) یعقوب حالین میں ثابت رکھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

182/17 فِی النَّمْلِ اٰتَانِیَ فِیْ صَادٍ عَذَابِ وَمَا
لِاَجْلِ تَنْوِیْنِهٖ کَهَادِ نِ اخْتُصِرَا

ت: محذوف الیاء کلمات میں سے سورۂ النمل (ع ۳) میں اٰتٰنِ ہے اور سورۂ صاد (ع ۱) میں بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ہے۔ اور وہ لفظ بھی جس میں تنوین کی وجہ سے آخر سے یاء حذف کر دی گئی ہو۔

ف: اٰتٰنِ کے ساتھ النمل کی قید سے اٰتٰنِیَ الْکِتٰبُ مریم والا لفظ نکل گیا ہے جس میں یاء مرسوم ہے۔ اسی طرح عَذَابِ کے ساتھ سورۂ صاد کے حوالہ سے فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ القمر والا نکل گیا جس میں یاء مرسوم ہے۔

آگے حذف یاء کا ایک کلی قاعدہ بیان کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر اسم مجرور یا مرفوع جس کے آخر میں یاء ہو اور اس کو تنوین لاحق ہو تو باجماع مصاحف یہ یاء محذوف الرسم ہو گی۔ کیونکہ حالت وصل میں بوجہ یاء کے سکون اور تنوین کے سکون کے اجتماع ساکنین ہوتا ہے اور یاء پڑھنے میں حذف ہوتی ہے۔

ایسی تنوین والے اسم کل تیس ہیں جو سینتالیس جگہ آئے ہیں۔

(۱) بَاغٍ (۲) عَادٍ (البقرہ ع ۲۱- الانعام ع ۱۸- النحل ع ۱۵) (۳) مُوصٍ (البقرہ ع ۲۳) (۴) تَرَاضٍ (البقرہ ع ۳۰- النساء ع ۵) (۵) حَامٍ (المائدہ ع ۱۴) (۶) لَاٰتٍ (الانعام ع ۱۶- العنکبوت ع ۱) (۷) غَوَاشٍ (۸) اَیْدٍ (الاعراف ع ۵- ع ۲۴) (۹) هَارٍ (التوبہ ع ۱۳) (۱۰) لَعَالٍ (یونس ع ۹) (۱۱) نَاجٍ (یوسف ع ۵) (۱۲) هَادٍ (پانچ جگہ' الرعد ع ۱- ع ۵- الزمر ع ۳- ع ۴- الغافر ع ۴) (۱۳) وَاقٍ (تین جگہ' الرعد ع ۵ میں دو- الغافر ع ۳) (۱۴) مُسْتَخْفٍ (۱۵) وَالٍ (الرعد ع ۲) (۱۶) وَادٍ (ابراہیم ع ۶- الشعراء ع ۱۱) (۱۷) بَاقٍ (۱۸) مُفْتَرٍ (النحل ع ۱۳- ع ۱۴) (۱۹) لَیَالٍ (تین جگہ' مریم- الحاقہ ع ۱- الفجر) (۲۰) قَاضٍ (طٰهٰ ع ۳) (۲۱) زَانٍ (النور ع ۱) (۲۲) جَازٍ (لقمٰن ع ۴) (۲۳) بِکَافٍ (الزمر ع ۴) (۲۴) مُعْتَدٍ (تین جگہ' ق ع ۲- ن ع ۱- التطفیف) (۲۵) فَانٍ (۲۶) انٍ (۲۷) دَانٍ (الرحمٰن ع ۲- ع ۳) (۲۸) مُهْتَدٍ (الحدید ع ۴) (۲۹) مُلٰقٍ (الحاقہ ع ۱) (۳۰) رَاقٍ (القیامہ ع ۱)

نیز یاد رہے کہ جس لفظ کی تنوین مضاف ہونے کی وجہ سے حذف ہوئی ہے جیسے صَالِ الْجَحِیْمِ' وَادِ النَّمْلِ' ایسے کلمات اس کلیہ میں داخل نہیں ہیں' ایسے کلمات میں حذف یاء کو ناظم علیہ الرحمتہ نے مستقلاً متفرق طور پر بیان کیا ہے۔

قراءات

اٰتٰنِ: (النمل ع ۳) نافع' ابو جعفر' ابو عمرو' حفص اور رویس کے لیے وصلاً یاء مفتوح ہے۔ ان میں قالون' ابو عمرو اور حفص کے لیے وقفاً حذف و اثبات ہے' ابو جعفر اور ورش کے لیے وقفاً حذف ہے۔ اور رویس کے لیے وقفاً اثبات ہے۔ روح کے لیے وصلاً حذف ہے اور وقفاً اثبات ہے۔ باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

عَذَابِ: (ص ع ۱) یعقوب حالین میں پڑھتے ہیں باقون حالین میں حذف کرتے ہیں۔

183/18 وَفِی الْمُنَادٰی سِوٰی وَفِیْ تَنْزِیْلِ اٰخِرِهَا
وَالْعَنْکَبُوْتِ وَ خُلْفُ الزُّخْرُفِ انْتَقَرَا

ت: اور یاء محذوف ہوتی ہے منادیٰ میں سوائے سورۂ التنزیل میں آخری والے کے اور سوائے العنکبوت والے کے۔ اور الزخرف والے عِبَادِ کا خُلْف' تحقیق شدہ ہے۔

ف: ناظمؒ نے ایک کلیہ بیان فرمایا ہے کہ جو اسم منادی الی یاء المتکلم ہو اس کی یہ یاء محذوف الرسم ہوتی ہے' خواہ حرف ندا مذکور ہو یا نہ ہو جیسے:

یٰقَوْمِ' یٰعِبَادِ' یٰرَبِّ' قَالَ رَبِّ وغیرہ

البتہ اس کلیہ سے قرآن مجید میں تین کلمات مستثنیٰ ہیں:

(۱) یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا (آخر سورۃ التنزیل ع ٦)

(۲) یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (العنکبوت ع ٦)

(۳) یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ (الزخرف ع ٧)

ان تین میں سے پہلے دو میں باجماع یاء مرسوم ہے اور تیسرے میں خُلف ہے۔ یاء کا حذف و اثبات دونوں صحیح ہیں کیونکہ مدنی اور شامی مصاحف میں یاء مرسوم ہے اور عراقی میں نہیں۔

سورۃ الزخرف والے میں رسم میں خُلف کے ساتھ قرآءت کا بھی اختلاف وارد ہے پس شعبہ یٰعِبَادِیَ وصلاً پڑھتے ہیں اور وقفاً ان کے لیے سکون ہے۔ جبکہ نافع۔ ابوجعفر۔ بصری۔ شامی اور رویس کے لیے حالین میں سکون یاء ہے اور باقین کے لیے حالین میں حذف یاء ہے۔

تَنْزِیْلِ اٰخِرِهَا میں کلمہ کی تعیین مقصود ہے تاکہ اس آخری سے اوپر آنے والے منادی سے ممتاز ہو جائے جن میں قیاس کے مطابق یاء متکلم محذوف ہے یعنی یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ۔ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ۔ قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ۔

خُلْفُ الزُّخْرُفِ انْتَقَرَا الزخرف میں یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ مراد ہے' حالانکہ اس سورت میں یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ بھی واقع ہے' اور تعیین پر ناظمؒ نے کوئی اشارہ نہیں فرمایا لہٰذا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناظمؒ صرف لفظ عِبَادِ منادی سے ہی بحث کرنا چاہتے ہیں۔ ہر منادی مضاف الی یاء المتکلم سے بحث نہیں کرنا چاہتے۔ بہر حال ہم نے شراح کی تقلید میں شرح میں عمومی مفہوم کو اختیار کیا ہے کیونکہ اس میں رسم کا اصول زیادہ وسعت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔

اِنْتَقَرَا: الف اطلاقی ہے۔ اِنْتِقَار کے معنی پرندہ کا بار بار چونچ مار کر کسی چیز کو چننا ہے' بطور کنایہ ناظمؒ تحقیق مراد لے رہے ہیں۔

184/19 اَلَافِهِمْ وَاحْذِفُوْا اِحْدَاهُمَا کَوَرِءْ
یَا خَاطِئِیْنَ وَالْاُمِّیِّیْنَ مُقْتَفَرَا

ت: اور محذوف الیاء کلمات میں سے اِلٰفِهِمْ بھی ہے۔ اور دو یاء میں سے ایک کو حذف کرو۔ جیسے اَثَاثًا وَّرِءْیًا (مریم ع ۵) اور خٰطِئِیْنَ اور اَلْاُمِّیّٖنَ۔ اس حذف میں پوری طرح اتباع کی گئی ہے (یعنی ایک مطرد کلیہ ہے)

ف: اب تک ان یاءات کا بیان چل رہا تھا جو کلمات کے اواخر سے حذف ہوئیں۔ اِلٰفِهِمْ میں یاء متوسطہ کے حذف کا بیان ہے اور اِلٰفِهِمْ کہنے سے لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ والا اِيْلٰفٌ نکل گیا کیونکہ اس میں یاء مرسوم ہے۔

یاد رہے کہ اِيْلٰفٌ میں لام کے بعد والا الف دونوں جگہ محذوف ہے اور اس حذف کا بیان آ چکا ہے۔

آگے ایک کلیہ قاعدہ فرماتے ہیں کہ جب دو یاء یا دو یاء کی شکلیں جمع ہو جائیں تو تماثل سے بچنے کے لیے ایک ہی یاء لکھی جاتی ہے چنانچہ رِءْيًا میں ہمزہ جو کہ بشکل یاء تھا (کیونکہ ہمزہ ساکن ماقبل مکسور بشکل یاء لکھا جاتا ہے) لہٰذا ایک یاء لکھی گئی۔ لیکن اکثر ہوتا یہ ہے کہ تماثل کی صورت میں محذوف، ثانی کو قرار دیتے ہیں۔ مگر یہاں پہلی شکل یاء، ہمزہ بصورت یاء محذوف ہے چنانچہ علامہ دانی فرماتے ہیں کہ ہمزہ ساکنہ بعد الکسر کی صورتوں میں سے ہمارے علم کے مطابق صرف وَرِءْيًا میں محذوف الشکل ہے۔ بہر حال ہمزہ کا حذف تماثل کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ وہ بصورت یاء تھا اور دو یاء کی شکلوں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے ایک شوشہ حذف ہو گیا۔

اسی تماثل کے اصول کے مطابق خٰطِئِيْنَ میں بھی ایک یاء لکھی گئی ہے۔ کیونکہ ہمزہ مکسورہ بعد الکسر بصورت یاء لکھا جاتا ہے لہٰذا تماثل سے بچنے کے لیے صرف یاء کے ایک شوشے پر اکتفا کیا گیا۔ اس لفظ میں بھی ہمزہ ہی کی شکل کو حذف کیا گیا ہے ورنہ اس طرح لکھا جاتا خٰطِئِيْنَ مگر لکھتے اس طرح ہیں خٰطِـِٔيْنَ۔ تیسری مثال الْاُمِّيّٖنَ ہے جس میں تماثل کے قاعدہ کے مطابق دوسری یاء محذوف الشکل ہے۔

185/20 مَنْ حَيَّ يُحْيِ وَيَسْتَحْيِ كَذَاكَ سِوٰى
هَيِّئْ يُهَيِّئْ وَعِلِّيِّيْنَ مُقْتَصَرَا

ت: اسی طرح تماثل کی بنا پر ایک یاء لکھی گئی مَنْ حَيَّ (الانفال ۵) میں اور يُحْيِ میں اور يَسْتَحْيِ میں، سوائے هَيِّئْ (الکہف ع۱) اور يُهَيِّئْ (الکہف ع۲) اور عِلِّيِّيْنَ کے، کہ ان میں تماثل کے اصول سے روکا گیا ہے۔

ف قراءات: علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَمَنْ حَيِيَ اكْسِرْ مُظْهِرًا اِذْ صَفَا هُدًى

مَنْ حَيَّ (الانفال ع۵) میں دو قراءتیں ہیں۔ نافع، ابو جعفر، بزی، شعبہ، یعقوب اور امام خلف نے دو یاء کے ساتھ اظہار کرتے ہوئے مَنْ حَيِيَ پڑھا ہے اور باقین نے ادغام کے ساتھ مَنْ حَيَّ پڑھا ہے۔

تماثل کے قاعدہ کے ذیل میں اس جگہ حَيَّ کی مثال اظہار والی قراءت پر مبنی ہے کیونکہ ادغام والی قراءت پر تو دو یاء کے مرسوم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

مضارع يُحْيِ اور جو بھی صیغے اس سے ہوں جیسے اُحْيِ، نُحْيِ، تُحْيِ سب میں تماثل کے قاعدہ کے مطابق ایک یاء مرسوم

ہے اسی طرح یُسْتَحْیِ میں۔

آگے اس اصول سے استثنائی صورتوں کا بیان ہے هَیِّیٔ، یُهَیِّیٔ، عِلِّیِّیْنَ یہ تین الفاظ قیاس جلی کے مطابق دو یاء سے لکھے گئے ہیں، اور تماثل کے اصول کے خلاف لکھے گئے ہیں۔

186/21 وَذِی الضَّمِیرِ کَیُحْیِیکُمْ وَ سَیِّئَةٍ
فِی الْفَرْدِ مَعْ سَیِّئًا وَ السَّیِّئُ اقْتُصِرَا

ت: اور سوائے ضمیر والے فعل کے جیسے یُحْیِیکُمْ اور سوائے سَیِّئَةٍ کے بشرطیکہ یہ مفرد ہو اور ساتھ ہی سَیِّئًا اور اَلسَّیِّئُ کے کہ ان سب الفاظ میں تماثل پر عمل سے روکا گیا ہے۔

ف: اس شعر میں بھی سِوٰی کے تحت میں تماثل کے اصول سے باہر ہونے والے اور دو یاؤں سے لکھے جانے والے الفاظ کا بیان ہے۔

ان مستثنیات میں پہلے ایک اصول بیان فرمایا ہے کہ جب فعل میں دو یاء جمع ہوں اور اس کے ساتھ کوئی ضمیر لاحق ہو تو اس فعل میں ہمیشہ دونوں یاء مرسوم ہوں گی اور تماثل کی وجہ سے ایک پر اکتفا نہ کیا جائے گا جیسے

یُحْیِیکُمْ – یُحْیِیهَا – یُحْیِیْنَ – حُیِّیتُمْ – اَفَعَیِینَا – اَحْیَیْنٰهَا

نیز لفظ سَیِّئَةٍ میں بھی دو یاء مرسوم ہیں۔ بشرطیکہ یہ لفظ مفرد ہو۔ کیونکہ جمع میں تماثل کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ایک ہی یاء مرسوم ہے یعنی سَیِّاٰت (ایک یاء کے ساتھ)، اسی طرح لفظ سَیِّئًا اور اَلسَّیِّئُ میں بھی دو ہی یاء مرسوم ہیں۔

فائدہ: سَیِّـاٰتُ میں یہ کیوں نہ کہا جائے کہ بعد یاء ہمزہ بشکل الف لکھا ہے اور جمع مونث کا الف تماثل شکل الفین کی وجہ سے حذف ہے لہٰذا ہمزہ محذوف الشکل نہ ہوا۔

جواب ایسا سمجھنا غلط ہے کیونکہ ہمزہ کی رسم کے اصول وقواعد میں یہ ہے کہ ہمزہ مفتوحہ بعد الکسر، بشکل یاء ہوتا ہے جیسے فِـئَـةً، نُنْشِئُهُمْ میں۔

سَیِّـاٰتُ میں بھی ہمزہ مفتوحہ بعد الکسر ہے لہٰذا بشکل یاء ہونا چاہیے اور چونکہ یاء مرسوم نہیں تو کہا جائے گا کہ تماثل کے قاعدہ سے مرسوم نہیں۔ لہٰذا الف کو ہمزہ کی شکل ماننا خود ایک غیر قیاسی بات کو تسلیم کرنا ہوگا۔

نوٹ: لفظ سَیِّئَةٍ میں دو یاء حقیقۃً مراد نہیں بلکہ یاء اور ہمزہ مراد ہیں یعنی اولاً یاء ہے پھر ہمزہ بشکل یاء ہے۔ اور فِئَةً کے قیاس پر لکھا ہوا ہے اور تماثل کے اصول پر عمل نہیں ہوا ہے۔

187/22 هَیِّیٔ یُهَیِّیٔ مَعَ السَّیِّئِی بِهَا اَلِفٌ
مَعْ یَائِهَا رَسَمَ الْغَازِی وَقَدْ نُکِرَا

ت: ھیّیٔی یُھَیّیٔی اور ساتھ ہی اَلنَّبِیّٖ میں الف مع یا ء ہے یہ غازی ابن قیسؒ نے لکھا ہے مگر انکی یہ رسم اجنبی سمجھی گئی ہے۔

ف: غازی ابن قیسؒ رسم پر اپنی مشہور کتاب "ھِجَاءُ السُّنَّۃ" میں فرماتے ہیں کہ ہم نے مصحف مدنی میں مذکورہ تینوں لفظوں کو اس طرح لکھا ہوا دیکھا ہے کہ پہلے یا ء کا شوشہ اور پھر ہمزہ بصورت الف لکھا ہوا ہے یعنی اس طرح لکھا ہے ھَیِّـاْ۔ یُھَیِّـاْ۔ اَلنَّبِیّاْ۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں مگر یہ رسم شاذ ہے مشہور و متداول رسم وہی ہے جو اوپر گزرا ہے۔

ناظمؒ نے یہ بات علامہ دانیؒ کے اتباع میں فرمائی۔ علامہ دانیؒ اپنی کتاب "مقنع" میں غازی ابن قیسؒ کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"اِنَّ ذٰلِکَ خِلَافُ الْاِجْمَاعِ" یعنی یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔

لیکن علامہ دانیؒ کے اس قول پر تنقید کرتے ہوئے "کتاب الوسیلہ" کے مصنف علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ علامہ دانیؒ کا قول خود درست نہیں اور خلاف اجماع ہے کیونکہ ہم نے بھی مصحف شامی میں ان تینوں الفاظ کی رسم یا ء مع الالف ہی دیکھی ہے۔ لہٰذا دو قوی راویوں کی روایت کے بعد اس رسم کو منکر یا شاذ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ خلاف اولی یا خلاف مشہور کہہ سکتے ہیں۔ لیکن حضرت ناظمؒ اور علامہ دانیؒ کی مراد بھی قطع نظر عن صحۃ الروایت مقبول و صحیح رسم کی ہدایت کرنا ہے جس کی دو وجہیں ہیں۔

(۱) غازی ابن قیسؒ کی یہ روایت منفرد ہے اس کا مؤید کوئی نہیں۔

(۲) رسم قیاسی کے خلاف ہے۔

مختصر حالات علامہ الغازی ابن قیسؒ

آپ کا نام غازی اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ نے امام مالک بن انسؒ اور ابن ابی ذئبؒ کے علاوہ ایک جماعت سے علم حاصل کیا اور مؤطا کو حفظ کیا۔ آپ نے ابو رویم امام نافع بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے بھی استفادہ کیا۔

اول آپ اندلس تشریف لے گئے۔ آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا مگر آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے جھوٹ نہیں بولا یہی بات حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بھی کہی ہے۔ مگر یہ قول کسی فخر یا ریا کی بنا پر نہیں کہا بلکہ اس لئے کہا ہے تاکہ دوسرے لوگ بھی اس پر عمل کریں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاo یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ. (الاحزاب)

(ترجمہ) "مومنو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمہارے سب اعمال درست کردے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک بڑی مراد پائے گا۔

علامہ غازیؒ علوم قرآن کے رئیس تھے۔رات کو کثرت سے نوافل پڑھا کرتے تھے۔۱۹۹ ہجری میں وفات پائی۔

188/23 بِـــاٰيَةٍ وَ بِـــاٰيَـــاتِ الْـعِـــرَاقُ بِهَـــا
يَـــاءَ انِ عَـنْ بَـعْـضِهِـمْ وَلَيْـــسَ مُشْتَهِـرَا

ت: بِاٰيَةٍ اور بِاٰيَاتٍ مصاحف عراق میں سے بعض میں دو یاؤں سے مرسوم ہے اور یہ رسم مشہور نہیں۔

ف: یعنی عراق کے بعض مصاحف بِاٰيَةٍ اور بِاٰيَاتٍ واحد اور جمع جب کہ مجرور بالباء ہوں، خواہ وہ کسی بھی جگہ واقع ہوں جیسے وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ — لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ — اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا — وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيَاتِ

الف اور تاء کے درمیان دو یاؤں سے لکھے گئے ہیں یعنی اس طرف بِاٰيَيَةٍ — بِـاٰيَيٰتٍ

لیکن اکثر مصاحف میں دیگر کلمات کی طرح ایک یاء سے لکھے گئے ہیں اور یہی مشہور ہے بخلاف اول کے کہ وہ مشہور نہیں۔ کیونکہ وہ صرف بعض مصاحف میں ہے۔

علامہ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں۔

''میں نے بعض مصاحف عراق میں بِاٰيَةٍ اور بِـاٰيَاتٍ کو جہاں بھی واقع ہوں جب کہ مجرور بالباء ہوں خاص طور پر دو یاؤں کے ساتھ مرسوم دیکھا ہے۔''

ناظمؒ ''يَـاءَ انِ عَـنْ بَعْضِهِـمْ'' میں یہی بتلانا چاہتے ہیں اور باء کے ساتھ مجرور ہونے کی قید ناظمؒ کے تلفظ سے بطور قید کے مراد لینی چاہیے۔

تشریح مزید

مشہور رسم کے مطابق بِـــاٰيَةٍ میں باء کے بعد ہمزہ بشکل الف ہے (کیونکہ ہمزہ مبتدءً بشکل الف ہوتا ہے) اور ہمزہ کے بعد الف تماثل کی وجہ سے محذوف الشکل ہے، آگے یَ ہے اور گول ۃ ہے۔

غیر مشہور عراقی رسم کے مطابق بِـــاٰيِيَةٍ کی توجیہ میں دو قول ہو سکتے ہیں۔باء کے بعد ہمزہ مبتدءً قیاس کے مطابق بشکل الف مرسوم ہے۔اور ہمزہ کے بعد الف بصورت یـ مرسوم ہے اور دوسری یاء کا شوشہ اصلی یاء ہے اور پھر گول ۃ ہے۔یا یہ کہو کہ بِـــاٰيِيَةٍ، باء کے بعد ہمزہ بشکل الف ہے اور الف تماثل کی بناء پر محذوف ہے۔اور یاء کے دو شوشوں میں پہلا شوشہ یاء منقوطہ کا ہے اور دوسرا خلاف قیاسی زائد ہے جیسے بِاَيْيدٍ میں دوسرا شوشہ زائد مرسوم ہے۔اور

بِـــاٰيِيٰتٍ میں باء جارہ کے بعد ہمزہ بشکل الف ہے اور الف تماثل کی بنا پر محذوف ہے، آگے یاء منقوطہ ہے اور دوسرا شوشہ خلاف قیاس الف جمع کی شکل ہے جیسے بِاَيِّىمِ اللّٰهِ میں۔

اورخلاف قیاس اس لئے کہا کہ الف وتاء والی جمع مونث سالم میں قیاسی شکل یہ ہے کہ الف لکھا جاتا ہے جیسے ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وغیرہ میں۔

189/24 وَ الْمُنْشَئٰتُ بِھَا بِالْیَا بِلَا اَلِفٍ
وَفِی الْھِجَاءِ عَنِ الْغَازِیْ کَذَاکَ یُرٰی

ت: اَلْمُنْشَئٰتُ مصاحف عراق میں بغیر الف کے یاء کے ساتھ مرسوم ہے اور غازی ابن قیسؒ سے بھی "ھِجَاءُ السُّنَّةِ" میں اسی طرح دیکھا جاتا ہے۔

ف: اور لفظ اَلْمُنْشَئٰتُ (الرحمٰن) مصاحف عراق میں یاء کے ساتھ بلا الف مرسوم ہے گویا یوں ہے اَلْمُنْشَئٰتُ اور غیر عراقی مصاحف میں نہ ہمزہ کی شکل ہے اور نہ الف کی۔ یہ جمع مونث مہموز ہے اور پیچھے یہ اصول معلوم ہو چکا ہے کہ جمع مونث مہموز میں ہمزہ اور الف دونوں محذوف ہوتے ہیں ویسے ہمزہ مفتوحہ بعد الحرف المفتوح کا قیاسی رسم یہ ہے کہ ہمزہ ایسی صورت میں اپنی حرکت کے مطابق حرف مد کی شکل میں لکھا جاتا ہے جیسے رَاٰتْ لیکن جمع مونث سالم مہموز و مضاعف میں دوسرا اصول یہ بھی ہے کہ الف نہیں لکھا جاتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

دراصل مصاحف عراق کے رسم میں دوسری قرآءت بکسر شین کی رعایت کی گئی ہے۔ امام حمزہؒ اور ایک روایت میں شعبہ اَلْمُنْشِئٰتُ بکسر شین پڑھتے ہیں۔ علامہ شاطبیؒ حرز الامانی میں فرماتے ہیں:

وَفِی الْمُنْشَاٰتُ الشِّیْنُ بِالْکَسْرِ فَاحْمِلَا
صَحِیْحًا بِخُلْفٍ ....

اور ہمزہ مفتوحہ بعد الکسر اپنے ماقبل کی حرکت کے موافق حرف مد کی صورت میں لکھا جاتا ہے یعنی بعد الکسر ہونے کی وجہ سے ہمزہ مفتوحہ بصورت یاء ہونا چاہیے جیسے فِئَةٌ میں ہے۔ اور الف چونکہ جمع کا ہے وہ کہیں بھی نہیں لکھا گیا۔

بَابُ مَا زِیْدَتْ فِیْهِ الْیَاءُ

وہ الفاظ جن میں یاء زائد لکھی گئی ہے

190/1 اَوْ مِنْ وَّرَاۤئِ حِجَابٍ زِیْدَ یَاهُ وَفِی
تِلْقَاۤئِ نَفْسِیْ وَمِنْ اٰنَاۤئِ لَاعُسُرَا

ت: اَوْ مِنْ وَّرَاۤئِ حِجَابٍ (الشوریٰ ع ۵) میں یاء زیادہ کی گئی ہے اور تِلْقَاۤئِ نَفْسِیْ (یونس ع ۲) میں اور مِنْ اٰنَاۤئِ

الَّیۡلِ (طہ ع ۸) میں اس حال میں کہ اس یاء کے اضافہ میں کوئی دشواریاں نہیں ہیں۔

ف: لَا عُسُـرَ، عَسِیۡـرُ کی جمع ہے۔یعنی یہ یاء کا اضافہ اجماعی ہے تمام اہل رسم کا اتفاق ہے اور کسی اختلافی مسئلہ کی کوئی دشواری نہیں ہے۔

رسم کا قیاسی اصول یہ ہے کہ ہمزہ متطرفہ بعد الالف محذوف الشکل ہوتا ہے اور یہ قیاسی اصول اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ ہمزہ بصورت الف تھا۔لہٰذا الف کے بعد مکرر الف کی شکل کو پسند نہیں کیا گیا اور تماثل سے بچنے کے لئے الف حذف کیا گیا یا یوں کہہ لیجئے کہ اہل عربیت کے یہاں ہمزہ متطرفہ بعد الالف جائز الحذف ہوتا ہے چنانچہ امام حمزہؒ کے یہاں وقف بالاسکان میں ہمزہ نہیں پڑھا جاتا ہے۔

اس طرح ان مذکورہ کلمات میں ہمزہ مکسورہ کا بصورت یاء ہونا اہل رسم کے لئے قابل غور ہو گیا اس کی توجیہات حسب ذیل ہو سکتی ہیں۔

(۱) امام حمزہ کے لئے وقف بالروم کی نیت سے یاء لکھی گئی چنانچہ روم میں بین الہمزہ والیاء پڑھا جائے گا۔

(۲) یہ ہمزہ بدلا ہوا یاء سے ہے چنانچہ عربی قاعدہ ہے کہ طرف کلمہ میں الف کے بعد واؤ یا یاء ہمزہ سے بدل جاتے ہیں۔جیسے دُعَاوٌ سے دُعَاءٌ اور کِسَایٌ سے کِسَاءٌ

لہٰذا توجیہ ہوگی کہ لفظ اصلی شکل میں لکھا گیا اور عروضی حرف یعنی ہمزہ نہیں لکھا گیا۔

(۳) تاکید و تقویت کے لئے اور ہمزہ کے لئے مکسور ہونے کی صورت میں بصورت باء ہونے پر دلالت کے لئے "ی" لکھی گئی۔ ناظمؒ کے کلام سے اسی توجیہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ فرمایا: زِیۡدَیَاہُ

191/2 وَفِـیۡ وَاِیۡتَـآیءِ ذِی الۡـقُـرۡبٰـی بِـاَیِّـکُـمۡ

بِـاَیۡـدٍ نِ انۡ مَّـاتَ مَـعۡ اِنۡ مِّـتَّ طِبۡ عُـمُـرَا

ت: اور زائد یاء لکھی گئی ہے اِیۡتَـآیءِ ذِی الۡـقُـرۡبٰـی (النحل ع ۱۳) میں اور بِـاَیِّـکُـمُ (ن ع ۱) میں اور بِـاَیۡـیدٍ (الذاریات ع ۳) میں اور اَفَـاِئۡنۡ مَّاتَ (آل عمران ع ۱۵) میں ساتھ ہی اَفَـاِئۡنۡ مِّـتَّ (الانبیاء ع ۳) میں عمر کے اعتبار سے تو خوشگوار انسان ہو۔

ت: بِـاَیۡـیدٍ اور بِـاَیِّـکُـمُ میں دو یاء لکھی ہوئی ہیں ہمزہ جو مبتدءٔ ہونے کی وجہ سے بصورت الف ہے اس میں ایک اور مزید قیاسی صورت یہ بنتی ہے کہ بَـاء جارہ بطور جزو کلمہ داخل ہے۔ہمزہ اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا تو اس لحاظ سے ہمزہ متوسطہ ہوا اور ہمزہ متوسطہ جب مفتوحہ بعد الکسر ہو تو بصورت یاء لکھا جاتا ہے لہٰذا ہمزہ بصورت یاء لکھا گیا گویا اصلی شکل ہمزہ بصورت الف بھی مرسوم ہے اور عارضی شکل ہمزہ بصورت یاء بھی مرسوم ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ تقویت ہمزہ کے لئے یاء بھی لکھی گئی ہے۔

اسی توجیہ کا تقاضا یہ ہے کہ یاء کا پہلا شوشہ زائد اور دوسرا یاء قرار دیا جائے یعنی اس طرح لکھیں بِاَیْیدٍ، بِاَیِّیکُم - اَفَائِنْ مَّاتَ اور اَفَائِنْ مِّتَّ میں اِنْ حرف شرط متوسط بالزوائد ہے، اصلی اور حقیقی صورت حال کے اعتبار سے ہمزہ اِنْ بصورت الف ہے کیونکہ وہ ہمزہ مبتدءہ ہے، اور غیر منفک زوائد کے دخول کی وجہ سے ہمزہ اِنْ متوسطہ بھی ہے تو گویا ہمزہ مکسورہ بعد الفتح ہے اس کی قیاسی شکل یاء کی صورت بنتی ہے جیسے لَئِنْ میں۔

ہر دو قیاس پر عمل کرتے ہوئے ہمزہ کو بصورت الف بھی اور پھر بصورت یاء بھی لکھا گیا۔ اہل رسم کے اس مقولہ کا کہ ''ہمزہ بصورت یاء تقویت کے لئے لکھا گیا ہے۔'' کا یہی مطلب ہے۔

فائدہ: (۱) کون کہتا ہے کہ قرآن کی لکھائی بلا سوچے سمجھے یونہی لکھ دی گئی، غور کرنے سے کس قدر دقائق اور باریکیاں سامنے آتی ہیں۔

امام حمزہؒ کے یہاں اَفَائِنْ پر وقف کی صورت میں دو طرح وقف جائز ہے تحقیق ہمزہ اور تسہیل کالیاء۔

لکھنے والوں کا کمال ملاحظہ ہو کہ رسم میں دونوں طرح وقف کی تصویر تیار فرما گئے۔ رضی اللہ عنہم۔

فائدہ: (۲) اِنْ مِّتَّ کلمہ قرآنی ہے، معنی کی طرف دھیان جائے تو معنی ہیں ''اگر تو مرے۔'' بظاہر معناً ناگواری کی صورت ہوگئی تو ناظم رحمہ اللہ نے فوراً فرمایا فَطِبْ عُمُرًا تو اپنی زندگی میں خوشگوار رہے۔ کلام کی پاکیزگی قابل تحسین ہے۔ فَلِلّٰهِ دَرُّہٗ

قیودات

وَاِیْتَایِٔ کے ساتھ ذِی الْقُرْبٰی فرمانے سے اشارہ ہے کہ یہ مسئلہ اسی مقام کے ساتھ خاص ہے۔ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ سے احتراز ہوگیا۔ اسی طرح بِاَیِّیکُم کے ساتھ الْمَفْتُوْنِ کی قید سے اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا نکل گیا۔

192/3

مِنْ نَبَایِٔ الْمُرْسَلِیْنَ ثُمَّ فِیْ مَلَایِٔ
اِذَا اُضِیْفَ اِلٰی اِضْمَارِ مَنْ سُتِرَا

ت: اور مِنْ نَبَایِٔ الْمُرْسَلِیْنَ (الانعام ع۴) اور مَلَایِٔ میں بھی یاء زیادہ لکھی گئی ہے بشرطیکہ یہ لفظ مَلَایِٔ ضمیر غائب کی طرف مضاف ہو۔

ف: یعنی انہی کلمات مذکورہ بالا میں سے سورۃ الانعام میں مِنْ نَبَایِٔ الْمُرْسَلِیْنَ بھی ہے۔ شروع میں مِنْ نَبَایِٔ اور بعد میں اَلْمُرْسَلِیْنَ کے لفظ سے تعیین کی طرف اشارہ ہے گویا لفظ نَبَایِٔ ہمزہ بزیادت یاء تمام قرآن میں صرف ایک جگہ ہے۔ باقی کسی جگہ ایسا نہیں جیسے لِکُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ۔

اور لفظ مَلَا اگر ضمیر غائب کی طرف مضاف ہو تو بزیادت یاء مرسوم ہے جیسے مَلَایِٔهٖ، مَلَایِٔهِمْ اور اگر ضمیر کی طرف

مضاف نہ ہو یا مضاف ہی نہ ہو تو بزیادت یاء مرسوم نہیں جیسے قَالَ الْمَلَاُ اور لِلْمَلَاِ

نیز لفظ مَلَاِ مجرور مراد ہے لہٰذا مَلَاۡءَہٗ (یونس ع ۹) میں قیاس کے مطابق بغیر زیادت یاء کے ہے۔

اس زیادت یاء کی توجیہ کے ذیل میں یہ کہنا چاہیے کہ یا تو یہ ہمزہ کی تقویت کے لئے مرسوم ہے یا یہ کہنا چاہیے کہ مضاف الی الضمیر کی وجہ سے ہمزہ متطرفہ نہیں بلکہ متوسطہ ہوگیا ہے اور ہمزہ متوسطہ مکسورہ بعد المتحرک اپنی حرکت کے موافق حرف مد کی شکل پر لکھا جاتا ہے۔ لہٰذا یاء ہمزہ کی صورت ہے اور الف زائد ہے یا یہ کہیے کہ ہمزہ کی حقیقی حیثیت کے لحاظ سے تو اس کو بشکل الف لکھا ہے یعنی ہمزہ متحرکہ بعد المتحرک ہے اور ضمیر کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اور توسط کی عارضی صورت پیدا ہونے کا خیال رکھتے ہوئے بشکل یاء بھی مرسوم ہے۔

ناظم کی رائے پر یاء زائد ہے یعنی مَلَا۠ئِہٖ لیکن بعض مشائخ رسم اس کے برعکس قائل ہیں یعنی مَلَاۡئِہٖ۔

193/4　لِقَاءِ فِی الرُّوْمِ لِلْغَازِیْ وَکُلُّهُمْ
بِالْیَا بِلَا اَلِفٍ فِی الّٰٓـٰیِٕ قَبْلُ تُرٰی

ت: لفظ لِقَآءِ سورۃ الروم میں غازی ابن قیسؒ کی روایت پر بزیادت یاء ہے۔ اور تمام مصاحف اَلّٰٓـٰیِٕ میں یاء کے ساتھ بغیر الف کے اسی یاء سے پہلے دیکھے جاتے ہیں۔

ف: لفظ لِقَآءِ سورۃ الروم میں دو مرتبہ آیا ہے بِلِقَآیِٔ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ (ع۱) وَلِقَآیِٔ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ (ع۲)

غازی ابن قیسؒ نے ان دونوں کو بھی بزیادت یاء بعد الالف روایت کیا ہے یعنی بِلِقَایِٔ اور وَلِقَایِٔ مگر جمہور نے نہیں۔ اور لفظ اَلّٰٓـٰیِٕ جو قرآن میں چار جگہ ہے، تمام علماء رسم نے اس کی رسم بغیر الف اور ہمزہ بشکل یاء بتلائی ہے۔

اور دو لاموں میں سے ایک ہی لام لکھا جائے گا چنانچہ آگے بَابُ حَذْفِ اِحْدَی اللَّامَیْنِ میں آتا ہے تو رسم عثمانی یہ ہوا۔ اَلّٰٓئِ مثل اِلّٰی کے۔

بَابُ حَذْفِ الْوَاوِ وَزِیَادَتِهَا

واؤ کا حذف یا اس کی زیادتی

194/1　وَوَاوُ یَدْعُ لَدٰی سُبْحَانَ وَاقْتَرَبَتْ
یَمْحُ بِحَامِیْمَ نَدْعُ فِی اقْرَءِ اخْتُصِرَا

ت: یَدْعُوْ کا واو سُبْحَانَ اور اِقْتَرَبَتْ میں، اور یَمْحُوْ کا حامیم میں اور نَدْعُوْا کا سورۃ اِقْرَاْ میں حذف کیا گیا ہے۔

ف: یَدْعُ الْاِنْسَانُ سورۃ السبحان (الاسراء) میں اور یَدْعُ الدَّاعِ سورۃ القمر میں اور یَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِل سورۃ الشوریٰ میں اور سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ سورۃ الاقراء میں۔

یہ چاروں کلمات بحذف واؤ مرسوم ہیں۔ چونکہ ان چاروں مضارع کے صیغوں میں حالت رفعی ہے اس لئے قیاس یہ چاہتا ہے کہ واؤ مرسوم ہو۔ مگر چونکہ حالت وصل میں اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ ہوا ہے۔ لہٰذا واؤ پڑھنے میں گر گیا۔ لہٰذا رسم کو موافق تلفظ کرنے میں واؤ نہیں لکھا گیا۔

بہرحال اس قسم کے حذف والے صرف یہی چار افعال ہیں۔

195/2 وَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ قُلْ وَ الْوَاوُ زِيْدَ اُوْلُوْا
اُوْلِىْ اُوْلَاتِ وَ فِىْ اُوْلٰئِكَ انْتَشَرَا

ف: اور کہہ تو کہ لفظ نَسُوا اللّٰہَ میں واؤ کا حذف (رسما) وہم ہے اور واؤ زیادہ کی گئی ہے اُولُوْا اور اُولِیْ اور اُولَاتِ میں اور لفظ اُولٰئِکَ میں بھی واؤ کا اضافہ عام ہوا۔

ف: سورۃ الحشر میں ہے نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسَاھُمْ اَنْفُسَھُمْ اور سورۃ التوبہ میں ہے نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ۔ ناظمؒ کی مراد میں یہ دونوں داخل ہیں مطلب یہ کہ فراءؒ سے جو یہ منقول ہے کہ لفظ نَسُوا اللّٰہَ میں بھی واؤ رسماً محذوف ہے، یہ روایت علماء رسم کے یہاں بالکل مقبول نہیں۔ گویا اگر اس کو بحذف واؤ لکھیں تو شکل یہ ہوتی ہے نَسُ اللّٰہَ۔ مقنع میں علامہ دانیؒ فرماتے ہیں۔

''ہمیں نہیں معلوم، کہ کسی بھی مصحف کے بارے میں کسی نے یہ کہا ہو کہ اس فلاں مصحف میں نَسُوا اللّٰہَ کی واؤ محذوف ہے اور جس نے بھی یہ روایت فراءؒ سے نقل کی ہے صحیح نہیں، یہ ناقل کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔''

ناظمؒ دوسرا مسئلہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ باتفاق مصاحف:

اُولٰئِکَ، اُولٰئِکُمْ، اُولٰئِکُھُمْ اسی طرح اُولَآءِ، اُولَاتِ اور اُولُوْا۔

جہاں بھی ہوں ہمزہ مبتدءۃ بصورت الف کے بعد واؤ زائد مرسوم ہوتی ہے جیسے اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اُولُوا الضَّرَرِ۔

ہمارے نزدیک یہ واؤ ہمزہ ہی کی شکل ہے اور پہلے ہمزہ کی تقویت کے لئے ہے۔

اور بعض شارحین نے کہا ہے اُولٰئِکَ میں اس لئے واؤ زائد مرسوم ہے تا کہ اس کا اِلَیْکَ سے التباس نہ ہو، اور اُولَآءِ کو اِلٰی کے التباس سے بچانا مقصود ہے۔ مگر یہ توجیہ کمزور ہے کیونکہ اُولَآءِ میں آخر میں الف اپنی اصلی صورت پر ہے مگر اِلٰی

میں بصورت یاء ہے۔لہٰذا یہ التباس تو پہلے ہی مرتفع ہے۔دوسرے اُولُوْا اور اُولَاتُ میں کیا توجیہ کروگے؟

196/3 وَالْـخُـلْـفُ فِـیْ سَـاُوْرِیْـكُـمْ قَـلَّ وَهُـوَ لَـدٰی
اُوْصَـلِّـبَـنَّـكُـمْ طٰـهٰ مَـعَ الشُّـعَـرَا

ف: اور سَاُورِیْكُمْ (الاعراف ع ۱۷ الانبیاء ع ۳) میں خُلْف قلیل ہے اور یہ خُلْف، لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ طٰهٰ والشعراء (ع ۳) میں بھی پایا گیا ہے۔

ف: یعنی سَاُورِیْكُمْ میں اکثر مصاحف میں واؤ ہمزہ کے بعد زائد مرسوم ہے مگر بعض میں نہیں ہے۔یعنی خُلْف ہے مگر قلیل ہے کیونکہ خُلْف وہاں ہوتا ہے کہ دونوں جانبین مساوی ہوں حالانکہ یہاں واؤ کی زیادتی اکثر اور واؤ کا نہ ہونا قلیل ہے۔

اور طٰهٰ والشعراء والے لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ میں بھی خُلْف ہے۔یعنی مصاحف میں رسم دونوں طرح صحیح ہے، واؤ کی زیادتی اور واؤ کا حذف دونوں طرح صحیح ہے۔

طٰهٰ اور الشعراء کے حوالہ کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ الاعراف ع ۱۴ والا لَاُصَلِّبَنَّكُمْ باتفاق مصاحف بغیر واؤ کی زیادتی کے ہے۔

وَالْخُلْفُ قَلَّ کا مفہوم جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہ ہے کہ واؤ کی زیادتی اکثر اور عدم زیادتی قلیل ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وَالْخُلْفُ قَلَّ سے یہ مفہوم پیدا کیسے ہوتا ہے؟ کیونکہ کوئی اس کا مفہوم برعکس بھی تو لے سکتا ہے کہ عدم زیادتی واؤ اکثر اور زیادتی قلیل ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اس باب کے پہلے شعر میں ناظمؒ نے یَدْعُ - یَمْحُ - سَنَدْعُ میں واؤ کا حذف بیان کیا ہے اور نَسُوا میں واؤ کے حذف کو غلط قرار دیا ہے۔

پھر اُولُوْ - اُولَاتِ وغیرہ میں واؤ کا اضافہ بیان کیا ہے، اسی زیادتی واؤ پر عطف کرتے ہوئے سَاُورِیْكُمْ کو بھی بیان کیا ہے جس سے عطف کی وجہ سے واؤ کا اضافہ سمجھا جاتا ہے اور جب خُلْف کو قلیل کہا تو عدم زیادتی کا قلیل ہونا مفہوم ہوا کیونکہ عنوان واؤ کی زیادتی کا چل رہا ہے۔

خلاصہ کلام اس طرح ہوا جو کہ علامہ دانیؒ نے مقنع میں بیان فرمایا ہے۔

''میں نے سَاُورِیْكُمْ الاعراف والانبیاء کو مدنی اور تمام عراقی قرآنوں میں الف کے بعد واؤ سے دیکھا ہے اور لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ، طٰهٰ اور الشعراء والا بعض قرآنوں میں ہمزہ کے بعد واؤ سے ہے اور بعض میں واؤ کے بغیر ہے۔رہا لَاُصَلِّبَنَّكُمْ (الاعراف ع ۱۴) سو وہ سب قرآنوں میں واؤ کے بغیر ہے اور مجھ سے خاقانؒ نے محمد بن عبداللہ اصفہانیؒ سے اور انہوں نے اپنی سند کے ذریعہ سے محمد بن عیسیٰؒ سے نقل کر کے بیان کیا ہے کہ طٰهٰ اور الشعراء والا واؤ سے ہے اور بعض واؤ کے بغیر بھی لکھتے ہیں۔''

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شامی اور عراقی اور ان کے علاوہ دوسرے مصاحف میں سَاُورِیْکُمْ کو تو واؤ ہی سے دیکھا ہے اور لَاُصَلِّبَنَّكُمْ، طٰہٰ اور الشعراء میں، میں نے کسی قرآن میں بھی واؤ نہیں دیکھا چنانچہ شامی قرآن میں بھی واؤ کے بغیر ہی ہے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ۔

نوٹ: امام رسم نافعؒ کے دو راوی مشہور ہیں۔

(۱) محمد بن عیسیٰؒ اور (۲) غازی ابن قیس رحمہما اللہ

197/4 وَحَذْفُ اِحْدٰهُمَا فِيْمَا يُرَادُ بِهٖ
بِنَاءٌ اَوْصُوْرَةٌ وَّالْجَمْعُ عَمَّ سَرٰى

ت: اور دو واؤ کے جمع ہونے کی صورت میں ان میں سے ایک واؤ کا حذف عام ہوا ہے جاری و ساری ہونے میں ایسی صورت میں کہ واؤ سے بناء کا یا صورت ہمزہ کا یا واؤ جمع کا ارادہ کیا جا رہا ہو۔

ف: حاصل یہ کہ دو واؤ جمع ہونے کی صورت میں ایک ہی واؤ لکھی جاتی ہے اور ایک حذف کر دی جاتی ہے۔

اسی طرح یہ اصول الف کی شکلوں کے جمع ہونے کے وقت بھی جاری ہوتا ہے، اور اسی طرح دو یاء کی شکلوں کے جمع ہونے کی صورت میں بھی یہ اصول جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ الف اور یاء کا بیان گزر چکا ہے۔ اور اسی اصول کا نام تماثل فی الرسم ہے۔

واؤ کے لئے ناظمؒ نے تین لفظ فرمائے۔

(۱) واؤ بنائی (۲) صورت ہمزہ (۳) واؤ جمع

واؤ بنائی وہ کہ نہ وہ ہمزہ ہو اور نہ جمع کی وجہ سے ہو جیسے دَاوُوْدُ کہ دَاوٗدُ لکھا جائے گا اور وُوْرِیَ کہ وٗرِیَ لکھا جائے گا۔

واؤ بصورت ہمزہ جیسے تُؤْوِيْهِ کہ تُؤْيْهِ لکھا جائے گا کیونکہ اصول یہ ہے کہ ہمزہ ساکن ماقبل مضموم بصورت واؤ لکھا جاتا ہے جیسے مُؤْصَدَةٌ

بہر حال اس میں پہلا واؤ صورت ہمزہ اور دوسرا بنائی ہے یا واؤ جمع کے ساتھ واوین کے جمع ہونے کی شکل پیدا ہو جائے جیسے اَلْمُسْتَهْزِءُوْنَ کہ پہلا واؤ صورت ہمزہ اور دوسرا واؤ جمع ہے۔

دیگر امثلہ

يَئُوْسًا - اَلْمَوْءُ وْدَةُ (اس مثال میں واؤ کی تین شکلیں جمع ہیں مگر تماثل کی وجہ سے صرف ایک پر اکتفا کیا گیا)

يُوَدُّهُ الْغَاوٗنَ - لَا يَسْتَوٗنَ - يَدْرَءُوْنَ - فَادْرَءُوْا - لِيَسُوْءُوْا (واؤ کی تین شکلیں جمع ہوئیں اور ایک لکھی گئی۔

رُءُوسِهِمْ - لِيُطْفِئُوا - أَنْبِئُونِي۔

نوٹ: قولہ بِنَاءً اس سے مراد وہ واؤ ہے جو معانی ظاہر کرنے والے صیغوں کے کامل کرنے کے لئے ان میں لایا گیا ہو عام ہے کہ فا-عین-لام کے مقابلہ میں ہو یا زائد ہو اور وَالْجَمْعُ سے وہ واؤ مراد ہے جو جمع مذکر سالم کے رفع کا ہو یا اس کی ضمیر کا ہو۔

198/5 دَاوُدَ تُؤْيِهِ مَسْئُولًا وَّ وُرِيَ قُلْ
وَفِي يَسُوءُ ا وَفِي الْمَوْءُدَةُ ابْتُدِرَا

ت: چنانچہ دَاوُدَ - تُؤْيِهِ - مَسْئُولًا - وُورِيَ اور يَسُوءُا اور الْمَوْءُدَةُ میں کہتو مذکورہ تماثل والا اصول بڑی روانی سے جاری ہوا ہے۔

ف: دَاوُدَ میں دو بنائی واؤ ہیں۔ تُؤْيِهِ میں پہلے ہمزہ بشکل واؤ ہے پھر واؤ بنائی ہے۔ مَسْئُولًا میں بھی یہی صورت ہے۔ الْمَوْءُدَةُ میں تین شکلیں جمع ہیں پہلے بنائی ہے دوسری صورت ہمزہ اور تیسری جو صیغہ مفعول کی وجہ سے ہے وہ بھی بنائی ہی ہے۔

قراءات

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں:

.... لِيَسُوءَ نُـو
نُ رَاوٍ وَضَمُّ الْهَمْزِ وَالْمَدُّ عُدِّلَا
سَمَا ....

لِيَسُوءُوا میں تین قرآءتیں ہیں۔

لِيَسُوءُوا جمع والی قرآءت (جو کہ امام نافع - ابوجعفر - ابن کثیر - ابوعمرو - حفص اور یعقوب کی ہے) پر واؤ کی تین شکلیں ہیں۔

پہلی واؤ بنائی، دوسری صورت ہمزہ اور تیسری علامت جمع اور باقی دو قراءات لِيَسُوءَ (شامی، شعبہ، حمزہ اور امام خلف) اور لِنَسُوءَ (کسائی) والی قرآءتوں پر دو واؤ ہیں پہلا واؤ بنائی اور دوسرا بصورت ہمزہ۔

199/10

اِنِ امْرُؤٌا وَالرِّبٰوا بِالْوَاوِ مَعْ اَلِفٍ
وَلَيْسَ خُلْفُ رِبًا فِى الرُّوْمِ مُحْتَقَرَا

ت: اِنِ امْرُؤٌا اور اَلرِّبٰوا واؤ مع الف ہیں اور سورۃ الروم میں رِبًا کا خُلْف معمولی یا حقیر نہیں ہے۔

ف: اِنِ امْرُؤٌا (النساء ع ۲۴) اور اَلرِّبٰوا معرف باللام دونوں کے آخر میں واؤ مع الالف ہے۔ اِمْرُؤٌا میں ہمزہ بصورت واؤ ہے اور الف فاصل ہے۔ اور اَلرِّبٰوا میں واؤ مبدل بالالف ہے اور الف فاصل ہے۔

سورۃ الروم میں وَمَا اٰتَيْتُمْ مِنْ رِّبًا (نکرہ) میں خُلْف ہے رِبٰوا اور رِبًا دونوں طرح رسم صحیح ہے۔

بَابُ حُرُوْفٍ مِّنَ الْهَمْزِ وَقَعَتْ فِى الرَّسْمِ عَلٰى غَيْرِ قِيَاسٍ

ہمزہ والے ان حرفوں کا بیان جن کی رسم عام قاعدوں کے خلاف ہے

ہمزہ کی قیاسی شکلیں

(۱) ہمزہ مبتدءَ۔ یہ بشکل الف ہوتا ہے جیسے

اُولٰئِکَ ۔ اَلْحَمْدُ ۔ اِیَّاکَ

ہمزہ مبتدءَ متوسط بالزوائد جیسے

سَاُورِیْکُمْ ۔ فَبِاَیِّ ۔ بِاِیْمَانٍ ۔ فَاْتُوْا۔

(۲) ہمزہ متوسطہ متحرکہ بعد المتحرک

اس کی عقلاً کل نو شکلیں ہیں۔ نو میں سے چھ شکلوں میں اپنی حرکت کے موافق حرف مد کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔

(۱) مفتوح بعد المفتوح۔ بشکل الف جیسے شَنَاٰنُ

(۲) مضمومہ بعد المضموم۔ بشکل واؤ جیسے بِرُءُوْسِکُمْ۔

(۳) مکسورہ بعد المکسور۔ بشکل یاء جیسے بَارِئِکُمْ۔

(۴) مکسورہ بعد الضم۔ بشکل یاء جیسے سُئِلَ۔

(۵) مکسورہ بعد الفتح۔ بشکل یاء جیسے مُطْمَئِنٌّ۔

(۶) مضمومہ بعد الفتح۔ بشکل واؤ جیسے یَکْلَؤُکُمْ.

باقی تین شکلوں میں پہلے حرف کی حرکت کے موافق حرف مد کی صورت میں لکھتے ہیں۔

(۱) مضمومہ بعد الکسر۔ بشکل یاء جیسے اَنْبِئُوْنِیْ.

(۲) مفتوحہ بعد الکسر بشکل یاء جیسے فِئَةٌ.

(۳) مفتوحہ بعد الضم بشکل واؤ جیسے فُؤَادٌ.

(۳) ہمزہ متحرکہ متطرفہ بعد المتحرک

پہلے حرف کی حرکت کے موافق حرف مد کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ جیسے

قَرَاَ - اَلْمَلَاُ - لِلْمَلَاِ - شَاطِیءِ - یُبْدِیءُ - قُرِیَٔ - اَللُّؤْلُؤُ - لُؤْلُؤٍ.

(۴) ہمزہ ساکنہ بعد المتحرک

ماقبل کی حرکت کے موافق حرف مد کی صورت میں لکھا جاتا ہے خواہ کلمہ کے درمیان میں ہو یا آخر میں جیسے

بَاْسِ - بِئْرٌ - یُؤْمِنُوْنَ - اِقْرَاْ - نَبِّئْ.

(۵) ہمزہ متحرکہ بعد الساکن

یہ محذوف الشکل ہوتا ہے خواہ یہ ہمزہ متوسطہ ہو یا متطرفہ اور ساکن خواہ حرف صحیح ہو یا مدہ ہو یا لین جیسے اَلْخَبْءَ - مَسْئُوْلاً - سُوْءِ - سِیْئَتْ - شَآءَ

البتہ دو صورتیں اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱) ہمزہ متوسطہ مکسورہ بعد الالف بصورت یاء ہوتا ہے جیسے نِسَآئِهِمْ.

(۲) ہمزہ متوسطہ مضمومہ بعد الالف بصورت واؤ ہوتا ہے جیسے دُعَآؤُکُمْ.

200/1 وَالْهَمْزُ الْاَوَّلُ فِی الْمَرْسُوْمِ قُلْ اَلِفٌ
سِوَی الَّذِیْ بِمُرَادِ الْوَصْلِ قَدْ سُطِرَا

ت: اور ہمزہ مبتدَءَ رسم میں کہو کہ الف کی صورت میں ہوتا ہے سوائے اس ہمزہ مبتدَءَ کے کہ جس میں ماقبل سے موصول کی نیت کے ساتھ کچھ اور طرح لکھا گیا ہو۔

ف: یعنی ہمزہ کی قیاسی رسم میں پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ جو ہمزہ شروع کلمہ میں ہو خواہ اس پر کوئی حرکت ہو، وہ بشکل الف

ہی لکھا جاتا ہے۔

البتہ اگر اس ہمزہ مبتدۂ سے پہلے کوئی حرف یا لفظ ملا کر لکھا جائے اور اس کو موصول لکھ کر ماقبل کے ساتھ شدید اتصال و ربط ظاہر کرنا مقصود ہو تو اس ہمزہ مبتدۂ کو ہمزہ متوسطہ کا درجہ دے دیا جاتا ہے اور پھر بشکل الف نہیں، بلکہ متوسطہ کی شکل پر لکھتے ہیں۔

آگے اس کی مثالیں بیان فرماتے ہیں۔

201/2 فَهٰــؤُلَآءِ بِــوَاوٍ يَــابْــنَــؤُمَّ بِــهٖ
وَيَــابْــنَــؤُمَّ فَــصِــلْــهُ كُــلَّــهٗ سُــطِــرَا

ف: چنانچہ هٰؤُلَآءِ کا ہمزہ مبتدۂ واؤ کی شکل پر ہے اور يَــابْــنَــؤُمَّ (طٰہٰ ع ۵) میں لفظ اُمّ کا ہمزہ مبتدۂ بھی واؤ کی شکل میں ہے۔ اور يَابْنَؤُمَّ کے پورے لفظ کو ملا کر ہی لکھا گیا ہے۔

ف: یاد رہے کہ ھاء حرف تنبیہ اور یاء حرف ندا کا الف ہمیشہ محذوف الرسم ہوتا ہے، اس اتصال کے نتیجہ میں هٰٓؤُلَآءِ میں اُولَاءِ کے ہمزہ مبتدۂ نے توسط کا حکم پایا اور حسب قاعدہ ہمزہ مضمومہ متوسطہ بعد الالف بشکل واؤ ہوتا ہے، بجائے الف کے واؤ کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ یاء کا الف حسب قاعدہ غیر مرسوم ہوا اور اس کے اتصال کا لفظ اِبْن کے ہمزہ مبتدۂ میں، حذف کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اِبْن کا ہمزہ وصلی ہے، ہمزہ وصل گو درج کلام میں آ کر پڑھنے میں حذف ہو جاتا ہے مگر مرسوم ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید کے رسم عثمانی میں تو (خلاف رسم عربیت) اِبْن کا ہمزہ وصل بہر حال لکھا جاتا ہے، لیکن مقام پر شدت اتصال معنوی پر اشارہ کرنے کیلئے حرف ندا کے الف کے حذف کا نتیجہ اِبْن کے ہمزہ کے حذف کی شکل میں ظاہر ہوا۔

جس طرح بِسْمِ اللّٰهِ میں شدت اتصال معنوی کے لئے لفظ اِسْمِ کا ہمزہ محذوف الرسم ہوا ہے۔

اور اُمّ کا ہمزہ چونکہ اتصال رسمی کے باعث درمیان میں واقع ہوا تو اس کو بشکل واؤ لکھا گیا۔ کیونکہ ہمزہ متوسطہ متحرکہ بعد المتحرک اپنی حرکت کے موافق حرف مد کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔

فَصِلْهُ كُلَّهٗ یعنی یَا اِبْنَ اُمَّ کے پورے لفظ کو اتصال ہی کے ساتھ لکھو۔

یاد رہے کہ تینوں کلمات موصول صورت میں مصحف شامی اور مصحف امام کے علاوہ دیگر مصاحف میں ہیں، مصحف شامی و امام میں اس طرح ہے يَــابْــنَــؤُمَّ گویا ابن کا ہمزہ مبتدۂ مرسوم ہے۔ اور یاء حرف ندا کا الف حسب قاعدہ محذوف ہے اور چونکہ ہر جگہ یاء حرف ندا کا الف موصول ہوتا ہے اس لئے کہیں بھی یاء پر وقف صحیح نہیں۔ چنانچہ یہاں بھی نہیں۔

بہر حال متاخرین میں مشہور علماء رسم نے حسب بیان امام شاطبیؒ و امام دانیؒ تینوں کے اتصال ہی کو قوی تر قرار دیا ہے، صاحب نثر المرجان اور اتحاف میں احمد البناؒ نے بتصریح یہ بات کہی ہے۔ شرح اہل الموارد میں فَصِلْهُ كُلَّهٗ کے تحت میں پہلے

یہ فرمایا ہے کہ ''امام اور شامی میں اسی طرح متصل لکھا گیا۔''

اور آگے چل کر فرماتے ہیں۔

''امام اور شامی کی رسم یہ ہے کہ ان دونوں میں یاء کے بعد اِبْـــن کا الف لکھا ہوا ہے اور باقی قرآنوں میں یہ الف بھی نہیں ہے پس یَا بَا سے متصل ہے۔''

مذکورہ بالا دونوں باتوں میں تضاد ہے۔

لیکن اول غلط، دوسری صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو فضل الدرر صفحہ ۷۰۔

فائدہ: یاد رہے الاعراف ع ۱۸ میں قَـــالَ ابْنَ اُمَّ ہے۔ وہاں یہ رسم نہیں بلکہ قیاس کے مطابق ہی ہے۔ اسی لئے ناظم علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

وَیَابْنَؤُمَّ فَصِلْهُ کُلَّهٗ یعنی یا حرف ندا کے ساتھ والا۔

202/3 اَئِـنَّـكُـمْ يَـاءُ ثَـانِـى الْـعَـنْـكَبُـوْتِ وَفِـى الْ
اَنْـعَـامِ مَـعْ فُـصِّـلَـتْ وَالـنَّـمْـلِ قَـدْ زَهَـرَا

ف: العنکبوت (ع ۳) کے دوسرے لفظ اَئِـنَّـكُمْ میں (ہمزہ ثانیہ) بصورت یاء ہے اور الانعام اور فُـصِّـلَتْ (ع ۲) اور النمل (ع ۴) میں بھی یہی صورت روشن ہوئی ہے۔

ف: العنکبوت ع ۳ میں دوسرا لفظ اَئِـنَّـكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ مراد ہے۔ احتراز ہے اول سے یعنی وَلُـوْطًـا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ۔

یاد رہے کہ دوسرا لفظ باتفاق ہمزہ استفہام کے ساتھ ہے اور پہلا لفظ اِنَّـكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ کو نافع، ابو جعفر، مکی، شامی، حفص اور یعقوب نے بالاخبار بغیر ہمزہ استفہام کے اور باقین نے ہمزہ استفہام کے ساتھ پڑھا ہے۔

الانعام ع ۲ میں ہے۔

اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى.

فُصِّلَتْ ع ۲ میں ہے۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ.

النمل ع ۴ میں ہے۔

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ.

اور یہ بھی باتفاق قراء، ہمزہ استفہام کے ساتھ ہیں۔

یہ چار مواقع ہیں کہ ہمزہ استفہام کے بعد ہمزہ مبتدۂ مکسور کو بشکل یاء لکھا گیا ہے، ان کے علاوہ ہر جگہ ءَاِنَّکُمْ ہے۔

قیاس یہ ہے کہ ہمزہ استفہام جب کسی ہمزہ کے ساتھ جمع ہو جائے تو تماثل کی وجہ سے صرف ایک ہمزہ لکھا جاتا ہے۔ اور دوسرا محذوف ہوتا ہے۔ ان چار مواقع میں ہمزہ کے مبتدۂ ہونے کی حیثیت کالعدم کی گئی کیونکہ ہمزہ استفہام کی بنا ایک حرف ہے اور جس حرف کی بنا ایک ہو وہ کلمہ کا جز ہوتا ہے لہٰذا ہمزہ متوسطہ مکسورہ بعد المتحرک کے اصول کے مطابق ہمزہ کو بصورت یاء لکھا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ ایک قیاس کو ترک کر کے دوسرے قیاس پر عمل کیا گیا ہے۔

203/4

وَخُصَّ فِیْ اَئِـذَا مِتْـنَـا اِذَا وَقَـعَـتْ
وَقُـلْ اَئِـنَّ لَـنَـا یُـخَـصُّ فِـی الشُّـعَـرَا

ت: اور سورۂ اِذَا وَقَعَتْ (ع۲) کو اَئِـذَا مِتْنَا میں بھی خاص کر تو، اور کہہ کہ الشعراء (ع۳) میں لفظ اَئِـنَّ لَنَا خاص کیا جاتا ہے۔

ف: یعنی لفظ اِذَا کے شروع میں ہمزہ استفہام داخل ہو تو صرف سورۃ الواقعہ میں ہمزہ مبتدۂ کو ہمزہ متوسطہ کا حکم دیتے ہوئے بصورت یاء لکھا گیا ہے۔ باقی کہیں نہیں۔

اور اِنَّ کے شروع میں ہمزہ استفہام ہو تو صرف الشعراء میں ہمزہ مبتدۂ کو بشکل الف لکھنے کی بجائے ہمزہ متوسطہ کا حکم دیتے ہوئے بصورت یاء لکھا گیا ہے اور کسی جگہ ایسا نہیں، چنانچہ الاعراف ع۱۴ میں قَالُوْا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا میں یہ صورت نہیں ہے۔

فائدہ: یاد رہے کہ نافع، ابوجعفر، مکی اور حفص اس کو اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اور باقین ءَاِنَّ لَنَا لَاَجْرًا پڑھتے ہیں۔ اور الشعراء والے اَئِنَّ لَنَا میں کوئی اختلاف نہیں یہ باتفاق، ہمزہ استفہام ہی کے ساتھ ہے۔

204/5

وَفَـوْقَ صَـادٍ اَئِـنَّـا ثَـانِـیًـا رَسَـمُـوْا
وَزِدْ اِلَیْـهِ الَّـذِیْ فِـی النَّـمْـلِ مُـدَّکِـرَا

ت: اور وہ اَئِـنَّـا جو کہ سورت صاد سے اوپر والی سورت (الصافات) میں دوسرا لفظ ہے اس کو بھی اہل رسم نے بصورت یاء لکھا ہے، اور اسی پر اضافہ کر لیجئے۔ اس اَئِنَّا کو بھی جو کہ سورت النمل میں ہے خوب یاد سے کام لے کر۔

ف: یعنی اَئِـنَّـا لَتَارِکُوْا اٰلِهَتِنَا (الصافات ع۲) میں ہمزہ ثانیہ بصورت یاء ہے۔ اور ثَـانِیًا کہنے سے اَءِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

(الصافات ع۱) نکل گیا۔ اسی طرح أَءِ نَّا لَمَدِيْنُوْنَ (الصافات ع۲) سے نکل گیا کیونکہ ان دونوں جگہ میں ہمزہ ثانیہ بصورت یا نہیں ہے۔ اسی طرح (سورۃ النمل ع۶) میں اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ میں ہمزہ ثانیہ بصورت یا ہے۔

مُذَكِّرًا سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ مسئلہ ہم فرش میں بھی بیان کر آئے ہیں چنانچہ شعر نمبر ۱۰۰ میں فرمایا تھا۔

وَاَدْرَكَ الشَّامِ فِيهَا إِنَّنَا سَطِرًا

یاد رہے کہ شامی اور کسائی إِنَّنَا دونوں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ مصحف شامی میں إِنَّنَا دو مساوی شوشوں کے ساتھ مرسوم ہے کیونکہ دونوں مراد ہیں۔ بخلاف غیر شامی قرآنوں کے کہ اس میں اَئِـ لکھا ہوا ہے۔ یعنی پہلا شوشہ یاء کی صورت بڑا کر کے لکھا ہوا ہے۔

205/6 اَئِمَّةً وَاَئِنْ ذُكِّرْتُمْ وَاَئِفْكًا بِالْعِرَاقِ وَلَا نَصٌّ فَيُحْتَجَرَا

ت: اَئِمَّةً اور اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ اور اَئِفْكًا یہ تمام کلمات مصاحف عراق (کوفہ و بصرہ) میں دوسرے ہمزہ کے بشکل یاء کے ساتھ مرسوم ہیں اور اس کے خلاف کوئی نص بھی نہیں کہ وہ اس رسم بالیاء کو روک دے۔

ف: لفظ اَئِمَّةً قرآن میں پانچ جگہ آیا ہے۔

(۱) اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (الانبیاء) (۲) اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ (الانبیاء) (۳) اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ (القصص) (۴) اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ (القصص) (۵) اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (السجدہ)

اور اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ (یس ع۲) اور اَئِفْكًا (الصافات ع۳) ان تمام کلمات میں ہمزہ ثانیہ مصاحف عراق میں بصورت یاء مرسوم ہے۔ اور قیاس یہ ہے کہ دیگر مصاحف میں بھی رسم ایسا ہی ہوگا کیونکہ اس کے خلاف کوئی نص بھی وارد نہیں کہ اس رسم کو روک دیا جائے۔

فَيَحْتَجِرَا بصیغہ معروف اور فَيُحْتَجَرَا بصیغہ مجہول دونوں طرح صحیح ہے۔

فائدہ: (۱) یہاں تک ابتداء کلمات میں دو ہمزوں کے اجتماع کے وقت ثانی کے بصورت یاء مرسوم ہونے کی گفتگو تھی۔

ان مذکورہ کلمات کے سوا باقی ہر جگہ مشہور اصول کے مطابق ثانی ہمزہ کو بصورت الف لکھا گیا ہے اور دونوں ہمزوں کے بصورت الف ہونے اور تماثل فی الرسم ہونے کے باعث ایک ہمزہ کو بصورت الف لکھا گیا ہے اور دوسرے کو حذف کیا گیا۔

فائدہ: (۲) دانیؒ فرماتے ہیں کہ فتح و کسرہ والے دو ہمزہ مختلفہ فی کلمہ واحدہ کا رسم میں نے مصاحف مدینہ اور کوفہ و بصرہ کے مصاحف قدیمہ عثمانیہ میں بہت تحقیق و تتبع سے کام لیا، لیکن مجھے اس میں کوئی نص نہیں مل سکی یعنی یاء اور عدم یاء کا کوئی منضبط اصول

نہیں مل سکا ہے۔

فائدہ: (۳) لفظ اَئِـــمَّـةً میں غور کیا جائے تو کوئی شذوذ بھی نہیں پہلا ہمزہ مبتدئہ بصورت الف دوسرا متوسطہ ہے اور ہمزہ متوسط مکسورہ بعد المفتوح بصورت یاء ہوتا ہے۔ اَئِمَّةً امام کی جمع ہے جس طرح یَئِسَ میں ہمزہ بصورت یاء ہے یہاں بھی ہے۔

206/7 وَيَــوْمَـئِــذٍ وَلِـئَـلَّا حِـيْـنَـئِـذٍ وَلَـئِـنْ

وَلَامَ لِفْ لِاَهَـبَ بَـدْرُ الْاِمَـامِ سَـرٰى

ت: اور یَوْمَئِذٍ اور لِئَلَّا اور حِیْنَئِذٍ اور لَئِنْ میں بھی ہمزہ کو بصورت یاء ہی لکھا گیا ہے اور مصحف امام لِاَهَبَ لَکِ میں لام الف کے ساتھ ہی چلا ہے۔

ف: پہلے چار کلمات میں ہمزہ مکسورہ اگر چہ ہمزہ مبتدئہ ہے لیکن ماقبل کے ساتھ شدت اتصال کی وجہ سے متوسط کے حکم میں شمار کرتے ہوئے ہمزہ کو بصورت یا لکھا گیا ہے۔

اور لِاَهَـبَ (مریم ع ۲) میں نافع اور بصریین کی قرآءت پر اگر چہ بعد لام یاء پڑھی جاتی ہے مگر کسی رسم سے اس کی تائید نہیں ملتی بلکہ علاوہ مصحف امام دیگر مصاحف میں بھی لِاَهَبَ میں بعد لام مکسورہ کے الف ہی لکھا ہے۔

نافع و بصریین نے جو ہمزہ کو یاء پڑھا ہے یہ دراصل ان کی لِاَهَبَ کے ہمزہ کی ادا کی شکل ہے یعنی ہمزہ مفتوحہ بعد الکسر کو یاء سے بدل کر پڑھتے ہیں یعنی ان کی قرآءت بھی صیغہ واحد متکلم ہی ہے صیغہ واحد مذکر غائب نہیں کہ یاء والے صیغہ کی رسم تلاش کی جائے اور یہ کہا جائے کہ اس قرآءت کی رسم سے تائید نہیں ہوتی۔

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَهَـمْـزُ اَهَـبْ بِـالْـيَـا جَـرٰى حُـلْـوُ بَـحْـرِهٖ
بِـخُـلْـفٍ ....

207/8 وَفِـیْ اَؤُنَبِّـئُـكُـمْ وَاوٌ وَيُـحْـذَفُ فِـی الرْ

رُءْيَـا وَرُءْيَـا وَرِءْيَـا كُـلِّ نِ الصُّوَرَا

ت: اور باتفاق مصاحف اَؤُنَبِّئُكُمْ میں ہمزہ ثانیہ بصورت واو ہے (یعنی قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ آل عمران ع ۲) اسی طرح مصاحف متفق ہیں کہ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ (یوسف) اور لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ (یوسف) اور هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَایَ (یوسف) اور اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا (مریم ع ۵) کہ ہمزہ صورتوں میں ان تمام مذکورہ الفاظ میں حذف کیا گیا ہے۔

ف: یہ تمام الفاظ بھی قیاس جلی کے خلاف صورت پر مرسوم ہیں اَؤُنَبِّئُکُمْ میں قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ دونوں ابتدائی ہمزے بصورت الف مرسوم ہوں اور پھر تماثل کی وجہ سے ایک لکھا جائے اور ایک حذف ہو جیسا کہ فرما چکے ہیں۔ (دیکھو شعر نمبر ۱۵۵)

وَكُلُّ مَا زَادَ اُوْلَاهُ عَلٰى اَلِفٍ

بِوَاحِدٍ فَاعْتَمِدْ مِنْ م بَرْقِهِ الْمَطَرَا

اور اَلرُّءْيَا یا رُءْيَا میں اسی طرح رِءْيَا میں ہمزہ ساکنہ ماقبل متحرک کے اصول کے مطابق قیاس جلی یہ تھا کہ پہلے دو لفظوں میں ہمزہ بصورت واؤ ہو اور تیسرے لفظ میں ہمزہ بصورت یاء ہو۔

اور قیاس خفی یہ ہے کہ ہمزہ محذوف الشکل ہو کیونکہ وقف کی حالت میں بعض قرآءتوں میں ہمزہ کا یاء سے ابدال ہوا ہے اور ابدال کے بعد ادغام ہوا ہے، تو گویا یہ رسم ادغام والی شکل پر مرسوم ہے۔

كُلٌّ نِ الصُّوَرَا لفظ كُلٍّ ماقبل کے الفاظ اَلرُّءْيَا - وَرُءْيَا - وَرِءْيَا کی تاکید ہے اور مجرور ہے پھر جار، مجرور يُحْذَفُ کے متعلق ہے اور اَلصُّوَرَا مفعول فیہ منصوب بنزع الخافض ہے یعنی فِی الصُّوَرِ۔

208/9 وَالنَّشْاَةَ الْاَلِفُ الْمَرْسُوْمُ هَمْزَتُهَا

اَوْ مَدَّةٌ وَّ بِيَاءٍ مَّوْئِلًا نَّدَرَا

ت: اور اَلنَّشْاَةَ (العنكبوت ع۲ - الواقعہ ع۲ - النجم ع۳) میں شین کے بعد جو الف مرسوم ہے، یا تو یہ ہمزہ ہے یا الف مدہ ہے اور مَوْئِلًا (الکہف ع۸) میں ہمزہ کا بصورت یاء مرسوم ہونا، نادر شکل ہے۔

ف: اَلنَّشْاَةَ تین سورتوں میں آیا ہے۔

(۱) يُنْشِئُ النَّشْاَةَ (العنکبوت ع۲)

(۲) وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ (النجم ع۳)

(۳) وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ (الواقعہ ع۲)

ان تمام مواقع میں شین کے بعد الف باتفاق مرسوم ہے اور یہ ناظمؒ کے اطلاق عموم سے سمجھا گیا ہے۔

قرآءات

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَمُدَّ فِى النَّ ....

شَـــاءَةِ حَـــا وَهُــوَ حَــيْــثُ تَــنَــــــذَّلَا

اَلنَّشْاَةَ میں دو قرآ ءتیں ہیں۔

(۱) اَلنَّشْاَةَ بسکون شین جو کہ ماسوا مکی اور بصری باقی آٹھ قراء کی قرآ ءت ہے۔ اور

(۲) اَلنَّشَآءَةَ شین مفتوحہ کے بعد الف پھر ہمزہ مفتوحہ یہ ابن کثیر مکی اور ابو عمرو بصری کی قرآ ءت ہے۔

فرماتے ہیں کہ پہلی قرآ ءت کی بنا پر خلاف قیاس ہمزہ بشکل الف مرسوم ہے اور دوسری قرآ ءت کی بنا پر موافق قیاس شین کے بعد الف اور الف کے بعد ہمزہ محذوف الشکل ہے گویا شمول قرآ ءت کے لئے یہ رسم اختیار کی گئی ہے۔

اور مَوْئِلاً میں قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہمزہ محذوف الشکل ہو، لیکن باتفاق مصاحف ہمزہ بصورت یاء مرسوم ہے۔ لیکن یہ قیاس سے باہر ہے اور نادر شکل ہے۔

209/10 وَاَنْ تَبُــوْاَ مَــعَ السُّــوْاٰی تَــنُــوْاُبِهَــــا
قَــدْ صُــوِّرَتْ اَلِــفًــا مِّــنْــهُ الْقِيَــاسُ بَــرَا

ت: اور تَبُوْٓاَ (المائدہ ع ۵) ساتھ ہی اَلسُّوْآٰی (اروم ع ۱) اور لَتَنُوْٓاُ (القصص ع ۷) ان سب لفظوں میں ہمزہ بصورت الف لکھا گیا ہے لیکن قیاس اس سے بری ہے۔

ف: شعر بالا میں لفظ مَــوْئِــلاً کے مثل مزید تین کلمات بتلائے گئے ہیں کہ ان تین میں بھی خلاف قیاس ہمزہ بصورت الف مرسوم ہے۔ حالانکہ ہمزہ متحرکہ بعد الالف محذوف الشکل ہوتا ہے۔ گویا یہ کل چار لفظ ہوئے۔

مَوْئِلاً۔ السُّوْاٰی۔ اَنْ تَبُوْٓاَ۔ لَتَنُوْٓاُ۔

مَوْئِلاً میں ہمزہ متوسطہ مکسورہ بعد واواللین بصورت یاء ہے۔

اَلسُّوْاٰی میں ہمزہ متوسطہ مفتوحہ بعد واوالمدہ بصورت الف ہے اور آگے یاء بروزن فُعْلٰی ہونے کی وجہ سے یاء تانیث ہے۔

اور اَنْ تَبُوْٓاَ اور لَتَنُوْٓاُ میں ہمزہ متطرفہ بعد واوالمدہ بصورت الف مرسوم ہے۔

علامہ دانیؒ اور علامہ شاطبیؒ کی یہی رائے ہے۔ لیکن متاخرین میں علامہ جزری وغیرہ رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ اَنْ تَبُوْٓاَ اور لَتَنُــوْٓاُ میں جو الف مرسوم ہے یہ ہمزہ نہیں بلکہ قیاس کے مطابق ہمزہ تو غیر مرسوم ہی ہے اور یہ جو الف لکھا گیا ہے یہ الف فاصل ہے۔

بَرَا اصل میں بَرَاءٌ تھا جیسے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ پھر وقف میں بَرَا رہ گیا۔

جیسا کہ امام حمزہؒ کے یہاں وقف میں یہی ہوتا ہے

ہمزہ متطرفہ بشکل واؤ مع الف

210/11 وَصُوِّرَتْ طَرَفًا بِالْوَاوِ مَعْ اَلِفٍ
فِي الرَّفْعِ فِيْ اَحْرُفٍ وَقَدْ عَلَتْ خَطَرًا

ت: اور وہ ہمزہ متطرفہ ہونے کی حالت میں جب کہ مرفوع ہو واؤ مع الف کی صورت پر چند کلمات میں مرسوم ہوا ہے اور یہ ہمزہ اپنے مقام کے لحاظ سے ممتاز ہوا ہے۔

ف: آئندہ دس اشعار میں ان چوبیس کلمات کا بیان مقصود ہے جن کے آخری ہمزہ کو واؤ کی صورت میں لکھا گیا ہے اور الف فاصل بھی بنایا گیا ہے۔

پھر ان چوبیس میں سے تیرہ کلمات میں یہ ہمزہ متطرفہ بعد الالف واقع ہے مثلاً شُفَعٰٓؤُا اور باقی گیارہ میں، ہمزہ حرف مفتوح کے بعد واقع ہے مثلاً یُنَبَّؤُا۔

رسمی شذوذ یہ ہے کہ جن کلمات میں ہمزہ متطرفہ بعد الالف ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ ہمزہ محذوف الشکل ہو مگر یہاں صورت یہ ہے کہ الف محذوف الشکل ہے اور ہمزہ بصورت واؤ مرسوم ہے اور جن میں بعد فتح ہے وہ بصورت الف ہونا چاہیے کیونکہ ہمزہ متطرفہ بعد المتحرک ماقبل کی حرکت کے موافق حرف مد کی صورت پر لکھا جاتا ہے جیسے لِلْمَلَاِ۔

بشکل واؤ مرسوم ہونے کی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ یہ بہ نیت وقف بالروم مرسوم ہے، تسہیل میں ہمزہ بین الہمزہ والواو پڑھا جائے گا اور الف فاصل ہے۔

211/12 اَنْبٰٓؤُا مَعْ شُفَعٰٓؤُا مَعْ دُعٰٓؤُا لِغَا
فِرٍ نَّشٰٓؤُا بِهُوْدٍ وَحْدَهٗ شُهِرَا

ت: اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا (الانعام والشعراء ع ۱) شُفَعٰٓؤُا (الروم ع ۲) دُعٰٓؤُا جو الغافر (ع ۵) میں ہے مَا نَشٰٓؤُا جو صرف ہود (ع ۸) میں مشہور ہوا ہے۔

ف: اَنْبٰٓؤُا اور شُفَعٰٓؤُا میں محل معین نہیں کیا گویا جہاں بھی ہو۔ دُعٰٓؤُا میں الغافر کا حوالہ دیا ہے تاکہ وَمَا دُعَآءُ الرعد ع ۲ والا نکل جائے اسی طرح وَمَا نَشَآءُ الانعام ع ۱۰ و یوسف ع ۹ میں قیاس کے مطابق ہے اسی لئے سورۂ ہود کے حوالہ کی ضرورت ہے۔

212/13 جَـزٰؤُا حَشْـرٍ وَ شُوْرٰی وَالْـعُـقُـوْدِ مَعًـا
فِـی الْاَوَّلَیْـنِ وَ وَالٰـی خُـلْـفُـهٗ الـزُّمَـرَا

ت: اسی طرح لفظ جَـزٰؤُا الحشر (ع۲) اور الشوری (ع۴) اور العقود (یعنی سورۃ المائدہ ع۵) میں پہلے دونوں لفظوں میں، اور جَزٰؤُا کے خُلف نے سورۃ الزمر (ع۴) سے موافقت کی ہے۔

ف: سورۃ المائدہ میں لفظ جَزٰؤُا ع۵ میں دو جگہ آیا ہے۔

(۱) جَزٰؤُا الظّٰلِمِیْنَ اور (۲) جَزٰؤُا الَّذِیْنَ.

لہٰذا جَزَاءُ الْمُحْسِنِیْنَ ع۱۱ اور فَجَزَاءٌ مِّثْلُ ع۱۳ وغیرہ نکل گئے۔

سورۃ الزمر والے جَـزَاءُ ع۴ میں خُـلْـف ہے یعنی موافق قیاس اور خلاف قیاس دونوں رسم صحیح ہیں۔ یعنی جَـزَاءُ الْمُحْسِنِیْنَ اور جَزٰؤُا الْمُحْسِنِیْنَ.

213/14 طٰـهٰ عِـرَاقٍ وَ مَـعْـهَـا كَـهْـفُـهَـا نَـبَـؤُا
سِـوٰی بَـرَاءَةَ قُـلْ وَ الْـعُـلَـمٰٓـؤُا عُـرٰی

ت: (اور لفظ جَـزٰؤُا) طٰہٰ (ع۳) میں اور اسی کے ساتھ الکہف (ع۱۱) میں مصاحف عراق میں ہے۔ اور لفظ نَبَـؤُا ہر جگہ اسی طرح (واو مع الالف) ہے، سوائے سورۃ البراءۃ والے کے اور الْـعُـلَـمٰٓـؤُا (الفاطر ع۴) میں بھی کہہ دے تو کہ یہی رسم مضبوط سندوں والا ہے۔

ف: یعنی لفظ جَـزٰؤُا سورۃ طٰہٰ اور الکہف میں عام مصاحف عراق میں بالواو مع الالف کی صورت پر ہے اور نَبَـؤُا قرآن میں ہر جگہ بالواو مع الالف کی صورت پر مرسوم ہے۔

البتہ سورۃ البراءۃ ع۹ میں قیاس کے مطابق ہے اور سورۃ الفاطر والا الْعُلَمٰٓؤُا بھی واو مع الالف کی صورت میں ہے۔ اور عُلَمٰٓءُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ سورۃ الشعرا کا بیان آگے آ رہا ہے۔

قراءات

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

.... وَصِـحَـابُـهُـمْ
جَـزَاءُ فَـنَـوِّنْ وَ انْـصِـبِ الـرَّفْـعَ وَ اقْـبَـلَا

سورۃ الکہف میں فَلَهٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰی حفص، حمزہ، کسائی یعقوب اور امام خَلَف کی قرآءت ہے۔

اور فَلَهٗ جَزَآءُۨ الْحُسْنٰى باقین کی قراءت ہے۔

کلام دوسری قراءت کے پیش نظر ہو رہا ہے۔

فائدہ: البراءۃ والے نَبَاءُ کا علامہ دانیؒ نے استثناء نہیں کیا مگر علامہ شاطبیؒ نے کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

عُرٰی، عُرْوَۃٌ کی جمع، وہ مضبوط لگا ہوا حلقہ جس میں اطمینان سے بھاری بھرکم چیز کو لٹکا دیا جائے، یہاں مجازاً قوت سند کی طرف اشارہ ہے۔ وَالْعُلَمٰٓؤُا عُرٰی کا لفظی ترجمہ بھی بہت عمدہ بنتا ہے ''اور علماء مضبوط کڑے ہیں۔''

214/15 وَمَعْ ثَلَاثٍ الْمَلَا فِي النَّمْلِ اَوَّلُ مَا
فِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَمَّتْ اَرْبَعًا زُهَرَا

ت: اور سورت النمل میں لفظ اَلْمَلَؤُا کے تین لفظوں کے ساتھ، پہلا جو اَلْمَلَؤُا سورت المومنون میں ہے (وہ بھی واؤ مع الالف میں سے ہے) اس طرح اَلْمَلَؤُا کے یہ چار الفاظ روشن ہو گئے ہیں۔

ف: یعنی سورۂ النمل میں اَلْمَلَؤُا تین جگہ واؤ مع الف کی شکل میں مرسوم ہے۔

(۱) یٰاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ (النمل ع۲)

(۲) يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ (النمل ع۳)

(۳) يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ (النمل ع۳)

اور سورۃ المومنون میں پہلا اَلْمَلَؤُا یعنی

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ (ع۲)

یہ بھی واؤ مع الف کی صورت میں ہی مرسوم ہے۔ اور المومنون کے پہلے لفظ کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ المومنون کے رکوع تین میں اَلْمَلَاُ قیاس کے مطابق بشکل الف ہی مرسوم ہے۔

اس طرح سورۂ النمل والمومنون کے علاوہ تمام قرآن میں باقی ہر جگہ اَلْمَلَاُ بالالف ہی ہے۔ اسی لئے باہتمام فرمایا کہ اَلْمَلَؤُا واؤ مع الف کی شکل والے الفاظ کل چار ہوئے جو روشن ہیں۔ یعنی ان کی تعیین میں، میں نے کوئی ابہام نہیں رہنے دیا ہے بلکہ ممتاز اور معین ہو گئے ہیں۔

215/16 تَفْتَؤُا مَعْ يَتَفَيَّؤُا وَ الْبَلٰٓؤُا وَقُلْ
تَظْمَؤُا مَعْ اَتَوَكَّا يَبْدَؤُا انْتَشَرَا

ت: تَفْتَؤُا ساتھ ہی یَتَفَیَّؤُا اور اَلْبَلٰؤُا اور کہہ تو کہ تَظْمَؤُا مع اَتَوَكَّؤُا کے' اور یَبْدَؤُا تو سب ہی جگہ پھیلا ہوا ہے۔

ف: تَفْتَؤُا تَذْکُرُ (یوسف ع ۱۰) یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ (النحل ع ۶)' لَهُوَ الْبَلٰؤُا الْمُبِیْنُ (الصافات ع ۳) اور بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ (دخان ع ۲) جس کا بیان اگلے شعر میں آ رہا ہے۔ لَا تَظْمَؤُا (طٰہٰ ع ۷) اَتَوَكَّؤُا (طٰہٰ ع ۱) اور یَبْدَؤُا کے ساتھ اِنْتَشَرَا فرمایا ہے یعنی قرآن مجید میں جہاں بھی آئے واؤ مع الف ہی کی شکل میں مرسوم ہے۔

یَبْدَؤُا قرآن میں درج ذیل مقام پر آیا ہے۔

(۱) اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (یونس ع ۱)

(۲) قُلِ اللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (یونس ع ۴)

(۳) اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (النمل ع ۵)

(۱) اَللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (الروم ع ۲)

216/17

یَدْرَؤُا مَعْ عُلَمٰٓؤُا یَعْبَؤُا الضُّعَفٰٓؤُا
وَقُلْ بَلٰٓؤُا مُّبِیْنٌ بَالِغًا وَطَرَا

ت: اور یَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ (النور ع ۱) ساتھ ہی عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (الشعراء ع ۱۱) اور قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ (الفرقان ع ۶) اور اَلضُّعَفٰٓؤُا (ابراہیم ع ۳ والمومن ع ۵) اور کہہ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ (الدخان) ع ۲) اس حال میں کہ مقصد کو پہنچ جاؤ۔

ف: لفظ اَلضُّعَفٰٓؤُا واؤ مع الف دو جگہ آیا ہے۔

(۱) فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا (سورۂ ابراہیم ع ۳)

(۲) فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا (سورۂ المومن ع ۵)

بَلَآءٌ کے ساتھ مُبِیْنٌ بطور قید احترازی ہے تاکہ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ (البقرہ ع ۶ والاعراف وابراہیم ع ۱) نکل جائے۔ لیکن الصافات ع ۳ والا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ جو کہ شعر نمبر ۲۱۵ میں بھی بیان ہو چکا' بصورت واؤ مع الالف ہی ہے۔

لہٰذا کہنا چاہیے کہ لفظ مُبِیْن کے ساتھ اَلْبَلٰٓؤُا یا بَلٰٓؤٌا بصورت واؤ مع الالف ہی ہے۔ اور غالبًا بَالِغًا وَطَرًا سے اسی تعمیم کی طرف اشارہ ہے۔

217/18 وَفِيكُمْ شُرَكٰٓؤُا أَمْ لَهُمْ شُرَكَا
شُورٰى وَ أَبْنَآءُ فِيهِ الْخُلْفُ قَدْ خَطَرَا

ت: اور فِيكُمْ شُرَكٰٓؤُا (الانعام ع۱۱) اور أَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا الشورىٰ (ع۳) اور أَبْنَآءُ اللّٰهِ (المائدہ ع۳) اور اس (أَبْنٰٓؤُا) میں خُلْف عظیم ہوا ہے۔

ف: لفظ شُرَكٰٓؤُا کی تعیین کے لئے اشارات دیئے گئے، مگر لفظ أَبْنَآءُ کی تعیین پر کوئی اشارہ نہیں ہے، اس لئے کہ یہاں وہ لفظ أَبْنَآءُ مراد ہے جس کا ہمزہ متطرفہ ہو، مرفوع ہو اور وہ المائدہ ع۳ میں ہی ہے لہٰذا أَبْنَآءَكُمْ یا أَبْنَآءَ وغیرہ پہلے ہی خارج ہیں۔ ان کو نکالنے کے لئے کسی قید احترازی کی ضرورت نہیں۔

وَفِيهِ الْخُلْفُ قَدْ خَطَرَا یعنی أَبْنَآءُ اللّٰهِ میں ہمزہ متطرفہ کو الف کے بعد محذوف الشکل، اور بصورت واؤ مع الف دونوں طرح لکھنا درست ہے اور خُلْف قوی ہے۔

فائدہ: افضل الدرر میں أَبْنٰٓؤُا (جمع ابن) کی بجائے أَنْبٰٓؤُا جمع نَبَأ لکھا گیا ہے، مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ أَنْبٰٓؤُا پیچھے گزر چکا ہے۔

218/19 وَفِي يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ الْخِلَافُ وَمَنْ
يُّنَشَّؤُا وَفِي مُقْنِعٍ بِالْوَاوِ مُسْتَطَرَا

ت: اور يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ (القیامہ) اور أَوَمَن يُّنَشَّؤُا (الزخرف ع۲) میں خُلْف ہے اور مُقْنِع میں واؤ والی وجہ ہی لکھی ہوئی ہے۔

ف: مطلب یہ ہے کہ يُنَبَّؤُا اور يُنَشَّؤُا میں خُلْف ہے اگرچہ مُقْنِع میں علامہ دانیؒ نے بالواؤ والالف والی وجہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔ لیکن علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ ہماری تحقیق میں ان دونوں میں خُلْف ہے۔ مُقْنِع میں ہے۔

"سورۃ الزخرف میں يُنَشَّؤُا اور القیامہ والے يُنَبَّؤُا میں ہمزہ بصورت واؤ مع الالف ہے، تمام اہل رسم کے نزدیک۔"

لیکن علامہ شاطبیؒ نے دانیؒ کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا اور وجہ یہ ہے کہ امام رسم نافعؒ کے شاگرد محمد بن عیسیٰؒ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

"يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ بالواؤ والالف ہے۔ الف سے پہلے واؤ اہل کوفہ کی رسم ہے اور اہل مدینہ کے لیے واؤ کا اسقاط ہے"۔

لیکن محمد بن عیسیٰؒ کی اس تصریح سے صرف يُنَبَّؤُا میں خُلْف ثابت ہوتا ہے، يُنَشَّؤُا کا کوئی ذکر ہی نہیں۔

ابن القاصحؒ صاحب اسہل الموارد، اور محمد موسیٰ جار اللہ روسیؒ تینوں شارحین کی رائے یہ ہے کہ شاطبیؒ کے کلام میں الْخِلَافُ

کا تعلق يُنَبَّؤُا اور لفظ يُنَشَّؤُا دونوں سے ہے۔

لیکن افضل الدرر کے مصنف" کی رائے میں اَلْخِلَافُ کا تعلق صرف يُنَبَّؤُا سے ہے، يُنَشَّؤُا سے نہیں، گویا علامہ شاطبیؒ علامہ دانیؒ کے کلام پر استدراک اور اضافہ جو فرمانا چاہتے ہیں وہ صرف يُنَبَّؤُا کی حد تک ہے۔

غالباً زیادہ صحیح صاحب افضل الدرر ہی کی رائے ہے، کیونکہ يُنَشَّؤُا میں خُلْف کی تصریح متقدمین کے یہاں نہیں ملتی۔

219/20

وَبَعْدَ رَا بُرَءٰؤُا الْوَاوُ مَعْ اَلِفٍ
وَلُؤْلُؤٌ قَدْ مَضٰى فِي الْبَابِ مُعْتَصَرَا

ت: اور بُرَءٰؤُا (الممتحنہ) کی راء کے بعد واؤ مع الف ہے اور لُؤْلُؤًا میں بھی، اس حال میں کہ تحقیق یہ لفظ لُؤْلُؤًا باب الفرش میں محققانہ طور پر گزر چکا ہے۔

ف: اس شعر میں دو لفظوں پر کلام فرمایا ہے ایک بُرَءٰؤُا دوسرا لُؤْلُؤًا پہلے کے بارے میں یہ بات تو خیر بتانا چاہتے ہی ہیں کہ اس کا ہمزہ بصورت واؤ مع الف ہے ساتھ ہی خصوصیت سے اس پر توجہ دلا رہے ہیں کہ راء کے بعد ہمزہ مفتوحہ اور اس کے بعد والا الف دونوں محذوف الرسم ہیں۔

ویسے اگر صرفی قیاس کے مطابق یہ لفظ لکھا جاتا تو اس کی شکل یہ ہوتی بُرَاءُ یعنی راء کے بعد ہمزہ بصورت الف ہوتا اور ہمزہ کے بعد الف اور ہمزہ متطرفہ دونوں تماثل کی وجہ سے محذوف الشکل ہوتے۔

لُؤْلُؤًا پر ناظمؒ مفصل کلام کر چکے ہیں اور الف کے رسم کی توجیہ بھی کر چکے ہیں۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ بحث مفصل ہو چکی ہے۔

اَلْبَابُ سے مراد باب الفرش ہے اور مُعْتَصَرًا، اِعْتِصَارٌ سے ہے، جس کے حقیقی معنی "نچوڑنے کے بعد" کے ہیں ("پناہ لینا"، معنی مجازی ہیں جیسا کہ دیگر شراح نے معنی کئے ہیں) اور نچوڑنے سے تحقیق مسئلہ مراد ہے۔

اُولٰٓئِهِمْ، اُولٰٓئِكُمْ اور اُولٰٓئِهٖ کا رسم

220/21

وَمَعْ ضَمِيرِ جَمِيعِ اَوْلِيَاءُ بِلَا
وَاوٍ وَلَا يَاءٍ فِي مَخْفُوضِهٖ كَثُرَا

ت: اور لفظ اَوْلِيَاءُ جب ضمیر جمع غائب یا حاضر کے ساتھ آئے تو رفعی حالت میں ہمزہ بغیر واؤ کے اور جری حالت میں بغیر یاء کے بکثرت واقع ہوا ہے۔

ف: یعنی اگرچہ قانون یہ ہے کہ ہمزہ متطرفہ بعد الالف جب ضمیر سے قبل واقع ہو تو مرفوع ہونے کی صورت بشکل واؤ اور مجرور ہونے کی صورت میں بشکل یاء مرسوم ہوتا ہے جیسے نِسَآؤُکُم۔ اَبْنَآؤُکُم۔ شُرَکَآءِهِمْ وغیرہ اور منصوب ہونے کے وقت محذوف الشکل ہوتا ہے جیسے اَبْنَآءَ کُمْ، نِسَآءُ کُمْ.

لیکن لفظ اَوْلِیَآءُ میں یہ اصول نہیں پایا جاتا۔ اس کی اضافت جب ضمیر هُمْ یا کُمْ کی طرف ہوتی ہے تو ہمزہ محذوف الشکل ہوتا ہے جیسے اَوْلِیَٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتِ (البقرہ) وَقَالَ اَوْلِیَٰٓئُهُمْ (الانعام) لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَٰٓئِهِمْ (الانعام) اِلٰی اَوْلِیَٰٓئِکُمْ مَعْرُوْفًا (الاحزاب) نَحْنُ اَوْلِیَٰٓئُکُمْ (فُصّلت)

کَثُرَا یعنی یہ رسم اکثری ہے اور اقل درجہ میں حسب ضابطہ معروفہ بھی رسم پائی گئی ہے۔

221/22　وَقِيلَ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗ وَفِي الْاَلِفِ الْ
بِنَاءِ فِي الْكُلِّ حَذْفٌ ثَابِتٌ جُدُرَا

ت: اور کہا گیا ہے کہ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗ کا رسم بھی اسی طرح ہے۔ اور اس پورے باب میں الف بِنَاءِ یٰ کا حذف دیواروں کے اعتبار سے خوب ثابت ہے۔

ف: یعنی سورۃ الانفال میں اِنْ اَوْلِیَٰٓئُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کا م رسم بھی اسی طرح ہے یعنی ہمزہ بشکل واؤ کی بجائے محذوف الرسم ہے۔ قِیْلَ کے ساتھ بیان سے اشارہ ہے کہ یہ رسم اکثری نہیں۔ آگے باب کو ختم کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ اس پورے باب میں کہ ہمزہ بصورت واؤ مع الالف آیا ہے، جن الفاظ میں بھی یہ ہمزہ بعد الالف واقع ہے وہ الف غیر مرسوم ہے جیسے نَشٰٓؤُا۔

جُدُرٌ، جِدَار کی جمع ہے لفظ بِنَاءِ کے ساتھ جُدُر کا استعمال لطافت سے خالی نہیں۔ بِنَاءِ، عمارت اور جِدَار دیوار حذف الف کی قوت کی طرف اشارہ ہے۔

بَابُ رَسْمِ الْاَلِفِ وَاوًا

الف کو واؤ کی صورت میں لکھنے کے بیان میں

222/1　وَالْوَاوُ فِي الِفَاتٍ كَالزَّكٰوةِ وَمِشْ
كٰوةٍ مَّنٰوةَ النَّجٰوةِ وَاضِحٌ صُوَرَا

ت: اور الفوں کی جگہ (بہت سے واوی کلمات میں) صورتوں کے اعتبار سے واؤ بہت واضح ہے جیسے اَلزَّکٰوۃ۔ مِشْکٰوۃ۔

مَنٰوۃَ اور اَلنَّجٰوۃَ.

223/2 وَفِــی الــصَّــلٰوۃِ الْحَیٰوۃِ وَالْجَلَا اَلِفُ اَلْ
مُـضَـافِ وَ خُـلْفٌ فِیْ حَذْفِ الْعِرَاقِ یُرٰی

ت: اور اَلصَّلٰوۃَ۔ اَلْحَیٰوۃَ میں (یعنی صَلٰوۃَ۔ حَیٰوۃَ جب معرف باللام ہوں تو ان کے الف بصورت واؤ مرسوم ہوتے ہیں) اور مضاف ہونے کے وقت الف ظاہر ہوا ہے۔ اور مصاحف عراق کے حذف الف میں خُلْف دیکھا جاتا ہے۔

ف: یعنی اَلزَّکٰوۃَ۔ مِشْکٰوۃَ۔ مَنٰوۃَ اور اَلنَّجٰوۃَ میں الف بصورت واؤ مرسوم ہے۔ اور اَلصَّلٰوۃَ۔ اَلْحَیٰوۃَ جب معرف باللام ہوں گے تو ان کے الف بصورت واؤ مرسوم ہوتے ہیں اور مضاف ہونے کے وقت ان کا الف ظاہر ہوا ہے۔ مثلاً

صَلَاتِهِمْ۔ صَلَاتِیْ۔ صَلَاتُکَ۔ حَیَاتِیْ۔ حَیَاتُکُمْ۔ حَیَاتُنَا.

جب کہ بعض مصاحف عراق (بصرہ وکوفہ) میں اَلصَّلٰوۃَ اور اَلْحَیٰوۃَ دونوں لفظوں میں مضاف ہونے کی صورت میں حذف الف اور اثبات الف میں خُلْف ہے یعنی۔

صَلَاتِیْ اور صَلٰتِیْ۔ حَیَاتُکُمْ اور حَیٰتُکُمْ

224/3 وَفِیْ اَلِفَاتِ الْمُضَافِ وَ الْعَمِیْمُ بِهَا
لَدٰی حَیٰوۃٍ زَکٰوۃٍ وٌّ اوٌ مَنْ خَبَرَا

ت: قولہ فِیْ اَلِفَاتِ الْمُضَافِ کا تعلق گزشتہ شعر سے ہے اور جار مجرور یُرٰی کے متعلق ہے۔

اور نکرہ ہونے کے وقت حَیٰوۃَ اور زَکٰوۃَ (مصاحف عراق میں) واؤ ہی سے مرسوم ہے۔ جیسا کہ اہل تحقیق نے اس کی خبر دی ہے۔

ف: اَلْعَمِیْمُ سے مراد نکرہ۔ غیر معرف باللام اور غیر مضاف۔ مطلب یہ کہ غیر مضاف ہونے کی حالت میں لفظ صَلٰوۃَ اور حَیٰوۃَ خواہ معرف باللام ہوں یا نکرہ ہوں' ان کا الف بصورت واؤ ہی مرسوم ہوتا ہے۔ مثلاً

وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً (مریم) وَحَیٰوۃً طَیِّبَۃً (النحل) وَلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا (الفرقان)

خلاصہ یہ کہ مِشْکٰوۃَ۔ مَنٰوۃَ اور اَلنَّجٰوۃَ تینوں ایک ایک جگہ ہیں اور بالواو مرسوم ہیں۔ اور لفظ صَلٰوۃَ کی تفصیل یہ ہے کہ معرف باللام ہونے کے وقت بالواو مرسوم ہے۔ مضاف ہونے کی صورت میں خُلْف ہے بعض مصاحف میں بالالف اور بعض میں بالحذف۔

اور حَیٰوۃ۔ زَکٰوۃ معرف باللام ہوں یا غیر معرف جب مضاف الیہ الضمیر نہ ہوں تو بالواؤ' اور مضاف الی الضمیر ہونے کی صورت میں بالالف اور بحذف الالف دونوں طرح ہے۔

225/4

وَفِی اَلِفُ صَلَوَاتٍ خُلْفُ بَعْضِهِمْ
وَالْوَاوُ تَثْبُتُ فِيهَا مُجْمَعًا سِيَرَا

ت: اور صَلَوٰتِ (جمع) کے الف میں ان کے بعض مصاحف میں خُلْف ہے (بعض میں ثابت اور بعض میں محذوف) اور (لام کے بعد) واؤ ان مصاحف میں باتفاق ثابت ہے۔

ف: اس شعر میں جمع کے صیغہ والے صَلٰوۃ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ یہ عام ہے کہ تمام قراء کے لئے جمع ہو یا بعض کے لئے واحد اور بعض کے لئے جمع ہو جیسے صَلَوٰتُ الرَّسُوْلِ میں تمام قراء جمع پر متفق ہیں جب کہ درج ذیل میں قراء کا اختلاف ہے۔

اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمْ۔ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ۔ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ مذکورہ بالا تمام کلمات میں اہل رسم کا اختلاف ہے کہ واؤ کے بعد الف ہے یا نہیں بعض مصاحف میں واؤ کے بعد الف ہے اور بعض میں نہیں ہے۔

لیکن یاد رہے کہ واؤ میں کوئی اختلاف نہیں یہ با تفاق تمام مصاحف میں مرسوم ہے۔

سِیَرًا اس سِیَرَۃٌ کی جمع ہے جو سَیْرٌ بمعنی سفر سے بنا ہے۔ یعنی اس میں واؤ ایسے واضح انداز میں ثابت ہے جس پر سفروں کے اعتبار سے اجماع کیا گیا ہے یعنی اس کی تحقیق کے لئے جب کبھی بھی سفر کیا تو قرآنوں میں واؤ کو ثابت ہی پایا۔

مُجْمَعًا سِیَرًا دراں حال کہ سب طریقوں میں اس واؤ پر اتفاق کیا گیا ہے۔

بَابُ رَسْمِ بَنَاتِ الْيَاءِ وَ الْوَاوِ

یائی اور واوی کلمات کا رسم

226/1

وَالْيَاءُ فِي أَلِفٍ عَنْ يَاءٍ انْقَلَبَتْ
مَعَ الضَّمِيرِ وَمِنْ دُوْنِ الضَّمِيرِ تُرَى

ت: اور الف میں یاء دیکھی جاتی ہے جو یاء سے بدل جائے دراں حالیکہ یہ الف ضمیر کے ساتھ ہو اور بغیر ضمیر کے ہو۔

ف: یعنی ہر وہ کلمہ جس کے آخر میں الف یاء سے بدلا ہوا ہوگا یا بدلے ہوئے کے مشابہ ہو تو تشبیہاً علی الاصل مرسوم بالیاء ہوگا وہ کلمہ متصل بالضمیر ہو یا خالی عن الضمیر جیسے "تَشْقٰی۔ وَ تَعْرٰی۔ وَالثَّرٰی۔ هُدٰی۔ رَمٰی۔ مُوْسٰی۔ عِیْسٰی۔

نَصْرٰی ـ مُرْسٰهَا ـ یَغْشٰاهَا ـ بَنٰیهَا ـ وَجَلّٰهَا ـ فِیْ اُخْرٰکُمْ ـ اِجْتَبٰهُ ـ وَهُدٰهُ ـ فَاَرٰهُ ـ لَنَرٰهَا وغیرہ۔

یہ قاعدہ لام کلمہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ضمیر آخر میں لام کلمہ ہی کے ساتھ متصل ہوتی ہے، درمیان کلمہ میں نہیں ہوتی اس قاعدہ سے چند کلمات مستثنیٰ ہیں جو آئندہ شعر میں آ رہے ہیں۔

لام کلمہ میں ہونا ضمیر اس کی طرف مشیر ہے۔

227/2 سِوٰی عَصَانِیْ تَوَلَّاهُ طَغَا وَمَعًا
اَقْصَا وَالْاَقْصَا وَ سِیْمَا الْفَتْحِ مُشْتَهَرَا

ت: سوائے عَصَانِیْ، تَوَلَّاهُ، طَغَا اور دونوں اَقْصَا اور اَلْاَقْصَا کے اور سورۂ فتح کے سِیْمَاهُمْ کے حالانکہ وہ (ایک روایت کے اعتبار سے اسی طرح سے) مشہور کیا گیا ہے، مستثنیٰ ہیں قاعدہ مذکورہ سے۔

ف: یعنی درج بالا سات کلمات مرسوم بالالف ہیں باوجودیکہ وہ بدلے ہوئے ہیں مگر بیان شدہ قاعدہ مذکورہ سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱) وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ ابراہیم) اور اسکے علاوہ بالیاء ہیں جیسے وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ (سورۂ طہٰ)

(۲) کُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ (سورۃ الحج) اور اس کے علاوہ بالیاء ہیں جیسے عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا (سورۃ النجم)

(۳) اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ (سورۃ الحاقہ) اس کے علاوہ بالیاء ہیں اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی (سورۃ طہٰ) اور جیسے طُغْیَانِهِمْ وغیرہ۔

نوٹ: طَغَا کے بارے میں واوی اور یائی ہونے میں اختلاف ہے۔ طَغَیْتُ وَطَغَوْتُ (ملا علی قاری فی شرح عقیلہ)

(٦) سِیْمَاهُمْ (سورۃ الفتح) بالاتفاق مصاحف میں مرسوم بالالف ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ پانچ جگہ آیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ (البقرۃ) (۲) یَعْرِفُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ (الاعراف) (۳) رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ (الاعراف) (۴) فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ (محمد ﷺ)

(۵) یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ (الرحمٰن)

ان مذکورہ بالا پانچ کلمات کے متعلق حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مختلف فیہ ہیں یعنی بعض مصاحف میں بالالف اور بعض میں بالیاء مرسوم ہیں۔

228/3 وَغَیْرَ مَا بَعْدَ یَآءٍ خَوْفَ جَمْعِهِمَا
لٰکِنَّ یَحْیٰی وَ سُقْیَاهَا بِهَا حُبِرَا

ت: اور سوائے اس الف کے' جو یاء کے بعد ہو دویاء ات کے اکٹھا ہونے کے خوف سے مرسوم باالالف ہی ہو گا لیکن یَحْییٰ اور سُقْیٰهَا یہ دونوں اس (یاء ہی) سے خوبصورت بنا دیئے گئے ہیں۔

ف: یعنی یاء سے بدلا ہوا ہر الف یاء کی شکل میں لکھا جاتا ہے مگر یاء سے بدلاہوا الف یاء کے بعد ہو جیسے اَحْیَا' نَحْیَا وغیرہ' یا یاء سے پہلے ہو جیسے هُدٰیَ' مَثْوٰیَ وغیرہ' یا دو یاء ات کے درمیان ہو جیسے مَحْیَایَ' رُؤْیَایَ وغیرہ تو ان تینوں صورتوں میں دو یا تین یاء کے جمع ہونے سے بچنے کے لیے الف کو الف کی شکل میں ہی لکھا جائے گا۔

مزید امثلہ جیسے:
اَلْعُلْیَا' اَلدُّنْیَا' اَلرُّؤْیَا' رُؤْیَاکَ' اَلْحَوٰیَا' وَاَحْیَا' وَاَحْیَابِهٖ' وَاَحْیَاکُمْ' وَاَمَاتَ وَاَحْیَا' نَمُوْتُ وَنَحْیَا وغیرہ۔ لیکن یَحْییٰ فعل ہو جیسے وَیَحْییٰ مَنْ حَیَّ (سورۃ الانفال) لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْییٰ (سورۃ طٰہٰ)' ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْییٰ (سورۃ الاعلیٰ) وغیرہ۔ یا اسم ہو جیسے اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْییٰ (سورۃ آل عمران)' یٰیَحْییٰ خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ (سورۃ مریم) وغیرہ تو یہ یاء ہی کی شکل میں لکھا جائے گا۔ اسی طرح لفظ وَسُقْیٰهَا (سورۃ الشمس) میں الف یاء کی شکل میں ہے۔ علامہ دانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ الف یاء متکلم سے پہلے ہو جیسے هُدٰیَ' وَمَثْوٰیَ تو یہ مختلف فیہ ہے یعنی بعض مصاحف میں مرسوم باالالف اور بعض میں مرسوم بالیاء ہے۔

لفظ سُقْیٰهَا میں علامہ شاطبیؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ مصاحف میں یہ یاء کے ساتھ مرسوم ہے' مغاربہ کا عمل الف سے لکھنے پر ہے' الف اور یاء دونوں کے ترک سے بھی ہے اسی پر آج کل عمل ہے یعنی یہ کلمہ بھی مختلف فیہ ہوا۔

حُبِرَا' تَحْبِیْرٌ سے ہے جس کے معنی تحسین و تزئین کے ہیں۔

کِلْتَا وَ تَتْرَا جَمِیْعًا فِیْهِمَا اَلِفٌ 229/4
وَفِیْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰی الْخُلْفُ قَدْ ذُکِرَا

ت: کِلْتَا اور تَتْرَا دونوں' تمام (مصاحف) میں الف سے ہیں۔ اور یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰی میں تحقیق' اختلاف بیان کیا گیا ہے۔

ف: کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ (سورۃ الکھف) اور رُسُلَنَا تَتْرَا (سورۃ المومنون)' یہ دونوں کلمات تمام مصاحف میں الف سے لکھے ہوئے ہیں کیونکہ کِلْتَا اور تَتْرَا نہ واوی ہیں اور نہ ہی یائی' کِلْتَا کی تو کوئی اصل ہی نہیں ہے اس کو نحاۃ نے تثنیہ پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے' جیسے علامہ ابن مالک "الفیہ" میں فرماتے ہیں۔

بِالْاَلِفِ ارْفَعِ الْمُثَنّٰی وَکِلَا اِذَا بِمُضْمَرٍ مُّضَافًا وُّصِلَا
کِلْتَا کَذَاکَ اثْنَانِ وَاثْنَتَانِ کَابْنَیْنِ وَابْنَتَیْنِ یَجْرِیَانِ

قرآن کریم میں ہے کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَهَا' دونوں باغ اپنا پھل (پورا) دیتے تھے۔

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَنَوَّنَ تَتْرًا حَقُّهُ وَاكْسِرِ الْوِلَا

تَتْرًا میں دو قراء ات ہیں۔ ابن کثیر مکی، ابو عمرو بصری اور ابو جعفر وصلاً بالتنوین پڑھتے ہیں اور وقفاً الف سے بدلتے ہیں جب کہ باقین وقفاً وصلاً حذف تنوین سے پڑھتے ہیں۔ لہٰذا تَتْرًا کا الف تنوین والی قراء ۃ میں تنوین سے بدلا ہوا ہے اور حذف تنوین والی قراء ۃ میں فَعْلٰی کے الف کی مانند ہے ان کو یہاں بیان اس لیے کیا ہے کہ ان کا الف یاء سے بدلے ہوئے الف کے مشابہ ہے۔ ہو سکتا تھا کہ کسی کو یہ اشکال ہو جاتا کہ ان کا الف یاء کی صورت میں ہو گا تو ان کو واضح طور پر بیان کر کے اشکال کو رفع کیا ہے۔

يَقُولُونَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ (سورۃ المائدہ) نَخْشٰى کے رسم میں اختلاف ہے، محمد بن عیسیٰ، نصیر سے روایت کرتے ہیں کہ بعض مصاحف میں بالالف ہے اور بعض میں بالیاء ہے۔ اور اس کو علامہ شاطبی نے اَلْخُلْفُ قَدْ ذُكِرَا میں بیان کیا ہے۔ ابو داؤد نے یاء کو اختیار کیا ہے اور اسی پر عمل ہے۔ (سمیر الطالبین)

230/5 وَبَعْدَ يَاءِ خَطَايَا حَذْفُهُمْ اَلِفًا
وَقَبْلُ اَكْثَرُهُمْ بِالْحَذْفِ قَدْ كَثُرَا

ت: اور خَطَايَا کی یا کے بعد ان تمام اہل رسم کا الف کو حذف کرنا (ثابت ہے) اور یاء سے پہلے الف کو اکثر اہل رسم نے حذف کیا ہے۔ یہ کلمہ (دونوں الفات کے) حذف سے غالب ہو گیا ہے۔ كَثُرَا بمعنی غَلَبَ ہے۔

ف: خَطَايَا۔ خَطٰيٰنَا۔ خَطٰيٰهُمْ۔ خَطٰيٰكُمْ وغیرہ ان میں دو الف ہیں ایک طا کے بعد اور ایک یاء کے بعد، یہ جہاں بھی ہوں جمع تکسیر والی قراء ۃ کے ساتھ، یاء کے بعد جو الف ہے، وہ بالاتفاق تمام مصاحف میں محذوف ہے۔ اور جو الف یاء سے پہلے یعنی طاء کے بعد ہے وہ اکثر مصاحف عثمانیہ میں محذوف ہے اور بعض میں مرسوم ہے۔

سورۃ البقرۃ میں تمام قراء کے لیے جمع تکسیر ہے یہاں طاء اور کاف کے درمیان ایک شوشہ ہے۔ جب کہ سورۃ الاعراف اور سورۃ نوحؑ میں بعض قراء کے لیے جمع سالم اور بعض کے لیے جمع تکسیر ہے لہٰذا یہاں طاء اور کاف کے درمیان دو شوشے ہوں گے۔

231/6 بِالْيَا تُقٰةً وَفِي تُقَاتِهِ اَلِفُ الْ
عِرَاقِ وَاخْتَلَفُوا فِي حَذْفِهَا زُبُرَا

ت: تُقٰةً (آل عمران ع ۳) تو یاء ہی سے مرسوم ہے اور تُقَاتِهِ (آل عمران ع ۱۱) میں اہل عراق کا الف ہے اور اہل

عراق نے اس الف سے حذف میں بھی اختلاف کیا ہے اس حال میں کہ یہ بہت سے مصاحف والے ہیں۔

ف: یعنی اَلَّآ اِنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً (سورۃ آل عمران رکوع ۳) قاف کے بعد تمام مصاحف عثمانیہ میں بالاتفاق مرسوم بالیاء ہے اور حَقَّ تُقَاتِهٖ اسی سورۃ آل عمران رکوع ۱۱ میں قاف کے بعد مصاحف عراقی میں الف ہے لیکن بالخلف بعض میں حذف بھی ہے۔ اور مصاحف عراقی کے سوا دیگر مصاحف میں اپنے اصل قاعدہ پر مرسوم بالیاء ہے

علامہ سخاوی فرماتے ہیں

" رایت فی مصحف الشامی حق تقاته مرسوم بیاء بین القاف والتاء و منهم تقة بالیاء" یعنی میں نے مصحف شامی میں (دونوں) تُقَاتِهٖ اور تُقٰىةً کو قاف اور تا کے درمیان یاء سے لکھا دیکھا ہے۔ گویا اس کی رسم تین طرح ہو گئی۔

(۱) تُقَاتِهٖ (۲) تُقٰتِهٖ، یہ دونوں رسم مصاحف عراقی کے مطابق ہیں، (۳) تُقٰيَتِهٖ یہ غیر عراقی مصاحف میں ہے اس میں قاف اور ھاء کے درمیان دو شوشے ہوں گے پہلا یاء کا جو الف کی شکل میں ہے اور دوسرا تاء کا ہے، عراقی مصاحف میں قاف اور ھاء کے درمیان ایک شوشہ ہو گا۔ رہا پہلا موقع آل عمران کا تو وہ سب میں ایک ہی طرح تُقٰىةً ہے یعنی قاف اور تاء مدورہ کے درمیان تمام مصاحف میں ایک ہی شوشہ ہے۔

232/7 يَا وَيْلَتٰى أَسَفٰى حَتّٰى عَلٰى وَاِلٰى
أَنّٰى عَسٰى وَبَلٰى يَا حَسْرَتٰى زُبِرَا

ت: یٰوَیْلَتٰی۔ اَسَفٰی۔ حَتّٰی۔ عَلٰی۔ اِلٰی۔ اَنّٰی۔ عَسٰی۔ بَلٰی۔ اور یٰحَسْرَتٰی کی یاء (مصاحف میں) لکھی گئی ہے۔

ف: یعنی مذکورہ بالا نو کلمات قرآن میں جہاں کہیں بھی آئیں ان کا آخر والا الف بالاتفاق تمام مصاحف میں مرسوم بالیاء ہے، یہ رسم مشہور قیاس کے خلاف ہے کیونکہ ان کا الف نہ تو یاء سے بدلا ہوا ہے اور نہ بدلے ہوئے کے مشابہ ہے صرف عَسٰی تامہ ہو یا ناقصہ منقلب عن الیاء ہے، یہاں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ فعل جامد ہے جس سے صرف دو تین ہی صیغے آتے ہیں۔

زُبِرَا ای کُتِبَ یعنی لکھا گیا یہ خبر ہے یا کی جو کہ اصل میں یاء تھا، ہمزہ ضرورت شعری کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے ترکیب میں یہ مبتداء ہے۔

233/8 جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ وَجَآءَ اَمْرُ وَلِلْرِّ
جَالَ رُسْمُ اُبَيِّ يَآءَهَا شَهَرَا

ت: جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ اور جَآءَ اَمۡرُ اور لِلرِّجَالِ کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف کی رسم نے ان کی یاء کو مشہور کر دیا ہے۔

ف: یعنی جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ (سورۃ ابراہیم رکوع ۲) اور فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَرِحُوۡا (سورۃ المومن رکوع ۹) اور جَآءَ اَمۡرُ (جو دس مقام پر قرآن حکیم میں وارد ہوا ہے) اور وَلِلرِّجَالِ عَلَيۡهِنَّ دَرَجَةٌ (سورۃ النساء رکوع ۱) یہ تمام کلمات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں جیم اور ہمزہ اور جیم اور لام کے درمیان بجائے الف کے مرسوم بالیاء ہیں لیکن عام مصاحف میں مرسوم بالالف ہی ہیں اور یہ رسم درست اور قابل عمل ہے۔

مختصر حالات سید القراء حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

آپ کا نام اُبی ہے اور نسب نامہ اس طرح ہے اُبی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار انصاری ہیں اور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ اُن چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی پورا قرآن شریف حفظ کر لیا تھا نیز آپ ان فقہائے امت میں سے ہیں جو عہد نبوی میں بھی فتویٰ دیتے تھے۔

آپ کی کنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو المنذر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو الطفیل رکھی تھی۔ نیز آنحضرت نے آپ کو سید الانصار اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سید المسلمین کا لقب عطا فرمایا تھا۔

آپ انصار میں سے سب سے پہلے خوش نصیب ہیں جنھیں مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہونے کا شرف حاصل ہوا نیز اکثر وبیشتر وحی آپ لکھا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں (یعنی تمہیں قرآن سکھاؤں) حضرت اُبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تمہارا نام لیا ہے۔ حضرت اُبی بن کعب یہ سنکر (خوشی میں) آبدیدہ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اُبی بن کعب کی تعلیم کا حکم فرمایا چنانچہ اُبی نے تجوید اور قراء ات متواترہ اسی طریقہ سے حفظ و ضبط کے ساتھ پڑھیں۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پڑھی تھیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَقۡرَؤُكُمۡ اُبَيٌّ یعنی تم میں سب سے بڑے قاری اُبی ہیں۔

آپ سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین نے استفادہ فرمایا جن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عیاش بن ابو ربیعہ، حضرت عبداللہ بن حبیب، حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی، حضرت ابو العالیہ ریاحی جیسے اکابر شامل ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دس آئمہ قرآء ات میں سے نو آئمہ کی قراء ات کا سلسلہ سند حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

آپ سے بہت سی مخلوق نے حدیث و قرآء ات کے علوم حاصل کئے آپ نے دور فاروقی رضی اللہ عنہ میں ۱۹ھ کو مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

234/9 جَاۤءُوْا وَجَاۤءَهُمُ الْمَكِّيُّ طَابَ اِلَى الْ
اِمَامِ يُعْزٰى وَكُلٌّ لَيْسَ مُقْتَصَرَا

ت: جَاۤءُوْ اور جَاۤءَهُمْ مصحف مکی کی رسم کے مطابق جیم اور ہمزہ کے درمیان یاء سے مرسوم ہیں۔ اور مَا طَابَ لَكُمْ اس رسم کے ساتھ مصحف امام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور ہر ایک اس رسم کی پیروی کیا ہوا نہیں ہے۔

ف: یعنی جَاۤءُوْ اَبَاهُمْ۔ وَجَاۤءُوْ عَلٰى۔ فَلَمَّا جَاۤءَهُمْ مَا۔ وَعَجِبُوْا اَنْ جَاۤءَهُمْ مُّنْذِرٌ اور فَلَمَّا جَاۤءَهُمْ الْبَيِّنٰتُ وغیرہم، جب کہ ان کے ساتھ ضمیر مرفوع یا منصوب متصل ہو تو بروایت امام کسائی جیم کے بعد یاء کا شوشہ ہے۔

اور مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۤءِ (سورۃ النساء) میں بروایت عاصم جحدری مصحف سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں یاء ہے اور یہ رسم قابل عمل اور معتبر نہیں ہے۔ بلکہ مذکورہ کلمات میں جیم اور طا کے بعد الف مرسوم ہے۔

يُعْزٰى: منسوب کیا جاتا ہے، مُقْتَصَرَا پیروی کیا ہوا۔

235/10 كَيْفَ الضُّحٰى وَالْقُوٰى دَحٰى تَلٰى وَطَحٰى
سَجٰى زَكٰى وَ اوْهَا بِالْيَاۤءِ قَدْ سُطِرَا

ت: اَلضُّحٰى جس شکل میں بھی آئے اور اَلْقُوٰى، دَحٰهَا، تَلٰهَا اور طَحٰهَا، سَجٰى، زَكٰى واؤ یاء سے لکھا گیا ہے۔

ف: یعنی اَلضُّحٰى معرف باللام ہو یا نہ ہو، اس کے ساتھ ضمیر ہو یا نہ ہو اور اَلْقُوٰى (النجم)، دَحٰهَا (النزعات)، تَلٰهَا اور طَحٰهَا (الشمس)، سَجٰى (والضحیٰ) مَا زَكٰى (النور) وغیرہم ان سب کلمات میں الف واؤ سے بدلا ہوا ہونے کے باوجود مرسوم بالیاء ہے اور تمام مصاحف اسی رسم پر متفق ہیں حالانکہ جو کلمہ ثلاثی ذوات الواؤ ہو خواہ اسم ہو یا فعل،

الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے لیکن مذکورہ بالا سات کلمات جو گیارہ مقام پر وارد ہوئے ہیں ان کی واؤ یاء سے لکھی گئی ہے اور یہ امالہ کے جواز پر تنبیہ کرنے کی غرض سے ایسا کیا گیا ہے۔

بَابُ حَذْفِ إِحْدَى اللَّامَيْنِ

دو لاموں میں سے ایک کا حذف

تغیرات رسمی کی تین صورتیں ہیں۔

(ا) حذف و اثبات:

یہ ہمزہ میں اور تینوں حروف مدہ اور لام تعریف میں کیا جاتا ہے۔

(۲) ابدال:

یہ تینوں حروف مدہ اور ہمزہ اور تاء تانیث میں کیا جاتا ہے۔

(۳) فصل و صل:

اسے ہم آگے آنے والے باب "المقطوع والموصول" میں تفصیلا بیان کریں گے یہ اصول کے ابواب میں سے ہے اور فروش میں یہ تغیرات جزوی طور پر دیگر بعض حروف میں ہوتے ہیں۔

236/1 لَامُ الَّتِى الَّلَاءِى وَالَّلَاتِى وَكَيْفَ أَتَى الْ
لَذِى مَعَ الَّيْلِ فَاحْذِفْ وَاصْدُقِ الْفِكَرَا

ت: اَلَّتِىْ ،اَلّٰىءِ اور اَلّٰتِىْ اور جیسے بھی آئے اَلَّذِىْ اور ساتھ ہی اَلَّيْلِ ان کے لام کو حذف کر دے اور تو فکر کو سچا کر لے۔

ف: لام تعریف جب کسی لام والے کلمہ پر داخل ہوتا ہے تو اس جگہ دو لام اکٹھے ہو جاتے ہیں اور یہ دونوں لام لکھے جاتے ہیں جیسے

اَللّٰعِنُوْنَ- وَاللَّعْنَةُ- وَاللَّهْوَ- وَاللَّغْوَ- وَاللُّؤْلُؤُ- وَاللَّاتِ- اَللَّوَّامَةِ- اَللَّهَبِ- اَللّٰهُمَّ- اَللَّطِيْفُ وغیرہ۔

مگر ناظم علیہ الرحمہ نے مذکورہ بالا شعر میں پانچ ایسے کلمات بیان کیے ہیں جن میں بالاتفاق علماء رسم کلمہ کے ایک لام کو حذف اور ایک کو لکھتے ہیں۔ یہ حذف ان کلمات میں اس لیے ہے کہ یہ کلمات مصحف میں بکثرت واقع ہوئے ہیں اور حصول تخفیف کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا کہ کون سا لام حذف ہوتا ہے؟ لام اول یا لام ثانی تو راجح یہ

ہے کہ لام ثانی محذوف ہوتا ہے (دانی فی "المقنع")

قولہ وَكَيْفَ اَتَى الَّذِيْ یعنی اَلَّذِيْ واحد ہو، خواہ تثنیہ ہو خواہ جمع ہو جیسے

اَلَّذِيْ، اَلَّذٰنِ، اَلَّذَيْنَ، اَلَّذِيْنَ یا وَالَّذٰنِّ وغیرہ تو ان تمام کلمات میں ایک ہی لام لکھا جائے گا۔

اَلَّذِيْ مذکر کا واحد، تثنیہ و جمع سب حالتوں میں قرآن میں آتا ہے جب کہ اَلَّتِيْ کا تثنیہ قرآن میں نہیں اسی لیے

مذکر کے لیے جہاں وَكَيْفَ اَتَى الَّذِيْ اَلَّتِيْ کے متعلق نہیں فرمایا۔

بَابُ الْمَقْطُوْعِ وَالْمَوْصُوْلِ

مقطوع و موصول کا بیان

237/1 وَقُلْ عَلَى الْاَصْلِ مَقْطُوْعُ الْحُرُوْفِ اَتَى
وَالْوَصْلُ فَرْعٌ فَلَا تُلْفٰى بِهٖ حَصِرًا

ت: اور کہہ تو اصل کے مطابق کلمات کا قطع ہی آیا ہے اور وصل فرع ہے پس نہ پایا جائے تو اس میں تنگی والا۔

ف: یعنی مقطوع اور موصول کے مقامات مصاحف عثمانیہ میں سے جو منقول ہیں ان کے بیان اور افادہ میں بخل سے کام نہ

لے۔ اس میں مقطوع اور موصول کی حقیقت کو بیان کیا گیا۔

مقطوع کے معنی ہیں ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے علیحدہ علیحدہ لکھنا جیسے فِيْ مَا تاکہ بوقت ضرورت ان میں سے

پہلے اور دوسرے دونوں کلموں پر وقف کر سکیں۔

موصول کے معنی ہیں دو کلموں کو ملا کر لکھنا جیسے اَيْنَمَا اور یہ وصل کلموں میں قوی درجہ کے لفظی اور معنوی اتصال

پر متفرع ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ دو کلمات میں کسی قسم کا قوی اتصال پایا جائے گا تو انہیں ملا کر لکھا جائے گا اور موصول فرع ہے۔

علامہ شاطبی آگے وہ کلمات بیان کریں گے جو مصحف میں بعض مقامات میں مقطوع اور بعض میں موصول ہیں۔ اگر

کسی کلمہ کے متعلق یہ کہیں کہ اِنْ ان مواقع پر مقطوع ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ بقایا مقامات پر وہ کلمہ

موصول ہے۔ اور اگر یہ بیان کریں گے کہ یہ کلمات فلاں مواقع میں موصول ہیں تو ضد سے یہ نکلے گا کہ بقایا مقامات پر وہ

کلمات مقطوع ہیں۔

نیز یہ بھی یاد رہے کہ ناظم علیہ الرحمتہ ہر اس حالت کو بیان کریں گے جو کم مواقع میں آیا ہے اور یہ طریقہ اختصار و

ایجاز کی بنا پر ہو گا۔

حَصِرًا: صاد کے کسرہ سے بخیل کے معنی میں ہے۔

بَابُ قَطْعِ اَنْ لَّا وَاِنْ مَّا

اَنْ لَّا اور اِنْ مَّا کے قطع کا بیان

238/1 أَنْ لَّا يَقُولُوا اقْطَعُوا اَنْ لَا أَقُولَ وَأَنْ
لَّا مَلْجَا أَنْ لَّا إِلٰهَ بِهُودِنِ ابْتَدِرَا

ت: اَنْ لَّا يَقُولُوا اور اَنْ لَّا اَقُولَ (دونوں الاعراف میں) اور اَنْ لَّا مَلْجَاَ (سورۃ البراءۃ میں) اور اَنْ لَّا اِلٰہَ (سورۃ ہود) کو قطع کرو (اور) تو لَا اِلٰہَ کی نفی کے ساتھ اثبات ملا دینے کی طرف بھی ضرور جلدی کر۔

ف: یعنی ضرورت شعری کی وجہ سے لَا اِلٰہَ میں صرف نفی ہی کو ذکر کیا ہے جس سے توحید کے خلاف معنی کا وہم ہوتا ہے اس لیے تم اس کے ساتھ اِلَّا ھُوَ بھی لگاؤ تاکہ معنی میں فتور پیدا نہ ہو۔

اس شعر میں اَنْ لَّا کے مقطوع دس مقامات میں سے تین مواقع کا ذکر کیا ہے جب کہ بقایا آئندہ اشعار میں بیان ہوں گے

اب اس شعر میں بیان کردہ اَنْ لَّا کے کلمات کو دیکھیں اَنْ ناصبہ مصدریہ ہو یا تفسیریہ، لَا ناہیہ یا نافیہ سے پہلے ہو تو دس مقام پر بالاتفاق مقطوع ہے جیسے اَنْ لَّا نون، لام سے جدا ہے۔

ایک مقام اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ (سورۃ الانبیاء) میں اختلاف ہے، دانیؒ فرماتے ہیں کہ حمزہ اور الخراز، ابن الانباری کے نزدیک نون لام سے جدا ہے۔ ابو داؤد کے نزدیک بھی قطع ہی ہے اور اسی پر عمل ہے جب کہ دیگر حضرات اس میں نون کو لام سے ملا کر لکھتے ہیں معلوم ہوا کہ سورۃ انبیاء کا یہ موقع مختلف فیہ ہے اور اسے ناظم آئندہ شعر میں ذکر فرما رہے ہیں اور بقایا بالاتفاق موصول ہیں۔

علامہ شاطبی ان اشعار میں مقطوع مقامات ذکر فرمائیں گے۔ لازمی امر ہے کہ عدم ذکر والے مقامات موصول کے زمرے میں آئیں گے۔

239/2 وَالْخُلْفُ فِي الْاَنْبِيَا وَاقْطَعْ بِهُودَ بِاَنْ
لَا تَعْبُدُوا الثَّانِ مَعْ يَاسِينَ لَا حَصِرَا

ت: اور انبیاء میں اختلاف ہے اور تو ہودؑ میں دوسرے اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا کے ہمراہ یٰسٓ (والے) کو بھی قطع کر دے اور اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔

ف: سورۃ الانبیاء والا موقع اور اس کی بحث ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ناظم نے اسے اس شعر کے شروع میں بیان کیا ہے اور اس کے اختلافی ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔

بقیہ مواقع مقطوع کے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۃ ہودؑ میں اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور سورۃ یٰس میں اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ میں اَنْ لَّا مقطوع ہے۔

ناظم علام نے اس شعر میں بھی تین مقطوع مقامات کا ذکر فرمایا اس طرح اب تک چھ مقامات بیان ہو چکے بقیہ آئندہ شعر میں آ رہے ہیں۔

قولہ لَا حَصَرَا، حَصَرَ کے کئی معانی ہیں، یہاں امتناع کے معنی میں آیا ہے۔ ان مذکورہ کلمات میں نون کا قطع ممتنع نہیں ہے۔

یہاں سورۃ ہودؑ کے ساتھ "دوسرے" کی قید اس لیے لگائی ہے کہ پہلا بالاتفاق موصول ہے اور وہ یہ ہے اَلَّا تَعْبُدُوٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِیْ لَكُمْ اس میں ہمزہ کے بعد نون نہیں ہے۔

فِی الْحَجِّ مَعْ نُوْنَ اَنْ لَّا وَالدُّخَانِ وَالَامْ
تِحَانِ فِی الرَّعْدِ اِنْ مَّا وَحْدَهٗ ظَهَرَا 240/3

ت: سورۃ الحج اور ان کے ہمراہ سورۃ القلم اور سورۃ الدخان اور سورۃ الممتحنہ کا اَنْ لَّا اور صرف سورۃ الرعد میں اِنْ مَّا کا (مقطوع ہونا) ظاہر و مشہور ہو گیا ہے۔

ف: ناظم نے اس شعر میں بقایا چار مواقع جہاں اَنْ لَّا مقطوع ہے بیان فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

سورۃ الحج: اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْـًٔا

سورۃ القلم: اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ

سورۃ الدخان: وَاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ

سورۃ الممتحنہ: عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا

یہاں ان کی تعداد دس ہو گئی جو کہ بالاتفاق مقطوع ہیں اور ان دس کے علاوہ ایک (سورۃ الانبیاء والا) اختلافی ہے ان مقامات کے علاوہ قرآن حکیم میں ہر مواقع پر یہ کلمہ موصول ہے جیسے

اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ، وَاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا، اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا، اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔

قولہ:

فِی الرَّعْدِ اِنْ مَّا وَحْدَهٗ ظَهَرَا۔

یعنی صرف سورۃ الرعد میں اِنْ شرطیہ کو مَا زائدہ سے قطع کر۔ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ کے علاوہ باقی تمام مقامات پر یہ کلمہ موصول آیا ہے جیسے وَاِمَّا تَخَافَنَّ، فَاِمَّا تَرَيِنَّ وغیرہ۔

توجیہہ:

اَنْ لَّا اور اِنْ مَّا جن جن مواقع میں مقطوع ہیں وہاں اصل کی موافقت کی وجہ سے ہے۔

بَابُ قَطْعِ مِنْ مَّا وَنَحْوِ مِنْ مَّالِ وَوَصْلِ مِمَّنْ وَمِمَّ

مِنْ مَّا اور مِنْ مَّالِ جیسے کلمات کے مقطوع اور مِمَّ اور مِمَّنْ کے موصول ہونے کا بیان

241/1 فِی الرُّوْمِ قُلْ وَالنِّسَا مِنْ قَبْلَ مَا مَلَكَتْ
وَخُلْفُ مِمَّا لَدَی الْمُنَافِقِيْنَ سَرٰی

ت: تم کہہ دو کہ الروم اور النساء میں مَامَلَكَتْ سے پہلے مِنْ (قطع نون سے) ہے اور سورۃ المنافقون میں مِمَّا کا اختلاف ثابت ہو گیا ہے۔

ف: مِنْ جارہ مَا موصولہ سے دو جگہ بالاتفاق مقطوع ہے یعنی نون لکھا ہوا ہے۔

(۱) سورۃ الروم: هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ۔

(۲) سورۃ النساء: فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ۔

جب کہ سورۃ المنافقون میں اختلاف ہے بعض مصاحف میں نون مقطوع اور بعض میں موصول ہے۔ وہ اختلافی کلمہ یہ ہے۔

سورۃ المنافقون: وَاَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ۔

یہ کلمہ باقی تمام جگہ موصول آیا ہے جیسے

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ (البقرۃ) وَاَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ، وَمِمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا، مِمَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ وغیرہم۔

ابو البقاء علی بن عثمان بن محمد بن القاصحؒ نے "تلخیص الفوائد" میں اس شعر کے ساتھ ایک اور شعر بھی نقل کیا ہے جو اس طرح ہے ؎

مِنْ قَبْلَ مَا مَلَكَتْ فَاقْطَعْ وَ نُوزِعَ فِی الْ
مُنَافِقِيْنَ لَدٰی مِمَّا وَلَا ضَرَرَا

یعنی مَامَلَکَتْ سے قبل والے مِنْ کو قطع کردے اور سورۃ المنافقین میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اس اختلاف و نزاع میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اس شعر میں سورتوں کے نام ذکر نہیں کئے گئے اور اس عدم ذکر سے اس میں سورۃ النور والا موقع مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ فَکَاتِبُوْھُمْ بھی مقطوع میں شامل ہو جائے گا۔

مگر صاحب مقنع علامہ دانی نے سورۃ نور کے اس موقع کو مقطوع میں شمار نہیں کیا۔ اس رسم کو زیادات ناظم سے تصور کیا جائے گا اور اگر یہ نسخہ صحیح ہے تو اس میں یہ بات کہی جائے گی کہ علامہ شاطبی کو کہیں اور سے یہ روایت پہنچی ہو گی۔ لیکن یاد رہے کہ اب ہمارے یہاں عمل سورۃ نور میں وصل پر ہی ہے۔

استاذ محترم اپنی جزری کی شرح الجواہر النقیہ میں فرماتے ہیں کہ علامہ دانی نے اپنی کتاب مقنع میں امام رسم محمد بن عیسیٰ سے بسند نقل کیا ہے کہ مِنْ مَّا تین جگہ مقطوع ہے۔ الروم، النساء، المنافقون۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ المنافقون میں قطع ہی ہے پھر ذکر ما اختلفت فیہ مصاحف اھل الامصار بالاثبات والحذف کے عنوان کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ سورۂ المنافقون میں وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّارَزَقْنٰکُمْ میں بعض مصاحف میں مِنْ مَّا مقطوع اور بعض میں مِمَّا موصول ہے۔

ان دونوں روایتوں سے المنافقون میں قطع راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ محمد بن عیسیٰ کی روایت مصاحف عثمانیہ سے ہوتی ہے اور خُلف والی روایت مابعد کے دور میں شائع ہونے والے غیر مصاحف عثمانی سے دانی نے اپنے مشاہدہ کے بعد لکھی ہے لیکن دانی کے بعد والے علماء مثلاً شاطبیؒ و جزریؒ نے المنافقون میں خُلف والی روایت کو ترجیح دی ہے۔

توجیہہ:

مذکورہ کلمات میں قطع ہونا اصل اور قیاس کی مناسبت سے ہے اور وصل ادغام کی تاکید اور پختگی کے لیے ہے۔

242/2 لَا خُلْفَ فِیْ قَطْعِ مِنْ مَّعْ ظَاھِرٍ ذَکَرُوْا
مِمَّنْ جَمِیْعًا فَصِلْ وَ مِمَّ مُؤْتَمِرَا

ت: کوئی اختلاف نہیں مِنْ کے قطع لکھنے میں جو اسم ظاہر کے ساتھ ہو علماء رسم نے (ایسا ہی) نقل کیا ہے، اور مِمَّنْ اور مِمَّ کو تمام مقامات میں موصول لکھو اس حال میں کہ تم متبع رسم ہو۔

ف: یہاں حضرت ناظم مِنْ جارہ کے نون کا رسم بتا رہے ہیں کہ اگر مِنْ جارہ کے بعد کوئی ایسا اسم ظاہر آئے کہ اس کے شروع میں میم ہو تو تمام مصاحف میں بالاتفاق مِنْ جدا یعنی نون سے لکھا جائے گا جیسے

مِنْ مَّاءٍ۔ مِنْ مَّارِجٍ۔ مِنْ مَّالِ اللّٰہِ وغیرہ۔

اگر مِنْ جارہ کے بعد مَنْ موصولہ یا مَا استفہامیہ ہو تو تمام مصاحف میں بالاتفاق مِنْ کا نون موصول لکھا جائے

گا یعنی کتابت سے حذف کر دیا جائے گا جیسے

مِمَّنْ مَّنَعَ، مِمَّنِ افْتَرٰی، وَمِمَّنْ كَذَّبَ، وَمِمَّنْ دَعَا وغیرہم۔

اور اگر مَا استفہامیہ ہے تو نون اور مَا کا الف دونوں محذوف ہوں گے جیسے مِمَّ خُلِقَ۔

اور اگر مِنْ کے بعد ضمیر ہو جیسے مِنْهُمْ، مِنْكُمْ اور مِنْهُ تو نون موصول مرسوم ہو گا۔

قولہ مُؤْتَمِرًا اَیْ صِلْ مُطِیْعًا لِلْاَمْرِ۔

یعنی مِمَّنْ اور مِمَّ کو رسم کی اتباع کرتے ہوئے موصول ہی لکھو۔ مُؤْتَمِرًا صِلْ کے فاعل سے حال ہے اس کا معنی مُتَّبِعًا ہے۔

نوٹ:

شعر میں اسم ظاہر سے مراد ضمیر کا مقابل نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مِنْ کے بعد ایسا اسم ظاہر ہو جو معرب بھی ہو اور اس کے شروع میں میم بھی ہو جیسے

مِنْ مَّآءٍ۔ مِنْ مَّارِجٍ۔ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ۔ وَمِنْ مَّالِ اللّٰهِ وغیرہم۔

بَابُ قَطْعِ اَمْ مَّنْ

اَمْ مَّنْ کے قطع کا بیان

243/1 فِیْ فُصِّلَتْ وَالنِّسَا وَ فَوْقَ صَادَ وَفِیْ
بَرَآءَةٍ قَطْعُ اَمْ مَّنْ عَنْ فَتًی سَبَرَا

ت: سورۃ فصلت اور سورۃ النساء اور صاد سے اوپر والی (یعنی سورۃ الصافات) اور سورۃ البراءۃ میں اَمْ مَّنْ کا جدا لکھنا (ایسے) جوان سے (مروی) ہے جس نے (اس کو) جانچا ہے (اچھی طرح پرکھا ہے)۔

ف: اَمْ المتصلہ اور المنفصلہ، مَنْ استفہامیہ سے چار جگہ مقطوع ہے باقی سب جگہ موصول ہیں۔

دانیؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن عیسیٰ نے کہا ہے اَمْ مَّنْ پورے قرآن کریم میں موصول غیر مرسوم ہے۔ یعنی ایک میم کے ساتھ جیسے اَمَّنْ لَّا يَهِدِّیْ۔ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ وغیرہم۔ اور یہ وصل ادغام کی تاکید اور تقویت کے لیے ہے۔ مگر چار جگہ مقطوع ہے یعنی دو میم سے،

(۱) سورۃ فصلت یعنی حم السجدہ: اَمْ مَّنْ يَّاْتِیْٓ اٰمِنًا۔

(۲) سورۃ النساء: اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا۔

(۳) سورۃ التوبہ: اَمْ مَّنْ اَسَّسَ

(۴) سورۃ الصّٰفّٰت: اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا۔

ان چار کے علاوہ سب جگہ اَمْ، مَنْ سے موصول ہے یعنی ایک ہی میم سے لکھا ہوا ہے جیسا کہ مثالوں میں موجود ہے۔

فَتًی: نوجوان مراد قوی عالم۔ سَبَرًا ای کَشَفَ یعنی مصاحف کو کھول کر دیکھا ہے۔ سَبَرًا ای اِخْتَبَرَوَاِمْتَحَنَ یعنی اچھی طرح پر کھا ہے، خوب جانچا ہے۔

بَابُ قَطْعِ عَنْ مَّنْ وَوَصْلِ اَلَّنْ

عَنْ مَّنْ کا قطع اور اَلَّنْ کا وصل

244/1 فِی النُّوْرِ وَالنَّجْمِ عَنْ مَّنْ وَّالْقِیَامَۃُ صِلْ
فِیْھَا مَعَ الْکَھْفِ اَلَّنْ مَّنْ ذَکٰی حَذِرَا

ت: سورۃ النور اور سورۃ النجم میں عَنْ کو مَنْ (سے قطع کر دے) اور سورۃ القیامہ اور سورۃ الکھف میں اَلَّنْ کو موصول کر دے۔ جو شخص ذی فہم ہو گیا ہے اس نے اس رسم کی صحت کو اندازہ سے معلوم کر لیا ہے۔

ف: عَنْ مَّنْ قرآن کریم میں صرف دو جگہ ہے اور وہ نون میم سے مقطوع ہے۔

(۱) سورۃ النور: وَیَعْرِفُہٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ

(۲) سورۃ النجم: عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا

ابو عمرو دانی فرماتے ہیں کہ ابن الانباری نے کہا ہے کہ اَنْ مصدریۃ کا لَنْ ناصبہ سے دو جگہ پورے قرآن کریم میں وصل ہے یعنی نون نہیں لکھا جائے گا۔

(۱) سورۃ الکھف: اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَکُمْ مَّوْعِدًا

(۲) سورۃ القیامہ: اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ

سورۃ المزمل میں عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ میں علامہ دانی نے مقنع میں بعض علماء رسم سے وصل بیان کیا ہے لیکن یہ وصل غیر مشہور ہے اور اس میں قطع ہی مشہور ہے اور اسی پر عمل ہے۔ محمد بن عیسیٰ اور غازی ابن قیس نے اس میں قطع ہی کو بیان کیا ہے۔ اور قطع ہی مشہور و متد اول ہے اسی بنا پر ناظم علام نے اسے یہاں بیان نہیں فرمایا۔

اس کے علاوہ باقی تمام جگہ یہ کلمہ مقطوع آیا ہے جیسے

اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ، اَنْ لَّنْ یَّبْعَثُوْا، اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ وغیرہم۔

قولہ حَذِرًا بکسر الذال سمع حَذْرٌ اس کے معنی ہیں پرہیز کرنا' ایک نسخہ میں حَزِرًا بالزا بھی آیا ہے جو حَزْرًا اور مُحْزَرَۃً سے ہے' اس کے معنی کسی چیز کا اندازہ کرنا اور اس کو معلوم کرلینا۔

بَابُ قَطْعِ عَنْ مَّا وَوَصْلِ فَاِلَّمْ وَاَمَّا

عَنْ مَّا کا قطع اور فَاِلَّمْ' وَاَمَّا کا وصل

245/1 بِالْقَطْعِ عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ وَ بَعْدَ فَاِنْ
لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَصِلْ وَكُنْ حَذِرًا

ت: عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قطع کے ساتھ ہے اور (عَنْ مَّا نُهُوْا کے) بعد فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ کو موصول کر دے اور تو پرہیز کرنے والا ہو۔

ف: اس شعر میں فرماتے ہیں کہ پورے قرآن میں صرف ایک جگہ عَنْ جارہ مَا موصولہ سے آیا ہے یعنی سورۃ الاعراف رکوع ۲۱ عَنْ مَّا نُهُوْا' یعنی نون کے قطع سے آیا ہے۔ باقی سب جگہ موصول غیر مرسوم ہے جیسے
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ' عَمَّا سَلَفَ' عَمَّا قَلِيْلٍ وغیرہم۔

پھر فرماتے ہیں کہ اِنْ شرطیہ لَمْ جازمہ سے صرف ایک جگہ پورے قرآن میں سورۃ ہود رکوع ۲ میں موصول یعنی نون غیر مرسوم ہے یعنی فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ' باقی سب جگہ مقطوع ہے جیسے
فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ (سورۃ القصص)' فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا (سورۃ البقرۃ) وغیرہ۔ اس قطع کا بیان اگلے شعر کے شروع "وَاقْطَعْ سِوَاهُ" میں کیا ہے۔

وقولہ كُنْ حَذِرًا: اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فَاِنْ لَّمْ قرآن میں کئی جگہ آیا ہے' سورۃ ہود کے فَاِنْ لَّمْ کے وصل میں تو کوئی اختلاف نہیں لیکن اس کے علاوہ کا رسم کیا ہے؟ جو ناظم نے تنبیہ کی ہے۔ كُنْ حَذِرًا اور وَاقْطَعْ سِوَاهُ جو آئندہ شعر میں آرہا ہے کہ فَاِنْ لَّمْ کی رسم میں غلطی کرنے سے بچو اور اصل عبارت مقنع کی اچھی طرح سمجھو کہ سورۃ ہود کے سوا باقی سب جگہ بغیر کسی اشکال کے قطع کرو۔

246/2 وَاقْطَعْ سِوَاهُ وَمَا الْمَفْتُوْحُ هَمْزَتُهُ
فَاقْطَعْ وَاَمَّا فَصِلْ بِالْفَتْحِ قَدْ نُبِرَا

ت: اور اس (فَاِلَّمْ) کے علاوہ (باقی تمام جگہ اِنْ لَّمْ) کو مقطوع لکھو اور وہ (اَنْ لَّمْ) جس کا ہمزہ مفتوح ہو مقطوع لکھ۔ اور اَمَّا کو جو ہمزہ کے زبر کے ساتھ ہو موصول کر دے (وصل کے ساتھ) بلند کر دیا گیا ہے۔

نوٹ: وَاَقْطَعْ سِوَاهُ کا مفہوم گذشتہ شعر کی تشریح میں بیان کیا جا چکا ہے۔

ف: آگے فرماتے ہیں کہ وہ اَنْ (مصدریہ) جس کا ہمزہ مفتوح ہو اگر اس کے ہمراہ لَمْ جازم آئے تو نون لام سے مقطوع ہے اور یہ قرآن میں صرف دو جگہ آیا ہے۔

(۱) سورۃ الانعام: اَنْ لَّمْ یَکُنْ رَّبُّکَ۔

(۲) سورۃ البلد: اَنْ لَّمْ یَرَهٗ اَحَدٌ

اور جب اَمْ عاطفہ مَا پر داخل ہو تو بالاتفاق تمام مصاحف میں موصول ہی لکھا جائے گا یعنی رسم میں میم کو حذف کیا جائے گا۔ جیسے

اَمَّا یُشْرِکُوْنَ، وَاَمَّا اشْتَمَلَتْ، وَاَمَّا ذَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ، وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وغیرہم۔

قولہ قَدْ نُبِرَا ای قَدْ رُفِعَ الْوَصْلُ۔

قولہ وَاَقْطَعْ سِوَاهُ: اس سے یہ بھی ممکن ہے کہ خاص سورۃ القصص والا موقع فَاِنْ لَّمْ مراد ہو کیونکہ سورۃ ہود کی مانند فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا سورۃ القصص میں بھی آیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو بھی اِنْ لَّمْ کے ساتھ تمام قرآن کریم میں کلمات آئے ہیں سب مراد ہوں۔

چنانچہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ اِنْ لَّمْ تمام قرآن کریم میں موصول ہے سوائے سورۃ ہود کے۔

بَابُ قَطْعِ فِیْ مَا وَاِنَّ مَا

فِیْ مَا اور اِنَّ مَا کا قطع

247/1 فِیْ مَا فَعَلْنَ اقْطَعُوا الثَّانِیْ لِیَبْلُوَکُمْ
فِیْ مَا مَعًا ثُمَّ فِیْ مَا اُوْحِیَ اقْتُفِرَا

ت: تم دوسرے فِیْ مَا فَعَلْنَ اور لِیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَا کو دونوں جگہ پھر فِیْ مَا اُوْحِیَ کو مقطوع کر دو یہ پیروی کی گئی ہے (یعنی رسم کے مطابق ہے)

ف: فِیْ جارہ جب مَا موصولہ یا استفھامیہ پر داخل ہو تو اس کی تین حالتیں بنے گی۔

(۱) بالاتفاق موصول (۲) بالاتفاق مقطوع (۳) وصل و قطع میں مختلف فیہ۔

حضرت ناظمؒ فرماتے ہیں کہ فِیْ۔ مَا سے مقطوع یہ چار مواقع ہیں۔ (۱) سورۃ البقرۃ کا دوسرا فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْ

اَنۡفُسِہِنَّ مِنۡ مَّعۡرُوۡفٍ مقطوع ہے اس کا مفہوم مخالف یہ ہو گا کہ سورۃ البقرۃ کا پہلا موقع بالاتفاق موصول ہے۔

لِیَبۡلُوَکُمۡ فِیۡ مَا کے یہ تین مواقع مقطوع ہیں۔

(۲) سورۃ المائدہ: لِیَبۡلُوَکُمۡ فِیۡ مَا اٰتٰکُمۡ۔

(۳) سورۃ الانعام: لِیَبۡلُوَکُمۡ فِیۡ مَا اٰتٰکُمۡ شعر میں مَعًا سے یہ دونوں مراد ہیں۔

(۴) سورۃ الانعام: قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِیۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا۔

قولہ اُقۡتُفِرَا ای اُتُّبِعَ یعنی قطع والی رسم کی پیروی کی گئی ہے نقل کے مطابق ہے۔

248/2 فِی النُّوۡرِ وَالۡاَنۡبِیَا وَ تَحۡتَ صَادَ مَعًا
وَفِیۡ اِذَا وَقَعَتۡ وَالرُّوۡمِ وَالشُّعَرَا

ت: النور اور الانبیاء میں اور صاد کے نیچے (الزمر میں) دونوں جگہ، اور الواقعہ اور الروم اور الشعراء میں (فِیۡ کو مَا سے قطع کردو)

ف: اس شعر میں سات مواقع فِیۡ کو مَا سے مقطوع بتائے ہیں۔

(۱) سورۃ النور: لَمَسَّکُمۡ فِیۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ۔

(۲) سورۃ الانبیاء: وَہُمۡ فِیۡ مَا اشۡتَہَتۡ اَنۡفُسُہُمۡ خٰلِدُوۡنَ۔

دو سورۃ الزمر کے،

(۳): اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فِیۡ مَا ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ۔ (۴) اَنۡتَ تَحۡکُمُ بَیۡنَ عِبَادِکَ فِیۡ مَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ۔ وقولہ تَحۡتَ صَادَ مَعًا سے یہ مذکورہ بالا سورۃ الزمر کے دو کلمات ہی مراد ہیں۔

(۵) سورۃ الواقعہ: وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ

(۶) سورۃ الروم: مِنۡ شُرَکَآءَ فِیۡ مَا رَزَقۡنٰکُمۡ۔

(۷) سورۃ الشعرآء: فِیۡ مَا ہٰہُنَاۤ اٰمِنِیۡنَ۔

249/3 وَفِیۡ سِوَی الشُّعَرَا بِالۡوَصۡلِ بَعۡضُہُمۡ
وَاَنَّ مَا تُوۡعَدُوۡنَ الۡاَوَّلَ اعۡتُمِرَا

ت: اور ان میں کے بعض نے الشعراء کے علاوہ بقایا میں وصل بیان کیا ہے اور پہلا اِنَّ مَا تُوۡعَدُوۡنَ (مقطوع ہی) دیکھا گیا ہے۔

ف: یہاں سورۃ الشعراء کے علاوہ بیان کردہ بقایا دس کلمات میں وصل بتایا گیا ہے یعنی فِیۡ مَا سے موصول ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ سورۃ الشعراء میں بالاتفاق مقطوع ہے اور بقایا دس مواقع مختلف فیہ ہیں یعنی بعض مصاحف میں مقطوع اور بعض میں موصول، مگران مواقع میں بھی قطع ہی اولی اور قوی ہے اور عمل بھی قطع پر ہی ہے۔

محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ گیارہ جگہ مقطوع شمار کیا گیا ہے اس باب کے پہلے شعر میں اِقْطَعُوْا کہا گیا ہے۔ ان گیارہ مقامات کے علاوہ باقی سب مواقع بالاتفاق موصول ہیں۔ جیسے

سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ فِيْمَا طَعِمُوْا وغیرہم۔

پہلا اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ جو سورۃ الانعام رکوع ۱۶ ہے وہ مقطوع ہے علامہ دانی المقنع میں فرماتے ہیں کہ اِنَّ مَا صرف ایک جگہ مقطوع ہے اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ (الانعام ع ۱۶) علامہ موصوف اس روایت کی توثیق میں سند کا حوالہ دیتے ہوئے ابن الانباری، محمد بن عیسیٰ، ابو حماد، حمزہ اور ابو حفص رحمہم اللہ جیسے اکابر اہل رسم کا حوالہ دیتے ہیں۔ بعض حضرات سورۃ النحل والے اِنَّمَا کو مقطوع قرار دیتے ہیں لیکن دانی النحل والے موقع کے ذکر سے خاموش ہیں جس سے النحل والے قطع کی روایت کی تضعیف ہوتی ہے۔ باقی سب موصول ہیں جیسے

اِنَّمَا نَحْنُ۔ اِنَّمَا اَنَا۔ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ۔ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ وغیرہم۔

بَابُ قَطْعِ اَنَّ مَا وَلَبِئْسَ مَا وَبِئْسَ مَا

اَنَّ مَا، لَبِئْسَ مَا بِئْسَ مَا کا قطع

250/1 وَاقْطَعْ مَعًا اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ عِنْدَهُمْ
وَالْوَصْلُ اَثْبَتُ فِي الْاَنْفَالِ مُخْتَبَرَا

ت: اور تو ان علماء رسم کے نزدیک اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ کو دونوں جگہ مقطوع کر دے اور الانفال میں وصل ثابت تر ہے حالانکہ یہ تحقیق شدہ ہے۔

ف: علماء رسم دو جگہ اَنَّ مَا کے مقطوع ہونے پر متفق ہیں۔

(۱) سورۃ الحج: وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ۔

(۲) سورۃ لقمن: وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ

نیز فرماتے ہیں کہ سورۃ الانفال میں وصل ثابت اور قوی تر ہے وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ علامہ دانیؒ اور علامہ جزریؒ نے اس میں مختلف بیان کیا ہے اور ترجیح وصل ہی کو دی ہے اس کے علاوہ ابوداؤد کے نزدیک بھی وصل ہے۔ مذکورہ بالا تین مواقع کے علاوہ باقی سب جگہ اَنَّ مَا موصول ہے جیسے۔

اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ' اِنَّمَا نُمِدُّهُمْ وغیرہم۔

قولہ مُخْتَبَرًا' اِخْتَبَرَ سے اسم مفعول' یعنی خوب آزمایا ہوا' اچھی طرح تحقیق کیا ہوا' جانچا ہوا' جب کہ هُمْ کا مرجع علماء رسم ہیں۔

251/2 وَاِنَّ مَا عِنْدَ حَرْفُ النَّحْلِ جَآءَ كَذَا
لَبِئْسَ مَا قَطْعُهُ فِيمَا حَكَى الْكُبَرَا

ت: اور اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ جو سورۃ النحل کا حرف ہے وہ بھی اسی طرح آیا ہے (اور) لَبِئْسَ مَا کا مقطوع ہونا اس میں ہے (جس کو) فضیلت (اور عظمت) والوں نے روایت کیا ہے۔

ف: اِنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (سورۃ النحل) مختلف فیہ ہے' بعض مصاحف میں مقطوع اور بعض میں موصول آیا ہے مگر وصل نہایت ہی قوی ہے۔ مگر اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ (سورۃ الانعام) والا سب کے نزدیک مقطوع ہی ہے اور اس کا پچھلے اشعار میں ہم ذکر کر آئے ہیں۔ باقی سب جگہ اِنَّمَا موصول ہے جیسے

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ' اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ وغیرہم۔

قولہ لَبِئْسَ مَا قَطْعُهُ فِيمَا یعنی فعل ذم جس پر لام داخل ہو وہ مَا سے رسم عثمانی میں لَبِئْسَ سے مَا مقطوع ہے یعنی لَبِئْسَ. مَا سے جدا لکھا گیا ہے۔ اور یہ لام کے ہمراہ پانچ جگہ آیا ہے۔

(۱) سورۃ البقرۃ: وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ۔

باقی چار جگہ سورۃ المائدہ میں ہیں۔

(۲)' (۳) وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا دو مقام پر۔

(۴) عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا۔

(۵) يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا۔

قولہ حَكَى الْكُبَرَا' الْكُبَرَا' کبیر کی جمع ہے یعنی بڑے عظمت والے علماء نے روایت کیا ہے' مراد ہیں محمد بن عیسیٰ وغیرہ۔

252/3 قُلْ بِئْسَ مَا بِخِلَافٍ ثُمَّ يُوْصَلُ مَعْ
خَلَفْتُمُوْنِىْ وَمِنْ قَبْلُ اشْتَرَوْا نُشِرَا

ت: (اور) قُلْ بِئْسَمَا اختلاف کے ساتھ ہے پھر یہ خَلَفْتُمُوْنِىْ کے ہمراہ اور اِشْتَرَوْا سے قبل موصول کیا جاتا ہے پھیلنے والی (ہوا) کی مانند پھیلا دیئے گئے ہیں۔

ف: یعنی وہ فعل ذم جو سورۃ البقرۃ میں قُلْ کے ساتھ آیا ہے جیسے قُلْ بِئْسَمَا یَأْمُرُكُمْ وہ اہل رسم کے نزدیک مختلف فیہ ہے بعض مصاحف میں مَا سے موصول ہے اور بعض میں مَا سے مقطوع ہے۔

بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي (سورۃ الاعراف) اور بِئْسَمَا اشْتَرَوْا (سورۃ البقرۃ) ناظم کے نزدیک یہ موصول ہیں حالانکہ بعض علماء نے بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي میں اختلاف بیان کیا ہے بہرحال عمل وصل پر ہی ہے۔

نُشُرًا، نَاشِرٌ کی جمع ہے جیسے شُرُفٌ، شَارِفٌ، نُزُلٌ، نَازِلٌ ہے۔

نوٹ: بِئْسَ فعل ذم مَا کے ساتھ قرآن حکیم میں نو جگہ ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) بالاتفاق مقطوع:

اور وہ چھ ہیں پانچ وہ جو لام کے ساتھ ہیں جن کو علامہ شاطبی نے گذشتہ شعر میں بیان کیا ہے اور ایک فاء کے ساتھ ہے جس کو بیان نہیں کیا۔

(۲) بالاتفاق موصول:

اور وہ ہے بِئْسَمَا اشْتَرَوْا (البقرۃ، رکوع ۱۱)

(۳) مختلف فیہ:

یعنی جن میں قطع اور وصل دونوں ہیں، وصل قوی تر ہے اور اسی پر عمل ہے جو کہ یہ ہیں۔

قُلْ بِئْسَمَا یَأْمُرُكُمْ، قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي (الاعراف، رکوع ۱۸)

بَابُ قَطْعِ كُلِّ مَا

كُلِّ مَا کا قطع

253/1 وَقُلْ اٰتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا قَطَعُوْا
وَالْخُلْفُ فِي كُلِّ مَارُدُّوْا فَشَا خَبَرَا

ت: اور کہہ تو کہ ان (علماء رسم) نے وَاٰتَاكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا کو کاٹ کر لکھا ہے اور كُلَّ مَارُدُّوْا میں اختلاف ہے، حالانکہ یہ اختلاف خبر کے لحاظ سے معروف و مشہور ہو گیا ہے۔

ف: علماء رسم نے كُلِّ کو مَا موصولہ سے بالاتفاق سورۃ ابراہیمؑ میں مقطوع لکھا ہے کیونکہ مَا موصولہ الگ کلمہ ہے اس لیے اس کا الگ (یعنی کاٹ کر) لکھنا ہی مناسب ہے۔ اور كُلَّ مَارُدُّوْا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوْا فِيْهَا (سورۃ النساء رکوع ۸) میں اختلاف بعض مصاحف میں مقطوع اور بعض میں موصول آیا ہے۔ ''قطع کی وجہ اصل ہونا ہے نیز یہ کہ امیہ کی

حیثیت کی قوت ہے اور وصل کی وجہ تقویت اور تخفیف للاضافت والترکیب ہے۔" (احمد الجزری)

قراءت شاذہ میں سے حسن بصریؒ اور اعمشؒ نے مِنْ کُلٍّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ لام تنوین سے پڑھا ہے لہٰذا سورۃ ابراہیم والا قطع شمول قراءات کے لئے ہوا۔

محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ کُلَّمَا دو مقام پر مقطوع ہے کُلَّمَا رُدُّوْا (سورۃ النساء) اور مِنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ (سورۃ ابراہیمؑ)، پھر فرماتے ہیں کہ بعض نے نساء والے موقع کو موصول بھی لکھا ہے اور موجودہ تمام مصاحف میں عمل موصول پر ہی ہے۔ اس النساء والے موقع کے علاوہ اور تین مواقع بھی مختلف فیہ ہیں جن کو ناظم اپنے آئندہ اشعار میں بیان فرما رہے ہیں۔

254/2 وَكُلَّ مَا اُلْقِيَ اسْمَعْ كُلَّ مَا دَخَلَتْ
وَكُلَّ مَا جَآءَ عَنْ خُلْفٍ يَّلِيْ وُقُرَا

ت: اور کُلَّ مَا اُلْقِيَ، کُلَّ مَا دَخَلَتْ اور کُلَّ مَا جَآءَ کو سن لے ایسے اختلاف سے منقول ہے جو وقار والوں سے ملا ہوتا ہے۔

ف: کُلّ کو مَا موصولہ سے مذکورہ تین مقامات پر علماء رسم نے مختلف فیہ بیان کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) سورۃ الملک: کُلَّمَا اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ۔

(۲) سورۃ الاعراف: کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا۔

(۳) سورۃ المومنین: کُلَّ مَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا کَذَّبُوْهُ۔

مختلف فیہ ہونے کی توجیہ:

لفظ کُلَّمَا مختلف شکلوں میں قرآن مجید میں کل سترہ جگہ ہے۔ کہیں اَفَكُلَّمَا (البقرہ) ہے کہیں وَكُلَّمَا (ھود) ہے کہیں مِنْ کُلِّ مَا (ابراہیم) ہے۔

ان مذکورہ کلمات میں مَا کا الگ کلمہ ہونا قطع کو اور اس کا زائدہ ہونا وصل کو چاہتا ہے۔ ان مذکورہ پانچ کے علاوہ (دو پہلے شعر میں بیان ہوئے) باقی سب جگہ بالاتفاق یہ کلمہ موصول وارد ہوا ہے جیسے اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ (البقرۃ)، کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ (النساء) اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا (البقرۃ) کُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ (المائدہ) وغیرہ۔

ان میں موصول ہونے کی توجیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مَا جمع ازمنہ کے گھیر لینے اور ہمیشگی کے معنی دینے کے لیے زیادہ کیا گیا ہے پس کُلَّمَا مفرد کلمہ ہے جو کہ استغراق کے معنی میں ہے اس لیے اصل یہ ہے کہ اس کو ملا کر ہی لکھا

جائے تاکہ ابتداہی سے دوسرے معنی کا شبہ دور ہو جائے اور یہ خیال نہ ہو کہ مَا کسی اور معنی میں ہو گا۔

قولہ اِسْمَعْ ای اسمع ھذہ الرسم' قولہ یَلِیْ ای یتبع' قولہ وُقُرًا بضم الواو والقاف جمع وُقُوْرٌ جیسے عُمُدٌ کی جمع عُمُوْدٌ آتی ہے۔ الوقار ای الحلم' خلف یتبع حلما وقارا فی ھذہ المواضع الثلاثۃ یعنی تینوں مواضع میں ایسا اختلاف ہے جو کہ علم اور وقار کی اتباع کرتا ہے۔

بَابُ قَطْعِ حَیْثُ مَا وَوَصْلِ اَیْنَمَا

حَیْثُ مَا کا قطع اور اَیْنَمَا کا وصل

255/1 وَحَیْثُ مَا فَاقْطَعُوْا فَاَیْنَمَا فَصِلُوْا
وَمِثْلُهٗ اَیْنَمَا فِی النَّحْلِ مُشْتَهِرَا

ت: اور تم حَیْثُ مَا کُنْتُمْ کو مَا سے کاٹ کر لکھو' فَاَیْنَمَا کو ملا کر لکھو اور اَیْنَمَا جو سورۃ النحل میں ہے اسی کی مانند ہے حالانکہ یہ مشہور ہونے والا ہے۔

ف: حَیْثُ ظرف مکان مبنی بر ضمہ اور لازم الاضافۃ ہوتا ہے اس کو بالاتفاق تمام مصاحف عثمانیہ نے مَا سے مقطوع لکھا ہے اور یہ دو جگہ سورۃ البقرۃ میں آیا ہے۔

(۱) وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِیْنَ۔ (۲) وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا۔

ان دو کلموں کے علاوہ یہ قرآن میں اور نہیں ہے۔

اَیْنَ ظرف زمان کے واسطے آتا ہے اور مبنی برفتحہ ہوتا ہے۔ یہ دو معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے استفھامیہ اور شرطیہ۔

(۱) استفہامیہ جیسے اَیْنَ الْمَفَرُّ (۲) شرطیہ جیسے اَیْنَ تَجْلِسُ۔

اَیْنَمَا سورۃ البقرۃ میں اور سورۃ النحل میں بالاتفاق مَا سے موصول ہے۔

(۱) فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (سورۃ البقرۃ) البقرۃ کا تعین فا سے ہوتا ہے کیونکہ فا سے صرف سورۃ البقرۃ ہی میں ہے۔

(۲) اَیْنَمَا یُوَجِّھْهُ (سورۃ النحل)، باقی کی تفصیل آئندہ شعر میں آرہی ہے۔

قولہ مُشْتَهِرًا' اسم فاعل ہے اِشْتَهَرَ سے یعنی مشہور ہونے والا

256/2 وَالْخُلْفُ فِىْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ وَالشُّعَرَا
وَفِى النِّسَآءِ يَقِلُّ الْوَصْلُ مُعْتَمِرَا

ت: اور سورۃ الاحزاب اور سورۃ الشعراء میں اختلاف ہے اور سورۃ النساء میں وصل کے زیارت کرنے والے کم ہیں۔

ف: اَيْنَ مَا سورۃ الاحزاب اور سورۃ الشعراء اور سورۃ النساء میں مختلف فیہ ہے بعض مصاحف میں مقطوع اور بعض میں موصول ہے لیکن قطع قوی تر ہے اور خصوصاً" سورۃ النساء والے میں اکثر قطع ہی ہے۔ علامہ الخراز فرماتے ہیں کہ اَيْنَمَا چار کلمات میں موصول ہے اور پھر انہوں نے چار مواقع' البقرۃ' النحل' الشعراء اور الاحزاب کا ذکر کیا ہے۔ علامہ الخراز کے ہمراہ محمد بن عیسیٰ نے بھی نساء والے کو موصول میں شمار نہیں کیا ہے۔ علامہ جزری نے اس کو مختلف فیہ میں شمار کیا ہے اور فرماتے ہیں ~

فَاَيْنَمَا كَالنَّحْلِ صِلْ وَ مُخْتَلِفْ
فِى الشُّعَرَا اَلْاَحْزَابِ وَالنِّسَا وُصِفْ

تمام مصاحف میں فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرۃ) اور اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ (النحل) میں لفظ اَيْنَمَا موصول ہے۔

قولہ: كَالنَّحْلِ یعنی صل بالبقرۃ كوصلك بِالنَّحْلِ آگے فرماتے ہیں کہ سورۃ الشعراء' الاحزاب اور النساء والے اَيْنَ مَا میں اختلاف بیان کیا گیا ہے یعنی اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتَ (النساء) اَيْنَمَا ثُقِفُوْا (الاحزاب) اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ (الشعراء)۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ البقرۃ اور النحل والے تو بالاتفاق موصول ہیں۔ اور باقی مذکورہ تین مواقع اکثر مصاحف میں مقطوع ہیں اور بعض میں موصول' ان پانچ کے علاوہ باقی سب مقطوع ہیں جیسے اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا۔ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ۔ اَيْنَ مَا كَانُوْا۔

توجیہات:

قطع کی وجہ اصل ہونا ہے دوسرے یہ کہ کوئی ادغام نہیں ہے اور وصل کی وجہ جزء ہونے کے باعث ایک مرکب کلمہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ ابن قتیبہ نے بھی کہا ہے کہ اس کلمہ نے اتصال کی صورت میں ایک ایسے معنی پیدا کئے ہیں جو پہلے نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ نون و میم میں باہم مناسبت ہے بخلاف حَيْثُ مَا کے۔

قولہ فِى النِّسَاءِ يَقِلُّ الْوَصْلُ

سورۃ النساء کے اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا میں وصل کی زیارت کرنے والے قلیل اور کم ہیں اکثر اہل رسم کے نزدیک اکثر

مصاحف میں مقطوع ہے۔ مُعْتَمِرًا ای زَائِرًا۔ ملا علی قاری نے اس کو اسم مفعول لکھا ہے۔ مُعْتَمَرًا' زیارت کیا ہوا۔

بَابُ لِكَيْلَا

لِكَيْلَا کا بیان

257/1 فِیْ اٰلِ عِمْرَانَ وَالْاَحْزَابِ ثَانِیْهَا
وَالْحَجِّ وَصْلًا لِكَيْلَا وَالْحَدِیْدَ جَرٰی

ت: لِكَيْلَا سورۃ آل عمران اور سورۃ الاحزاب میں (کا) دوسرا والا' اور سورۃ الحج اور سورۃ الحدید میں (مواقع مذکورہ) موصول ہو کر جاری ہوا ہے۔

ف: حرف کَیْ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے' تعلیل اور سببیت کے لیے آتا ہے یعنی اس کا مابعد' ما قبل کا سبب ہوتا ہے جیسے اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ

کَیْ' لَا سے چار جگہ موصول ہے۔

(ا) سورۃ آل عمران: لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا اور (۲) سورۃ الاحزاب کا دوسرا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ دوسرے کی قید لگانے سے پہلا نکل گیا جو بالاتفاق مقطوع ہے لِكَیْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ (الاحزاب کا پہلا)' (۳) لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا (سورۃ الحج)

نوٹ: علامہ الخراز ؒ نے "مورد الظمان" میں سورۃ آل عمران میں اختلاف ذکر کیا ہے لیکن ناظم علیہ الرحمۃ نے اختلاف کو ذکر نہیں کیا کیونکہ علامہ دانی "مقنع" میں اتفاق نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے "نصیر" سے باتفاق مصاحف وصل ہی نقل کیا ہے۔ بعد ازاں فرماتے ہیں کہ غازی بن قیس ؒ نے بھی اپنی کتاب میں وصل ہی بیان کیا ہے اور عمل بھی وصل پر ہی ہے۔

(۴) سورۃ الحدید: لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ۔ ان کے علاوہ باقی تمام مواقع بالاتفاق مقطوع ہیں جیسے لِكَیْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ (الاحزاب کا پہلا موقع)' لِكَیْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا (النحل)' كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً (الحشر)

توجیہات:

مواقع قطع اصل کی بنا پر ہیں۔ موصول مقامات تقویت کی وجہ سے ہیں کیونکہ اسے ملانے میں کوئی شے مانع نہیں قولہ وَصْلًا ای مَوْصُوْلًا یعنی ملانا۔ قولہ جَرٰی ای جَرٰی موصولا' یعنی چاروں مواقع میں موصول ہو کر جاری ہوا ہے۔

بَابُ قَطْعِ يَوْمَ هُمْ وَوَصْلِ وَيْكَانَّ

يَوْمَ هُمْ کا قطع اور وَيْكَانَّ کا وصل

258/1 فِي الطَّوْلِ وَالذَّارِيَاتِ الْقَطْعُ يَوْمَ هُمْ
وَوَيْكَانَّ مَعًا وَصْلُ كَسَا حِبَرًا

ت: سورۃ المومن اور سورۃ الذاریات میں يَوْمَ هُمْ کو کاٹ کر لکھنا (منقول ہے) اور وَيْكَانَّ دونوں جگہ موصول ہے، جس نے (اپنے روایت کرنے والوں کو) یمن کی چادریں پہنا دی ہیں۔

ف: يَوْمَ ظرف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب صرف سے دو جگہ مقطوع ہے۔

(۱) سورۃ الطول یعنی المومنون: يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ (۲) يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ۔

علامہ دانی نے بھی یہی دو مواقع مقطوع ذکر کئے ہیں، ان دو کے علاوہ اور کوئی موقع مقطوع نہیں، آگے چل کر دانی فرماتے ہیں کہ معلی بن عیسیٰ الوراق اور اسی طرح محمد بن علی نے علامہ ابن الانباری سے بھی یہ دو مواقع مقطوع نقل کئے ہیں۔ مقنع میں علامہ دانی اس کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ یہاں دونوں جگہ هُمْ ضمیر مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اس لیے يَوْمَ سے مقطوع ہے اور ان کے علاوہ باقی مقامات میں هُمْ ضمیر مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اس لیے ان میں يَوْمَ سے موصول ہے۔ جیسے يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ (الذاریات)، حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ (الزخرف ع ۷) حَتَّىٰ يُلَٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ (الطور ع ۲) حَتَّىٰ يُلَٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي (معارج ع ۳) قرآن حکیم میں انہی چھ مواقع پر يَوْمَهُمْ آیا ہے جن میں دو مقطوع اور بقایا چار موصول ہیں۔

وَيْ دو جگہ كَأَنَّ سے موصول ہے۔

(۱) وَيْكَأَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ۔ (۲) وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ (دونوں مواقع سورۃ القصص میں)

علامہ خلیل بن احمد الفراہیدی اور سیبویہ کے نزدیک وَيْ اسم فعل ہے۔ وَيْ بمعنی اعجب جس طرح صہ بمعنی اسکت ہے۔ اور کاف حرف التشبیہ ہے جو اصل میں أَنَّ پر داخل ہے یہاں تشبیہ کے معنی سے خالی ہے اور كَأَنَّ تحقیق کے لیے ہے لہٰذا ان دونوں جگہ وَيْ، كَأَنَّ اور كَأَنَّهُ سے موصول ہونے پر تمام مصاحف متفق ہیں۔ محمد بن علی نے ابن الانباری سے بھی موصول ہی نقل کیا ہے۔

قولہ كَسَا حِبَرًا: حِبَرًا جمع ہے حِبَرَةٌ، یمنی چادر، كَسَا بمعنی پہننا۔ یعنی وصل نے یمنی چادر اوڑھ لی یہ کنایۃ

ہے روایت کی عمدگی، صحت اور سچائی کی جانب، وصل کے روایت کو قابل تعریف بنا دیا ہے، یار اویوں نے اس وصل کو دلائل کالباس پہنا دیا ہے۔

وَيْكَأَنَّ اور وَيْكَأَنَّهُ پر وقف کے متعلق قراء کا مذہب:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَقِفْ وَيْكَأَنَّهُ وَيْكَأَنَّ بِرَسْمِهِ
وَبِالْيَاءِ قِفْ رِفْقًا وَبِالْكَافِ حُلِّلَا

ان دونوں لفظوں پر آخر میں سب کے لیے وقف ہے یعنی وَيْكَأَنَّهُ میں ھا پر اور وَيْكَأَنَّ میں نون پر مگر امام کسائی کے لیے یاء پر اور امام ابو عمرو بصری کے لیے کاف پر وقف جائز ہے بہرحال یاء پر وقف کر کے آگے کاف سے یا کاف پر وقف کر کے آگے اَنَّ سے ابتداء، کسی کے یہاں بھی جائز نہیں، حقیقت یہ ہے کہ بصری نے کاف پر وقف کر کے وَيْكَ کو مستقل کلمہ قرار دیا ہے جو اصل میں وَيْلَكَ تھا اور کسائی کے نزدیک لفظ وَيْ کلمہ تعجب ہے جو كَأَنَّ پر داخل ہے۔

بَابُ مَالِ

مَالِ کا بیان

259/1 وَمَالِ هٰذَا فَقُلْ مَالِ الَّذِيْنَ فَمَا
لِ هٰؤُلَاءِ بِقَطْعِ اللَّامِ مُذَّكِرَا

ت: اور تو کہہ دے مَالِ هٰذَا۔ فَمَالِ الَّذِيْنَ۔ فَمَالِ هٰؤُلَاءِ لام کے قطع سے ہیں۔ حالانکہ تو یاد کرنے والا ہے۔

ف: فَمَالِ هٰؤُلَاءِ۔ مَالِ هٰذَا وغیرہ میں مَا تعجبیہ ہے، بعض نے مَا استفہامیہ لکھا ہے اور لام جارہ ہے جو کہ بعد والے اسم اشارہ اور اسم موصول پر داخل ہوا ہے، یہاں لام جارہ اپنے مجرور سے مقطوع یعنی جدا ہے جب کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو کلمہ ایک حرفی ہو جس طرح کہ واؤ، فا، با، ہمزہ استفہامیہ اور لام جارہ وغیرہ یہ جس کلمہ پر داخل ہوتے ہیں موصول یعنی ملا کر لکھے جاتے ہیں نہ ان کو رسماً جدا کیا جاتا ہے اور نہ تلفظاً کیونکہ ایک پر تو وقف بھی جائز نہیں ہے لیکن صرف چار کلمات ایسے ہیں جہاں لام جارہ اپنے مجرور سے مقطوع ہے۔ دانی فرماتے ہیں کہ تمام مصاحف ان کے مقطوع ہونے پر متفق ہیں وہ مقامات درج ذیل ہیں۔

(۱) مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ (الفرقان) (۲) مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ (الکھف) (۳) فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (المعارج) (۴) فَمَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ (النساء)

"موردالظمان میں ہے"

فصل فمال هولاء فافطما

مال الذين مال هذا الاربعا

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَمَالِ لَدَى الْفُرْقَانِ وَالْكَهْفِ وَالنِّسَاء
وَسَالَ عَلٰى مَا حَجَّ وَالْخُلْفُ رُتِّلَا

یاد رہے کہ امام ابو عمرو البصری ان چار مقامات میں مَا پر وقف کرتے ہیں کسائی کے لئے مَا پر وقف میں خُلْف ہے جب کہ مدنی، مکی، شامی، عاصم، حمزہ اور امام خَلَف لام پر وقف کرتے ہیں۔ اتباعاً" للرسم۔

نوٹ: یہ اختلاف بطریق شاطبی ہے ورنہ بطریق جزری کوئی اختلاف نہیں تمام قراء کے یہاں مَا اور لام دونوں پر وقف صحیح ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے یہ وقف اختباری کی قسم ہے لہٰذا مَا یا لام پر وقف کیا جائے تو مَا کے بعد یا لام کے بعد سے ابتدا صحیح نہیں۔ ابتدا مَا سے ہی کی جائے۔

محمد بن عیسیٰ نے بھی چار ہی مواقع ذکر کیے ہیں۔ جہاں لام جارہ اپنے مجرور سے جدا ہے، ان مذکورہ چار مواقع کے علاوہ باقی سب موصول ہیں جیسے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ۔ فَمَا لَكُمْ۔ مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا۔

توجیہات:

لام جارہ کے مقطوع الرسم ہونے کی وجہ اس بات پر تنبیہہ ہے کہ یہ بنفسہ کلمہ ہے اور وصل کی وجہ یہ ہے کہ تقویت مقصود ہے کیونکہ اس حرف کی بنا صرف ایک حرف ہے دوسرے یہ کہ غیر مستقل کلمہ ہے۔

قولہ مُذَّكِرًا اصلہ مُذْتَكِرًا من الذکر۔ یعنی لام مقطوع کے ساتھ یہ کلمات یاد کیے گئے ہیں۔

بَابُ وَصْلِ وَلَاتَ

وَلَاتَ کا وصل

260/1 اَبُوْ عُبَيْدٍ عَزَا وَلَا تَحِيْنَ اِلَى الْ
اِمَامِ وَالْكُلُّ فِيْهِ اَعْظَمُ النُّكُرَا

ت: ابو عبید نے وَلَاتَ حِيْنَ (کے وصل) کو امام کی طرف منسوب کیا ہے تمام علماء رسم نے ابو عبید کے اس موقف کا انتہائی سختی سے انکار کیا ہے۔

ف: حضرت ابو عبید قاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ رسم القرآن کے امام تسلیم کئے گئے ہیں ان کی بات حجت اور سند مانی گئی ہے ان کا عظیم مقام ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ مصحف امام یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرآن کریم میں وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ جو کہ سورۃ صاد میں ہے کے تا کو حِيْنَ کے ساتھ ملا کر لکھا ہوا میں نے خود دیکھا ہے اور اس مصحف میں، میں نے خون کے نشانات بھی دیکھے ہیں اس طرح ابو عبید کے نزدیک رسم ہوئی وَلَا تَحِيْنَ مَنَاصٍ جب کہ دیگر حضرات کا موقف یہ ہے کہ وَلَاتَ حِيْنَ میں تَاحِيْنَ سے کاٹ کر لکھی گئی ہے گویا ان کے یہاں رسم اس طرح ہو گی وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ "اس رسم پر انہوں نے دلائل کے طور پر مختلف اقوال بھی پیش کیے ہیں۔ ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی المتوفی ۴۴۴ھ المقنع میں فرماتے ہیں۔ "وَلَمْ نَجِدْ ذٰلِكَ" کہ ہم نے کسی مصحف میں بھی اس طرح نہیں پایا۔ مزید آگے فرماتے ہیں "وَقَدْ رَدَّ مَا حَكَاهُ اَبُوْ عُبَيْدٍ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ عُلَمَائِنَا" کہ بہت سے علماء نے ابو عبید کے قول کو رد کیا ہے۔ آگے چل کر محمد بن علی کا بھی قول نقل کرتے ہیں۔ "قالنا محمد بن علی قال لنا ابن الانباری کذلک هو فی المصاحف الجدد والعتق بقطع التاء من حین" فرماتے ہیں کہ ہمیں محمد بن علی نے یہ بتایا کہ ان کو ابن الانباری نے یہ بات بتلائی ہے کہ جدید اور قدیم جملہ مصاحف میں لَاتَ حِيْنَ میں تَاء حِيْنَ سے مقطوع ہی ہے۔ مزید آگے علامہ دانی، علامہ نصیر کا قول نقل کرتے ہیں "وقال نصیر اتفقت المصاحف علی کتاب ولات حین مناص بالتاء یعنی منفصلة" یعنی علامہ نصیر فرماتے ہیں کہ تمام مصاحف ولات حین مناص میں تاء کے حین سے مقطوع ہونے پر متفق ہیں۔ (المقنع ص ۸۱)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الصمد علم الدین السخاوی المتوفی ۶۴۳ھ نے عقیلہ کی شرح "الوسیلہ" میں فرمایا ہے کہ ابو عبید رسم کے امام ہیں ان کی نقل میں کوئی اعتراض نہیں۔ علامہ جزری" "النشر میں فرماتے ہیں کہ میں نے بذات خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن میں جس کو مصحف امام کہا جاتا ہے لَا کو مقطوع اور تَاء کو حِيْنَ سے موصول ہی لکھا دیکھا ہے اور میں نے اس پر خون کے نشانات بھی دیکھے ہیں اور ابو عبید قاسم بن سلام کی بیان کی ہوئی تمام اشیاء کو اس میں تلاش کیا تو اسی طرح پایا جس طرح کہ انہوں نے بیان کی تھیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ مصحف قاہرہ کے مدرسہ فاضلیہ میں موجود ہے۔ (النشر ج ا ص ۱۵۰، ۱۵۱)

جزری اور سخاوی کے ان بیانات سے امام ابو عبید کی روایت و درایت دونوں کے بارے میں بڑی عظمت اور شان ثابت ہوتی ہے اور ان کی تمام مرویات صحیح و مقبول ہیں۔

پس علماء و قراء پر تعجب ہے کہ انہوں نے وَلَا تَحِيْنَ میں ابو عبید کی نقل و روایت کا اس بنا پر رد کیا ہے کہ وہ باقی مصاحف کے خلاف ہے تعجب بالاء تعجب تو علامہ دانی، علامہ شاطبی اور خصوصاً علامہ جزری پر تو اور بھی زیادہ تعجب ہے کہ انہوں نے باوجودیکہ مصحف امام میں خود تاء کو حِيْنَ سے متصل دیکھا ہے مگر اس کے باوجود یہ فرمادیا"

تَحِيْنَ فِي الْإِمَامِ صَلْ وَوُهِّلَا

کہ تَحِيْنَ کو امام میں ملا کر لکھ اور یہ روایت ضعیف اور وہم کی طرف منسوب ہے یعنی علماء نے اس روایت کا انکار کیا ہے- علامہ جزری کا جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ مقدمۃ الجزری انہوں نے دیکھنے سے قبل لکھی اور جب مصحف امام دیکھا تو اس کو النشر فی القراءات العشر میں تفصیل سے نقل کر دیا-

جب کہ دوسرے علماء کے رد' کی یہ توجیہہ کی جائے گی کہ علماء اور قراء نے ابو عبید کی اس نقل و روایت کا قطعاً" انکار نہیں کیا کہ انہوں نے تاء کو حِيْنَ سے ملا ہوا دیکھا ہے بلکہ علماء تو ابو عبید کے اس موقف کا انکار و رد کرتے ہیں جو اس روایت کے ضمن میں مذکور ہے اور ان کی نقل کردہ رسم ہی متفرع و مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ تاء حِيْنَ کا جزو ہے لَا نافیہ نہیں نیز یہ کہ لَا پر وقف اور تَحِيْنَ سے ابتداء و اعادہ درست ہے اور اس موقف کا انکار اس بنا پر کیا ہے کہ مصحف امام کے علاوہ باقی تمام' حجازی' عراقی اور شامی مصاحف میں تَاء حِيْنَ سے کتابت میں جدا ہے اس پر داخل نہیں بلکہ حکماً" لَا کا جزو ہے اور اسی وجہ سے ان کے یہاں وقف اضطراری و اختیاری لَا کی بجائے تاء پر جائز ہے-

اور اب مصحف امام کی رسم کے اعتبار سے یہ وقف وَيْكَأَنَّ کے وَيْ یا وَيْكَ کے وقف کی مانند ہے کہ یاء اور کاف کے أَنَّ سے ملا کر لکھا ہونے کے باوجود بھی ان پر وقف جائز ہے - اسی طرح یہاں تاء کے حِيْنَ سے موصول ہوتے ہوئے بھی اس پر وقف صحیح اور درست ہے اور اسی طرح جمہور کے یہاں اختیاری ابتداء و اعادہ بھی حِيْنَ سے ہے نہ کہ تَحِيْنَ سے اور اب مصحف امام کی رسم کے اعتبار سے ابتداء و اعادہ کی مثل سورۃ النمل أَلَّا يَسْجُدُوا ہے-

اس میں امام الکسائی' امام ابو جعفر- اور رویس کے لیے ابتداء و اعادہ اُسْجُدُوا سے بھی جائز ہے حالانکہ وہ رسم کے اعتبار سے ما قبل سے موصول ہے پس اسی طرح لَا تَحِيْنَ میں بھی حِيْنَ کے تاء سے موصول ہوتے ہوئے بھی ابتداء و اعادہ جائز ہے-

نوٹ: بعض نسخوں میں یہ شعر اس طرح بھی ہے-

أَبُوْ عُبَيْدٍ وَّلَا تَحِيْنَ وَاصِلَهُ أَلْ
إِمَامِ وَالْكُلُّ فِيْهِ أَعْظَمُ النُّكُرَا

قولہ: عَزٰى کسی کو کسی کے نام سے پکارنا' اگر اَبِلٰی صلہ ہو تو منسوب کرنا ہوتا ہے جیسا کہ شعر مذکورہ میں ہے-

قولہ أَعْظَمَ: میم کے فتحہ سے فعل ماضی اور میم کے ضمہ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اگر اسم تفضیل مانا جائے تو النکر تمیز ہے اعظم سے اس میں الف لام' لام تعریف کا نہیں' بلکہ وزن شعری کے لیے ہیں-

نوٹ: لَا تَحِيْنَ کے رسم کے بارے میں مزید تفصیل النشر' الجواہر النقیہ اور افصل الدرر میں دیکھی جا سکتی ہے-

نوٹ: یاد رہے کہ مذکورہ بالا تمام کلمات جہاں جہاں مقطوع ہوں وہاں وہاں ان پر وقف اضطراری جائز ہے اور جہاں موصول ہوں وہاں دوسرے جزو کو ملا کر ہی وقف صحیح و درست ہو گا۔

بَابُ هَاءِ التَّانِيْثِ الَّتِيْ كُتِبَتْ تَاءً

وہ ھاء تانیث جس کو لمبی تاء کی شکل میں لکھا گیا۔

261/1 وَ دُوْنَكَ الْهَاءَ لِلتَّانِيْثِ قَدْ رُسِمَتْ
تَاءً لِتَقْضِيَ مِنْ اَنْفَاسِهَا الْوَطَرَا

ت: اور تو لے لے اس ھا کو جو تانیث کے لیے ہے حالانکہ وہ تاء کی شکل میں لکھی جاتی ہے تاکہ تو اس ھا کے نفیس حالات سے مقصد کو پورا کرے۔

ف: مقطوع و موصول کا بیان مکمل ہونے کے بعد تاء تانیث کا بیان شروع فرما رہے ہیں۔ قرآن کریم میں ھاء تانیث دو طرح مرسوم ہے۔

(۱) گول بالھا جیسے مَلَائِكَةٌ، اَلصَّلٰوةُ، اَلزَّكٰوةُ وغیرہ۔ اس کو مدورہ اور مربوطہ کہتے ہیں اس پر تمام قراء بالاتفاق وقف بالھا کرتے ہیں۔

(۲) لمبی یعنی دراز تاء جیسے وَرَحْمَتُ رَبِّكَ، نِعْمَتَ اللّٰهِ، سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ وغیرہ، اس کو مجرورہ اور مطولہ کہتے ہیں اس پر وقف عند القراء مختلف فیہ ہے۔

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

اِذَا كُتِبَتْ بِالتَّاءِ هَاءُ مُؤَنَّثٍ
فَبِالْهَاءِ قِفْ حَقًّا رِضًا وَمُعَوَّلَا

امام مکی، بصری اور امام کسائی اس پر وقف بالھا کرتے ہیں اس کی توجیہہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ تمام ھاء تانیث پر وقف ایک ہی شکل پر رہے اور یہ لغت قریش ہے۔

جب کہ باقین مدنی، شامی، عاصم اور امام حمزہ وقف میں اس کو تاء پڑھتے ہیں، توجیہ ان کے یہاں یہ ہے کہ وہ رسم کی حیثیت کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ قبیلہ طئی کی لغت ہے۔

قراء اور اساتذہ کو ان دونوں کی رسم کا جاننا ضروری ہے تاکہ وقف میں غلطی سے محفوظ رہیں۔

ناظم اب تاء والے تمام کلمات بیان کریں گے۔ چونکہ قرآن میں گول تاء زیادہ آئی ہیں اور تاء مطولہ کم ہیں لہٰذا بیان

میں تاء مطولہ ہی زیر بحث لائیں گے۔

اہل لغت کا اس میں اختلاف ہے کہ تانیث کی یہ علامت اصل میں تاء ہے یا ھاء ہے۔ سیبویہ اور نحاۃ کی ایک جماعت کے نزدیک یہ اصل میں تاء ہے اس پر وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اعراب تاء پر جاری ہوتا ہے ھاء پر نہیں بلکہ وہ صرف وقف عارضی کے طور پر پائی جاتی ہے ان کے موقف کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ وصل میں پائی جانے والی تاء ہے اور وصل ہی اصل ہے۔

سیبویہ فرماتے ہیں کہ وقف میں یہ اس لیے ھا سے بدلتی ہے کہ فرق ہو جائے' تاء مدورہ میں اور تاء مجرورہ میں اور عفریت اور ملکوت جیسے کلمات کی تاء میں۔

اور ابن کیسان فرماتے ہیں کہ یہ وقف میں اس لیے ھا سے بدلتی ہے تاکہ اس تاء میں اور تاء تانیث میں فرق ہو جائے جو فعل کے آخر میں لاحق ہوتی ہے جیسے خرجت' نصرت وغیرہ۔

کچھ اہل لغت کے نزدیک ھاء اصل ہے اس لیے اس کو ھاء تانیث کہا جاتا ہے' تاء ثانیت نہیں اور قیاس رسم کے مطابق قرآن کریم سے باہر ہر جگہ یہ بصورت ھاء ہی لکھی جاتی ہے اور خود قرآن میں بھی اکثر بصورت ھاء ہی مرسوم ہے۔

بہرحال اس کو تاء اس لیے کہا گیا ہے کہ آسانی سے اس پر حرکات ثلثہ جاری ہو سکیں جب کہ حرف ھاء ضعیف تھا جو حرف علت کے ساتھ مشابہ ہے چنانچہ حروف علت اور ھاء میں وجہ اشتراک موجود ہے سب حروف خفی ہیں اس لیے اس کو ایک ایسے حرف سے تبدیل کر لیا جو حرکات کے جاری ہونے کے لیے مناسب تھا اور وہ حرف تاء ہے جس میں صفت سرت کی وجہ سے قوت ہے۔ اللہ اعلم وعلمہ اتم۔

قولہ: دُوْنَکَ یہ اسم فعل بمعنی امر ہے یعنی لے لے تو۔

قولہ: اَنْفَاسِھَا: نَفَسْ کی جمع ہے جو ہوا کے معنی میں ہے اور یہاں اس سے مراد نشر اور بیان ہے جو ضمیر ہے اور وہ تاء مجرورہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔

قولہ: اَلْوَطَرَا ای الحاجہ والمطلوب والمقصود۔

262/2 فَاَبْدَا مُضَافَاتِھَا لِظَاھِرٍ تُرَعًا
وَثَنِّ فِیْ مُفْرَدَاتٍ سَلْسَلًا خَضِرَا

ت: پس تم ابتداء (یعنی باب اول) میں اس تاء کے اسماء لے لو جو ظاہر کی طرف مضاف ہوں اس حال میں کہ وہ بہت سے باغ کی مانند ہیں' اور تم دوسری مرتبہ (یعنی باب دوم) میں اسماء مفردات کے بارے میں (میرے بیان کو) لے لو اس

حال میں کہ وہ آسان و سرسبز ہیں۔

ف: حضرت ناظم تاء تانیث کو دو ابواب میں بیان کریں گے، پہلے باب میں ان تاء ات کا بیان ہو گا جو کسی اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں اور مفرد ہوں یعنی تمام قراء ان کو واحد ہی پڑھتے ہوں جیسے فِطْرَتَ اللّٰهِ. شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ وغیرہ۔

اور دوسرے باب میں ان تاء ات کو بیان کریں گے جو مضاف ہوں یا نہ ہوں اور ان کے واحد اور جمع میں قراء کا اختلاف ہو جیسے غَيٰبَتِ الْجُبِّ. جِمٰلَتٌ وغیرہ۔ آئندہ ابواب میں ان کی تفصیل آ رہی ہے۔

قولہ نُزَعًا جمع نُزْعَةٌ جس طرح غُرَفٌ جمع غُرْفَةٌ ہے۔ نُزَعًا ای ابوابًا و اصنافًا یعنی تا کو بابًا بابًا بیان کریں گے یہ اَلْمُضَافَاتِ سے حال ہے۔ نُزَعًا جمع نُزْعَةٌ و منه قول النبی صلی الله علیه وسلم قبری علی ترعة من ترع الجنة ای علی باب من ابوابها۔

قولہ: وَثَنِّ امر ہے التثنیه سے غَابِدًا کے مقابل ہے

قولہ مُفْرَدَاتٍ ای مفردات اللاتی اختلف فی جمعها اعم من ان یکون مضافا الی الاسم الظاهر اولم یکن یعنی وہ مفردات جن میں واحد اور جمع کا اختلاف ہے وہ تمام ہیں، اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں یا نہ ہوں۔

قولہ سَلْسَلًا ای متصلا بعضه ببعض او بمعنی السهل یعنی بعض اس کا بعض سے ملا ہوا ہے یا آسان کے معنی میں ہے۔

قولہ خَضِرًا سرسبز و شاداب یا خوبصورت، حدیث میں ہے اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ بے شک دنیا میٹھی اور سرسبز و شاداب ہے۔ سَلْسَلًا، خَضِرًا دونوں حال ہیں مفردات سے۔

بَابُ الْمُضَافَاتِ اِلَى الْاَسْمَاءِ الظَّاهِرَةِ وَالْمُفْرَدَاتِ

وہ اسماء جو اسم ظاہر کی طرف مضاف ہیں اور جو واحد ہی پڑھے جاتے ہیں

عنوان کی وضاحت:

حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب "افضل الدرر" میں فرماتے ہیں۔ "المفردات کا عطف المضافات پر ہے اور یہاں مفرد مقابل جمع کے ہے اور تاء والے واحد مونث اسماء کی تین اقسام ہیں۔

(ا) وہ کلمات جو مضاف نہ ہوں جیسے رَحْمَةٌ، نِعْمَةٌ، آيَةٌ وغیرہ تو ایسے کلمات میں تاء ہر جگہ بصورت ھاء مربوطہ ہی

لکھی جائے گی۔

(۲) وہ کلمات جو ضمیر کی طرف مضاف ہوں جیسے نِعْمَتَهٗ، رَحْمَتَهٗ وغیرہ تو ایسے کلمات میں تاء ہر جگہ بصورت تاء مجرورہ ہی لکھی جائے گی۔

(۳) وہ کلمات جو اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں جیسے رَحْمَتَ اللّٰهِ، بِنِعْمَتِ رَبِّكَ وغیرہ تو اس تیسری قسم میں اکثر جگہ ھاء مدورہ کی صورت میں اور بعض جگہ تاء مطولہ یعنی لمبی تاء کی صورت میں لکھی جاتی ہے۔

اور اس باب میں ناظم تیسری قسم کے ان کلمات کو ہی بیان کریں گے جن کی ھاء تاء مطولہ یعنی لمبی تاء کی شکل میں ہے۔

263/1 وَالْبَقَرَهْ وَالْاَعْرَافِ وَالرُّوْمِ هُوْدَ فِيْ
سُبَرَا وَزُخْرُفٍ رَحْمَتُ وَمَرْيَمٍ

ت: "رَحْمَتُ" سورۃ ہود، اور الروم اور الاعراف اور البقرۃ اور مریم میں اور الزخرف میں دونوں جگہ (لمبی تاء سے) جانا گیا ہے۔

ف: یعنی لفظ "رَحْمَتْ" قرآن کریم میں سات جگہ تاء دراز یعنی تاء مطولہ سے ہے۔

(۱) اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ (البقرۃ) (۲) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف) (۳) رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ (ہود) (۴) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ (مریم) (۵) اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ (الروم) (۶) اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (الزخرف) (۷) وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (الزخرف)

آنے والے متصل شعر کے شروع میں مَعًا سے سورۃ الزخرف کے دونوں مواقع مراد ہیں۔

مذکورہ بالا کلمات کے علاوہ باقی سب جگہ لفظ "رَحْمَتْ" تاء مدورہ سے ہے جیسے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وغیرہم۔

قولہ: سُبِرَا ای عُلِمَ جانا گیا ہے اور اس کا معنی اُخْتُبِرَ آزمایا گیا بھی کیا گیا ہے وَكَشْفُ الْمَصَاحِف

264/2 وَالْبَقَرَهْ لُقْمَانَ فِيْ وَنِعْمَتُ مَعًا
اُخَرَا ثَلَاثَةٍ فِيْ وَالنَّحْلِ وَالطُّوْرِ

ت: (مَعًا کا تعلق گذشتہ شعر سے تھا اس کی توضیح وہاں کر دی گئی ہے)۔ اور "نِعْمَتْ" سورۃ لقمان اور سورۃ البقرۃ اور سورۃ الطور میں اور سورۃ النحل کے آخر والے تین۔

ف: لفظ "نِعْمَتْ" قرآن کریم میں گیارہ جگہ تاء مجرورہ سے ہے، اس شعر میں ان میں سے چھ مقام بیان کئے جو درج

ذیل ہیں۔

(۱) فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ (لقمن) (۲) وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ (البقرۃ)

نوٹ: سورۃ البقرۃ میں "نِعْمَتَ" دو جگہ آیا ہے ناظم نے مطلق ذکر کیا ہے اور اس کی وضاحت نہیں کی جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہیں اور اگر ان میں سے ایک لیا جائے تو پھر کون سا لیا جائے پس واضح ہو کہ اس سے صرف ایک ہی مراد ہے جو کہ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی تصریح علامہ دانیؒ کی "المقنع" اور النشر لا بن الجزری" میں موجود ہے۔

(۳) فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ (الطور)

سورۃ النحل میں آخر والے تین مواقع!

(۴) وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُونَ (۵) يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا، (۶) وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ

سورۃ النحل کا آخر فرمانے سے، پہلے والے مواقع اس میں سے نکل گئے جو بالاتفاق تاء مربوطہ سے ہیں جیسے وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا، أَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ وغیرہ۔ باقی "نِعْمَتَ" تاء مجرورہ والے کلمات آئندہ شعر میں آ رہے ہیں۔

نوٹ: سورۃ البقرۃ کے مقام کا تعین اس شعر سے بھی واضح طور پر ہو جاتا ہے جو رائیہ کے بعض نسخوں میں موجود ہے

مَعًا وَنِعْمَتُ فِی لُقْمَانَ وَالْبَقَرَهْ
ثَانٍ وَطُورٍ وَالنَّحْلِ ثَلٰثُ الْاٰخِرَا

اس نسخہ سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے اور پھر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

265/3 وَفَاطِرٍ مَعَهَا الثَّانِیْ بِمَائِدَةٍ
وَآخَرَانِ بِإِبْرَاهِيمَ إِذْ حُزِرَا

ت: اور (لفظ "نِعْمَتَ") سورۃ الفاطر میں اس کے ساتھ دوسرا سورۃ المائدہ کا اور دو آخر والے جو سورۃ ابراہیمؑ میں ہیں چونکہ یہ دونوں لمبی تاء سے ہی جانے گئے ہیں۔

ف: گیارہ کلمات میں سے چھ کلمات گذشتہ شعر میں بیان کئے گئے ہیں اور چار اس شعر میں بیان ہو رہے ہیں اور ایک آخری جو سورۃ آل عمران میں ہے وہ آئندہ شعر میں آئے گا۔ اس شعر والے چار مواقع درج ذیل ہیں۔

(۷) اُذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (الفاطر)

(۸) سورۃ المائدہ کا دوسرا - وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ سورۃ المائدہ کے ساتھ "الثانی" کی قید سے پہلا نکل گیا جو کہ بالاتفاق گول تاء سے ہے یعنی وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي۔

سورۃ ابراہیم کے آخری دونوں۔

(۹) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا۔

(۱۰) وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا۔ سورۃ ابراہیم کے ساتھ آخر کی قید لگانے سے پہلے نکل گئے جو بالاتفاق تاء مدورہ سے ہیں جیسے اُذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ۔

قولہ: اِذْ حُزِرَا اَیْ اُخْتُبِرَ بالتاء یعنی تاء مطولہ سے آزمائے گئے ہیں۔ جانچے گئے ہیں، اچھی طرح جانے گئے ہیں۔

266/4 وَآلِ عِمْرَانَ وَامْرَاَتٌ بِهَا وَمَعًا
بِيُوسُفَ وَاهْدِ تَحْتَ النَّمْلِ مُؤْتَجِرَا

ت: اور سورۃ آل عمران میں بھی (نِعْمَتَ لمبی تاء سے ہے) اور اِمْرَاَتٌ اس آل عمران میں اور دونوں جگہ سورۃ یوسف میں اور تو ثواب کا طالب کرنے والا ہو کر نمل کے نیچے (سورۃ القصص) کی ہدایت کر۔

ف: گیارواں موقع لفظ "نِعْمَتَ" کا جو سورۃ آل عمران میں اس کا بیان ہے جو یہ ہے۔

(۱۱) وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ، ان مذکورہ گیارہ مقامات کے علاوہ باقی سب جگہ یہ لفظ گول تاء سے آیا ہے۔ لفظ "اِمْرَاَتٌ" سات مقام میں قرآن کریم میں تاء مطولہ کے ساتھ ہے اور ان کے علاوہ باقی سب تاء مدورہ کے ساتھ مرسوم ہیں۔ ان سات میں سے چار مواقع اس شعر میں اور بقایا تین اگلے شعر میں بیان کریں گے اس شعر کے مواقع یہ ہیں۔

(۱) اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ (آل عمران)

دو سورۃ یوسفؑ میں ہیں جن کی طرف مَعًا سے اشارہ فرمایا ہے۔

(۲) وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ۔ (۳) وَقَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ۔ (۴) سورۃ النمل کے نیچے والی یعنی سورۃ القصص، اس میں بھی تاء مطولہ سے ہے۔ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ۔

قولہ وَاهْدِ مِنَ الْهَدِيَّةِ۔ مُؤْتَجِرًا حال ہے اللہ کے فاعل سے بمعنی طالب الاجر۔ قولہ تَحْتَ النَّمْلِ یعنی ذی القصص۔ اِمْرَاَتٌ کے بقایا تین مواقع آئندہ شعر میں آ رہے ہیں۔

267/5 مَعْهَا ثَلَاثٌ لَدَى التَّحْرِيمِ سُنَّتَ فِي الْ
اَنْفَالِ مَعْ فَاطِرٍ ثَلَاثُهَا اُخَرَا

ت: اس (سورۃ القصص کے اِمْرَاَتْ) کے ساتھ وہ تین بھی ہیں جو سورۃ التحریم میں ہیں' لفظ "سُنَّتْ" سورۃ الانفال میں' سورۃ الفاطر کے آخر والے تین۔

ف: اِمْرَاَتْ کے بقایا تین مواقع اس شعر میں بیان کر رہے ہیں جو سورۃ التحریم میں ہیں۔

(۵) اِمْرَاَتُ نُوحٍ' (۶) وَامْرَاَتُ لُوطٍ' (۷) وَامْرَاَتُ فِرْعَوْنَ'

نوٹ: لفظ اِمْرَاَتْ جہاں کہیں بھی اپنے زوج کی طرف مضاف ہو گا وہ تاء مطولہ سے مرسوم ہو گا جیسا کہ مذکورہ امثلہ میں گذرا ان سات مواقع کے علاوہ یہ لفظ سب جگہ تاء مدورہ سے ہے جیسے اِمْرَاَةٌ خَافَتْ۔ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً۔ وغیرہم۔

بعد ازاں لفظ "سُنَّتْ" کا بیان فرما رہے ہیں کہ وہ پانچ جگہ تاء مطولہ کے ساتھ لکھا گیا ہے جن میں سے چار اس شعر میں اور ایک موقع اگلے شعر میں بیان فرمائیں گے۔ اس شعر والے چار مواقع درج ذیل ہیں۔

(۱) قَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (الانفال) ایک جگہ ہے۔ تین مواقع سورۃ الفاطر کے آخر والے ہیں۔

(۲) اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ' (۳) فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا' (۴) وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا۔

قولہ: اُخْرًا یہ آخر کی جمع ہے اور یہ ثَلَاثُهَا سے حال ہے۔

268/6 وَغَافِرٍ آخِرًا وَفِطْرَتَ شَجَرَتْ
لَدَى الدُّخَانِ بَقِيَّتْ مَعْصِيَتْ ذُكِرَا

ت: اور (لفظ سُنَّتْ) سورۃ الغافر میں اس کے آخر والا' اور فِطْرَتْ۔ شَجَرَتْ سورۃ الدخان میں بَقِيَّتْ' مَعْصِيَتْ جو دو جگہ (تاء مجرورہ سے) بیان کیا گیا ہے۔

ف: لفظ سُنَّتْ کا پانچواں موقع یہاں بیان فرما رہے ہیں۔ (۵) سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ (سورۃ الغافر یعنی المومن) مذکورہ پانچ مواقع کے علاوہ باقی سب جگہ قرآن کریم میں یہ لفظ تاء مدورہ کے ساتھ ہے جیسے قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (الحجر)' اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (الکہف)' سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيْنَ (الاحزاب) وغیرہ۔

نوٹ: سورۃ المومن کے آخر کے علاوہ لفظ سُنَّتْ اس سورت میں اور کہیں نہیں آیا لہٰذا آخِرًا کی قید محض محل وقوع کی وضاحت کے لیے سمجھنا چاہیے نہ کہ قید احترازی ہے۔

لفظ فِطْرَتْ سورۃ الروم میں دراز تاء سے مرسوم ہے' فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ ' یہ لفظ قرآن کریم میں صرف اسی ایک جگہ آیا ہے اس لیے علامہ موصوف نے کوئی قید نہیں لگائی۔

آگے فرماتے ہیں کہ لفظ شَجَرَتْ صرف سورۃ الدخان میں بالاتفاق تاء مطولہ سے مرسوم ہے اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ دخان کی قید لگانے سے اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (سورۃ الصّٰفّٰت) والا کلمہ اور اِنَّهَا شَجَرَةٌ دیگر الفاظ شجرہ خارج ہو گئے

جو تاء مدورہ سے ہیں۔

لفظ بَقِیَّتُ سورۃ ہود میں بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ مرسوم بالتاء مطولہ ہے۔

نوٹ: قرآن میں یہ لفظ دو جگہ اور بھی ہے ایک سورۃ البقرۃ میں وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ' اور دوسرا سورۃ ہود ہی میں بَقِیَّۃٍ یَّنْہَوْنَ آیا ہے یہ دونوں تاء مدورہ سے مرسوم ہیں۔

ناظم کے کلام سے تاء مطولہ والے موقع کا تعین بظاہر نہیں ہوتا مگر اس موقع کے تعین کے لیے شروع باب میں جو کلیہ بیان کیا گیا ہے اس کو ذہن میں دوبارہ لانا ہوگا کہ غیر مضاف کلمات کی تاء تانیث ہمیشہ مرسوم بالتاء المدورۃ ہوتی ہے بالتاء المجرورہ نہیں ہوتی مگر وہ کلمات جو کسی اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں وہ بالتاء المطولہ مرسوم ہوتے ہیں لہٰذا بَقِیَّۃٌ جو منون اور غیر مضاف ہیں ناظم کے کلام کو ان سے کوئی غرض نہیں' غیر منون مضاف صرف ایک ہی ہے لہٰذا اس کا تعین خود بخود ہو جاتا ہے وضاحت کی ضرورت نہیں۔

لفظ "مَعْصِیَتْ" دو جگہ قرآن کریم میں آیا ہے اور یہ دونوں مواقع سورۃ المجادلہ میں تاء مطولہ سے مرسوم ہیں' دو کا تعین دوسرے شعر کے شروع میں مَعًا سے ہوتا ہے۔ سورۃ المجادلہ کے مواقع درج ذیل ہیں۔

(۱) وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ' آیت ۸ (۲) فَلَا تَتَنٰجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ' آیت ۹

نوٹ: لفظ مَعْصِیَتْ تمام قرآن میں صرف انہیں دو مقام پر آیا ہے سورۃ المجادلہ کے علاوہ یہ لفظ اور کہیں نہیں آیا نہ تاء مطولہ کے ساتھ اور نہ تاء مدورہ کے ساتھ' اس لیے ناظم نے وَمَعْصِیَتْ ذُکِرَا......... مَعًا فرمانے پر ہی اکتفاء کیا سورۃ کا نام لینے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ نیز علامہ جزری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ؎

"مَعْصِیَتْ بِقَدْ سَمِعْ یَخْلٰی'

یعنی لفظ مَعْصِیَتْ دراز تاء کے ساتھ سورۃ قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ (المجادلہ) کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور کسی سورۃ میں نہیں"۔

269/7 مَعًا وَقُرَّتُ عَیْنٍ وَّابْنَتُ کَلِمَتْ
فِیْ وَسْطِ اَعْرَافِہَا وَجَنَّتُ الْبُصَرَا

ت: اور "قُرَّتُ عَیْنٍ" اور "اِبْنَتُ کَلِمَتْ" جو سورۃ الاعراف کے درمیان میں ہے اور بینائی والوں کا وَجَنَّتُ نَعِیْمٍ جو سورۃ الواقعہ میں ہے۔

ف: مَعًا کا تعلق گزشتہ شعر سے ہے جس کی وضاحت وہاں ہو چکی ہے "قُرَّتُ عَیْنٍ" لفظ قُرَّتُ جو قرآن کریم میں

عَیْنٍ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ تاء مطولہ کے ساتھ ہے اور یہ سورۃ القصص میں ہے جیسے قُرَّتُ عَیۡنٍ لِّیۡ وَلَکَ۔ عَیْن قُرَّتُ کے ساتھ اور کسی سورۃ میں نہیں آیا اور جو اس کی جمع اَعۡیُنٍ کے ہمراہ بیان کئے گئے ہیں وہ سب تاء مدورہ کے ساتھ مرسوم ہیں۔

جیسے مَآ اُخۡفِیَ لَھُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ (الم السجدہ)' وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ (الفرقان)۔ یاد رہے کہ مذکورہ مواقع کے علاوہ قرآن کریم میں لفظ "قُرَّتُ" اور کہیں نہیں آیا ہے۔

"وَابۡنَتَ" سورۃ التحریم میں ہے جیسے وَمَرۡیَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ یہ تاء مطولہ سے مرسوم ہے واضح ہو کہ پورے قرآن کریم میں لفظ "اِبۡنَتَ" صرف اسی مقام پر آیا ہے اسی لیے اس کا تعین نہیں کیا گیا۔

قولہ: کَلِمَتُ فِیۡ وَسۡطِ اَعۡرَافِھَا یعنی لفظ "کَلِمَتُ" جو سورۃ الاعراف کے درمیان میں ہے وَتَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ الۡحُسۡنٰی کے لفظ "کَلِمَتُ" کی تاء مجرورہ لکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ہر جگہ لفظ "کَلِمَةُ" تاء مدورہ سے مرسوم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ قرآءۃ میں اس کے واحد اور جمع پڑھے جانے میں اختلاف نہ ہو جیسا کہ آئندہ اس کا مفصل بیان آ رہا ہے۔

تاء مدورہ کی امثلہ: وَجَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا السُّفۡلٰی ۔ وَکَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الۡعُلۡیَا' (التوبہ) وَتَمَّتۡ کَلِمَةُ رَبِّکَ لَاَمۡلَـَٔنَّ (ہود) وغیرہم۔

لفظ "کَلِمَتُ" پر علامہ دانی علیہ الرحمہ کی تحقیق:

علامہ دانی "المقنع" میں فرماتے ہیں کہ مصاحف عراقی سورۃ الاعراف والے "کَلِمَتُ" کو تاء مطولہ کے ساتھ لکھنے پر متفق ہیں البتہ غازی بن قیس نے اپنی کتاب میں اسے تاء مدورہ سے لکھا ہے' اسی طرح فرماتے ہیں کہ معلیٰ وراق سے منقول ہے کہ انہوں نے عاصم سے "کَلِمَتُ رَبِّکَ" کی تاء کے متعلق سوال کیا تو عاصم نے فرمایا کہ سورۃ الانعام میں تاء مطولہ کے ساتھ ہے اور سورۃ الاعراف میں تاء مدورہ کے ساتھ ہے۔ اور ابن الانباری کی رائے پر تاء مطولہ ہے۔ آخر میں علامہ دانی اپنا فیصلہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرا تتبع اور تحقیق یہی ہے کہ سورۃ الاعراف والا تاء طویلہ کے ساتھ لکھا جانا ہی زیادہ صحیح ہے اور اس کو ان کلمات میں ذکر کیا گیا ہے جو اجماعاً تاء کے ساتھ مرسوم ہیں۔

نوٹ: سورۃ الاعراف میں لفظ "کَلِمَتُ" جس کا ذکر اوپر ہوا اس میں قراء کا کوئی اختلاف نہیں' تمام قراء اسے واحد ہی پڑھتے ہیں۔

قولہ وَجَنَّتُ الۡبُصَرَا .... لَدٰی اِذَا وَقَعَتۡ

لفظ "جَنَّتُ" سورۃ الواقعہ میں وَرَیۡحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیۡمٍ میں جَنَّتُ کی تاء بصورت تاء مطولہ مرسوم ہے' لَدٰی اِذَا وَقَعَتۡ کی قید سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سورۃ الواقعہ کے سوا ہر جگہ قرآن کریم میں یہ کلمہ تاء مدورہ کے

ساتھ ہے جیسے اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ۔ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ نَعِيمٍ وغیرہ۔

قولہ اَلْبُصَرا' البصیر کی جمع ہے یعنی بینائی والے' آنکھ والے۔ آیت میں چونکہ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيمٍ آیا ہے اس کی مناسبت سے اَلْبُصَرا فرمایا ہے۔

270/8 لَدٰى اِذَا وَقَعَتْ وَالنُّوْرِ لَعْنَتْ قُلْ
فِيهَا وَقَبْلُ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ ابْتُدِرَا

ت: (لَدٰى اِذَا وَقَعَتْ کا تعلق گذشتہ شعر سے ہے اس کی تشریح و ترجمہ وہاں ہو چکا ہے) اور تو کہہ دے کہ سورۃ النور میں (لفظ) لَعْنَتَ ہے اور اس سے قبل فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ (بھی تاء مجرورہ سے لکھنے کی جانب) سبقت کیا گیا ہے۔

ف: لفظ "لَعْنَتَ" دو جگہ تاءِ مطولہ سے مرسوم ہے جو یہ ہیں۔

(۱) اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (النور) (۲) فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ (آل عمران)

ان دو مقامات کے علاوہ باقی ہر جگہ تاء مدورہ سے آیا ہے جیسے

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ (البقرۃ) اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ (آل عمران) وغیرہم۔

قولہ: قُلْ فِيهَا ای فی سورۃ النور' قولہ وَقَبْلُ ای قبل سورۃ النور اعنی آل عمران' قولہ اُبْتُدِرَا ای بادر الی سورۃ آل عمران التی قبل النور وعدہ اولا' یعنی سورۃ آل عمران کی طرف جلدی کر جو سورۃ النور سے پہلے ہے اس کا پہلا موقع شمار کر' فَنَجْعَلْ کی قید سے آل عمران کا دوسرا موقع اس بحث سے خارج ہو گیا جو بالاتفاق تاء مدورہ کے ساتھ ہے۔

بَابُ الْمُفْرَدَاتِ وَالْمُضَافَاتِ الْمُخْتَلَفِ فِي جَمْعِهَا

مضاف اور غیر مضاف اسماء کے واحد اور جمع پڑھنے کا بیان

باب کی وضاحت:

سابقہ باب میں حضرت ناظمؒ نے ایسے تیرہ کلمات بیان فرمائے جو مضاف تھے جب کہ اس باب میں وہ ایسے کلمات ذکر فرمائیں گے جن میں اکثر تو مضاف نہیں ہیں اور بعض مضاف ہیں' اس لیے گذشتہ باب میں مضافات کو پہلے لائے تھے اور اس باب میں' بعد میں لائے ہیں واضح رہے کہ مفرد سے مراد یہاں غیر مضاف ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ جمع مونث کی تاء ہر جگہ بصورت تا مطولہ ہی لکھی جاتی ہے اور اس پر وقف بھی تمام قراء کے

یہاں تاء ہی کے ساتھ ہو گا اور وہ کلمات جن میں مفرد اور جمع سے پڑھنے میں اختلاف ہے ان کی تاء ہمیشہ ہر جگہ تاء ہی کی صورت میں مرسوم ہوتی ہے- اسی کو علامہ موصوف اس باب میں ذکر فرمائیں گے اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ایسے کلمات میں جمع سے پڑھنے والے تمام کے تمام تاء سے وقف کرتے ہیں اور واحد پڑھنے والے اگر مکی، بصری، کسائی اور یعقوب میں سے ہوں تو ھا سے وقف کرتے ہیں اور باقین میں سے ہوں تو تاء سے وقف کرتے ہیں-

271/1 وَهَاكَ مِنْ مُّفْرَدٍ وَّمِنْ اِضَافَةِ مَا
فِيْ جَمْعِهٖ اخْتَلَفُوْا وَلَيْسَ مُنْكَدِرَا

ت: اور تو حاصل کر لے ان تاء ات کو کہ جو مضاف اور کلمہ مفردہ میں واقع ہیں، ان کے جمع پڑھنے میں قراء نے اختلاف کیا ہے، میرا بیان پراگندہ اور منتشر نہ ہو گا-

ف: یعنی وہ کلمات جن میں واحد اور جمع پڑھنے میں قراء کا اختلاف ہے اور بعض وہ جن میں تاء مدورہ اور مطولہ کا اختلاف ہے ان سب کو اعلیٰ ترتیب کے ساتھ نہایت ہی عمدہ انداز سے بالالتزام بیان کروں گا، ایسا نہ ہو گا کہ بعض کلمات کو بیان کروں اور بعض کلمات بیان نہ کروں- آئندہ اشعار میں ان کی تفصیل آ رہی ہے-

هَاكَ اسم فعل بمعنی امر ہے، هَاكَ، خُذْ کے معنی میں ہے اور اس کا مفعول مقدر ہے بیانی، مِنْ جارہ فی جارہ کے معنی میں ہے- اِضَافَةِ مصدر مفعول کے معنی میں ہے، مَا......فِيْ جَمْعِهٖ میں مَا موصولہ ہے-

272/2 فِيْ يُوْسُفٍ اٰيٰتٌ مَّعًا غَيٰبٰتِ قُلْ
فِي الْعَنْكَبُوْتِ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ اُثِرَا

ت: تو کہہ دے کہ سورۃ یوسف میں اٰيٰتٌ، غَيٰبٰتِ جو دو جگہ ہے، سورۃ العنکبوت میں عَلَيْهِ اٰيٰتٌ (بھی تاء مطولہ سے) نقل کیا گیا ہے-

ف: یہاں سے ان کلمات کا آغاز ہو رہا ہے جن میں قراء کا واحد اور جمع پڑھنے میں اختلاف ہے، اس ضمن میں شعر میں چار کلمات بیان کئے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں-

قراء ات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں-

وَوَحَّدَ لِلْمَكِّيِّ اٰيَاتُ نِ الْوِلَا

(۱) اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ (سورۃ یوسف)، اسے ابن کثیر مکی نے واحد اور باقین نے جمع پڑھا ہے-

شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں-

غَیَابَاتِ فِی الْحَرْفَیْنِ بِالْجَمْعِ نَافِعٌ

(۲) فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ اور (۳) اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ سورۃ یوسف کے ان دونوں غَیٰبَتِ کو مدنیان جمع سے اور باقین واحد پڑھتے ہیں۔

- - - - - - - - - - - - - - - - وَمُوَحِّدٌ

هُنَا اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ صُحْبَةٌ دَلَا

(۴) لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (سورۃ العنکبوت) لفظ اٰیٰتٌ کو امام ابن کثیر مکی، ابو بکر شعبہ، امام حمزہ، امام کسائی اور امام خلف واحد پڑھتے ہیں جب کہ باقین جمع سے پڑھتے ہیں۔ سورۃ یوسف اور سورۃ العنکبوت کے اٰیٰتٌ غیر مضاف ہیں اور سورۃ یوسف کے دونوں غَیٰبَتِ مضاف ہیں۔

قولہ: اُثِرَا ای نقل بالتاء یعنی تاء مطولہ کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں۔

273/3 جِمَالَتٌ بَیِّنَاتٍ فَاطِرٍ ثَمَرَتٍ
فِی الْغُرُفَتِ اللَّاتَ هَیْهَاتَ الْعَذَابُ صَرَا

ت: جِمٰلَتٌ الفاطر کا بَیِّنٰتٍ۔ ثَمَرَتٍ۔ فِی الْغُرُفٰتِ۔ اَللّٰتَ۔ هَیْهَاتَ (تمام تاء مطولہ کے ساتھ) شیریں ہیں (تاء والے کلمات کا) بقیہ ہیں۔

ف: اس شعر میں دو قسم کے کلمات بیان کئے گئے ہیں ایک وہ کہ جن میں واحد اور جمع کا کوئی اختلاف نہیں اور دوم وہ کہ جن میں اختلاف قراءۃ وارد ہے، وہ کلمات جن میں جمع اور مفرد کا کوئی اختلاف نہیں یہ ہیں۔

(۱) اَللّٰتَ (سورۃ النجم)، (۲) هَیْهَاتَ (سورۃ المؤمنون) ان کو یہاں ذکر نہیں کرنا چاہئے تھا مگر ان کلمات کو ذکر کرنے کا سبب یہ امر ہوا کہ جمع میں تاء سے پہلے الف ہوتا ہے، اسی طرح ان کلمات میں بھی الف ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے ناظم علام ان کو ذکر فرما رہے ہیں۔

قراءات:

علامہ جزری الدرۃ میں فرماتے ہیں۔

کَتَا اللَّاتَ طُلْ - - - - - - - -

اَللّٰتَ میں جمع، مفرد کا کوئی اختلاف نہیں، رویس تاء کو مشدد مع المد پڑھتے ہیں باقین تاء کو مخفف پڑھتے ہیں۔ کسائی وقف میں ھا اور باقون بالتاء پڑھتے ہیں۔

علامہ جزری الدرۃ میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - - - هَيْهَاتَ اِذْكِلَا

فَلِلتَّا اكْسِرَنْ - - - - - - - - - -

هَيْهَاتَ دونوں جگہ ابو جعفر مدنی تاء کے کسرہ سے پڑھتے ہیں اور باقین تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ جب کہ بزّی اور کسائی ھا کے ساتھ وقف کرتے ہیں اور باقین بالتاء وقف کرتے ہیں۔

وہ کلمات جن میں جمع اور مفرد کا اختلاف ہے وہ یہ ہیں۔

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَجِمَالَاتٌ فَوَحِّدْ شَذًا عَلَا

جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (المرسلت)، اسے حفص، حمزہ، کسائی اور امام خَلَفْ واحد پڑھتے ہیں رویس بضم الجیم پڑھتے ہیں۔ اور باقین جمع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ فَهُمْ عَلٰى بَيِّنٰتٍ مِّنْهُ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ (الفاطر)، اس کو نافع، ابو جعفر، ابن عامر، شعبہ اور کسائی نے جمع پڑھا ہے اور باقین واحد پڑھتے ہیں۔

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

- - - - - - - - - - وَالْجَمْعُ عَمَّ عَقَنْقَلَا

لَدٰى ثَمَرَاتٍ - - - - - - - - - -

وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا (حم السجدہ)، نافع، ابو جعفر، ابن عامر، اور حفص جمع کے ساتھ پڑھتے ہیں اور باقین واحد پڑھتے ہیں۔

علامہ شاطبی حرز میں فرماتے ہیں۔

وَفِي الْغُرْفَةِ التَّوْحِيْدُ فَازَ - - - - - - - - - -

وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ (السباء)، امام حمزہ واحد پڑھتے ہیں جب کہ باقین جمع پڑھتے ہیں۔ مذکورہ تمام کلمات غیر مضاف ہیں۔

قولہ اَلْعَذَابُ۔ عُذْبَةٌ کی جمع بمعنی شیریں، قولہ صَرٰی اگر صاد کے فتحہ سے ہو تو معنی ہیں کسی چیز کا بقایا اور اگر صاد کے کسرہ سے ہو تو معنی ہیں دیر سے ٹھہرا ہوا پانی، لہٰذا مفہوم بہتر یہ ہو گا کہ یہ روایت شیریں اور عمدہ اور صحیح ہے۔

274/4 فِيْ غَافِرٍ كَلِمَاتُ الْخُلْفُ فِيْهِ وَفِي الثَّانِيْ

بِيُوْنُسَ هَاءَ بِالْعِرَاقِ تُرٰى

ت: كَلِمَتُ رَبِّكَ جو سورۃ الغافر میں ہے اس میں اختلاف ہے اور سورۃ یونس میں (دوسرے كَلِمَتُ رَبِّكَ) وہ

عراقی مصحف میں ھا سے دیکھی جاتی ہے۔

ف: سورۃ الغافر میں وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا کے رسم میں اختلاف ہے بعض مصاحف میں تاء مطولہ کے ساتھ ہے اور بعض میں تاء مدورہ کے ساتھ آیا ہے۔

قراءات:

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَقُلْ كَلِمَاتُ دُوْنَ مَا اَلِفٍ ثَوٰى
وَفِيْ يُوْنُسٍ وَالطَّوْلِ حَامِيْهِ ظَلَّلَا

اختلاف قراءۃ اس طرح ہے، نافع، ابو جعفر اور ابن عامر كَلِمٰتُ کو جمع کے ساتھ پڑھتے ہیں اور باقین واحد پڑھتے ہیں۔

سورۃ یونس ؑ کے دوسرے كَلِمَتُ، اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اکثر مصاحف میں تاء مطولہ سے ہے اور مصحف عراقیہ میں تاء مدورہ سے آیا ہے اس کی مزید وضاحت آئندہ شعر میں آ رہی ہے، اختلاف قراءۃ اس طرح ہے کہ نافع، ابو جعفر اور ابن عامر کے لیے جمع سے ہے اور باقین کے لیے واحد ہے۔

275/5 وَالتَّآءُ شَامٍ مَّدِيْنِيٌّ وَّ اَسْقَطَهُ
نَصِيْرُهُمْ وَّ ابْنُ الْاَنْبَارِيْ فَجُدْ نَظَرَا

ت: اور (یونس ؑ کے دوسرے كَلِمَتُ میں) مصحف شامی اور مدنی میں تاء مطولہ کے ساتھ مرسوم ہے، نصیر اور ابن الانباری نے اس کو ساقط کر دیا ہے پس تم فکر و نظر کے اعتبار سے اعلی ہو جاؤ۔

ف: اس شعر میں گذشتہ شعر کی مزید وضاحت کر رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ سورۃ یونس ؑ کے دوسرے كَلِمَتُ کی رسم مصحف مدنی و شامی میں تاء مطولہ سے ہے اور عراقی میں تاء مدورہ سے آئی ہے (جیسا کہ گذشتہ شعر میں بیان ہوا) علماء رسم میں سے نصیر اور ابن الانباری نے سورۃ یونس کے دوسرے كَلِمَتُ کو ساقط کر دیا ہے چنانچہ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ لفظ كَلِمَتُ تین مقام پر تاء مطولہ سے آیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (الانعام، رکوع ۱۴) (۲) سورۃ یونس ؑ کا پہلا موقع حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (رکوع ۴) (۳) حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (المؤمن، رکوع ۱)

گویا ان کے نزدیک سورۃ یونس ؑ کا دوسرا كَلِمَتُ تاء طویلہ سے نہیں ہے، لیکن دیگر علماء رسم کے نزدیک لفظ كَلِمَتُ چار جگہ تاء طویلہ کے ساتھ ہے یعنی درج بالا تین مواقع کے علاوہ سورۃ یونس ؑ کا دوسرا موقع بھی شمار کیا گیا

ہے جو یہ ہے۔

(۴) حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (رکوع ۱۰)

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ سورۃ یونس ؑ کا دوسرا لفظ كَلِمَتُ علماء رسم کے نزدیک مختلف فیہ ہے، بعض کے نزدیک تاء طویلہ سے اور بعض کے نزدیک تاء مدورہ سے ہے، اس کی قرآءت ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔

قولہ فَجُدْ نَظَرًا یعنی دونوں روایتوں کو دیکھ کر اپنی نظر کو جید کر لو یا جید النظر ہو جاؤ، اَسْقَطَهُ میں ضمیر سورۃ یونس ؑ کے دوسرے موقع کی طرف لوٹ رہی ہے، قولہ نَصِيرُهُمْ میں ضمیر علماء رسم کی طرف راجع ہے۔

مختصر حالات علامہ نصیر بن یوسف بن ابی نصر ابو المنذر الرازیؒ

آپ کا نام نصیر اور کنیت ابو المنذر تھی۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے نصیر بن یوسف بن ابی نصر ابو المنذر الرازی البغدادی تاریخ و رجال کی کتب میں تاریخ ولادت نہیں ملتی ہے۔

آپ امام الکسائی الکوفی رحمہ اللہ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے تھے۔ حدیث اسحاق بن سلیمان الرازی سے روایت کی ہے۔ علم قرآءت و تجوید کے بہت بڑے ثقہ اور کامل استاذ اور ماہر عالم تھے۔ خصوصاً رسم المصحف میں تو امام تسلیم کئے گئے ہیں اور ان کی بات حجت اور سند کے طور پر پیش کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسم المصحف میں صاحب تصنیف ہیں۔

بہت بڑی جماعت نے ان سے استفادہ کیا ہے جن میں چند مشہور تلامذہ درج ذیل ہیں۔

الحسین بن شعیب، محمد بن عیسیٰ الاصبہانی، علی بن ابی نصر النحوی، محمد ادریس الدندانی الاشعری، احمد بن محمد بن رستم الطبری اور داؤد بن سلیمان وغیرہم۔

آپ کی وفات تقریباً ۲۴۰ھ میں ہوئی۔

مختصر تعارف علامہ ابو بکر محمد بن القاسم بن بشار الانبار البغدادیؒ

آپ کا نام محمد اور کنیت ابو بکر تھی بعض حضرات نے سلسلہ نسب اس طرح لکھا ہے محمد بن القاسم بن محمد بن بشار بن الحسن ابو بکر بن الانبار البغدادی۔ رجب المرجب ۲۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۸ھ عید قربان کی رات بغداد میں وفات پائی۔ نہایت زاہد عابد، متواضع، صادق، قاری قرآن، ادیب، نحوی اور مفسر تھے۔ آپ اپنے وقت کے ادب اور نحو کے امام تھے اس کے ساتھ ساتھ علم تجوید و قرآءت کے بہت بڑے استاذ اور دیگر علوم کے عظیم عالم تھے۔ حافظہ بہت قوی تھا۔ طلباء کو پڑھاتے وقت بڑی فصاحت و بلاغت سے پڑھاتے اور اگر کوئی بات لکھواتے تو زبانی حفظ سے لکھواتے کتب کو

دیکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی- تین لاکھ اشعار معانی و تفاسیر میں یاد تھے- بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ متقی پرہیز گار اور شب زندہ دار تھے-

آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد القاسم بن محمد' اسماعیل بن اسحاق القاضی' احمد بن سہل الاشنانی' عبداللہ بن عبدالرحمٰن الواقدی' ادریس بن عبدالکریم' محمد بن ہارون التمار وغیرہم قابل ذکر ہیں-

آپ کی تصانیف تقریباً ستائیس کے قریب ہیں ان میں مشہور کے نام یہ ہیں-

(۱) شرح الکافی (۲) الاضداد (۳) الجاہلیات (۴) المذکر و المونث (۵) عجائب علوم القرآن (۶) خلق الانسان (۷) ایضاح الوقف والا بتدا (۸) الرد علی من خالف مصحف عثمان رضی اللہ عنہ (۹) المشکل فی معانی القرآن (۱۰) غریب الحدیث (۱۱) الهاء ات فی کتاب اللہ (۱۲) کتاب اللامات (۱۳) کتاب المقصود و الممدود-

ایک بہت بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا- آپ کے مشہور تلامذہ درج ذیل ہیں-

عبدالواحد بن ابی ہاشم' ابو الفتح بن بدھن' احمد بن نصر' ابو علی اسماعیل القالی' الدار قطنی' صالح بن ادریس' الحسین بن خالویہ' ابو عمر بن حیویہ' ابن اخی میمی وغیرہم-

نیز علامہ دانی رحمہ اللہ نے کتاب الوقف و الابتداء بھی روایت کی ہے-

276/6 وَفِيهِمَا التَّاءُ أَوْلَى ثُمَّ كُلُّهُمُ
بِالتَّا بِيُونُسَ فِي الْأُولَى ذَكَا عَطِرَا

ت: اور ان دونوں (المومن و یونس کے دوسرے كَلِمَتُ) میں تاء طویلہ سے لکھنا بہتر ہے اور یونس کے پہلے میں تمام اہل رسم نے تاء طویلہ سے ہی لکھا ہے یہ (تاء والی رسم) مشہور ہو گئی ہے حالانکہ یہ عطر کی طرح ہے-

ف: گذشتہ اشعار میں سورۃ المومن اور سورۃ یونس کے لفظ كَلِمَتُ کا رسم بیان کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ان دونوں کی رسم مختلف فیہ ہے بعض نے تاء طویلہ کے ساتھ لکھا ہے اور بعض نے تاء مدورہ کے ساتھ لکھا ہے' اس شعر میں ناظم علام اپنا فیصلہ سنا رہے ہیں کہ بہتر اور اولیٰ بات یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں تاء طویلہ ہی کے ساتھ لکھا جائے کیونکہ ان میں قراء نے واحد اور جمع میں اختلاف کیا ہے لہٰذا یہ اختلاف تاء طویلہ ہی کو مقتضی ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے جس کو "المقدمۃ الجزریۃ" میں علامہ جزری نے اس طرح بیان کیا ہے-

وَكُلُّ مَا اخْتُلِفْ
جَمْعًا وَّ فَرْدًا فِيهِ بِالتَّاءِ عُرِفْ

اور تمام وہ الفاظ کہ جن میں جمع اور مفرد کا اختلاف قراءۃ ہوا ہو وہ الفاظ تاء کے رسم کے ساتھ ہی پہچانے گئے ہیں-

نیز یہ یاد رہے کہ جہاں جمع اور مفرد کے اختلاف کے باوجود رسم میں اختلاف ہوا ہے "القلیل کالمعدوم" کے حکم میں ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ سورۃ یونس کا پہلا موقع یعنی وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ میں تمام علماء رسم نے لفظ كَلِمَتُ کو تاء مطولہ ہی کے ساتھ لکھا ہے یعنی سب تاء مطولہ پر ہی متفق ہیں۔ اس میں جمع اور مفرد کا اختلاف اس طرح ہے نافع اور ابن عامر نے جمع کے ساتھ پڑھا ہے اور باقین کے لیے مفرد ہے۔

قولہ ذَكَىٰ عَطِرًا ای شاع رسم التاء فیھا مثل العطر یعنی یونس[۱] کے موقع اول میں تاء کی رسم مشہور ہو گئی اور پھیل گئی ہے جس طرح عطر کی خوشبو پھیل جاتی ہے۔

277/7 وَالتَّا فِى الْاَنْعَامِ عَنْ كُلٍّ وَّلَا اَلِفْ
فِيهِنَّ وَالتَّاءُ فِى مَرْضَاتِ قَدْ حُبِرَا

ت: اور سورۃ الانعام (کے كَلِمَتُ) میں تمام (علماء رسم) سے تاء طویلہ منقول ہے اور ان تمام میں الف نہیں ہے اور مَرْضَاتَ میں تاء زینت دی گئی ہے۔

ف: سورۃ الانعام میں وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا میں لفظ كَلِمَتُ بالاتفاق تاء مطولہ سے ہے کیونکہ اس میں بھی واحد اور جمع کا اختلاف ہے لہٰذا اختلاف قرآءۃ اس طرح سے ہے۔

علامہ شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَقُلْ كَلِمَاتُ دُوْنَ مَا اَلِفٍ ثَوٰى

عاصم، حمزہ، کسائی، امام خلفؒ اور یعقوب نے واحد پڑھا ہے اور باقین کے لیے جمع ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے كَلِمَتُ کے پانچ مواقع ان اشعار میں بیان فرمائے۔

(۱) سورۃ الانعام (۲) سورۃ الاعراف (۳) سورۃ یونس کا پہلا موقع، یہ تین کلمات بالاتفاق تاء مطولہ سے ہیں اور (۴) سورۃ یونس کا دوسرا موقع، (۵) سورۃ المومن، یہ دونوں مواقع مختلف فیہ ہیں اکثر کے نزدیک تاء مطولہ سے ہی مرسوم ہیں اور بعض علماء رسم کے نزدیک تاء مدورہ سے آتے ہیں۔ علامہ شاطبیؒ کے نزدیک ان میں تاء مطولہ ہی بہتر ہے نیز دوسری بات یہ بیان فرمائی کہ اس باب میں جتنے کلمات ذکر کیے ہیں مثلاً ایٰتٌ (یوسف اور العنکبوت) غَيٰبٰتِ، وَجِمٰلٰتٌ، وَبَيِّنٰتٍ، ثَمَرٰتِ، اَلْغُرُفٰتِ، هَيْهَاتَ، وَكَلِمَتُ (الغافر، الانعام، یونس و الاعراف) وغیرہ، ان میں سے هَيْهَاتَ کے علاوہ جن میں واحد اور جمع کا اختلاف ہے، ان سب میں جمع والی قرآءۃ پر تاء سے پہلے الف محذوف ہے اور چونکہ یہ جمع کثیر الدور ہے اس لیے اس میں الف کا حذف قیاسی ہے اور حذف کی دوسری توجیہ شمول قرآءۃ ہے۔

تیسری بات یہ بیان فرمائی ہے کہ مَرْضَاتَ جہاں کہیں بھی مصحف میں آئے اس میں تاء کو تاء طویلہ سے لکھا جائے۔

اور یہ قرآن میں چار جگہ آیا ہے۔

(۱) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ (البقرۃ)

(۲) وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ (البقرۃ)

(۳) وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ (النساء)

(۴) تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ (التحریم)

مناسب یہ تھا کہ مَرْضَاتِ کو باب اول میں بیان کرتے کیونکہ اس میں واحد اور جمع کا کوئی اختلاف نہیں مگر چونکہ علامہ دانی نے اس کو "المقنع" میں انہی کلمات کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے جن میں جمع اور واحد کا اختلاف ہے لہٰذا علامہ شاطبی نے بھی انہی کی پیروی کرتے ہوئے اس کلمہ کو اس باب میں بیان کیا ہے۔

نوٹ: جمع اور واحد کا تو اس میں کوئی اختلاف نہیں البتہ امام کسائی وقف میں اس تاء کو ھاء سے بدلتے ہیں اور باقین تاء ہی سے وقف کرتے ہیں۔

قولہ قَدْ حُبِّرَا ای زُیِّنَ ھذا بالتاء۔

278/8 وَذَاتَ مَعَ یَا اَبَتَ وَلَاتَ حِیْنَ وَقُلْ بِالْھَا مَنَاۃَ نَصِیْرٌ عَنْھُمْ نَصَرَا

ت: اور ذَاتِ کے ساتھ ہی یٰاَبَتِ اور لَاتَ حِیْنَ تاء طویلہ سے ہیں اور تم کہہ دو کہ وَمَنٰوۃَ تاء مدورہ سے ہے، نصیر نے بھی علماء رسم سے روایت کر کے اس کی تائید کی ہے۔

ف: ذَاتَ کا لفظ جہاں بھی مصحف میں ہو تاء مطولہ سے بالاتفاق لکھا جائے گا جیسے۔

فَاَنْۢبَتْنَا بِہٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَھْجَۃٍ (النمل)، وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (آل عمران)، امام کسائی کے لیے ذَاتَ کی تاء حالت وقف میں بالھاء ہو جائے گی اور باقین کے لیے وقف بالتاء ہی ہے۔

اسی طرح یٰاَبَتِ جہاں بھی قرآن کریم میں آیا ہے تاء طویلہ سے ہی مرسوم ہو گا (یٰاَبَتِ قرآن میں کل آٹھ جگہ آیا ہے)

قراءات:

امام شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

وَیٰاَبَتِ افْتَحْ حَیْثُ جَا لِابْنِ عَامِرٍ

یٰاَبَتِ لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ۔ یٰاَبَتِ اِنِّیْٓ اَخَافُ وغیرہ، اس میں اختلاف قراءۃ اس طرح ہے ابن عامر اور ابو

جعفر تاء کے فتحہ سے اور باقین تاء کے کسرہ سے پڑھتے ہیں۔ نیز اسلوب وقف میں مکی، شامی، ابو جعفر اور یعقوب وقف بالھاء کرتے ہیں اور باقین وقف بالتاء کرتے ہیں۔

اسی طرح وَلَاتَ حِيْنَ جو سورۃ ص میں ہے یہ بھی تاء طویلہ سے لکھنے پر تمام علماء رسم متفق ہیں۔ (اس کی تفصیلی بحث شعر ۲۶۰ میں گذر چکی) اس تاء پر کسائی وقف بالھاء کرتے ہیں اور باقین وقف بالتاء پر متفق ہیں۔

امام شاطبی حرز الامانی میں فرماتے ہیں۔

مَنَاءَةَ لِلْمَكِّيْ زِدِ الْهَمْزَ وَ احْفِلَا

وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (النجم)، تمام علماء رسم نے اس کی رسم کو تاء مدورہ سے ہی بتایا ہے اور نصیر نے بھی اس کی رسم کو علماء رسم سے تاء مدورہ ہی کے ساتھ نقل کر کے اس کی تائید فرمائی ہے۔ اس میں دو قراءات ہیں۔

(۱) مَنَآءَةَ، مکی کے لیے اس صورت میں یہ مد متصل ہو گی اور مکی کے لیے اس کے مذہب کے مطابق توسط ہو گا۔

(۲) باقین کے لیے وَمَنَاةَ بغیر ہمزہ کے ہے اور تمام قراء وقف بالھاء کرتے ہیں۔

وَمَنَاةَ کو بھی اس باب میں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی مگر حسب سابق ناظم علام نے اس میں بھی علامہ دانیؒ کی اتباع کرتے ہوئے اس باب میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے انعام سے یہاں رسم قرآن کا بیان مکمل ہوا۔

اختتامی اشعار

279/1 تَمَّتْ عَقِيْلَةُ اَتْرَابِ الْقَصَائِدِ فِيْ
اَسْنَى الْمَقَاصِدِ لِلرَّسْمِ الَّذِيْ بَهَرَا

ت: پورا ہو گیا (رسالہ بنام) "عقیلۃ اتراب القصائد فی اسنی المقاصد" جو اس رسم (قرآنی) میں ہے جو غالب ہو گئی ہے۔

ف: کتاب کے اختتام کی خبر دے رہے ہیں اور اس کا نام بتا رہے ہیں کہ اس کا نام عقیلۃ اتراب القصائد فی اسنی المقاصد ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ قصیدہ اپنے (ہم عمر یعنی) ہم مثل قصائد میں عمدہ اور نفیس رسم الخط کے اعلیٰ مقاصد کے بیان میں ہے۔

العقیلۃ، النفیسۃ یعنی عمدہ چیز، العقیلۃ من النساء شریف پردہ نشین عورت۔ العقیلۃ من الابل عمدہ قسم کے اونٹ۔ العقیلۃ من القوم سردار۔ العقیلۃ من کل شئی ہر چیز کا عمدہ حصہ، عقیلۃ البحر موتی جمع عقائل ہے۔

اَتْرَابٌ جمع تِرْبٌ ہم عمر، ہم جولی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے عُرُبًا اَتْرَابًا سہاگ والیاں ہم عمر۔
القصائد جمع ہے قصیدہ کی بمعنی مقصود، قصیدہ عمدہ اشعار کو بھی کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے شِعْرٌ قَصِیْدٌ عمدہ اور نفیس شعر۔

قصیدہ:

وہ نظم جس میں مطلع ہو اور اس کے اشعار کی تعداد سولہ سے زائد ہو اسے بھی قصیدہ کہا جاتا ہے۔
ناظم علیہ الرحمہ کے اور بھی قصائد ہیں جو بلاغت میں ہم مثل ہیں ان میں یہ سب سے عمدہ قصیدہ ہے یعنی جو خوبیاں اور کمالات اس کے اشعار میں خداداد صلاحیتوں سے رکھے گئے ہیں ان کو پوری طرح سے وہی انسان جان سکتا ہے جس نے "المقنع" کا مطالعہ کیا ہو، علامہ دانی کے متفرق مضامین کو یکجا و مرتب فرما کر ایک مجموعہ بنا دینا کوئی معمولی کام نہیں۔

اَسْنٰی، سَنِیَ سَنَاءً سے بلند مرتبہ ہونا، اعلیٰ ترین ہونا مَقَاصِدُ مَقْصَدٌ کی جمع ہے، اَسْنَی الْمَقَاصِدِ یعنی یہ قصیدہ اعلیٰ ترین مقاصد میں ہے۔
بَهَرَا، بَهْرًا غالب ہونا، فضیلت میں بڑھ جانا۔

نوٹ: چونکہ اس قصیدے کا ہر شعر راء پر ختم ہوتا ہے اس لیے اس کو قصیدہ "رائیہ" بھی کہتے ہیں، جس طرح "حرز الامانی" کا ہر شعر لام الف پر ختم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اسے قصیدہ "لامیہ" کہتے ہیں۔ علامہ شاطبیؒ کی ایک کتاب قصیدہ "دالیہ" بھی ہے جس کا ہر شعر دال پر ختم ہوتا ہے اس میں علامہ ابن عبد البر کی کتاب "التمہید" کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ علامہ موصوف کا ایک اور قصیدہ "ناظمۃ الزہر" جو عدد آیات کے فن سے متعلق ہے اس کے تمام شعر بھی راء پر ختم ہوتے ہیں۔

280/2 تِسْعُوْنَ مَعْ مِائَتَيْنِ مَعْ ثَمَانِيَةٍ
اَبْيَاتُهَا يَنْتَظِمْنَ الدُّرَّ وَالدِّرَرَا

ت: اس کے تمام اشعار دو سو اٹھانوے (۲۹۸) ہیں جو موتیوں اور قطرات بارش کو پروئے ہوئے ہیں۔

ف: اس شعر میں اشعار کی تعداد بیان فرمائی ہے کہ وہ تعداد میں دو سو اٹھانوے ہیں اور ان کی خوبی یہ بیان کی ہے کہ یہ اشعار موتیوں کی مانند منظوم ہیں، جیسا کہ کسی ہار میں موتی باہم منسلک اور پروئے ہوئے ہوتے ہیں ایسے ہی یہ اشعار بھی منسلک ہیں۔ الفاظ اور کلمات خوبی اور رونق میں موتی اور بارش کے قطرات کی مانند ہیں، ناظم نے اشعار کو ہار کے دھاگے سے اور الفاظ کو موتیوں اور بارش کے قطروں سے تشبیہ دی ہے۔

اَبْیَاتٌ، بَیْتٌ کی جمع معنی اشعار، اگر بَیْتٌ کی جمع بُیُوْتٌ ہو تو معنی گھر ہوتا ہے، قولہ اَلدُّرُ جمع دُرٌ، دال کے ضمہ سے معنی موتی، وَالدِّرَرَا جمع دِرٌ، دال کے کسرہ سے بمعنی بارش۔

281/3 وَمَا لَهَا غَيْرَ عَوْنِ اللّٰهِ فَاخِرَةً
وَحَمْدِهٖ اَبَدًا وَشُكْرِهٖ ذِكَرَا

ت: اور نہیں ہے اس قصیدہ کا کوئی مدد گار سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے، اسی پر قصیدہ کا فخر ہے اور نہیں بجز اللہ کی حمد اور متنوع شکر کے۔

ف: اس قصیدہ میں اگر کوئی چیز عظمت اور شان کے لائق ہے تو وہ صرف اور صرف اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی ہے اور یہ رب العلمین احکم الحاکمین کی بہت سی اقسام کی تعریفوں اور ہر طرح کے شکر پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے موصوف علامہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہوا اور اسی نے اس قصیدہ کو فخر کے لائق بنا دیا۔

قولہ فَاخِرَةً منصوب علی الحال من الضمیر المونث، قولہ ذِكَرَا شکر سے حال ہے اور ذِكْرٌ، ذِكَرًا کی جمع ہے۔ قولہ وَحَمْدِهٖ اس کی تعریف حمد، حمد کے لغوی معنی تعریف کرنا اور اصطلاح میں یہ معنی ہیں کہ بطریق تعظیم فعل اختیاری جمیل، ہر زبان سے تعریف کرنا، عام اس سے کہ نعمت کے مقابل میں ہو یا نہ ہو۔

مدح کی بھی یہی تعریف ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں اختیاری کی قید نہیں چنانچہ حمدت زیدا علی حلمه وکرمه کہہ سکتے ہیں لیکن حمدت زیدا علی حسنه نہیں کہہ سکتے البتہ مدحت زیدا علی حسنه کہہ سکتے ہیں اور شکر کا اطلاق ہر ایسے فعل پر کیا جا سکتا ہے جس سے اظہار تعظیم منعم بوجہ انعام قولاً و عملاً و اعتقاداً کسی طرح پر کیا جائے پس شکر مورد کے اعتبار سے حمد و مدح سے عام ہے اور متعلق کے لحاظ سے خاص ہے۔ اور مدح وحمد اس کے برعکس ہے اور مدح، حمد سے عام ہے مطلقاً یعنی ان دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

282/4 تَرْجُوْ بِاَرْجَاۗءِ رُحْمَاهُ وَنِعْمَتِهٖ
وَنَشْرِ اِفْضَالِهٖ وَجُوْدِهٖ وَزَرَا

ت: یہ (قصیدہ) اس کی رحمت اور اس کے انعام اور اس کے پھیلے ہوئے (لاتعداد) احسان اور اس کی سخاوت کی جوانب ہی میں ٹھکانے کی امید رکھتا ہے۔

ف: اصل میں بڑے لوگ بڑا کام کر کے بھی اس کو چھوٹا ہی کہتے ہیں خواہ وہ بڑا ہی خوبیوں والا کیوں نہ ہو اسی طرح اہل اللہ اپنے کمالات کو ہلکا اور ناقص تصور کرتے ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ان کی نظر رب العالمین کے کمالات پر ہوتی ہے اور اپنے اندر ان کو عیوب ہی عیوب دکھائی دیتے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت ناظم فرماتے ہیں کہ اس کی قبولیت کی اگر

کوئی وجہ ہو سکتی ہے تو وہ اللہ کی رحمت اور اس کے لاتعداد انعام اور بے شمار فضل ہی کے باعث صرف اور صرف ہو سکتی ہے۔

حقیقت میں کمال تو اسی بات میں ہے کہ اگر انسان میں کوئی خوبی ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کیا جائے کیونکہ خوبی کو اللہ تعالیٰ نے ہی بنایا ہے۔ اگر کوئی خامی یا کجی ہو تو اس کو انسان اپنی ذات سے منسوب کرے اور یہ اعلیٰ قسم کی بندگی ہے۔

قولہ اَرْجَآءِ یہ رِجَاءٌ مقصود کی جمع ہے جیسا کہ ملا علی قاری کی رائے ہے اور ممدود رَجَآءٌ کی بھی کیا گیا ہے اور معنی اس کے الجانب واطراف ہے، تَرْجُوْ کے متعلق ہو کر مضاف ہے۔

قولہ رُحْمًا بضم الراء بمعنی اَلرَّحْمَۃُ مضاف الیہ ہے۔ قولہ وَزَرًا ای الملجأ والمأوی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "کَلَّا لَا وَزَرَ" نیز یہ تَرْجُوْ کا مفعول ہے۔ قولہ نَشْرِ اِفْضَالِہٖ، نَشْر اور اِفْضَال دونوں مصدر ہیں اول باب نصر سے دوم باب افعال سے، نَشْر مَنْشُوْر کے معنی میں ہے اور یہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ ای اِفْضَالِہِ الْمَنْشُوْر

283/5 مَا شَانَ شَانٌ مَرَامِیَهَا مُسَدَّدَۃً
فِقْدَانَ نَاظِمِهَا فِیْ عَصْرِہٖ عَصَرَا

ت: اس نظم (قصیدے) کے زمانہ تالیف میں باوجود ناظم کے بے ٹھکانہ ہوتے ہوئے بھی اس کے تیروں (کلمات اور مسائل) پر کسی نے عیب نہیں لگایا۔

ف: یعنی اللہ کے فضل وکرم سے اس کے مضامین و مسائل الحمد للہ بالکل صحیح ہیں حضرت ناظم علیہ الرحمتہ اس قصیدے کی تالیف کے وقت والے حالات و واقعات کی جانب اشارہ فرما رہے ہیں۔

جب ناظم شروع میں مصر تشریف لائے تو وہاں اس دور کے علماء و قراء نے آپ کی تبحر علمی کو دیکھا تو حیراں ہو گئے، المعاصرہ کالمنافرہ کے تحت آپ سے حسد شروع کر دیا گیا اور یہ ہر ذی علم کے ساتھ ہوتا آیا ہے کیونکہ پتھر اسی درخت پر مارے جاتے ہیں جو پھل دار ہو وہ درخت جو پھل دار نہیں اس پر کسی نے کبھی پتھر نہیں مارے، خیر یہ زمانہ موصوف کے لیے بڑی سخت آزمائش کا دور تھا کوئی آپ کا معاون بھی نہیں تھا کوئی ساتھی نہیں تھا، ایسے نازک اور کٹھن حالات میں آپ نے اپنے قصیدہ کی تالیف فرمائی۔ عجب یہ تھا کہ حاسدین ناظم علام کا امتحان کرتے تھے، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس قصیدہ کے ناظم کو اپنے زمانہ میں کوئی ہمعصر نہ ملنا، بلکہ علماء و قراء کا ان کی طرف عدم توجہ کرنا قصیدے کے مسائل و الفاظ میں کوئی عیب پیدا نہیں کر سکا اور اللہ کے فضل اور خاص احسان کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچ

قولہ مَا شَانَ شَانُ- مَانافیہ، شان اول فعل، ماضی اَجْوَف یای، شَانَ یَشِیْنُ عَابَ کے معنی میں ہے۔ دوسرا شَانُ مہموز العین مصدر اصل میں شَأْنُ تھا ہمزہ ساکن ماقبل مفتوح، ہمزہ کو الف سے بدل دیا گیا ہے عظمت، بزرگی اور عمدہ حالت کے معنی میں ہے۔ فعل کا مفعول ہے اور مرامی کی طرف مضاف ہے۔

قولہ مَرَامِیْهَا مَرَامِیْ، مِرْمَاةٌ کی جمع ہے معنی تیر ہے، مراد اس سے مسائل کی صحت اور درستگی ہے۔ فِقْدَانَ یا فُقْدَانَ فا کے زیر اور پیش دونوں صحیح ہیں۔ اور ضرب سے بے ٹھکانہ ہونے کے معنی میں ہے۔ گم کر دینے اور کھو دینے کے معنی میں ہے۔ قولہ عَصْرِهٖ عَصْرِهٖ میں ضمیر کا مرجع ناظمؒ ہیں تصنیف کا زمانہ مراد ہے۔ عَصَرًا (جو دوسرا ہے) جائے پناہ، مرجع، اور ٹھکانہ کے معنی میں ہے اور یہ اس فِقْدَانَ کا مفعول ہے۔ اور شَانَ کا فاعل ہے۔

284/6 غَرِیْبَةٌ مَّالَهَا مِرْاٰةٌ مُّنَبِّهَةٌ
فَلَا یَلُمْ نَاظِرٌ مِّنْ بَدْرِهَا سَرَرًا

ت: یہ قصیدہ اجنبی (راہ گیر اور مسافر) ہے اس کے لیے تنبیہہ (مصلح) کرنے والا آئینہ نہیں ہے لہٰذا اس چودھویں کے چاند میں داغ دیکھنے والا ملامت نہ کرے۔

ف: موصوف علامہؒ نے اپنا عذر بیان کیا ہے یعنی یہ قصیدہ بالکل اجنبی اور مسافر کی مانند ہے تالیف کے وقت کوئی مصلح اس کے مضامین کی اصلاح کرنے والا نہیں تھا اور نہ ہی کوئی اس کے عیوب پر تنبیہہ کرنے والا تھا۔ ناظم خود نابینا تھے ظاہر ہے کہ ان کو مطالعہ کروانے والا ہونا چاہئے تھا مگر نہ کوئی مطالعہ کروانے والا تھا نہ کوئی کتاب سنانے والا تھا نہ ہی کوئی ایسا معین و مددگار تھا کہ ناظم اس کو لکھواتے تو وہ لکھتا، صرف اپنے حفظ پر اعتماد کیا ہے اور اصل اعتماد تو علامہ دانیؒ کی "المقنع" پر کیا ہے اور اسی کے مضامین کو نظم کیا ہے اس وجہ سے فرما رہے ہیں کہ اگر مضامین میں کوئی کمی یا نقص نظر آئے تو اسے درست کر دیں اور چشم پوشی سے کام لیں۔ بلکہ ہر ذی علم کی شان یہ ہے کہ اپنے ذہن میں درج ذیل فرمان نبوی مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَاءِ وَالْاٰخِرَةِ رکھے تو پھر کسی کے عیوب و نقائص کو عیوب و نقائص کہہ کر نشر نہیں کرے گا بلکہ اصلاح کرے گا یا عمدہ توجیہ کرے گا۔ عیوب سے کوئی پاک نہیں صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہی ہر قسم کے عیوب سے بالکلیہ پاک ہے۔

موصوف نے بات واضح کرنے اور سمجھانے کے لیے ایک عام فہم مثال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ عورت جس کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار ہوتے ہیں اس کو زیب و زینت نیز بناؤ سنگھار کرنے کے لیے آئینہ دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ اس کی رشتہ دار عورتیں خود ہی اس کا بناؤ سنگھار کر دیتی ہیں اور وہ عورت جس کے عزیز و اقارب نہ ہوں تو

وہ آئینہ کی محتاج ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے کلام عرب میں محاورہ مستعمل ہے کہ جس کا کوئی معین و مددگار نہ ہو تو کہا جاتا ہے مَالَهَا مِرْآةٌ مُنَبِّهَةٌ۔

قولہ سَرَرًا چھائیں اور سیاہی کو کہتے ہیں جو چہرہ پر پڑ جاتی ہیں اسی طرح چاند میں بھی ایک داغ سا ہوتا ہے۔ کسی چیز کے کٹھاؤ کو بھی کہتے ہیں یعنی مہینے کے آخری ایام میں اور اس کی آخری تاریخوں میں چاند کے کٹھاؤ اور چھپ جانے کو بھی سَرَرٌ کہتے ہیں۔ مفہوم دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔

قولہ بَدْرِهَا' البدر' ماہ کامل' چودھویں رات کا چاند' جمع بدور ہے۔ القمر چاند تین رات کے بعد آخر ماہ تک قمر کہتے ہیں اور اس سے پہلے کو ہلال کہتے ہیں۔ قمر کی جمع اقمار ہے۔ القمران سے سورج اور چاند مراد ہوتے ہیں۔

مِرْآةٌ میم کے کسرہ سے آئینہ اور میم کے فتحہ سے عورت مراد ہے قولہ فَلَا يَلُمْ' ملامت نہ کر' لَامَ يَلُوْمُ سے مضارع کا صیغہ ہے لا ناہیہ کی وجہ سے آخر کو جزم دے دی گئی ہے اور واؤ اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہو گئی ہے۔

285/7 فَقِيْرَةٌ حِيْنَ لَمْ تُغْنِيْ مُطَالَعَةً
اِلٰى طَلَائِعَ لِلْاِغْضَاءِ مُعْتَذِرَا

ت: (یہ قصیدہ) چشم پوشی کے لشکروں کا محتاج ہے' اس حال میں کہ یہ عذر کو قبول کرنے والے ہوں' کیونکہ یہ (قصیدہ) مطالعہ کتب کے ذریعہ مستغنی نہیں کیا گیا۔

ف: جیسا کہ سابقہ شعر میں یہ بات اچھی طرح معلوم ہو چکی ہے کہ غریب الوطنی مسافری اور نابینائی کی عجیب سی کیفیت میں یہ قصیدہ مرتب کیا گیا ہے نہ کتب کا ذخیرہ' نہ کوئی معین و مددگار' نہ مطالعہ کروانے والا لہٰذا عذر معقول ہے۔ اَلْعُذْرُ مَقْبُوْلٌ عِنْدَ كِرَامِ النَّاسِ' مقولہ مشہور ہے۔

ان حالات میں چشم پوشی سے ہی کام لینا چاہئے اگر کوئی عیب دیکھیں تو حضرت علامہؒ کو معذور سمجھ کر عیوب کو درست کر دیں اور ان کی علمی قابلیت پر اچھا گمان کریں۔ اور شریعت محمدیہ کی تعلیمات بھی یہی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم' حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ (رواہ ابوداؤد واحمد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا گمان رکھنا عبادت کی خوبیوں میں سے ہے (اس کو ابو داؤد اور احمد نے روایت کیا ہے)

قولہ فَقِيْرَةٌ خبر مبتداء محذوف هِيَ کی ہے۔ حِيْنَ فَقِيْرَةٌ کا ظرف ہے۔ اِلٰى طَلَائِعَ بھی اسی کے متعلق ہے۔ مُطَالَعَةً منصوب بنزع الخافض ہے۔ لَمْ تُغْنِيْ میں الف کا اثبات ضرورت شعری کی بنا پر ہے اور یہ وہ لغت ہے جس پر معتل لام میں بھی جزم تقدیر کا آتا ہے۔

طَلَائِعَ، طَلِیْعَۃٌ کی جمع بمعنی لشکر- لِلْاَغْضَاءِ طَلَائِعَ کے متعلق ہے بمعنی چشم پوشی- مُعْتَذِرًا، طَلَائِعَ سے حال ہے- بعض نے اَغْضَاءِ سے حال بیان کیا ہے جو صفت بحال متعلقیہ کے طور پر ہے کیونکہ اغضاء والے حضرات عذر قبول کرتے ہیں نہ کہ خود اغضاء- اللہ اعلم وعلمہ اتم-

286/8 كَالْوَصْلِ بَيْنَ صِلَاتِ الْمُحْسِنِيْنَ بِهَا
ظَنًّا وَ كَالْهَجْرِ بَيْنَ الْمُهْجِرِيْنَ سَرَا

ت: (یہ قصیدہ) ان (حضرات) کے احسانات کے درمیان تو (محبوب) کے ملاپ کی مانند ہے جو اس سے عمدہ گمان رکھنے والے ہیں اور ان (حضرات) کے درمیان جدائی (فحش کلام) کی مانند ہے جو جاری ہونے کے اعتبار سے (یعنی کلام میں) فضول گوئی کرنے والے ہیں-

ف: یعنی جو لوگ حضرت علامہ اور ان کی تصانیف اور قرآن و حدیث سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور ان کی عادت یہ ہے کہ وہ ہر چیز کے ساتھ نیک اور عمدہ گمان ہی رکھتے ہیں تو وہ اس کو محبوب کے ملاپ کی مانند ہی پسند کریں گے- اور جن کی عادت رزیلہ یہ ہے کہ ہر مضمون کو فضول اور بے ہودہ کلام تصور کرتے ہیں ان کو یہ قصیدہ محبوب کی جدائی کی طرح تکلیف دہ اور ناگوار نظر آئے گا- خلاصہ یہ ہوا کہ اس قصیدہ کو نیک گمان سے اور قدر کی نظر سے دیکھو تعصب اور حسد کی عینک اتار کر مطالعہ کرو تو انشاء اللہ فائدہ ہو گا-

بے قدری اور بد گمانی سے بچو ارشاد نبویؐ ہے عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال وَاِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثُ (رواہ البخاری) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بد گمانی سے بچتے رہو بد گمانی بڑی جھوٹی بات ہے- اسی حدیث میں آپؐ آگے فرماتے ہیں- وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَ كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمُ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ- اور نہ تم کسی کی عیب جوئی کے پیچھے پڑو اور نہ تم منافست یعنی باہم فخر کرو اور نہ کسی سے حسد اور زوائل نعمت کی آرزو کرو اور نہ کسی سے بغض اور کینہ رکھو اور نہ کسی سے قطع تعلق کرو اور نہ سلام کلام چھوڑو- اے اللہ کے بندو تم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو جیسا کہ اس نے تم کو حکم دیا ہے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے-" اگر انسان اس فرمان پر عمل کرے تو کسی کا کوئی عیب اس کی نظر میں عیب نہیں رہے گا-

كَالْوَصْلِ مبتدا محذوف ھِیَ کی خبر ہے- صِلَاتِ صِلَۃٌ کی جمع ہے جو العطیۃ اور الاحسان کے معنی میں ہے- بِهَا، الْمُحْسِنِيْنَ کے متعلق ہے، اور ظَنًّا اسی کا مفعول ہے- هَجْر بفتح الھاء جدائی کے معنی میں ہے اور

بضم الہاء فحش کلام کے معنی میں ہے یہاں چونکہ وصل کے مقابل میں ہے لہٰذا بفتح الہاء بہتر ہے۔
اَلْمُهْجِرِيْنَ، هُجْر سے ہے بیہودہ اور فحش کلام کرنے والا، سُرَای۔ سَرَا يَسْرِي کا مصدر ہے اور یہاں یہ تمیز ہے معنی پوشیدہ۔

287/9 مَنْ عَابَ عَيْبًا لَهٗ عُذْرٌ فَلَا وَزَرًا
يُنْجِيْهِ مِنْ غَرَمَاتِ اللَّوْمِ مُتَّئِرًا

ت: جس نے اس (آدمی) پر عیب لگایا جس کے لیے (کوئی) عذر ہو تو کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جو اس کو ملامت کی مشقتوں سے بچالے حالانکہ وہ بدلہ لینے والا ہو۔

ف: یعنی عذر پیش کر دینے کے بعد بھی اگر کوئی ملامت کرے یا اعتراضات کرے تو وہ خود ہی غلط اور سزاوار سمجھا جائے گا کیونکہ جب عذر پیش کر دیا تو پھر کسی کو خواہ مخواہ پریشان کرنا عقلمندی نہیں اور پھر ایسے شخص کو کوئی معاف نہیں کرتا اور جو کسی کے لیے خوامخواہ پریشانی کا باعث بنے وہ خود ہی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے جیسے کہ عربی کا مشہور مقولہ ہے مَنْ حَفَرَ بِئْرًا لِاَخِيْهِ وَقَعَ فِيْهِ، جو اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودے وہ خود اس میں گرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے بھائی کے لیے اچھا گمان کرنا چاہئے بدگمانی کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ (الحدیث) بروایت ابوھریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گمان، اٹکل اور بے بنیاد قیاس آرائیوں سے بچو اس لیے کہ گمان بڑا جھوٹ ہے۔

شریعت نے تو یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک پورا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ یعنی اگر وہ اپنے لیے یہ پسند کرتا ہے کہ ہر شخص اس کی عزت کرے تو وہ دوسروں کے لیے بھی یہ پسند کرے کہ اس کے علم و فضل کی وجہ سے اس کی عزت کی جائے۔ اور اسی میں خیر و برکت ہے۔ بہرحال عذر پیش کر دینے کے بعد ملامت کرنا اچھی بات نہیں بلکہ ناانصافی ہے جس کو کوئی بھی اچھا نہیں کہتا۔

مَنْ شرطیہ، عَيْبًا مفعول بہ، فَلَا وَزَرًا جواب الشرط۔ مُتَّئِرًا اسم فاعل اصل میں مُثْتَئِرًا تھا ثا کا تا میں ادغام کر دیا گیا ہے۔ يُنْجِيْ کے فاعل سے حال ہے اس کا مادہ ثَارٌ ہے جو خون کا بدلہ لینے کے معنی میں ہے۔ غَرَمَاتِ جمع ہے غَرَامَةٌ کی جس کے معنی تکلیف اور مشقت کے ہیں۔

288/10 وَاِنَّمَا هِيَ اَعْمَالٌ بِنِيَّتِهَا
خُذْمَا صَفَا وَاحْتَمِلْ بِالْعَفْوِ مَا كَدَرَا

ت: اور یہ (نظم تو) صرف (ایسے) اعمال ہیں جو (اجر کے لحاظ سے) اپنی نیت کے مطابق ہیں (جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کہ عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے) جیسی نیت ہوتی ہے ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔ اور جو مسائل صاف و صحیح ہوں انہیں لے لو (پکڑ لو)۔ اور جو ناصاف و پراگندہ اور غلط ہوں انہیں عادت عفوو درگزر سے برداشت کرلو۔

ت: یعنی اس قصیدہ میں جو مسائل و مضامین بیان کئے گئے ہیں وہ تو صرف اہل علم کے نفع کے لیے ہیں اور اللہ کو راضی کرنے کے لیے' آخرت کو سنوارنے کے لیے ہیں اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچانے کے واسطے اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب حاصل کرنے کے لیے ہیں' اور جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کام کیا جائے اللہ تعالیٰ کے یہاں قیمت بھی اسی کام کی ہوتی ہے۔ حضرت شاطبی علیہ الرحمہ کے اخلاص کی برکت ہی ہے کہ ان کی کتب دنیا کے اکثر مدارس میں داخل نصاب ہیں اور اسی طرح پڑھنے' پڑھانے والے جو بھی ہوں ان کو چاہیے کہ اپنی نیت کو اسی طرح خالص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والی بنائیں گے تو انشاء اللہ فائدہ ہو گا۔ دنیا بھی مل جائے گی اور آخرت بھی' اگر دنیا کو راضی کرنے کے لیے عمل کیا گیا تو دنیا تو شائد مل جائے مگر آخرت کے اجر و ثواب سے محروم رہ جائے گا۔

شریعت نے اخلاص ہی کو کامیابی کا اصول گردانا ہے۔ اگر اخلاص ہے تو نیکی مقبول ہے بصورت دیگر غیر مقبول۔ اخلاص والوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے۔ بیہقی میں روایت ہے۔
طُوْبٰى لِلْمُخْلِصِيْنَ اُولٰٓئِكَ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى وَتَنْجَلِيْ عَنْهُمْ كُلُّ فِتْنَةٍ ظَلْمَاءِ مبارک اور خوشخبری ہو اخلاص والوں کے لیے جو ہدایت کے چراغ ہیں ان ہی کے ذریعہ تمام سیاہ فتنے دور ہو جاتے ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ اوصنی قال اخلص دینک یکفل العمل القلیل (الحاکم' الترغیب) اے اللہ کے رسول مجھے کچھ وصیت فرمائیے آپ ﷺ نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو تھوڑا کام بھی تم کو کافی ہو گا۔ (یعنی اخلاص کے ساتھ چھوٹا کام بھی بڑا ہے اور بغیر اخلاص کے بڑا کام بھی بے فائدہ ہے)

ایسے ہی الترغیب اور بیہقی میں روایت ہے من صام یرای فقد اشرک جس نے دکھانے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا' ومن صلی یرای فقد اشرک جس نے دکھانے کے لیے نماز پڑھی اس نے شرک کیا' ومن تصدق یرای فقد اشرک اور جس نے دکھانے کے لیے صدقہ و خیرات کیا اس نے شرک کیا۔ ان احادیث سے یہ

بات واضح ہو گئی کہ جس نے اخلاص کے ساتھ عمل کیا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہے اور جس نے اخلاص کو ترک کر دیا وہ دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد ہو گا۔

علامہ شاطبی علیہ الرحمۃ یہی بات فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص کے ساتھ کام کیا ہے مخالفت برائے مخالفت چھوڑ کر جو اچھی چیز ہے اسے لے لو اور جو پسند نہیں اسے ترک کر دو۔ اگر ان میں کوئی بات درست نہ ہو تو عفو سے کام لے اور عربی کا یہ مقولہ ذہن نشین رہے "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" انسان غلطی اور بھول سے بنا ہوا ہے اور حدیث ہے نسی ادم ونسی ذریتہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے اور ان کی ذریت و اولاد بھی بھول گئی۔ اگر یہ بات ذہن نشین رہے تو کوئی کسی کی مخالفت نہیں کرے گا۔

289/11 اِنْ لَّا تُقَذِّیْ فَلَا تُقْذِیْ مَشَارِبَهَا
لَا تَنْزِرَنَّ نَزُوْرًا اَوْتَرٰی غُزُرًا

ت: اگر تم اس کے گھاٹوں سے تنکا نکالتے نہیں تو (پھر کم از کم) تنکا تو نہ ڈالو۔ تم کمزور اور کم دودھ دینے والے جانور کو کمتر اور حقیر نہ جانو جب تک زیادہ دودھ دینے والے کو نہ حاصل کر لو۔

ف: یعنی اگر تم اصلاح کرنا نہیں جانتے تو پھر کم از کم اعتراض کرنے سے تو منہ بند رکھو اگر تمہارے پاس نہایت اعلیٰ اور عمدہ چیز نہیں ہے تو ہلکی چیز سے گزارا کرو اور اسے غنیمت جانو عقلمندی اسی کا نام ہے بہرحال یہ ناظم کا عجز و انکسار ہے حالانکہ یہ مجموعہ انتہائی علمی اور معلومات وافرہ کا مخزن ہے۔ علم رسم میں اہم مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ پوری دنیا کے علماء اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

شعر کا مطلب بالکل واضح ہے اِنْ شرطیہ ہے لَا نافیہ ہے' لَا تُقَذِّیْ مضارع باب تفعیل سے اور اس کی خاصیت سلب ماخذ ہے۔ قَذَاۃٌ آنکھ میں گرنے والے کنکر کو کہتے ہیں لیکن یہاں تنکا نکالنے کے معنی میں ہے۔ فَلَا تُقْذِیْ باب افعال سے ہے جو تنکا ڈالنے کے معنی میں ہے۔ مَشَارِبَ جواب شرط جمع مَشْرَبٌ کی ہے جس کے معانی گھاٹ کے ہیں۔

لَا تَنْزِرَنَّ باب نصر سے ہے لَا تحقرن حقیر جاننے کے معنی میں ہے۔ نَزُوْرًا ای القلیلۃ اللبن باب کرم سے کم دودھ دینے والے جانور، غُزُرًا جمع غَزِیْرَۃٌ بمعنی کثیرۃ اللبن یعنی بہت دودھ والے کو کہتے ہیں۔ اَوْ اِلٰی اَنْ کے معنی میں ہے۔

290/12 وَاللّٰهُ اَكْرَمُ مَاْمُوْلٍ وَّمُعْتَمَدٍ
وَمُسْتَغَاثٍ بِهٖ فِیْ كُلِّ مَاحُذِرَا

ت: اور اللہ تعالیٰ ان سب سے بہتر ہے جو امید اور اعتماد کے قابل ہیں اور اسی سے ان تمام چیزوں میں (خوف والی) فریاد

کی جاتی ہے۔

ف: یعنی تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے اور ہر طرح کی امیدیں اسی سے رکھنی چاہئے۔ قرآن میں بھی آیا ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ یعنی جو اللہ پر بھروسا کرے گا اللہ اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ، اور کام یا لڑائی میں ان سے مشورہ لے لو پھر جب پکا ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے پیار کرتا ہے ایک اور آیت میں فرمایا گیا وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ، اور اس زندہ رہنے والے پر بھروسہ کر جس کو فنا نہیں ہے۔ یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کو ہر حال میں اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہئے۔ توکل کی تعلیم مسلمانوں کو اس لیے دی گئی ہے کہ وہ زندگی کے ہر مشکل و آسان مرحلے میں پریشان یا اضطراب کا شکار نہ ہوں بلکہ ہر مشکل وقت میں اپنے معاملات کو اللہ کے ہی سپرد کرے۔

وَاللّٰهُ مبتدا، اَكْرَمُ مَاْمُوْلٍ اس کی خبر، وَمُعْتَمَدٍ کا عطف مَاْمُوْلٍ پر ہے۔ وَمُسْتَغَاثٍ مبتدا کی خبر ہے۔ بہ اور فِيْ كُلٍّ دونوں جار مجرور مُسْتَغَاثٍ کے متعلق ہیں۔

291/13 يَا مَلْجَاَ الْفُقَرَا وَالْاَغْنِيَاءِ وَمَنْ
اَلْطَافُهٗ تَكْشِفُ الْاَسْوَاءَ وَالضَّرَرَا

ت: اے امیروں اور فقیروں کی جائے پناہ اور اے وہ ذات جس کے الطاف و مہربانیاں تکالیف اور نقصانات کو دور کر دیتی ہیں۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ ہی ایسی ذات ہے جو محتاجوں اور دولت مندوں ہر دو طرح کے لوگوں کا ٹھکانہ ہے اس کے سوا اور کوئی ٹھکانہ نہیں اس کو ہر حال میں پکارنا چاہئے جیسا کہ رب العالمین کا ارشاد ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ۔ اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھ کو پکارو تاکہ میں تمہاری پکار پر پہنچوں بے شک جو لوگ تکبر کرتے ہیں اب میری بندگی سے، وہ ذلیل کر کے دوزخ میں داخل کئے جائیں گے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ اللہ ہی ہے جو بے قرار کی بے قراری کے وقت دعا سنتا اور قبول کرتا ہے اور بے بس کی بے کسی کو اور سختی و مصیبت کو دور فرماتا ہے۔

ترمذی میں روایت ہے مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ، جو اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے

لَا تَسْئَلَنَّ بَنِيْ اٰدَمَ حَاجَتَهٗ وَاسْئَلِ الَّذِيْ اَبْوَابُهٗ لَا تَحْجَبُ
اَللّٰهُ يَغْضَبُ اِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهٗ وَابْنُ اٰدَمَ حِيْنَ يُسْئَلُ يَغْضَبُ

یعنی کسی انسان سے اپنی حاجت مت مانگو اس سے مانگو جس کے کرم و سخاوت کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں کبھی بند نہیں ہوتے۔ مخلوق اور خالق میں یہی فرق ہے اگر خالق سے مانگنا چھوڑ دو گے تو وہ ناخوش ہو گا اور مخلوق سے مانگو گے تو وہ ناراض ہو گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام حاجتیں اللہ تبارک تعالیٰ ہی سے مانگی جانی چاہیں۔ وہ ضرورت چھوٹی ہو یا بڑی جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے:

يَسْئَلُ اَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْئَلَ شِسْعَ نَعَالِهٖ اِذَا انْقَطَعَ (الترمذی)، اپنے رب سے ہر چیز مانگو حتی کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگو۔

آئندہ شعر میں رب العالمین، احکم الحاکمین، احسن الخالقین کی صفات کا بیان ہے۔

292/14 اَنْتَ الْكَرِيْمُ وَغَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَمَنْ
يَرْجُوْ سِوَاكَ فَقَدْ اَوْدٰى وَقَدْ خَسِرَا

ت: آپ ہی احسان کرنے والے اور بہت زیادہ گناہوں کے بخشنے والے ہیں اور جو آپ کے علاوہ کسی اور سے امید رکھے وہ خائب و خاسر ہے۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق پر احسان و انعام فرمانے والے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بہت احسان کرنے والے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غفار الذنوب نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی اے ایمان والو تم سب اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور توبہ کر لو تاکہ تم نجات پا لو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ میں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا بھی ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے درد ناک ہیں۔ تیسری جگہ ارشاد ہے قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے اے میرے گناہ گار بندو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اور جو اللہ کے علاوہ کسی اور سے امید رکھتے ہیں ان کے لیے فرمان الٰہی ہے وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ، جن کو تم اللہ کے سواء پکارتے ہو وہ کھجور کے ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

اَوْدٰی کا معنی ہلاک ہو گیا۔

293/15 هَبْ لِیْ بِجُوْدِكَ مَا يُرْضِيْكَ مُتَّبِعًا
وَمِنْكَ مُتَّبِغًا وَفِيْكَ مُصْطَبِرًا

ت: اے اللہ اپنے جود و کرم سے مجھے وہ چیزیں عطاء فرما جو آپ کو (مجھ سے) راضی کر دیں حالانکہ میں (آپ کے) فرامین پر چلنے والا اور آپ ہی سے آپ کی رضا کا طالب ہوں اور آپ کی رضا میں صبر کرنے والا ہوں۔

ف: حضرت علامہ نے بڑے جامع مانع الفاظ میں دعا کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اس کے ساتھ گہرا تعلق قائم کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شعر کے مصرعہ اولی میں حدیث شریف میں وارد اس دعا کی جانب اشارہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلِ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَمَالِيْ وَاَهْلِيْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ سے محبت کرنے والے کی محبت کا اور ایسے عمل کا جو پہنچا دے مجھ کو آپ کی محبت تک' اے اللہ کر دے اپنی محبت بہت محبوب میری طرف میری جان اور میرے مال اور میرے اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی سے۔

مصرعہ ثانی میں فرمایا کہ آپ کی رضا میں صبر کرنے والا ہوں اللہ کی رضا پر صبر کرنا بہت بڑا عمل ہے ارشاد ربانی ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ' اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مُتَّبِعًا' مُبْتَغِيًا اور مُصْطَبِرًا تینوں اسم فاعل کے صیغے ہیں اور یاء متکلم لی سے حال ہے۔

294/16 وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مَنْشُوْرًا بَشَائِرُهٗ
مُبَارَكًا اَوَّلًا وَدَائِمًا اٰخِرًا

ت: ہر طرح کی تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اس (تعریف) کی خوشخبریاں مشہور (پھیلی ہوئی) ہیں اس حال میں کہ وہ (تعریف) اول دنیا میں بابرکت ہے اور انجام (یعنی آخرت) میں دائمی ہے۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے سے دنیا میں ہر طرح کی برکات حاصل ہوتی ہیں اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ہی اجر و ثواب ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کے ہر روز سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہنے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ترمذی میں ہے ایک مرتبہ کہنے سے سو نیکیاں اور سو مرتبہ کہنے سے ہزار نیکی لکھی جاتی ہے۔ اسی طرح مزید ترمذی میں ہے سبحان اللہ آدھی ترازو ہے اور الحمد للہ ترازو بھر کر ثواب ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے عورتوں کے واسطے فرمایا تم انگلیوں پر

سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ الملک القدوس کثرت سے پڑھا کرو کیونکہ قیامت کے دن یہ کلمات گواہی دیں گے۔

الترغیب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میرا گذر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو عرش الہی کے نور میں پوشیدہ تھا میں نے کہا یہ کون ہے آیا یہ کوئی فرشتہ ہے جواب دیا گیا نہیں میں نے کہا کیا کوئی نبی ہے کہا گیا نہیں میں نے کہا پھر کون شخص ہے تو کہا گیا یہ ایک ایسا شخص ہے جس کی زبان دنیا میں ذکر الہی سے تر و تازہ رہتی تھی اور اس کا دل مسجدوں کے ساتھ معلق رہتا تھا اور اس نے اپنے ماں باپ کو نہ کبھی گالی دی اور نہ برا بھلا کہا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر الہی اور حمد الہی کرنے والے عرش الہی کے نور میں ہوں گے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا یعنی اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرتے رہو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔

احمد و ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے افضلہ لسان ذاکر و قلب شاکر سب سے بہتر مال ذکر الہی کرنے والی زبان اور شکر ادا کرنے والا دل ہے۔ اور دلوں کو سکون اور اطمینان ذکر الہی سے حاصل ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ صرف ذکر الہی سے دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ ان آیات اور احادیث کے علاوہ بھی بہت سی آیات اور احادیث اس ضمن میں وارد ہوئی ہیں اختصار کی وجہ سے یہ چند احادیث اور آیات بیان کی گئی ہیں۔

بَشَائِرُ، بَشَارَۃٌ بکسر الباء کی جمع ہے اور یہ مَنْشُوْرًا کا فاعل ہے جو ثابت کی ضمیر سے حال ہے جو حمد کے لیے ہے۔ مُبَارَکًا اور دَائِمًا بھی اسی سے حال ہیں اور اَوَّلًا اور اٰخِرًا انہی دونوں صیغوں کے مفعول فیہ ہیں۔ اٰخِرًا اٰخِیْرَۃٌ کی جمع ہے۔

295/17 ثُمَّ الصَّلَاۃُ عَلَی الْمُخْتَارِ سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ عَلَمِ الْھَادِیْنَ وَالسُّفَرَا

ت: پھر (حمد کے بعد) رحمت کاملہ نازل ہو پسندیدہ ذات ہمارے سردار محمد (ﷺ) پر جو امام ہیں اور پیشوا ہیں تمام انبیاء کے۔

ف: اس میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا گیا ہے درود بھیجنے کے بڑے فضائل ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس کا حکم دیا ہے، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا یعنی اے ایمان والوں تم ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سے سلام بھیجتے رہا کرو۔ اس میں ہر مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے۔ احادیث میں اس کے بہت فضائل ہیں مثلاً ارشاد نبوی ﷺ ہے مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم) جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔
نسائی میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور دس درجے بلند کئے جائیں گے۔ بے شمار احادیث درود پڑھنے سے متعلق کتب احادیث میں وارد ہوئی ہیں مگر اختصار کے پیش نظر دو احادیث ہی تحریر کی گئی۔ اب مزید احادیث درود لکھنے کی نقل کی جاتی ہیں۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صلی علی فی کتاب لم تنزل الملئکہ تستغفر لہ مادام اسمی فی ذلک الکتاب (شرف اصحاب الحدیث) یعنی آپ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر کتاب میں درود لکھے تو جب تک میرا نام اس میں رہے گا فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر محدثین کو صرف یہی فائدہ ہوتا تو بھی بہت تھا کہ جب تک ان کی کتب میں درود شریف ہے اللہ کی رحمتیں ان پر اترتی رہیں گے۔ محمد بن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اباجان اللہ تعالیٰ نے بعد از وفات آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا مجھے بخش دیا میں نے دریافت کیا کہ کس عمل پر جواب دیا کہ صرف اس عمل پر کہ میں ہر حدیث میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھا کرتا تھا۔

اس طرح بے شمار احادیث ہیں اختصار کے باعث انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت ناظم نے انہی احادیث پر عمل کرتے ہوئے درود لکھا ہے مزید حضرت فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان کے درمیان دعا ٹھہری رہتی ہے آسمان کی جانب چڑھتی نہیں یہاں تک کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجو۔ اسی لیے متاخرین آئمہ کا یہ عمل تھا کہ شروع کتاب میں حمد کے بعد درود اور کتاب کے آخر میں بھی حمد کے بعد درود لکھتے تھے اور اسی پر موصوف علامہ نے بھی عمل کیا ہے۔

قولہ عَلَم پیشواء، قولہ السُّفَرَآء جمع سَفِیْر یعنی انبیاء۔

296/18 تَنَدّٰى عَبِيْرًا وَمِسْكًا سُحْبُهَا دِيَمًا
تُمَنّٰى بِهَا لِلْمُنٰى غَايَاتُهَا شُكْرًا

ت: وہ درود کہ جس کے بادل عنبر اور مشک کی جھڑی برسائیں اور جس سے آرزو مندوں کی انتہائی آرزو پوری کر دی جائے ایسی حالت میں کہ آرزو مند مشکور ہوں جس سے کہ انہیں قناعت ہو جائے۔

ف: سبحان اللہ علامہ نے کس قدر خوبصورت کلام تحریر کیا ہے۔ نظم میں خوب تشبیہات مجازات اور استعارات سے کام لیا ہے حقیقت یہ ہے کہ علامہ شاطبی جہاں قراء ات، رسم عثمانی اور عدد الآیات کے امام ہیں۔ وہاں ادب، لغت، نحو و صرف معانی اور بدائع کے بھی بہت بڑے امام ہیں ان کے کلام کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو نحو و صرف، معانی بدیع ادب

ولغت میں ماہر ہو گا۔ سطحی علمیت والے کے بس کی بات نہیں جیسا کہ علامہ کے کلام سے ظاہر ہے۔ رحمۃ اللہ تعالی علیہ رحمۃ واسعۃ

قولہ تَنْدٰی، نَدٰی سے مشتق، ناقص یائی ہے تری اور بارش کے معنی میں ہے۔ سُحُبًا فاعل ہے سُحُبُھَا جمع سَحَابٌ بمعنی بادل۔ عَبِیْرًا وَمِسْکًا مفعول ہے۔ عَبِیْرًا عنبر اور مِسْکًا مشک کو کہتے ہیں جو خوشبو کی اقسام ہیں۔ دِیَمًا، دِیْمَۃٌ کی جمع ہے جھڑی یعنی پے در پے برسنے والی بارش، سُحُبٌ سے حال ہے۔ تُمْنٰی ای تُقْضٰی اور لِلْمُنٰی کی تقدیر لِذَوِی الْمُنٰی ہے، مُنٰی مُنْیَۃٌ کی جمع ہے بمعنی آرزو، امید۔ غَایَاتُھَا، تُمْنٰی کا فاعل ہے ضمیر مُنٰی کی طرف راجع ہے۔ شُکْرًا، شَکُوْرٌ کی جمع ہے اور یہ ذَوِی الْمُنٰی سے حال ہے۔

297/19 وَ تَنْثَنِیْ فَتَعُمُّ الْاٰلَ وَالشِّیَعَ الْ مُھَاجِرِیْنَ وَمَنْ اٰوٰی وَمَنْ نَصَرَا

ف: اور وہ لوٹیں (رحمت کاملہ یا بادل) اور گھیر لیں اولاد کو متبعین یعنی مہاجرین اور جگہ دینے والے اور مدد کرنے والے یعنی انصار کو۔

ف: اس شعر میں رحمت بھیجی ہے اولاد رسول ﷺ پر اور آپ کے صحابہ (مہاجرین و انصار) پر یہ وہ عظیم لوگ تھے جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تعریف کی ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور جن لوگوں نے امداد کی یہی لوگ سچے ایمان دار ہیں ان کے لیے مغفرت اور رزق کریم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ اور پہلے مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے ایمان کی طرف اور احسان نیکی میں اس کے تابعدار اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت تیار کی ہے جس کے نیچے نہریں چلتی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اور بھی بہت سی آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف اور ان کا مقام بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ بہت سی احادیث میں صحابہ کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔

(ا) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو نازیبا باتیں مت کہو تم

میں اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو ان کے ایک مد یا آدھے مد (ایک چھوٹے وزن کا نام) صدقہ کے برابر بھی ثواب نہ پا سکے گا (متفق علیہ)

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَآنِیْ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا (ترمذی)

(۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برائی سے یاد کرتے ہوں تو کہو تمہارے اس شر پر اللہ کی لعنت ہو (ترمذی)

اب جب قرآن و حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے فضائل و مناقب ہوں تو پھر کیوں نہ ہر آدمی ان پر رحمت کی دعا کرے ان کے لیے دعا کرنا انسان کے اپنے فائدہ میں ہے اس لیے اکثر مصنفین اپنی کتب میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول ﷺ پر درود کے بعد صحابہ پر رحمت کی دعا ضرور کرتے ہیں۔ یہ عمل صرف اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی خاطر ہوتا ہے اسی لیے علامہ موصوف نے حمد و درود کے بعد صحابہ پر رحمت کے نزول کی دعا کی ہے۔

قولہ تَنْثَنِیْ کا اشتقاق ثَنٰی ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں ضمیر رحمت کی طرف سب کی طرف فَتَعُمُّ بمعنی گھیر لیں، وَالشِّیَعَ شِیْعَةٌ کی جمع بمعنی اتباع کرنے والے۔

298/20 تُضَاحِکُ الزَّهْرَ مَسْرُوْرًا اَسِرَّتُهَا
مُعَرِّفًا عَرْفُهَا الْاٰصَالَ وَالْبُکَرَا

ت: وہ رحمت کاملہ آپ پر اس شان سے نازل ہو کہ اس کی کلیوں کو ھنسائے اور اس کی (یعنی رحمت کاملہ) کی لکیریں اور خطوط مسرور ہوں دراں حالیکہ اس کی بہترین اعلی ہوائیں صبح و شام خوشبو دینے والی ہوں۔

ف: جیسا کہ شعر ۲۹۶ میں تَنْدٰی میں رحمت کاملہ کے لیے بادل کا ذکر کیا تھا۔ کلام میں مزید خوبصورتی پیدا کرنے اور ادیبانہ بنانے کے لیے اور اس شعر کی مناسبت سے اس شعر میں کلی اور شگوفہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ قابل دید بات یہ ہے کہ خوب تشبیہات اور مجازات کو لا کر کلام کو انتہائی عمدہ اور خوب صورت بنایا ہے۔

قولہ الزَّهْرَ بمعنی شگوفہ منصوب بنزع الخافض ذوالحال مَسْرُوْرًا مُعَرِّفًا حال ہے بعض کے نزدیک صلوٰة کی ضمیر سے حال ہے۔ اَسِرَّةٌ، سِرَارٌ کی جمع ہے سِرَارٌ اس خط کو کہا جاتا ہے جو ہنسی کے وقت چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں۔ مُعَرِّفًا کا معنی مُطَیِّبًا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ عَرْفُ الریح

الطیبہ یعنی عمدہ ہوا۔ اَسِرَّتُهَا مَسْرُوْرًا کا اور عَرْفُهَا مُعَرِّفًا کا فاعل ہے۔ اَلْاٰصَال، اَصِیْل کی جمع ہے جو عصر کے بعد سے مغرب تک کے وقت کے معنی میں ہے۔ قرآن میں ہے بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ، بُكَرًا بُكْرَةٌ کی جمع ہے صبح کے وقت کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے راقم کو اپنے استاذ محترم فضیلۃ الشیخ المقری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ کی شرح کو مکمل کرنے کی توفیق بخشی۔ اللہ شرف قبولیت سے نوازے اور اسے میرے لیے اور میرے شیخ کے لیے ذریعہ نجات بنائے آمین۔

یکم ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
مطابق ۱۷۔ اگست ۱۹۹۶ء

خادم القرآن الکریم
قاری محمد ادریس العاصم
فاضل مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ
حال مقیم مدرسہ عالیہ تجوید القرآن
بنگلہ ایوب شاہ اندرون شیرانوالہ گیٹ، لاہور

فضیلۃ الشیخ المقری اظہار احمد تھانویؒ

تھانہ بھون کا قصبہ ضلع سہارنپور یوپی کا ایک ایسا مقام ہے جو اپنے تاریخی حوالوں اور کارہائے نمایاں نیز شخصیات مبارک کیوجہ سے نمایاں رہا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھی تھانہ بھون آزادی کے متوالوں اور غاصبوں کے درمیان میدان کارزار رہا۔ جس میں حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ ۔ حضرت مولانا ضامن شہیدؒ ۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جیسے عمائدین شامل رہے۔

اس کے بعد حکیم الامت مجدد ملت فقیہ الوقت حضرت مولانا قاری محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ نور اللہ مرقدہ نے اپنے علم و عمل کی ضیا پاشیوں سے تھانہ بھون کو علم کے متوالوں اور راہ حق کے دیوانوں کیلئے شمع محفل بنا دیا۔ حضرت حکیم الامتؒ ، حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی مسند خلافت پر رونق افروز تھے۔ جب ۹ ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۰ء بروز منگل، دن کے گیارہ بجے تھانہ بھون کے اس قصبے کے ایک صاحب محمد ابراہیم کے بیٹے حافظ محمد اعجاز احمدؒ کے گھر ایک بچہ تولد ہوا والد حافظ محمد اعجاز احمدؒ نے بچے کا نام اظہار احمد تجویز کیا۔ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن پڑھنے کے لئے بٹھائے گئے اور دس گیارہ سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ حفظ کے استاذ خلیفہ اعجاز احمدؒ تھے۔

مدرسہ جہاں سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ خانقاہ امدادیہ میں قائم تھا جو کہ امدادالعلوم کے نام سے مشہور تھا۔ حفظ کے بعد ابتدائی تعلیم بھی اسی مدرسہ میں شروع ہوئی۔ فارسی کا مروجہ نصاب تین سال میں مکمل کیا۔ فارسی کے استاذ مولانا محی الدین بنگالیؒ فاضل دارالعلوم دیوبند تھے۔ جو بعد میں مفتی دارالعلوم ڈھاکہ بھی رہے۔ تیسرے سال میں فارسی کی بڑی کتابوں کے علاوہ تاریخ، سیرت مبارکہؐ اور حساب مولانا محمد شریف صاحبؒ سے پڑھا۔

خوشخطی مولانا محمد عمران صاحبؒ مرحوم جو کہ ماہنامہ النور کے کاتب تھے۔ ان سے سیکھی۔ ابتدائی عربی ھدایۃ النحو تک مولانا امیر احمد میرٹھی صاحبؒ سے پڑھی۔ ادب، منطق اور فقہ کی ابتدائی کتب مولانا محمد مدثر بنگالیؒ سے پڑھیں۔ جبکہ کافیہ، فصول اکبری، نفحتہ الیمن حضرت مولانا مفتی محمد جمیل احمد تھانوی صاحبؒ سے پڑھیں اور شرح جامی، اصول الشاشی، قدوری کنزالدقائق شرح تہذیب، قطبی وغیرہ مولانا محمد شریف صاحب سے مکمل کی۔ یہ تمام کتب مدرسہ امدادالعلوم جو کہ خانقاہ امدادیہ میں قائم تھا مکمل کی ہیں۔

۱۳۶۳ھ میں مظاہرالعلوم سہانپور میں داخلہ لیا اور داخلے کا امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کیا۔ داخلے کا انٹرویو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے لیا۔

مظاہرالعلوم میں دوران تعلیم میں پہلے سال میں شرح وقایہ، نورالانوار، تعلیم المتعلم، مختصر المعانی اور سلم العلوم پڑھیں۔ ۱۳۶۴ھ میں ملاحسن، ھدایہ اولین، مقامات حریری، میبذی، ملا جلال میر زاہد، سراجی اور سبعہ معلقہ پڑھیں۔

۱۳۶۵ھ میں جلالین شریف، شرح عقائد، مشکواۃ نخبہ اور امور عامہ پڑھیں۔ ۱۳۶۶ھ میں دورہ حدیث کیا۔ دورہ میں حضرت قاری صاحب کے اساتذہ اس طرح تھے:۔ بخاری جلد اول اور ابو داؤد شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ۔ بخاری جلد ثانی و ترمذی شریف حضرت مولانا عبدالطیف صاحب، مسلم شریف وطحاوی حضرت مولانا منظور احمد خان صاحبؒ نسائی اور ابن ماجہ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ۔ اس کے علاوہ علامہ صدیق احمد صاحب کشمیری، مولانا ظریف احمد صاحب پور قاضویؒ، مولانا امیر احمد کاندھلوی صاحبؒ، مولانا عبدالشکور صاحب کامل پوریؒ، مولانا قاری سعید احمد اجراڑوی صاحبؒ جیسے اکابرین سے بھی حضرت قاری صاحب کو شرف تلمذ رہا۔ حضرت قاری صاحب نے طحاوی اور ترمذی حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کیمل پوریؒ سے بھی پڑھیں۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں حضرت ترک وطن کر کے پاکستان تشریف لے آئے۔ رمضان کی ۲۷ تاریخ کو پاکستان بنا اور اس سے پہلے شعبان میں حضرت قاری صاحب نے مظاہرالعلوم سہارنپور سے سند فراغ حاصل کی تھی۔

پاکستان آمد کے بعد حضرت قاری صاحب نے مقدس مسجد دھوبی منڈی پرانی انارکلی میں امامت و خطابت کا منصب سنبھال لیا۔ اس کے علاوہ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۶ء تک کے عرصہ میں مختلف رسائل اور اخبارات سے بھی منسلک رہے۔ جن میں روزنامہ انقلاب، روزنامہ زمیندار، اور ہفت روزہ چٹان شامل ہیں۔ روزنامہ انقلاب لاہور میں حضرت قاری صاحب سنڈے ایڈیشن کے ایڈیٹر رہے۔ صحافتی زندگی میں حضرت قاری صاحب کا مولانا عبدالمجید سالکؒ، مولانا غلام رسولؒ مہر اور شورش کشمیری سے گہرا تعلق رہا۔

حضرت قاری صاحب نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۵۲ء میں منشی فاضل اور ۱۹۵۴ء میں مولوی فاضل کیا۔ یونیورسٹی اورنٹیل کالج میں عربی کے استاد کے طور پر بھی کام کیا۔ اس کے علاوہ ایک طویل عرصہ تک ایم اے اسلامیات، ایم۔ اے عربی، ایم اے فارسی اور ایم اے اردو کے طالبعلم گھر آکر حضرت قاری صاحبؒ سے استفادہ کرتے رہے۔

حضرت قاری صاحبؒ نے دارالعلوم اسلامیہ چرچ روڈ پرانی انارکلی میں مدرسے کے قیام پذیر ہوتے ہی پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ وہاں حضرت قاری صاحبؒ عربی کی کتب پڑھانے پر مامور ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں قاری سراج صاحبؒ بانی مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ و مہتمم مدرسہ ہذا کی کوششوں سے امام الفن حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب نور اللہ مرقدہ دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار کو خیرباد کہہ کر دارالعلوم اسلامیہ تشریف لائے تو حضرت قاری صاحبؒ نے امام الفن حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ سے استفادہ کیا۔ اور تجوید، اور قرآءات عشرہ کی تکمیل کی حضرت قاری صاحب امام الفن کے زمانے میں ہی ایسے مقام پر فائز ہوئے جو ان کے لیے طرۂ امتیاز سے کم نہیں۔ اور وہ یہ کہ تجوید سال اول کا پڑھانا حضرت قاری صاحب کے سپرد تھا۔ جو بلاشبہ حضرت قاری صاحبؒ کی امام الفن کے نائب اور جانشین ہونے کی واضح دلیل ہے۔

۱۹۵۸ء میں حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ نے دارالعلوم اسلامیہ سے علیحدگی اختیار فرمائی اور لٹن روڈ مزنگ میں

مدرسہ دارالترتیل والقرآن کے نام سے قائم فرمایا۔ اپنے استاد کے ساتھ ہی حضرت قاری صاحب نے بھی دارالعلوم اسلامیہ کو خیرباد کہہ دیا۔ چینیاں والی مسجد رنگ محل سے حضرت مولانا داؤد غزنوی صاحب ؒ تشریف لائے اور حضرت کو اپنے مدرسے میں تجوید و قرآء ت کی تدریسی خدمات ادا کرنے کی دعوت دی جو کہ حضرت نے قبول فرمالی اور مسجد چینیانوالی میں تجوید کا کام شروع کیا۔ حضرت قاری صاحب نے چینیانوالی مسجد میں ۱۹۶۳ء تک خدمات انجام دیں۔

اسی عرصہ میں حضرت قاری صاحب ؒ مقدس مسجد کی امامت ترک کر کے ۱۹۶۱ء کے وسط میں جامع مسجد گورنمنٹ چوبرجی کوارٹرز تشریف لے آئے، جہاں حضرت کی خدمات سے آخر وقت تک استفادہ عام ہوتا رہا۔ ۱۹۶۳ء میں قاری صاحب ؒ، حضرت قاری فضل کریم صاحب کی دعوت پر مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل تشریف لائے۔ حضرت کا اس مدرسے سے بہت فیض جاری ہوا۔ اور پاکستان کے دور دراز علاقوں کے علاوہ افغانستان اور دیگر ممالک کے لوگوں نے اس مدرسہ میں آکر حضرت قاری صاحب سے استفادہ کیا۔

۱۹۸۱ء میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق ؒ نے اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے اسلام آباد میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی قائم کی تو حضرت قاری صاحب ؒ علوم قراء ات کے شعبہ کی پروفیسر شپ کیلئے پورے پاکستان سے واحد امیدوار تھے جو یونیورسٹی کے تعلیمی معیار پر پورا اترتے تھے۔ حضرت قاری صاحب ؒ کی عالمانہ شخصیت کا واضح پہلو یونیورسٹی کے دوران تدریس میں کھل کر سامنے آیا۔ جہاں حضرت قاری صاحب ؒ علوم قراء ات کے علاوہ فقہ اور حدیث کے علوم بھی پڑھاتے رہے۔ حضرت قاری صاحب ؒ کی شان علمیت اور توضیح و تشریح کی قوت اس قدر زیادہ تھی کہ یہ تمام علوم بیک وقت عربی، فارسی، اور اردو میں باآسانی پڑھاتے۔ علوم قرآئت کے یہ بے تاج بادشاہ اللہ کے کلام کی خدمت کرتے ہوئے ہی رخصت ہوا۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۹۱ء کو تہجد کے وقت اس عالم فانی سے رخصت ہوگئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

۱۷۔ دسمبر ۱۹۹۱ء کو دن گیارہ بجے فیصل مسجد کے سامنے واقع سبزہ زار میں نماز جنازہ ہوئی جو کہ مولانا عبداللہ صاحب خطیب لال مسجد اسلام آباد نے پڑھائی۔ اس کے بعد میت کو لاہور لایا گیا۔ اور گورنمنٹ چوبرجی کوارٹرز کی بڑی گراؤنڈ میں نماز جنازہ ہوئی جو کہ قاری محمد رفیع صاحب مہتمم مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل کی اقتدا میں ادا کی گئی اور اس کے بعد علم قرآء ت کے اس مجسم ذخیرے اور علوم دینیہ کے اس آفتاب کو چوک چوبرجی بہاول پور روڈ کے نزدیک لاہور کے مشہور قدیم قبرستان میانی صاحب میں سپرد خاک کیا گیا۔ وفات کے وقت عمر تقریباً اکسٹھ برس تھی۔

حضرت قاری صاحب ؒ نے متعدد کتب بھی تصنیف فرمائیں۔ جن میں "اخلاق محمدی ؐ" علوم حدیث اور "پیغام رمضان" علوم فقہ سے متعلقہ ہیں۔ ان دو کتب کے علاوہ حضرت قاری صاحب ؒ نے قرآء ات کے موضوع پر بیش بہا کتب تالیف فرمائیں اور متعدد کتب کو حواشی سے مزین کیا جو کہ مندجہ ذیل ہیں:۔

جمال القرآن کا حاشیہ المعروف حواشی جدیدہ تیسیر التجوید کا حاشیہ المعروف حواشی مفیدہ، المقدمتہ الجزریہ اور تحفۃ

الاطفال کے عربی متون کے تراجم، حضرت قاری عبداللہ مکی کا رسالہ تعلیم الوقف اور حضرت مولانا قاری اشرف علی صاحب تھانوی کے منظوم رسالے "تجوید القرآن" اور "یادگار حق القرآن" کے حواشی موسوم بہ مجموعہ نادرہ، علامہ احمد الجزری ابن الجزری کی تصنیف الحواشی المفہمہ کا اردو ترجمہ، تجوید میں مشہور کتاب "خلاصۃ التجوید"۔ المقدمۃ الجزریہ کی اردو شرح "الجواہر النقیہ" علامہ شاطبی کے قصیدے شاطبیہ کی شرح المعروف "شرح شاطبیہ" کے نام سے کی اور اس شرح کے نایاب ہونے کے بعد ایک نئی شرح "امانیہ شرح شاطبیہ" دو جلدوں میں دوبارہ لکھی۔ شاطبیہ کے مشکل ترین باب وقف حمزہ و ہشام کی توضیح و تحلیل کیلئے ایک کتاب بنام "توضیح المرام فی وقف حمزۃ و ہشام" حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے اجراء سبع کے مشہور رسالے "تنشیط الطبع فی اجراء السبع" کی تصحیح و توضیح اور تشریح معہ مزید اضافہ۔ علامہ جزری کے قصیدے الدرۃ المضیئہ کی اردو شرح الدراری۔ علم رسم الخط قرآنی کے متعلق علامہ شاطبی کے قصیدے "عقیلۃ اتراب القصائد" کی شرح ایضاح المقاصد اور تجوید کی ایک مطول و مفصل کتاب "المرشد"

"شجرۃ الاساتذہ" اسناد قرآءت میں تحریر فرمائی نیز ایک عظیم الشان کتاب تقاریر ابوداؤد شریف تالیف فرمائی۔ "اوقات نماز کی دائمی کتاب" جو پاکستان کے چھ مرکزی شہروں کے اوقات نماز پر مشتمل ہے۔ اور "اوقات نماز" بصورت کیلنڈر۔

حضرت قاری صاحب نے ۱۹۷۴ء میں حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ ۱۹۶۹ء میں ملائشیا میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی عالمی مقابلہ حسن قرآءت اور ۱۹۸۴ء میں سعودی عرب مکۃ المکرمہ میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی عالمی مقابلہ حسن قرآءت میں بطور جج پاکستان کی نمائندگی کرنے کا بھی اعزاز حاصل کیا۔ ۱۹۸۸ء میں حضرت قاری صاحب کو حکومت پاکستان کی طرف سے علوم قرآءات میں ان کی بیش بہا خدمات کے اعتراف کے طور پر تمغۂ حسن کارکردگی سے بھی نوازا گیا۔

کتابیات

حرف الالف

1- ابراز المعانی شرح الشاطبی — علامہ عبد الرحمٰن ابو شامہ الدمشقیؒ
2- اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربع عشر — علامہ احمد بن محمد بن احمد بن محمد عبد الغنی الدمیاطی البناءؒ
3- الاتقان فی علوم القرآن — علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطیؒ
4- اسھل الموارد شرح عقیلہ — الشیخ القاری فتح محمد پانی پتیؒ
5- اعجاز القرآن — الشیخ قاضی ابو بکر محمد بن الطیب الباقلانیؒ
6- الاعلان بتکملۃ مورد الظمآن — علامہ عبد الواحد بن احمد بن علی بن عاشر انصاریؒ
7- افضل الدرر شرح عقیلہ — الشیخ القاری عبد الرحمٰن المکیؒ
8- الفیہ ابن مالک — الشیخ جمال الدین محمد بن عبد اللہ بن مالکؒ
9- امانیہ شرح الشاطبیہ — الشیخ القاری اظہار احمد التھانویؒ

حرف الباء

10- البدور الزاھرہ فی القراءات العشر المتواترہ — الشیخ عبد الفتاح القاضی المصریؒ
11- البرھان فی علوم القرآن — الشیخ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر الزرکشیؒ
12- بغیۃ الوعاۃ — الشیخ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطیؒ

حرف التاء

13- تاریخ المصحف الشریف — الشیخ عبد الفتاح القاضی المصریؒ
14- تذکرہ قاریان ہند — قاری کرنل مرزا بسم اللہ بیگؒ
15- تنبیہ الخلان شرح الاعلان بتکمیل مورد الظمآن — الشیخ ابراہیم بن احمد مارغنی التیونسیؒ
16- تسہیل البیان فی رسم القرآن — الشیخ القاری محمد نظر نقوی الامروہویؒ
17- تحفہ نذریہ — الشیخ القاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتیؒ
18- التبیان فی علوم القرآن — الشیخ محمد علی الصابونیؒ
19- تاریخ قرآن — ڈاکٹر محمود رامیارؒ

20- تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ — الشیخ محمد طاہر بن عبد القادر الکردیؒ

21- تذکرۃ الحفاظ — امام ابو عبد اللہ محمد الذہبیؒ

22- توضیح المرام فی وقف حمزۃ وہشام — الشیخ القاری اظہار احمد التھانویؒ

23- تفسیر قمی — محمد بن علی بابویہؒ

24- تلخیص القواعد وتقریب التباعد فی شرح عقیلہ — الشیخ ابو البقاء علی بن عثمان بن محمد بن القاصحؒ

حرف الجیم

25- الجمع الصوتی الاول للقرآن — دکتور لبیب السعیدؒ

26- الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ — الشیخ القاری اظہار احمد التھانویؒ

27- الجامع الصحیح — امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ

28- الجامع السنن — امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ

حرف الحاء

29- حرز الامانی ووجہ التھانی المعروف الشاطبیہ — امام ابو القاسم بن فیرہ بن خلف الاندلسی الشاطبیؒ

30- الحواشی المفہمہ شرح المقدمۃ الجزریۃ — الشیخ احمد بن محمد بن محمد بن محمد الجزریؒ

31- حواشی حرز الامانی ووجہ التھانی المعروف الشاطبیۃ — الشیخ الاستاذ القاری عبد المالک بن الشیخ جیون علیؒ

حرف الخاء

32- الخط العثمانی فی الرسم القرآنی — الشیخ القاری رحیم بخش پانی پتیؒ

حرف الدال

33- دلیل الحیران علی مورد الظمان — الشیخ ابراہیم بن احمد مارغنی التیونسیؒ

34- دراسات فی تاریخ العربی القدیم — دکتور محمد بیومی مہرانؒ

35- الدر المنثور — الشیخ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطیؒ

36- الدرر الکامنہ — علامہ شہاب الدین ابو الفضل احمد ابن حجر العسقلانیؒ

37- الدرۃ المضیۃ — امام محمد بن محمد بن محمد الجزریؒ

38- الدراری شرح الدرۃ المضیۃ — الشیخ الاستاذ القاری اظہار احمد التھانویؒ

حرف الراء

39- روح المعانی تفسیر قرآن حکیم — علامہ ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی البغدادیؒ

40- الرحیق المختوم شرح اللولوالمنظوم	الشیخ القاری حسن بن خلف الحسینی المصریؒ
41- رسم المصاحف	الشیخ غانم قدوریؒ
42- رسم المصحف العثمانی	دکتور عبد الفتاح اسماعیل شلبی الازہریؒ
43- الرسالہ	الامام محمد بن ادریس الشافعیؒ

حرف السین

44- سراج القاری شرح الشاطبیہ	ابو البقاء علی بن عثمان القاصحؒ
45- سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین	الشیخ علی بن محمد الضباع المصریؒ

حرف الشین

46- شرح الشاطبیۃ	الشیخ ملا علی بن سلطان القاریؒ

حرف العین

47- عمدۃ البیان	علامہ محمد بن محمد شریشی الفاسی المعروف الخرازؒ

حرف الغین

48- غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء	امام محمد بن محمد بن محمد الجزریؒ

حرف الفاء

49- فتح الحمید ترجمۃ قرآن مجید	الشیخ مولانا فتح محمد جالندھریؒ
50- فہرست ابن ندیم	الشیخ ابو اسحٰق الندیمؒ

حرف الکاف

51- کتاب الاعلام	الشیخ خیر الدین الزرکلیؒ
52- کتاب المصاحف	امام ابو بکر عبد اللہ بن ابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ
53- الکواکب الدریہ فی ما یتعلق بالمصاحف العثمانیہ	الشیخ محمد بن علی بن خلف الحسینی المالکی الازہریؒ
54- کشف الظنون	الشیخ مصطفیٰ بن عبد اللہ الشہیر حاجی خلیفہؒ
55- کاتبان وحی	الشیخ القاری محمد طاہر رحیمی
56- کتاب النقط والشکل	امام ابو عمرو عثمان بن سعید الدانیؒ

حرف اللام

57- لطائف البیان فی رسم القرآن شرح مورد الظمآن	الشیخ ابو زیتحار احمد محمدؒ

58- الولو المنظوم فی بیان جملۃ من المرسوم — الشیخ محمد بن احمد المتولیؒ

حرف المیم

59- المقنع — امام ابو عمرو عثمان بن سعید الدانیؒ
60- المنجد — الاب لویس معلوف الیسوعی
61- مناہل العرفان — الشیخ عبدالعظیم الزرقانیؒ
62- مدارج النبوۃ — الشیخ عبدالحق محدث الدہلویؒ
63- مورد الظمآن — علامہ محمد بن محمد شریشی الفاسی المعروف الخرازؒ
64- المعانی الجلیلہ شرح العقیلہ — الشیخ القاری عبداللہ تھانویؒ
65- الملل والنحل — ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانیؒ
66- مجمع بحار الانوار — الشیخ محمد طاہر پٹنیؒ
67- مباحث فی علوم القرآن — الشیخ مناع القطانؒ
68- المقدمۃ الجزریہ — امام محمد بن محمد بن محمد الجزریؒ
69- مؤطا — امام مالک بن انسؒ
70- المستدرک — امام محمد بن عبداللہ الحاکمؒ

حرف النون

71- نثر المرجان فی رسم القرآن — علامہ محمد غوث بن ناصر الدین الارکانی الشافعیؒ
72- النشر فی القراءات العشر — امام محمد بن محمد بن محمد الجزریؒ
73- نزہۃ الخواطر فی تذکرۃ العلماء الہند — الشیخ مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنویؒ

حرف الواو

74- وفیات الاعیان — الشیخ ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم ابن خلکانؒ

حرف الھاء

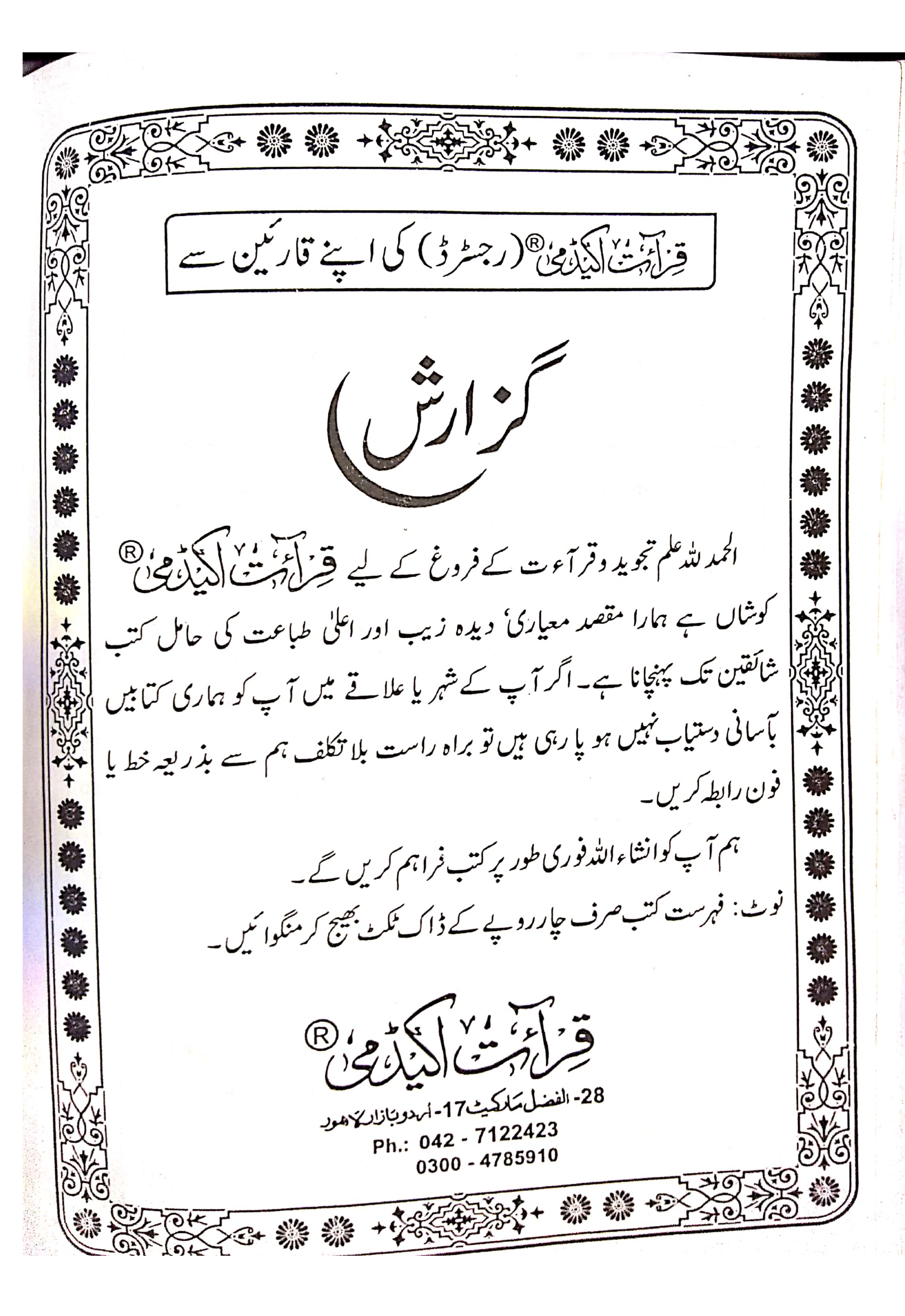
75- الھبات السنیۃ العلیۃ علی ابیات الشاطبیۃ (شرح العقیلہ مخطوط) — الشیخ ملا علی بن سلطان القاری الہروی الحنفیؒ
76- ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری — الشیخ الاستاذ القاری عبدالفتاح السید العجمی المرصفی المصریؒ

❖❖❖❖❖

عبدالفتاح السید عجمی المرصفی

فہرست

❖❖❖❖❖❖



قراءت اکیڈمی® (رجسٹرڈ) کی اپنے قارئین سے

گزارش

الحمد للہ علم تجوید و قرآءت کے فروغ کے لیے قراءت اکیڈمی®
کوشاں ہے ہمارا مقصد معیاری' دیدہ زیب اور اعلیٰ طباعت کی حامل کتب شائقین تک پہنچانا ہے۔ اگر آپ کے شہر یا علاقے میں آپ کو ہماری کتابیں بآسانی دستیاب نہیں ہو پا رہی ہیں تو براہ راست بلا تکلف ہم سے بذریعہ خط یا فون رابطہ کریں۔

ہم آپ کو انشاء اللہ فوری طور پر کتب فراہم کریں گے۔

نوٹ: فہرست کتب صرف چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں۔

قراءت اکیڈمی®

28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار لاہور

Ph.: 042 - 7122423

0300 - 4785910

